₹ 120/-

صوفی اقدار و روایات کا بے باک نقیب

ماہنامہ

غوث العالم دہلی

جمادی الاولی جمادی الآخر ۱۴۴۰ھ مطابق فروری ۲۰۱۹ء

حضرت رفاعی نمبر

بموقعہ ۸۶۲ واں عرس رفاعی

چیف ایڈیٹر
سید محمد اشرف کچھوچھوی

ایڈیٹر
ڈاکٹر مبین اشرف نعیمی



بفیض روحانی

تارک السلطنت حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ
عالم ربانی حضرت سید احمد اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمۃ

اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ
شیخ المشائخ سید مختار اشرف اشرفی الجیلانی علیہ الرحمۃ

بیادگار شیخ اعظم حضرت سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی علیہ الرحمۃ

صوفی اقدار و روایات کا بے باک نقیب

ماہنامہ

غوث العالم دہلی

قیمت خصوصی شمارہ ₹ 120/-

جمادی الاولیٰ جمادی الآخر ۱۴۴۰ھ مطابق فروری ۲۰۱۹ء

حضرت رفاعی نمبر

بموقعہ ۸۶۲ واں عرس رفاعی

مجلس ادارت

چیف ایڈیٹر
سید محمد اشرف کچھوچھوی

ایڈیٹر
ڈاکٹر مبین اشرف نعیمی

معاون ایڈیٹر
مقبول احمد سالک مصباحی
نوشاد عالم چشتی
عبدالمعید ازہری

تزئین: محمد حسان راغب اشرفی
سرکولیشن: آل رسول، فہد اشرفی

مجلس مشاورت

حضرت سید محمد مہدی میاں، اجمیر
سید سلمان چشتی، چشتی فاؤنڈیشن، اجمیر
علامہ سید شاہ محمد تنویر اشرف، بیجاپور
ڈاکٹر سید محمد علیم اشرف، جائس، حیدرآباد
حضرت سید شاہ عمار نیر میاں، ردولی
حضرت سید محمد عالم گیر اشرف، مالے گاؤں
خطیب دکن سید کاظم پاشا قادری، حیدرآباد
سید شاہ رکن الدین اصدق، نالندہ بہار
ڈاکٹر خواجہ اکرام، جواہر لال نہرو یونیورسٹی
حضرت عامر رفاقتی اشرفی
پروفیسر محمد فاروق احمد صدیقی

FEBRUARY 2019

قیمت فی شمارہ	₹ 30/-
سالانہ	₹ 300/-
اعزازی	₹ 1000/-
تاحیات	₹ 15000/-
بیرون ممالک	$ 2.50/-

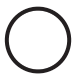
مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں:
9719073786

GHAUSUL ALAM
MONTHLY (URDU)
H. No.: 20, 2nd Floor, Lane-1, Johri Farm,
Jamia Nagar, New Delhi-25, Mob.: 91-9457039194,
Web.: ghausulalam.org, E-mail: ghausulalamdelhi@gmail.com

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ
ماہنامہ غوث العالم دہلی
ہیڈ آفس: ۲۰، دوسری منزل، گلی نمبر ۱، جوہری فام، جامعہ نگر، دہلی ۲۵
ڈرافٹ پر صرف GHAUSUL ALAM لکھیں

چیف ایڈیٹر سید محمد اشرف کچھوچھوی، نے اعلیٰ پریس، دہلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ غوث العالم جوہری فام جامعہ نگر دہلی سے شائع کیا۔

ماہنامہ سے متعلق ہر طرح کی قانونی کاروائی صرف دہلی میں ہوگی۔
مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں



گول دائرے میں سرخ نشان آپ کی ممبری فیس ختم ہونے کی علامت ہے۔

اس شمارے میں

حضرت رفاعی نمبر

ہمارے فیض رساں بزرگان دین

- حاجی الحرمین حضرت سید عبدالرزاق نورالعین اشرفی قادری، قدس سرہ العزیز، کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
- حضرت سید شاہ حسن اشرف (خلف اکبر حضرت سرکار کلاں) سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ، کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
- حضرت سید شاہ اشرف حسین سرکار ثانی، سجادہ نشیں آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
- حضرت سید شاہ فرید اشرفی الجیلانی، سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ، بارہ بنکی، اتر پردیش
- حضرت سید شاہ حاجی احمد، اشرفی الجیلانی، سجادہ نشیں خانقاہ اشرفیہ، جائس شریف، اتر پردیش
- اشرف الصوفیہ حضرت سید شاہ اشرف حسین، اشرفی الجیلانی، سجادہ نشین آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
- شیخ المشائخ حضرت سید شاہ محمد مختار اشرف، اشرفی الجیلانی سرکار کلاں، سجادہ نشین خانقاہ عالیہ، چشتیہ، اشرفیہ، کچھوچھہ مقدسہ، یوپی
- سلطان الواعظین، عالم ربانی، حضرت سید شاہ احمد اشرف، اشرفی الجیلانی، ولی عہد و سجادہ نشین، آستانہ عالیہ اشرفیہ، کچھوچھہ مقدسہ
- قطب المشائخ حضرت سید شاہ قطب الدین اشرفی الجیلانی قدس سرہ العزیز، کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
- مجاہد دوراں، حضرت علامہ سید شاہ محمد مظفر حسین اشرفی الجیلانی سابق ممبر پارلیامنٹ، کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
- اشرف الاولیا، حضرت علامہ سید شاہ مجتبیٰ اشرف، اشرفی الجیلانی، بانی مخدوم اشرف مشن، کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
- محدث اعظم ہند، حضرت علامہ سید شاہ محمد اشرفی الجیلانی خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی

فیضان مخدوم پاک کی منہ بولتی تصویر اور صوفی اقدار و روایات کے بے باک نقیب **''ماہنامہ غوث العالم''** کے کاروان علم و ادب کے وہ درخشاں ماہ و نجوم جن کی تنویر افشانی نے ماضی میں بھی رسالے کو تقویت بخشی تھی اور ان شاءاللہ تعالیٰ مستقبل میں بھی ان کی دعائیں اور نیک تمنائیں رسالے کے لیے مشعل راہ ہوں گی۔ (ادارہ)

- خطیب الاسلام، حضرت علامہ پیر سید شاہ کمیل اشرف اشرفی الجیلانی، سجادہ نشین خانقاہ مخدوم ثانی، کچھوچھہ مقدسہ، ضلع امبیڈکر نگر، یوپی
- پیر طریقت حضرت علامہ سید شاہ کلیم اشرف اشرفی الجیلانی، سجداہ نشین خانقاہ اشرفیہ احمدیہ، جائس شریف، اتر پردیش
- حضرت علامہ سید شاہ رکن الدین اصدق سجادہ نشین خانقاہ آستانہ چشتی، چمن پیر بیگہ شریف، ضلع نالندہ، بہار
- تاج الاولیا، حضرت علامہ سید شاہ جلال الدین اشرف، اشرفی الجیلانی، صدر مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف، بنگال
- خطیب دکن حضرت علامہ سید شاہ الحاج کاظم پاشا قادری، موسوی، سجادہ نشین خانقاہ قادریہ موسویہ، آندھرا پردیش
- نبیرہ قطب دکن پیر سید شاہ محی الدین تنویر ہاشم، صدر الہاشمی ٹرسٹ، بیجاپور، کرناٹک
- محقق عصر حضرت علامہ سید شاہ محمد شمیم الدین احمد منعمی سجادہ نشین خانقاہ منعمیہ اور صدر شعبہ عربی اورینٹل کالج، پٹنہ سٹی، بہار
- اشرف العلما، حضرت علامہ سید شاہ حامد اشرف اشرفی الجیلانی، بانی دارالعلوم محمدیہ، محمد علی روڈ، ممبئی، مہاراشٹرا
- صاحب سیف و قلم حضرت علامہ وارث جمال صاحب قبلہ حبیبی صدر آل انڈیا تبلیغ سیرت، ممبر ممبئی، مہاراشٹرا

اداریـــــہ

شریعت وطریقت کے مجمع البحرین تھے، سید احمد کبیر رفاعی

سید محمد اشرف کچھوچھوی

سلطان الاولیا والعارفین، معشوق اللہ، احسن المشائخ، سلطان السلاطین، سید السادات، سلطان الثقلین حضرت سید احمد کبیر رفاعی الحسنی والحسینی الموسوی الکاظمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔تاریخ اسلام کی ان نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ایک ہیں، جنھوں نے جریدہ عالم پر اپنی اولوالعزمیوں اور دعوتی وتبلیغی ترک تازیوں کے لافانی نقوش چھوڑے ہیں۔عالم عربی میں آپ کی شخصیت اسی طرح سے مشہور ومعروف ہے جس طرح سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات مشہور ومعروف ہے۔اہل سلسلہ رفاعیہ کے بڑے عاشق اور دلدادہ ہیں۔ان کے نام پر ہمیشہ اپنا تن من دھن سب قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہتے ہیں۔

آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔آپ کی رگوں میں حضرت موسیٰ کاظم کا پاک خون دوڑ رہا تھا، آپ کی ولادت مبارکہ سرزمین بطائح میں قریہ ام عبیدہ مضافات بصرہ عراق ۵۱۲ھ میں ہوئی۔اور وصال پر ملال ۵۷۸ھ میں اسی بستی میں ہوا جہاں آپ کی ولادت مبارکہ عمل میں آئی۔اور خاص بات یہ ہے کہ سلسلہ رفاعیہ کی داغ بیل قریہ ام عبیدہ بصرہ کے قریب عراق میں ہوئی۔یعنی شیخ کبیر کو کہیں ہجرت کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی، گویا آپ کے اہل وطن نے بھی کھلے دل سے آپ کی عظمت وولایت کا برملا اعتراف اقرار کیا ہے۔آپ کی عظیم الشان علمی اور روحانی شخصیت کے بارے میں شاعر مشرق علامہ اقبال نے بھی اپنی شہرہ آفاق نظم رموز بے خودی میں بڑے والہانہ انداز میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔اور اپنی شاعری کے ذریعے آپ کے آفاقی پیغام تصوف کو دلوں میں راسخ کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

آپ سرکار غوث اعظم کے ہم عصر تھے، اور ان سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، اور حسن عقیدت بھی رکھتے تھے۔اسی طرح سرکار غوث اعظم بھی آپ کا بے پناہ احترام فرماتے تھے خصوصیت کے ساتھ جس وقت آپ نے جس وقت اپنے نانا جان کی بارگاہ بے کس پناہ میں سلام عرض کیا تھا اور نانا جان نے آپ کے سلام کا جواب دیا تھا اور آپ کی تسلی وتشفی کے لیے اپنے دست مبارک کو قبر انور سے باہر کیا تھا تو وہاں پر موجودین میں سرکار غوثیت مآب کی ذات گرامی بھی جلوہ گر تھی، بارگاہ رسالت سے اس اعزاز وکرام سے سرفراز ہونے پر ان کو مبارک باد بھی پیش کی تھی۔سرکار غوث اعظم کی ولادت مبارکہ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ بمطابق ۱۷مارچ ۱۰۷۸عیسوی ایران کے صوبہ کرمان شاہ کے مغربی شہر کیلان میں ہوئی اور وصال مبارک ۸ ربیع الاول ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۶عیسوی ۸۹ سال کی عمر میں ہوئی۔اس طرح دیکھا جائے تو حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ سرکار غوث پاک کے ظہور کے ۴۲ سال بعد عمل میں آئی مگر وصال پر ملال آپ کے وصال کے ۱۷سال بعد ہوا۔اس طرح کل ۶۶ سال کا زمانہ آپ کو سرکار غوثیت مآب کا ملا، جس میں سے اگر پندرہ سال خوردسالی کے نکال دیے جائیں تو بھی اکیاون سال شہنشاہ بغداد کی معاصرت کے آپ کو حاصل ہوتے ہیں جو اپنے آپ میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔دونوں بزرگوں میں ہم آہنگی اور میل محبت اللہ والوں کے صفائے قلب کی بین دلیل ہے۔

بعض معتبر محققین کے مطابق شیخ سید احمد کبیر رفاعی کی والدہ کا نام حضرت سیدہ شریفہ ہے، آپ نیک عبادت گذار پرہیزگار اور پاک دامن خاتون تھیں، ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آپ حضرت سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی بیٹی اور سیدہ مریم حضرت غوث الاعظم شیخ

عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی حضرت ابوصالح موسی جنگی کی بہن ہیں یعنی سیدہ مریم غوث الاعظم کی پھوپھی ہیں جو سید احمد رفاعی کی نانی اماں ہیں۔ (عظمت رفاعی ص ۳۴) اگر ایسا ہے تو پھر دونوں بزرگوں کی تعلیمات وارشادات میں یکسانیت اور توارد کچھ باعث تعجب نہیں۔

محقق جب دونوں بزرگوں کی تعلیمات وارشادات اور ان کی تصنیفات وتالیفات کا مطالعہ کرتا ہے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ دونوں مشائخ کی تعلیمات ورشادات میں کافی حد تک یکسانیت اور توارد موجود ہے۔اس کی سب سے اہم مثال اداب شریعت کی سختی کے پابندی اور پاسداری ہے، کیونکہ دنوں ہی مشائخ علوم عربیہ وشرعیہ کے کوہ ہمالہ تھے،دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے علوم وفنون کا بحر بیکراں بنایا تھا،اور دونوں نے ہی اپنی زندگی کو دعوت وتبلیغ کے ساتھ ساتھ ،درس وتدریس، تحقیق وتفتیش، تحریر وانشا، تصنیف وتالیف،اور سیف وقلم میں محدود کرلیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ دونوں ہی سے کثرت کے ساتھ تصنیفات وتالیفات وجود میں آئیں۔دونوں ہی شخصیتوں کا مطمح نظر قرآن وسنت کی تعظیم وتوقیر، بدعات وخرافات کا رد وابطال، احقاق حق اور ابطال باطل رہا، عوام وخواص سبھی کو دعوت الی اللہ کا پیغام دیتے رہے۔علما وفقہا سے لے کر امرا وسلاطین تک اپنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ دراز رکھا۔

پروفیسر اختر الواسع، وائس چیئرمین: دہلی اردو اکادمی (حکومت قومی راجدھانی دہلی) اپنے تحقیقی مقالہ ''تذکرہ سید رفاعی'' میں کچھ اس طرح سے بارگاہ رفاعی میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں : سید احمد کبیر رفاعی کے سلسلۂ رفاعیہ کی اصل تعلیمات پورے طور پر قرآن و سنت کے موافق ہیں، امام سلسلہ نے اتباع شریعت پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا کہ ظاہری اور باطنی احکام میں شریعت کی پابندی کرو۔دل کو اللہ کے ذکر سے آباد رکھو، درویشوں کی خدمت کو لازم سمجھو اور نیک کاموں میں ہمیشہ سبقت کرو اور اپنے نفس کو رات کی عبادت کا عادی بناؤ۔ ہر ظاہر باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے اور باطن ظاہر کے بغیر موجود نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہر صورت میں ظاہر و باطن دونوں میں شریعت کی مکمل پابندی ضروری ہے۔اس سلسلہ کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں کسب معاش پر بہت زور ہے۔کسب حلال ضروری ہے، اسباب کو ترک کر کے کوئی توکل نہیں ہوتا۔اسباب اختیار کیے جائیں لیکن ان اسباب پر کلیتہً تکیہ کرنا غلط ہے۔البتہ معاش کو ضرورت ہی سمجھنا چاہیے مقصد نہیں۔

سید احمد کبیر رفاعی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''جسمانی عبادتوں اور نفل نمازوں سے صدقہ افضل ہے۔'' آپ کا یہ قول بھی دراصل ان کے اس رجحان کا غماز ہے کہ ترک دنیا نہیں کرنی چاہئے بلکہ دنیا کو بطور ضرورت ضرور اختیار کرنا چاہئے۔آپ کی دیگر تعلیمات میں خدمت خلق، بیواؤں اور یتیموں کی حاجت روائی، خوش خلقی، اخلاص، صحبت اولیائے اکرام، ظلم وزیادتی سے اجتناب، حکام وقت اور امرا واغنیا سے دوری، دل کو ظاہری چیزوں میں نہ لگانا وغیرہ شامل ہیں''۔

محمد عرفان محی الدین قادری ربّانی ،ریسرچ اسکالر، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد اپنے تحقیقی مقالہ ''حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور علمِ حدیث'' میں ارقام فرماتے ہیں۔''حضرت سیدنا امام رفاعی رضی اللہ عنہ کا زمانہ شرانگیزی وفتنہ پروری اور عقائد میں بگاڑ کا زمانہ تھا چنانچہ اعمال ظاہرہ کی اہمیت گھٹ رہی تھی، حدود شرع سے تجاوز ہو رہا تھا، فرق مراتب سے نظر اندازی، احکام شرعیہ سے بے توجہی اور ارکان اسلام سے بے رخی، اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ سے بے التفاتی علما وفقہا کی بے حرمتی زوروں پر تھی۔ چونکہ یہ شرانگیزیاں اور فتنہ سامانیاں نام نہاد صوفیوں کی طرف سے ہو رہی تھی اس لیے علما ان سے خفا اور تصوف و طریق تصوف سے بدظن ہو گئے تھے۔

حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے اس ماحول میں ایک طرف صوفیا کو مخاطب کر کے شریعت مطہرہ کی تعظیم، علما وفقہا کی توقیر، اخلاق عالیہ کی اہمیت، فرقِ مراتب وحفظ حدود اور پابندیٔ احکام کی ضرورت، عجز وانکسار کی توصیف، کبر وغرور اور عجب وخود پسندی کی تحقیر فرمائی تو دوسری طرف علما وفقہا کو مخاطب کر کے زہد وقناعت کی فضیلت، دنیا و دنیاوی علائق کی مذمت، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی حیاتِ جاودانی کے ساتھ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے اسرار و معارف کو ارشاد فرمایا۔اس کتاب حالة اهل الحقيقةمع الله (اولیاء اللہ کا حال اللہ

کے ساتھ) میں حضرت سیدنا امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے منتخب چہل حدیث کو جوانہیں مضامین پر مشتمل ہیں بیان فرمایا ہے''۔

احترام شریعت کی دوسری مثال صابہ کرام کی تعظیم وتوقیر ہے ۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذوات قدسیہ ہر دور میں احترام وتقدس اور تعظیم وتکریم کا محور ومرکز رہی ہیں۔امت مسلمہ نے ان کے خصوصی حق کو پہچانا ہے اوران کے عزت وحرمت کی حفاظت وصیانے کی ہے ۔صحابہ اور اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ہمیں ان کے سلسلے میں زبان کو بند رکھنا چاہیے،عہد صحابہ میں جو جنگیں ہوئیں خواہ وہ جنگ جمل ہو یا جنگ صفین اس سلسلے میں ہمیں خاموشی اختیار کرتے ہوئے ہرایک کوحق بجانب سمجھنا چاہیے،اوراپنے دماغ کے گھوڑے کو دوڑ اکرخود کوگمراہ ہونے سے بچانا چاہیے، یہ ایسا نازک موضوع ہے جس پر بڑے بڑے مؤرخین اور عالم بھی اعتدال قائم نہیں رکھ سکے اور وہ جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادگرامی ہے **اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم** ۔میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کروگے، ہدایت پاؤگے،اس موضوع پرآپ نے ارشادفرمایا:

''صحابہ کرام کے درمیان پیدا ہونے والی کشیدگیوں سے خاموشی اختیار کرنی چاہیے،ان کی خوبیاں اوران کی محبت کا ذکر ہونا چاہیے،اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو، ان سب سے محبت کرو ان کا اچھا ذکر کرکے برکتیں سمیٹواوران کے اخلاق سمیٹنے کی کوشش کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں خوف خدا کی تلقین کرتا ہوں، نیز تمھیں اطاعت امیر کی تلقین کرتا ہوں، اگر چہ کوئی غلام تمہارا امیر بن جائے اس لیے کہ تم میں سے جو طویل حصہ تک زندہ رہا وہ (میرے اور میرے بعد کے دور میں) بہت تبدیلی دیکھے گا،تم پر میری اور میرے رشد وہدایت والے خلق سنت کی اتباع لازم ہے،اور(دین میں بنیاد نہ رکھنے والے) نئے امور سے بچو کیونکہ ایسی ہرنئی چیز کا نتیجہ گمراہی ہے، اپنے دلوں کو (صحابہ کی محبت کے ساتھ) اہل بیت کرام کی محبت سے بھی منور کرو وہ کائنات کی تابندہ روشنیاں ہیں۔ اور چمکتے دمکتے آفتاب ہیں۔''
(ملفوظات رفاعیہ ص۱۲)

شیخین میں فکری اور نظریاتی توارد کی تیسری مثال خطبات وبیانات ہیں۔جس طرح شیخ عبدالقادر الجیلانی رحمہ اللہ کے خطابات کے نمونوں سے ادبی لائبریریاں آباد ہیں اسی طرح حضرت امام رفاعی کے پراثر خطابات کے کے نمونے آپ کی تصنیفات میں جابجا ملتے ہیں ۔ذیل میں صرف تین نمونے ملاحظہ کریں۔

عارفین وواصلین سے خطاب : ''اے لوگو! مراتب متعین کرو،اپنے آپ کوغلو سے دوررکھو،لوگوں کوان کے مراتب میں رکھو۔نوع انسانی میں سب سے افضل انبیاے کرام ہیں، انبیا میں سب سے افضل ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کے بعد مخلوق میں سب سے اشرف ان کی آل واصحاب ہیں پھران کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر تابعین اور خیرالقرون والے ہیں۔''[البرھان المؤید ص24]

امراوسلطین سے خطاب : ''اے امیر المومنین ! تو اسلامی مملکت کی سرحدوں کے محافظ اور مسلمانوں کی جان ومال کا پاسبان ہے، اپنے آپ کواللہ کے بندوں پرظلم سے بچا اور جب شیطان تجھے دبوچے، ظلم کی طرف اکسانے کا قصد کرے تو اپنے آپ کو یہ سوچ کر تسلی دے لے کہ اگر تو قیدی ہوتا یا مظلوم یا تجھے جھٹلایا جاتا،تو تو اپنے لیے بادشاہ سے کیا چاہتا؟۔''

آخری وصیت : آپ کی آخری وصیت جو آپ نے اپنے اصحاب کو کی وہ نہایت جامع ، بلیغ اور آپ کے جملہ ارشاد وتبلیغ کا خلاصہ وعطر مجموعہ ہے فرماتے ہیں :''اے لوگو! میں تمھیں دنیا سے ڈراتا ہوں ،غیروں کی طرف دیکھنے سے ڈراتا ہوں،معاملہ کٹھن ہے۔پرکھنے والا باخبر ہے۔اپنے آپ کوان بیہودہ باتوں سے بچاؤ۔ان غفلتوں سے خودکو دوررکھو۔ماسوی اللہ سے دوررہو۔بدعات سے پرہیز کرو۔کل کی طلب میں کل کوچھوڑ دو۔جس نے کل چھوڑ دیا اس نے کل پالیا۔اورجس نے کل چاہا اس سے کل فوت ہوگیا۔جسے اللہ مل گیا اس کو کل مل گیا۔اور جس نے اللہ کونہ پایا اس سے کل فوت ہوگیا۔''[البرھان المؤید ص 37,38]

مولانا محمد خالد کمال مصباحی،خادم درس وافتاء مخدوم اشرف مشن،پنڈوہ شریف، مالدہ (بنگال) نے اپنے مقالہ'' حضرت سید احمد

کبیر رفاعی اوران کی تبلیغی مجالس: ایک جائزہ! میں تفصیل سے بحث کی ہے۔قارئین وہیں پر تفصیلات ملاحظہ کریں۔

سابقہ سطور میں جیسا کہ لکھا گیا کہ حضرت شیخ رفاعی کو بارگاہ رسالت علیہ التحیۃ والثنا کو بے پناہ مقبولیت اور مقام حاصل تھا، اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔جب حضرت رفاعی مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے سامنے کھڑے ہوکر لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے عرض کیا **السلام علیک یاجدی** یعنی اے میرے جد آپ پر سلام ہو، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **وعلیک السلام یاولدی** اے میرے بیٹے تم پر بھی سلامتی ہو اور اس (جواب) کو مسجد نبوی میں موجود ہر شخص نے سنا اور یہ سن کر سیدنا احمد رفاعی پر جذب طاری ہوگیا، آپ تھرا اٹھے، آپ کا رنگ زرد پڑ گیا، گریہ وزاری کرتے ہوئے گھٹنے کے بل کھڑے ہوگئے اور دیر تک سسکیاں لیتے رہے پھر عرض کیا۔اے جد کریم!

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھٰذہ دولة الاشباع قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

اے جد کریم! دوری کی حالت میں اپنی روح و خیال کو بھیجا کرتا تھا جو میری نیابت میں آستاں بوسی کرتے تھے اور آج یہ دور افتادہ خود در دولت پر حاضر ہے لہٰذا آپ اپنے دست کرم کو دراز فرمائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کرسکیں۔

تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معطر دست مبارک کو قبر انور شریف سے باہر نکالا، جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی نے چوما، یہ سارے لوگ دست مبارک کو دیکھ رہے تھے، اس وقت مسجد میں حجاج کرام کے درمیان شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ عبد القادر جیلانی (حضرت غوث اعظم مقیم بغداد) شیخ خمیس اور شیخ عدی بن مسافر شامی وغیرہ بھی موجود تھے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان حضرات کے علوم و اسرار سے نفع بخشے، ہم نے بھی ان حضرات کے ساتھ حضور کے پاکیزہ دست مبارک کی زیارت کی اور اسی دن شیخ حیات بن قیس حرانی نے سید احمد کبیر رفاعی سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور آپ کے مریدین و مسترشدین میں شامل ہوگئے۔

ترجمہ وحواشی: از ڈاکٹر سید علیم اشرف، استاذ صدر شعبۂ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدرآباد)

سید احمد کبیر رفاعی کا صوفیانہ وعارفانہ مقام بہت بلند تھا، صوفیائے کرام کی رائے کے مطابق آپ قطب الاقطاب پر فائز تھے۔چنانچہ سبھی بزرگان دین اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ ایک نہایت ہی بلند مرتبہ بزرگ عارف باللہ اور علوم غیب سے آشنا ذات گرامی ہیں۔آپ کے شہزادے حضرت سید نور الدین علی سکران رفاعی قدس سرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بغیر مانگے بلند و بالا مقام عالم غیب سے عطا فرمایا ہے۔

اقطاب زمانہ کے متعلق حضرت ابوبکر ہواری قدس سرہ کے استفسار پر ایک مرتبہ شیخ احمد زاہد نے مفصلاً یہ بیان کیا کہ اقطاب کی تعداد چار سو پینتالیس (۴۴۵) ہے اوران سب پر ایک قطب ہے جسے قطب الاقطاب کہا جاتا ہے۔اسی مرتبہ پر حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ فائز ہیں۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت احمد زاہد کنز العارفین بھی اقطاب میں شامل ہیں۔کیوں کہ ایک قطب ہی کو قطب الاقطاب کے مرتبہ کا علم وعرفان حاصل ہوتا ہے۔

کنز العارفین شیخ زاہد قدس سرہ مزید فرماتے ہیں کہ مشائخ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔جو مختلف مقامات وشہروں میں موجود ہیں۔ان سب میں شیخ رفاعی اعلیٰ مقام پر متمکن ہیں۔اس سلسلہ میں شیخ ابوبکر ہواری قدس سرہ کا بیان ہے کہ ''طبقات ظاہری'' کے مشائخ میں سب سے پہلے درجہ پر حضرت سید احمد رفاعی ہیں۔

(عظمت رفاعی) (محمد فرحت علی صدیقی اشرفی، فاضل دینیہ، ایم ایس سی، ایم اے، پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، حیدرآباد

آپ کے اسی روحانی علو مرتبت کی وجہ سے آپ کے ماموں کی

نگاہ انتخاب بچپن ہی سے آپ پڑ گئی تھی۔اورانھوں نے سجادہ نشینی کے لیےاپنے بھانجے شیخ احمد کبیر رفاعی کواول نظر میں منتخب فرمالیاتھااوراپنے تمام مریدوں،اہل وعیال کوبھی اس بات کی وصیت کی،سبھی اس بات پر راضی ہوگئے مگر سید منصور بطائحی کی اہلیہ راضی نہ ہوئیں وہ اپنے لڑکے کو گدی پر بیٹھانا چاہتی تھیں، جب آپ کی بیوی نے مسلسل اصرار کیا تو آپ نے بیٹے اور بھانجے کوحکم دیا کہ ''تم دونوں میرے لیے پتے توڑ کر لے آؤ'' چنانچہ آپ کے صاحبزادے تو بہت سے پتے توڑ لائے لیکن آپ کے بھانجے احمد کبیر رفاعی خالی ہاتھ پہنچے آپ نے پوچھا کہ ''تم خالی ہاتھ کیوں آگئے؟'' جواب دیا کہ ''میں نے ہر پتہ کوخدا کی تسبیح میں مشغول پایا اس لیے پتے توڑنے کی ہمت نہ ہوئی'' یہ سن کر آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ ''میں نے ان دونوں کے بارے میں معلوم کیا تھا مجھے بھانجے کے بارے میں بتایا گیا۔(قلائدالجواہر ص ۲۸۸) شیخ احمد کبیر رفاعی کے ماموں شیخ منصور بطائحی نے ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء میں آپ کو قصبہ ''ام عبیدہ'' بلوالیا اور خانقاہ میں اپنا نائب وخلیفہ بنادیا اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس سال تھی اس سے اگلے ہی برس ۵۴۰ھ/۱۱۴۵ء میں شیخ منصور کاانتقال ہوگیا۔

یہ عجیب وغریب اتفاق ہے کہ سرکارغوثیت مآب بھی کثیرالعیال تھے اور حضرت شیخ رفاعی بھی کثیرالعیال تھے۔آپ کی اولاد میں بارہ فرزندوں اور دوصاحبزادیوں کا ذکر ملتا ہے۔سب سے بڑے بیٹے سید قطب الدین صالح الرفاعی کاانتقال آپ کے سامنے ہی ہوگیا تھا۔باقی چار فرزندوں سے آپ کا سلسلہ فیضان جاری ہوااور آٹھ فرزند لاولد رہے۔ان کے نام یہ ہیں:

۱۔سید قطب الدین صالح رفاعی،۲۔سید محمد معدن اسرار اللہ رفاعی، ۳۔سید ابراہیم نقیب رفاعی،۴۔سید علی سکران رفاعی،۵۔سید اسماعیل المجذوب رفاعی، ۶۔سید یوسف رفاعی، ۷۔سید عبدالفتاح رفاعی، ۸۔سید ابوالمحامد حسن رفاعی،۹۔سید حسین رفاعی،۱۰۔سید موسیٰ رفاعی، ۱۱۔سید محمود رفاعی،۱۲۔سید عبدالحسین رفاعی۔

ان بارہ فرزندوں کے علاوہ دو بیٹیاں بھی تولد ہوئیں ان کے نام ہیں سیدہ خدیجہ اور سیدہ فاطمہ۔آپ کی اولاد آپ کی معنوی جانشین بھی ہےاس نے سلسلہ رفاعیہ کومختلف بلاداسلامیہ میں پھیلایا،آپ کی اولاد کے کارنامےاوران کی خدمات بھی مختلف تذکروں میں تفصیل سے درج ہیں۔

تذکرہ سید رفاعی از **پروفیسر اختر الواسع،وائس چیئرمین**:دہلی اردو اکادمی (حکومت قومی راجدھانی دہلی)

یہ بزرگوں کا فیضان نظر ہی ہوتا ہے کہ بعض الفاظ ان کی شخصیات سے منسوب ہوکر اس قدر مشہور ہوجاتے ہیں کہ وہ ان کی زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔انھیں میں سے ایک لفظ رفاعی بھی ہے۔آپ کے لقب ''رفاعی'' کہلانے کی وجہ تسمیہ کے متعلق حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے خود شیخ احمد رفاعی سے اس کی وجہ پوچھی کہ اے سید احمد کبیر رفاعی آپ حسینی، ابن عم نبی ہاشمی، قریشی، ابراہیم مرتضیٰ اور ابن موسیٰ کاظم کی نسل پاک سے ہو۔ پھر کس وجہ سے آپ رفاعی کہلاتے ہیں۔! آپ نے فرمایا کہ میرے جدّ کریم حضرت ابوعلی یحییٰ ابن ثابت، ابن حازم حسینی، مکی، موسوی نے فقر کی توبہ شیخ ابوالفوارس بطائحی کے دست حق پرست پر کی تھی اور حضرت بطائحی جس شخص کی طرف منسوب تھے ان کا نام ''رفاعہ'' تھا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: چونکہ آپ موسوی، حسینی، فاطمی اور علوی ہو اس لیے آپ نے فقر کو چنا اور شیخ ہو گئے۔آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے اور آپ نور علی نور ہیں۔مزید یہ خوشخبری بھی دی کہ آپ کی نسل پاک میں جو بھی ظاہر ہوگا قیامت تک لوگ اسے ''رفاعی'' کہیں گے۔ کیوں کہ آپ ''رفاعی اور ابن رفاعی'' دونوں ہیں۔(تذکرۃ المحققین) محمد فرحت علی صدیقی اشرفی، فاضل دینیہ، ایم ایس سی، ایم اے، پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، حیدرآباد

حضرت علامہ شطنوفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کے مشہور مشائخ، بڑے عارفین اور بڑے محققین وصدر مقربین میں سے ہیں، صاحب مقامات عالیہ، جلالت عظیمہ، کرامت جلیلہ، احوال منورہ، افعال خارقہ، انفاس صادقہ، صاحب فتح روشن چمکتے ہوئے قلب روشن،

سراطہر، قدا کبر، صاحب معارف عالیہ، حقائق منورہ اور ارشادات عالیہ تھے۔ قرب میں ان کا مکان مضبوط تھا، حضور میں ان کی مجلس اعلیٰ تھی، تمکین میں ان کا ظہور بلند تھا، قوت میں ان کا مقام اعلیٰ تھا، تعریف نافذ میں ان کا قدم راسخ تھا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۳۵) مفتی بہاء المصطفیٰ قادری امجدی بریلی شریف، یوپی۔

شخصیت خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو ایک دن جانا ہی ہے، آپ کے وصال پر ملال سے آفاق عالم رنج وغم کی ایک لہر دوڑ گئی تھی۔ ہر عقیدت من رنج وغم کی تصویر بنا ہوا تھا۔ امام سید سراج الدین رفاعی نے ایک شعر اس موقع سے کہا جس میں آپ کی پیدائش، انتقال کا سال اور عمر کی مقدار نکلتی ہے۔ تاریخی شعر یہ ہے

ولادتـــہ بشـــریٰ و لـــلـــہ عـــمـــرہ
وجاء ت بشری اللّٰہ بالقرب والزلفی

یعنی آپ کی ولادت خدائے تعالیٰ کی طرف سے بشارت تھی اور آپ کی عمر اللہ کے واسطے تھی۔ اور آپ کے تقرب الٰہی کی بھی خدا کی طرف سے خوشخبری تھی۔ لفظ ''بشریٰ'' سے سال ولادت ۵۱۲ھ اور کلمہ جلالت ''اللہ'' کے عدد ۶۶، آپ کی عمر کی مقدار اور ''بشریٰ اللہ'' سے سال انتقال ۵۷۸ھ نکلتا ہے۔

اس طرح زہد وتقوی، حقیقت ومعرفت کا یہ نیر تاباں چھٹویں صدی ہجری میں جب کہ عالم اسلام کے لیے سیاسی لحاظ سے بڑی تباہی وبربادی، اختلاف وانتشار، انارکی وابتری، اور بدامنی ولامرکزیت کا نمونہ بنا ہوا تھا اور ہر طرف طوائف الملو کی کا دور دورہ تھا، ایک ایک وقت میں کئی کئی خلیفہ تخت خلافت دعویداری کرتے نظر آتے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی باد بہاری سے اہل ایمان کیمشام جاں کو معطر کر کے راہی ملک بقا ہو گیا۔

مگر ان کے فیوض وبرکات، ان کی ولایت وکرامت، ان کی یادیں ہمیں زندگی کا پیغام دیتی رہیں گی۔ ان کی یاد ہماری گزرگاہوں میں روشنی کا مینار بن کر ہمیں امیدوں کی سحر عطا کرتی رہیں گی۔ میں ادارہ غوث العالم کے ایک ذمہ دار کی حیثیت سے اس رسالے کو قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بڑی خوشی محسوس کر رہا ہوں اور مجلس ادارت سے لے کر مجلس مشاورت تک کو اس کامیاب رسالہ کے اجرا اور اس خصوصی شمارہ کی اشاعت پر تہہ دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ مولا تعالیٰ اس رسالے کو مقبول خاص وعام بنائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

درغوث کی جالیاں اللہ اللہ

نتیجۂ فکر: سید زاہد رفاعی

در غوث کی جالیاں اللہ اللہ
نگاہوں کی بے تابیاں اللہ اللہ

وہ محراب و مینار و گنبد کے جلوے
گراتے ہیں کیا بجلیاں اللہ اللہ

زمیں گل بداماں فلک نور افشاں
وہاں کی زمیں آسماں اللہ اللہ

بہار گلستانِ امِّ عبیدہ
ہے رشک بہار جناں اللہ اللہ

نظر ڈالتے ہی شجر کھینچکے آئے
کراماتِ غوثِ زماں اللہ اللہ

یہ تقدیر میری جبیں کی ہے ورنہ
کہاں غوث کا آستاں اللہ اللہ

مرے حال پر غوثِ اعظم رفاعی
یہ لطف و کرم بے کراں اللہ اللہ

کوئی حد بھی ہے اس تصور کی زاہد
لئے جارہا ہے کہاں اللہ اللہ

قرآنیات

صحابہ کرام، کی عظمت قرآنی

مولانا نورالعابدین مصباحی، دارالعلوم رضویہ اہل سنت، سنچرا بازار، سنت کبیر نگر، یوپی

محمدٌ الرسول الله، والذین معه اشدّآء علی الکفار رحمآء بینهم وتراهم رکّعاً سجّدًا یّبتغون فضلًا مّن الله ورضواناً، سیما هم فی وجوههم مّن اثرالسّجود۔

(۵۵) اس کی ترکیب میں دو مشہور قول یہ ہیں: (۱) محمدٌ مبتدا اور رسول الله اس کی خبر (۲) هو مبتدا محذوف محمدٌ موصوف۔ رسول الله صفت۔ یا عطفِ بیان۔ دونوں مل کر خبر۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اس میں اس چیز کا بیان ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے اور رسول الله کے الفاظ جملہ اوصاف جمیلہ اور خصائل حمیدہ پر مشتمل ہیں۔ وهو مشتمل علیٰ کل وصف جمیل۔ (ابن کثیر)

(۵۶) یہاں سے اختتام سورت تک اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہؓ کی توصیف فرما رہا ہے۔ فرمایا کہ میرے رسول مکرم پر ایمان لانے والے اور اس کی صحبت سے فیض یاب ہونے والے کفار کے مقابلے میں بڑے بہادر، بڑے طاقتور ہیں۔ یہ سر کٹا سکتے ہیں لیکن ظلم کے سامنے اسے جھکا نہیں سکتے۔ یہ بکاؤ مال نہیں کہ دشمنانِ اسلام ان کو خرید لیں، یہ بزدل اور ڈرپوک نہیں کہ جور وستم سے ان کو اس راہِ محبت سے برگشتہ کیا جائے۔ اشداء شدید کی جمع ہے اور لفظ شدت کی تحقیق کرتے ہوئے علامہ ابنِ منظور نے لسان العرب اور علامہ زبیدی نے تاج العروس میں لکھا ہے۔

الشدادة: النجدة وثبات القلب والشدید: الشجاع۔ والقوی من الرجال والجمع اشداء (تاج العروس) یعنی شدت قوت اور دل کی محکمی کا نام ہے اور الشدید، شجاع اور طاقتور مرد کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اشداء ہے۔ اشداء کا جب تک یہ مفہوم ذہن نشین نہ ہو عبارت کا حسن آشکار نہیں ہوتا۔ الٹا انسان اس بدگمانی کا شکار ہو جاتا ہے کہ اسلام کے یہ ماننے والے بڑے بے رحم اور سخت دل تھے اور کفار پر جور و ستم کرنے سے باز نہیں آتے تھے، حالانکہ آیت کا یہ مفہوم نہیں۔

کفار کے مقابلے میں تو یہ فولاد کی چٹان ہیں جنہیں کوئی طوفان اپنی جگہ سے سرِ مو سرکا نہیں سکتا۔ لیکن اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ ان کا معاملہ بالکل دوسرا ہے۔ بڑے نرم، بڑے شفیق اور بڑے مہربان ہیں۔ ان کی باہمی رافت ورحمت کی کیفیت کو جس طرح اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے اس سے زیادہ بیان کرنا ممکن نہیں۔

قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مثل المؤمنین توادّهم وتراحمهم کمثل الجسد الواحد واذا اشتکیٰ منه عضوٌ تداعیٰ له سائر الجسد بالحتمیٰ والسّهر۔

ترجمہ: یعنی مسلمانوں کی مثال باہمی محبت اور ایک دوسرے پر شفقت کرنے میں ایسی ہے جیسے ایک جسم، اگر اس کا کوئی عضو بیمار ہو جاتا ہے تو سارا جسم بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے اور نیند کافور ہو جاتی ہے۔

دوسرا ارشاد گرامی ہے:

قال صلی الله تعالیٰ علیه وآلهٖ وسلم المؤمن للمؤمن کالبنیان لشد بعضه بعضا، وشبك صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بین اصابعه۔

ترجمہ: مومن کا تعلق مومن کے ساتھ ایسا ہے جیسے دیوار کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو سہارا دیے ہوئے ہوتا ہے۔ حضورؐ نے یہ فرمایا اور اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں ملا دیا۔ (بخاری)

ایک عرب شاعر نے بھی اس مضمون کو ادا کیا ہے۔

حلیم اذا ما الحلم زیّن اهلهٗ علیٰ انهٗ عند العدوّ مهیبٗ

کہ میرا ممدوح اس وقت تک بڑا حلیم اور بردبار ہے جب تک کہ حلم باعث زینت ہو لیکن دشمن کے مقابلہ میں وہ بڑا خوفناک ہے۔

ترجمانِ حقیقت کا ارشاد بھی سنیے۔

اگر ہو رزم تو شیرانِ غاب سے بڑھ کر اگر ہو بزم تو رعنا غزالِ تاتاری اہل ایمان کی باہمی محبت اور وابستگی کا یہ حال ہے کہ جب

آمنے سامنے ہوتے ہیں تو اجنبیوں کی طرح پہلو بچا کر نکل نہیں جاتے بلکہ مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیتے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اذا التقى المسلمان و تصافحا وحمدا الله واستغفراه غفرلهما۔

یعنی جب دو مسلمان ملیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کریں، اپنے رب کی تعریف کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو بخش دیتا ہے۔

اس موقع پر علامہ آلوسی کی اس عبارت کا مطالعہ بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا؛ بلکہ کئی شبہات دور ہو جائیں گے۔

واما ما اعتادالناس بعد صلوتي الصبح والعصر فلا اصل لهٗ ولكن لا باس بهٖ فان اصل المصافحة سنّة وكونهم محافظين عليها في بعض الاحوال ومفرطين في كثير منها لا يخرج ذلك البعض عن كونهٖ من المصافحةالتى وردالشرع باصلها وجعل ذلك العزّ بن عبدالسلام في قواعده من البدع المباحة۔ (روح المعانی)

ترجمہ: یعنی ہمارے ہاں لوگوں کی عادت ہے کہ صبح اور عصر کی نماز کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں ہے لیکن ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ اصل مصافحہ سنت ہے۔ بعض حالات میں اس کی پابندی بلکہ اس میں غلو اس کو مسنون مصافحہ سے خارج نہیں کر دیتا۔ چنانچہ شیخ الاسلام عزبن عبدالسلام نے اپنی کتاب ''القواعد'' میں اسے بدعتِ مباحہ شمار کیا ہے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ امّت میں مروّجہ ایسے اعمال جن کی اصل تو سنّت سے ثابت ہے ان کو کسی خاص وقت یا مقام پر پابندی سے ادا کیا جائے تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ نہ اسے بدعت کہہ کر امت میں فساد وانتشار پیدا کرنا قرین دانشمندی ہے۔ اذان کے بعد درود شریف، نماز جناہ کے بعد دعا وغیرہ اسی قسم کے مسائل ہیں۔

(۵۷) اپنے رب کریم کی عبادت میں ان کے ذوق وشوق کا یہ عالم ہے کہ جب بھی تم انہیں دیکھو گے انہیں اپنے رب کی عبادت میں مصروف پاؤ گے۔ کبھی وہ حالتِ رکوع میں جھکے سبحان ربی العظیم کا ورد کر رہے ہوں گے، کبھی اس کی بارگاہِ اقدس میں اپنی جبین نیاز رکھے سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر اپنی بندگی، اپنی نیازمندی اور اپنی عاجزی کے اعتراف کے ساتھ ساتھ اپنے مولا کریم کی بزرگی اور کبریائی کی گواہی دے رہے ہوں گے۔

رُکّعاً: راکعٌ کی جمع ہے۔ سُجّداً: ساجدٌ کی جمع ہے۔

(۵۸) دشمنان اسلام کے مقابلے میں ان کا شیر کی طرح گرجنا اور اپنے دینی بھائیوں کے لیے ان کی شفقت اور رحمت، شب و روز رکوع وسجود میں محور ہنا، ان تمام اعمال سے ان کی غرض کیا ہے، وہ چاہتے کیا ہیں؟ بتا دیا کہ دنیا اور دنیا کی وابستگیوں کو تو انہوں نے اپنے دامن سے گرد وغبار کی طرح جھاڑ دیا ہے۔ وہ صرف اپنے خداوندِ کریم کے فضل کے طلب گار ہیں اور اس کی رضا وخوشنودی کے متمنّی، اس کے سوا انہیں نہ کسی چیز سے سروکار ہے اور نہ کوئی خواہش وآرزو، خود سوچیے جس جماعت کے مقاصد، جس کی تمنّائیں اور آرزوئیں سمٹ کر اس ایک نقطہ پر مرکوز ہو جائیں، اس جماعت سے پاکیزہ تر مبارک تر کوئی جماعت ہو سکتی ہے؟ اور کیا ایسے افراد کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟

(۵۹) سیــمـــا کا معنیٰ علامت ہے۔ یعنی قدوسیوں کی اس جماعت کو پہچاننا مشکل نہیں۔ ان کے چہروں پر نورِ ایمان کے جلوے صاف دکھائی دیتے ہیں۔ دیکھنے والا دیکھتے ہیں انہیں پہچان لیتا ہے کہ یہ آغوش نبوت کے پروردہ ہیں، یہ نگاہِ رسالت کے فیض یافتہ ہے۔ ان کے حسین اعمال کا نکھار اور ان کے قلوب کی پاکیزگی اور روح کی طہارت دلوں کو بے ساختہ اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔

سیمیٰ سے مراد وہ گٹا نہیں جو عام طور پر پیشانی پر نمودار ہو جاتا ہے، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عبارت یوں ہوتی، سیـمـــا هـم فـی جباههم۔ ان کی پیشانیوں پر نشانیاں۔ بلکہ اس سے مراد وہ نورِ باطن ہے جو ان کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ مجاہد سے دریافت کیا گیا کہ کیا اس سیما سے مراد وہ نشان ہے جو پیشانی پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ فرمایا نہیں۔ بسا اوقات اونٹ کے گھٹنے کے برابر یہ نشان کسی شخص کے ماتھے پر ہوتا ہے۔ اس کے باوجود اس کا دل پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ عبدالعزیز مکّی سے منقول ہے کہ اس سے مراد وہ لاغری اور زردی بھی نہیں بلکہ اس سے وہ نور مراد ہے جو عبادت گزاروں اور شب زندہ داروں کے باطن سے ان کے چہروں پر جھلکتا ہے خواہ وہ عابد زنگی اور حبشی کیوں نہ ہو۔ لكنه نورٌ يظهر علىٰ وجوه العابدين يبدو من باطنهم علىٰ ظاهرهم----- ولو كان في زنجي اوحبشي۔ (روح المعانی)

علامہ ابنِ کثیر نے اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے:

قال بعض السلف من کثرت صلوٰته بالليل حسن وجهه بالنهار کہ بعض بزرگوں نے فرمایا جورات کے وقت بکثرت نماز پڑھتا ہے، دن کے وقت اس کا چہرہ بڑا دلکش ہوجا تا ہے۔ حضرت جابرؓ سے یہی الفاظ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہیں، لیکن ابن کثیر کہتے ہیں۔ والصحيح انه موقوف وقال بعضهم ان للحسنة نور فی القلب وضياء فی الوجه وسعة فی الرزق ومحبة فی قلوب الناس ۔بعض بزرگوں کا قول ہے کہ نیکی کرنے سے دل میں ایک نور، چہرے میں چمک، رزق میں فراخی اور لوگوں کے دلوں میں اس کے لیے محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے۔ ما اسرّ احدٌ سريرة الا ابداها الله تعالیٰ علیٰ صفحاتو جهه وفلقات لسانه ۔یعنی جو شخص کوئی کام چھپ کر بڑی رازداری سے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے آثار اس کے چہرے اور اس کے کلام میں نمایاں کر دیتا ہے۔

حضرت امام مالک سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جب نصاریٰ نے ان صحابہ کرامؓ کو دیکھا جنھوں نے شام کا ملک فتح کیا تو وہ کہہ اٹھے۔ والله لهٰؤلآء خيرٌ من الحواريين۔ خدا کی قسم! یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بدرجہا بہتر ہیں۔

وعدالله الذين اٰمنوا وعملو الصّٰلحٰت منهم مّغفرةً وّاجراً عظيماً۔

(۶۳) اس آیت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے خلوص ومحبت، جذبۂ جانفروشی، جادۂ حق پر ان کی استقامت اور عزیمت دیکھ کر اس کا رسولؐ تو مسرور ہے اور کفار ان ایمان افروز مناظر کو دیکھ کر جل بھُن جاتے ہیں۔ آج بھی صحابۂ کرامؓ سے محبت وعقیدت ایمان کی علامت ہے اور ان سے کینہ وعداوت، ان کی بدگوئی اور غیبت، ان کے حیرت انگیز کارناموں کا انکار وہی لوگ کرتے ہیں جن کے دلوں میں کھوٹ ہوتا ہے، جن کو اسلام کی ترقی سے ذہنی اذیت پہنچتی ہے، جو حضورؐ کی شانِ رحمۃ للعالمین کے فیضِ عام عام کی وسعتوں اور گہرائیوں کو سننے کی تاب نہیں رکھتے۔ یہی لوگ ان پاکیزہ ہستیوں پر طرح طرح کی الزام تراشیاں کرتے ہیں جن کی تعریف سے قرآن کریم بھرا ہوا ہے، جن کے خلوص وایمان کا عینی شاہد خود اللہ تعالیٰ کا محبوبؐ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم تھا کہ ایک ایسا گروہ پیدا ہوگا جن کے دلوں میں صحابۂ کرامؓ کا بغض وعناد ہوگا۔ اس لیے حضورؐ نے پہلے ہی اپنی امت کو اس گروہ کی شر انگیزیوں سے آگاہ کردیا۔ چند احادیث آپ بھی سماعت فرمایئے:

قال رسول الله صلى الله تالیٰ عليه وسلم الله الله فی اصحابی۔ الله الله فی اصحابی لا تتّخذوهم غرضاً من بعدی فمن احبّهم فبحبّی احبّهم ومن ابغضهم فبِبُغضی ابغضهم۔ ومن آذاهم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی الله فيوشك ان يّا خذهٗ (ترمذی)

ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے صحابۂ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا ہدف نہ بنالینا۔ جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو شخص ان سے بغض رکھتا ہے میرے بارے میں اس کے دل میں جو بغض ہے اس کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے۔ جس نے میرے صحابہ کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔

شیخ الطائفہ طوسی (شیعہ) اپنی تفسیر التبیان میں لکھتے ہیں۔ ليغيظ بهم الكفار معناه ليغيظ بالنبی واصحابه الكفار والمشركين ۔کفار اور مشرکین نبی اور اس کے صحابہ کو دیکھ کر غصہ سے پیچ وتاب کھاتے ہیں۔

جو لوگ کسی غلط فہمی کے باعث صحابۂ کرامؓ کے بارے میں سوءِ ظن میں مبتلا ہیں انہیں چاہیے کہ ليغيظ بهم الكفار کے جملہ میں غور کریں اور ان ارشاداتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غور سے پڑھیں۔

منقبت

افلاک پر وہ آپ کی ادنیٰ ہے رہ گزر
جل جائیں جس مقام پہ روح العلیٰ میں کے پر
سودا ہمارے سر میں اسی آستاں کا ہے
لاکھوں ہی سرکشوں کے جہاں پر جھکے ہیں سر
اعجاز ہے یہ ماہِ رسالت مآب کا
بس ایک ہی اِشارے میں شق ہوگیا قمر
زاہد بجا ہے قول کسی حق شناس کا
''بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر''

نورالعابدین مصباحی

انوار حدیث

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے کی حرمت

مولانا برکت حسین مصباحی، جامعہ کاملیہ، کوکھوئی ازار، ضلع مہراج گنج، یوپی

عن ابی سعید الخدریرضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی ﷺ: لا تسبوا اصحابی۔ فلو ان احد کم انفق مثل احدٍ ذھباً ما بلغ مدّ احدھم، ولا نصیفہ۔ رواہ البخاری والترمذیّ وابوداؤد۔وقال الترمذی: ھٰذا حدیث حسنٌ۔(۳۲،۵۴۸)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ اگر تم میں سیکوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردے تو پھر بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اسے امام بخاری، ترمذی اور ابوداود نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عن ابی ھریرہؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا تسبوا اصحابی لا تسبّو اصحابی، فوالّذی نفسی بیدہ، لو انّ احدکم انفق مثل احدً ذھبا ما ادرک مدّأحدھم ولا نصیفہ۔رواہ مسلم والنسائی وابن ماجہ۔(۳۳،۵۴۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رجی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا مت کہو، میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردے تو پھر بھی وہ ان میں سے کسی ایک کے سیر بھر یا اس سے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔

اس حدیث کو امام مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

عن عبداللہ بن مغفلؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اللہ اللہ فی اصحابی، لا تتّخذوھم غرضاً بعدی، فمن احبّھم فبحبّی احبّھم، ومن ابغضھم فبغضی ابغضھم، ومن آذاھم فقد آذانی، ومن آذانی فقد آذی اللہ، ومن آذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔ رواہ الترمذی واحمد۔(۳۴،۵۴۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور میرے بعد انہیں اپنی گفتگو کا نشانہ مت بنانا کیونکہ جس نے ان سے محبت کی اس نے میری وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا اور جس نے انھیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی، جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف پہنچائی عنقریب اس کی گرفت ہوئی۔ اس حدیث کو امام ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔

عن ابی عمر رضی اللہ عنھما قال: قال رسول اللہ ﷺ: اذارأیتم الذین یسبّون اصحابی فقولوا: لعنۃ اللہ علی شرّکم۔ رواہ الترمذی والطّبرانی۔(۳۵،۵۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام کو برا بھلا کہتے ہیں تو تم (انھیں) کہو: تمہارے شر کی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اسے امام ترمذی اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔(۳۶،۵۴۲)

عن نسیر بن ذعلوقٍ قال: کان ابن عمر رضی

اللہ عنھما یقول: لا تسبوا اصحاب محمدٍ ﷺ فلمقام احدھم ساعةً خیرٌ من عمل احدھم عمرہ۔ رواہ ابن ماجہ وابن ابی شیبة۔

ترجمہ: حضرت نسیر بن ذعلوقؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں کہ اصحاب رسول ﷺ کو برا مت کہو پس ان کے عمل کا ایک لحہ تمھاری زندگی کے تمام اعمال سے بہتر ہے۔اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ یقول: سمعت رسول اللہ ﷺ یخطب فقال: اکرموا اصحابی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم، ثم یظھر الکذب حتی یحلف الرجل قبل ان یستحلف،ویشھد قبل ان یستشھد، فمن احب منکم بحبوحة الجنة فلیلزم الجماعة ، فان الشیطان مع الواحد وھو من الاثنین ابعد ولا یخلون رجلٌ بامراة فان ثالثھما الشیطان، ومن سرّتہ حسنتہ وسائتہ سیئتہ فھو مؤمن۔رواہ النسائی والطبرانی والطحاوی۔(۳۴،۵۴۳)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کی عزت کرو پھر ان کی جوان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں اور پھر ان کی جو ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں پھر جھوٹ ظاہر ہوگا یہاں تک کہ آدمی قسم طلب کیے جانے سے پہلے قسم اٹھالے گا اور گواہی طلب کیے جانے سے پہلے گواہی دے دے گا پس جو جنت کی وسعت کا طالب ہے تو اس پر لازم ہے جماعت کو لازم پکڑے اور جدائی اور تفرقہ سے بچے۔ بے شک شیطان (تنہا) ایک (آدمی) کے ساتھ (ہوتا) ہے اور وہ دو سے بہت دور ہے، اور کوئی آدمی ہرگز کسی (غیر محرم) عورت کے ساتھ خلوت میں نہ ملے کیونکہ ان میں شیطان ہے اور جس کو اس کی نیکی خوش اور برائی پریشان کرے تو وہی مومن ہے۔اس حدیث کو امام نسائی،طبرانی،اور طحاوی نے روایت کیا ہے۔

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما قال: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: ان الناس یکثرون، وان اصحابی یقلون، فلا تسبوھم، فمن سبھم فعلیہ لعنة اللہ، رواہ الطبرانی وابو یعلی۔(۳۴،۵۴۴)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنھما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بے شک لوگ کثیر تعداد میں ہیں اور میرے صحابہ قلیل تعداد میں۔پس میرے صحابہ کو برا بھلا مت کہو اور جس نے انہیں برا بھلا کہا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔اس حدیث کو امام طبرانی اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔

عن عطاءٍ یعنی ابن ابی رباحٍ قال : قال رسول اللہ ﷺ: من حفظنی فی اصحابی کنت لہ یوم القیامة حافظا ومن سبّ اصحابی فعلیہ لعنة اللہ۔ رواہ احمد۔(۳۹،۵۴۵)

ترجمہ: حضرت عطا بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے صحابہ کا میری وجہ سے دفاع کیا اور عزت کی تو قیامت کے دن میں اس کا محافظ ہوں گا اور جس نے میرے صحابہ کو گالی دی تو اس پر خدا کی لعنت ہو۔اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔

عن عویم بن ساعدة رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: ان اللہ اختارنی واختار لی اصحابا فجعل لی منھم وزراء واصھاراً وانساراً فمن سبھم فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین۔ لا یقبل اللہ منھم یوم القیامة صرفاً ولا عدلاً۔ رواہ الحاکم والطبرانی وابن ابی عاصمٍ۔ وقال الحاکم: ھذا حدیث صحیح الاسناد۔(۴۰،۵۴۶)

ترجمہ: حضرت عویم بن ساعدہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے (اپنا پسندیدہ رسول) اختیار کیا اور میرے لیے میرے صحابہ کو اختیار کیا۔پس اس نے میرے لئے ان میں سے وزراء بنائے اور قریبی رشتہ دار اور انصار (مددگار) پس جس

نے انہیں گالی دی تو اس پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے کسی ہیر پھیر یا دلیل کو قبول نہیں کرے گا۔اس حدیث کو امام حاکم ،طبرانی اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا ہیا ور امام حاکم نے فرمایا کہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال: لا تذكروا مساوی اصحابی فتختلف قلوبكم عليهم، واذكروا محاسن اصحابی حتى تاتلف عليهم قلوبكم. رواه الديلمی.(۴۱،۵۴۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کی برائیاں بیان نہ کرو کہ ان کے لیے تمھارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے۔ میرے صحابہ کے محاسن اور اچھائیاں یاد کرو یہاں تک کہ تمہارے دل ان کے لئے آپس میں اکٹھے ہو جائیں۔اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کی ہے۔

منقبت

بصد عقیدت، از اختر بڑودوی

دیکھ لوں دربار عالی سید احمد کبیر
چوم لوں روضے کی جالی سید احمد کبیر

آپ کی چشمِ کرم کی ایک کرن درکار ہے
ہے شب غم کالی سید احمد کبیر

میکدے میں آپ کے گردش میں رہتی ہے مدام
بادۂ عرفاں کی پیالی سید احمد کبیر

جان سے مجھ کو پیارا آپ کے گلزار کا
پتہ پتہ ڈالی ڈالی سید احمد کبیر

ہم غریبوں کی یہ نسبت آپ سے کچھ کم نہیں
آپ داتا ہم سوالی سید احمد کبیر

رہ کے مادر شکم میں گفتگو مادر سے کی
آپ نے سرکار عالی سید احمد کبیر

آج تک لہرا رہے ہیں کوچہ و بازار میں
آپ کے پرچم ہلالی سید احمد کبیر

اپنی اخترؔ کو عطا ہو کوئی چھینٹا رنگ کا
یا اویسی یا بلالی سید احمد کبیر

منقبت

بس یہی ہے میرا ارماں سید احمد کبیر

از سید زاہد رفاعی

پرتو تنویر سبحاں سید احمد کبیر
مطلع تفسیر قرآں سید احمد کبیر

کاشفِ اسرار پنہاں سید احمد کبیر
حاملِ انوارِ یزداں سید احمد کبیر

اللہ اللہ تابس حسن و جمالِ روئے پاک
شعلۂ برق درخشاں سید احمد کبیر

خوگرِ الطاف و رحمت پیکر صبر و رضا
چارہ ساز درد منداں سید احمد کبیر

تاجدارانِ گلستاں جہاں کے تاجدار
مالکِ گلزارِ رضواں سید احمد کبیر

رونق بزمِ ولایت افسرِ کل اصفیا
خسروِ اقلیم عرفاں سید احمد کبیر

دیدۂ و دل آستانِ پاک پر قرباں کروں
بس یہی ہے میرا ارماں سید احمد کبیر

طور کے جلوے نظر آئیں نہ کیوں عشاق کو
آپ کا ہے لطف و احساں سید احمد کبیر

کعبۂ دل ٹوٹ کر بتخانہ بن جائے تو بہت خوب
ہے یہی زاہدؔ کا ارماں سید احمد کبیر

☆☆☆☆☆

ہندوستان میں سلسلہ رفاعیہ کی آمد اور اس کی نشر و اشاعت

مولانا مقبول احمد سالک مصباحی، بانی و مہتمم: جامعہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، نئی دہلی

سلطان الاولیا والعارفین، معشوق اللہ، احسن المشائخ، سلطان السلاطین، سید السادات، سلطان الثقلین حضرت سید احمد کبیر رفاعی الحسنی والحسینی الموسوی الکاظمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاریخ اسلام کی ان نابغہ روزگار شخصیتوں میں سے ایک ہیں، صدیوں انتظار کے بعد پیدا ہوا کرتی ہیں، اور جو آنے کے بعد جریدہ عالم پر اپنی لازوال شخصیت اور اپنی دعوت وعزیمت کے لا فانی نقوش ثبت کر کے جاتی ہیں، اور صدیوں تک انسان ان کے نقش پا سے روشنی حاصل کرتا رہتا ہے، جب بھی اسے تاریکیوں کا خوف ستاتا ہے تو اسی کے رہ گزر سے کوئی نہ کوئی چراغ جلا لیتا ہے اور پھر روحانی ارتقا اور انسانی ارجمندیوں کا نہ ختم ہونے والا سفر جاری رکھتا ہے۔

سلطان الثقلین حضرت سید احمد کبیر رفاعی الحسنی والحسینی الموسوی الکاظمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اگر چہ برصغیر ہندو پاک میں دوسری رو دوسرے سلاسل کی طرح زیادہ مشہور و معروف نہیں ہے مگر ایک دم گمنام بھی نہیں ہے، اور نہ ہی یہ خطہ بالکلیہ آپ کے فیوض و برکات سے محروم ہی ہے۔ آج سے تقریباً تین صدی قبل ہی اس سلسلہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم ارض ہند کو مشرف فرما کر کے اپنے ارادے ظاہر فرما دیے تھے کہ یہ سرزمین ان کے فیوض و برکات سے ہرگز محروم نہیں رہے گی، او کیوں نہ ہو اس سرزمین کو ابتدائے اسلام ہی سے یہ شرف حاصل رہا ہے کہ نہ صرف اولیائے کرام اور صلحائے امت بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنی محبتوں اور نوازشوں سے نوازا، خاص کر حضرت زندہ شاہ قطب المدار اور سرکار غریب نواز قدس سرہما نے اس سرزمین کو فروغ اسلام اور احیائے دین کے اس کا انتخاب کیا۔ ڈاکٹر عبد السلام صاحب جیلانی شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنے مقالے ''شمالی ہند میں سلسلہ رفاعیہ اور ان کے خلفا'' میں تفصیل کے ساتھ اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے اور تواریخ کے حوالوں سے بتایا ہے کہ کس طرح یہاں سلسلہ رفاعیہ کی آمد ہوئی اور کس طرح اس کی داغ بیل خطہ ہند میں پڑی۔ موصوف لکھتے ہیں:

ہندوستان میں اس سلسلہ کی آمد کی اطلاع ۱۱۲۲ھ میں ملتی ہے جب کہ حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمتہ اللہ علیہ بمقام سورت (گجرات) کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اس وقت مغلیہ سلطنت کے فرماں رواں سلطان اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ سریر آرائے سلطنت تھے یہ عہد ہندوستان میں اسلامی نقطہ نگاہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ سلطان جلال الدین اکبر کی صلح کل پالیسی نے اسلام کی شبیہ کو بگاڑ کر رکھ دیا تھا نیز اس کے جانشینوں سلطان جہانگیر اور شاہجہاں نے بھی اپنی نرم پالیسیوں کی وجہ سے اسے صحیح شکل نہیں دے سکے، چنانچہ حضرت اورنگ زیب کی ذات ہی وہ ذات ہے جس نے مذہب اسلام کی اصل روح (Sprit) کو بحال کیا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں رفاعی سلسلہ کے لیے یہ وقت موزوں بھی تھا اور اس کے لیے مسعود بھی ثابت ہوا۔

اور جہاں تک ہندوستان میں اس سلسلہ کے بانی اور اس کے معلم اول کی بات ہے تو یہ سہرا حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کے فرق اقدس پر سجتا ہے۔ ڈاکٹر عبد السلام صاحب جیلانی شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنے مقالے ''شمالی ہند میں سلسلہ رفاعیہ اور ان کے خلفا'' میں لکھتے ہیں:

''سید روح اللہ جو سلطان اورنگ زیب کے ندیموں میں سے تھے ان کے توسط سے حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کی سلطان اورنگ زیب کے دربار میں رسائی

ہوئی سلطان اورنگ زیب نے اس گوہر نایاب کو دیکھتے ہی پرکھ لیا اور وہ آپ کے ساتھ بڑی عقیدت و محبت سے پیش آئے۔ اس طرح حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمتہ اللہ علیہ ہندوستان میں سلسلۂ رفاعیہ کے بانی ہوئے جنھوں نے ملک کے مختلف خطوں مثلاً مالابار، کنٹور وغیرہ میں اسلام کی تبلیغ اور اس سلسلے کی اشاعت کے لیے کوششیں کیں جس کی وجہ سے یہ سلسلہ ہندوستان میں پھولا پھلا، حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمتہ اللہ علیہ جو اس چمنستان رفاعہ کے گل لالہ تھے انھوں نے ہندوستان میں اس سلسلے کا احیا فرمایا۔

انہی کی اولاد کے ایک مشہور بزرگ حضرت سید فخر الدین غلام حسین عرف امیر میاں رفاعی رحمتہ اللہ علیہ (متولد ۱۱۹۹ھ / متوفی ۱۲۶۲ھ) سرزمینِ بڑودہ کے مہاراجہ کھنڈے راؤ کے دور حکومت میں شہر بڑودہ (گجرات) میں تشریف لائے اور یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ گجرات کا یہ شہر آپ کی برکتوں سے آج مالا مال ہے اور آج اس پرفتن ماحول میں بھی یہ خانقاہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب Composite (Culture) کی بہترین مثال ہے جہاں مختلف مذاہب کے لوگ بلا تفریق حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی مرادیں پا کر واپس جاتے ہیں۔ گویا یہ خانقاہ نہ صرف ایک عمارت اور مزارات کا مجموعہ ہے بلکہ ایک مشن ہے جن کے چشمۂ فیوض نے نہ صرف گجرات اور دکن کے علاقوں کو فیض یاب کیا بلکہ شمالی ہند کے صوبۂ اتر پردیش تک اس کا فیض پہنچا اور اس سلسلہ کو مقبولیت حاصل ہوئی، لوگ اس سلسلے سے وابستہ ہوئے اور انھوں نے خلافت و اجازت پائی۔ حضرت سید فخر الدین غلام حسین عرف امیر میاں رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کو بلا شبہہ سلسلہ رفاعیہ کا خطہ ہند میں ''معلم ثانی'' کہا جا سکتا ہے''۔

اسی حوالے سے مولانا عبد اللہ علوی بخاری اشرفی ممبئ (ایم اے، بی ایڈ، ایم فل) اپنے مقالے ''سیرت طیبہ ایک نظر میں ''میں مزید معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرت سید کبیر احمد رفاعی علیہ الرحمہ کے دوسرے فرزند سید محمد معدنِ اسرار اللہ رفاعی علیہ الرحمہ کے حقیقی پوتے سید عمر جیش اللہ رفاعی کے فرزند سید نجیب الدین عبدالرحیم محبوب اللہ رفاعی اور سید عبدالرحیم رضوان اللہ محبت اللہ رفاعی سے آپ کی اولاد امجاد کا سلسلہ نسبِ مطہرہ ہندوستان میں جاری ہوا۔ آج بھی ہندوستان میں سلسلہ رفاعیہ سید نجیب الدین عبدالرحیم محبوب اللہ رفاعی کے ذریعے جاری ہے۔ آپ کا مزار مبارک احمد آباد کے علاقے ''سلطان پوری'' میں زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ آپ کی اولادیں ''جمال پُر احمد آباد، جمبوسر، راندیر و سورت میں آباد ہیں۔

سید عمر جیش اللہ رفاعی کے دوسرے فرزند سید عبدالرحیم رضوان اللہ محبت اللہ رفاعی جن کی ولادت ۱۰۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں ہندوستان کے شہر ''سورت'' میں تشریف لائے۔ آپ کا مزار مبارک ''بریا بھاگل، سورت'' میں موجود ہے۔ آپ ہی کی اولادوں سے سید فخر الدین غلام حسین المعروف امیر میاں رفاعی کی نسل پاک کے ذریعے ''بڑودہ'' میں سلسلہ نسب آگے بڑھا۔

موجودہ صاحب سجادہ سید شاہ کمال الدین مظہر اللہ رفاعی (سجادہ نشین خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، سورت و ممبئ) اور آپ کے برادر معظم سید شاہ جمال الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، سورت و ممبئ)۔ اور آپ کے شہزادہ گرامی وقار سید شاہ معین الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، سورت و ممبئ) اور آپ کی نسل کے چشم و چراغ حضرت سید مولانا حسام الدین رفاعی ابن سید جمال الدین رفاعی (یعنی صاحب سجادہ کے بھتیجے) سلسلہ رفاعیہ کا فیضان ظاہری و باطنی عام فرما رہے ہیں۔''

اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ صاحب سجادہ سید شاہ کمال الدین مظہر اللہ رفاعی (سجادہ نشین خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، سورت و ممبئ) سے لے کر کے سید نجیب الدین عبدالرحیم محبوب اللہ رفاعی تک جو ہندوستان میں سلسلہ رفاعیہ کے مورث اعلی ہیں شجرہ تحریر کر دیا جائے جس سے اصل صورت حال واضح ہو جائے گی۔ اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) پیر سید کمال الدین مظہر اللہ الرفاعی، سجادہ نشین سورت و بڑودہ اور ممبئ، نے اس طریقے کی تمام نعمتوں کو اپنے والد ماجد

(۲) حضرت السید ابوالبرکات احمد اللہ المعروف سید حسام الدین الحسینی الموموسوی الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے حاسل کیا۔آ نے اپنے والد ماجد

(۳) حضرت سیدنا وشیخنا مجذوب کامل السید ابوالعباس محمد فیض للہ المعروف سید بدرالدین الحسینی الموسوی الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے اور آپ نے اپنے والد ماجد

(۴) حضرت کامل ومکمل مولانا السید ابوالحسن شاہجہاں المعروف سید نورالدین سیف اللہ الحسینی الموسوی الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ اورآپ نے اپنے والد ماجد

(۵) السید ابی النصر محمد امین اللہ الثانی المعروف سید حسام الدین الحسینی الموسوی الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ سب مریدین اور فقرا اور معتقدین کے ظاہری اور باطنی فیوض سے نفع پہنچائے اورآپ نے اپنے والد ماجد

(۶) حضرت کامل مکمل مولانا السید بدر الدین ابی صالح محمد باقر المعروف سید شاہ جہاں الحسینی الموسوی الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے اورآپ نے اپنے والد ماجد

(۷) حضرت السید ابوالمظفر صمصام الدین المعروف سید علی زین العابدین اسد اللہ الرفعت الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے اورآپ نے اپنے چچا حضور

(۸) حضرت السید محی الدین سلیم اللہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ سےء اورآپ نے اپنے والد

(۹) حضرت السید رکن الدین المعروف یوسف سیدف اللہ الحسینی الموسوی الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ سے اورآپ نے اپنے والد ماجد

(۱۰) حضرت الشیخ عارف العالم الکامل الفاضل الشریف السید نجم الدین عبدالرحیم رضوان اللہ الحسینی الموسوی الرفاعی قدس سرہ سے (مزار مبارک وریاوی، بھاگل،سورت۔

دسویں نمبر پر موخرۃ الذکر شیخ اور سید احمد کبیر رفاعی رحمہا اللہ کے درمیان کل بارہ واسطے ہیں،اور حضرت شیخ احمد رفاعی سے لے کر سرکار ابد قرار شہنشاہ کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان بھی کل تیرہ ہی واسطے ہیں،سبحان اللہ کیا مناسبت عظمی ہے۔

مذکورۃ الصدر شیخ پیر سید کمال الدین مظہر اللہ الرفاعی،حیات ہیں اور بڑودہ،سورت اور ممبئی کی خانقاہ کے ایک ساتھ سجادہ نشینی کرتے ہیں اور تمام داخلی وخارجی ذمہ داریاں نبھاتے ہیں۔ان کے ساتھ ساتھ ان کے برادر معظم سید شاہ جمال الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ ،سورت وممبئی) اور صاحب سجادہ کے شہزادے سید شاہ معین الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ،سورت وممبئی) پورے خلوص اور دلجمعی کے ساتھ سلسلہ رفاعیہ کی نشرواشاعت اوراس کے فروغ واستحکام میں لگے ہوئے ہیں۔

شیخ پیر سید کمال الدین مظہر اللہ الرفاعی،سجادہ نشین بڑودہ،سورت اور ممبئی ایک انتہائی بھاری بھرکم اور باوقار شخصیت کے مالک ہیں،وہاں پر حاضری کے دوران آپ سے بھی میری ملاقات ہوئی اوران کی زیارت اوران کی صحبت ورفاقت کی نعمت سے بہرہ ور ہوا۔موصوف کسی حدتک عزلت نشین اور کم گو مزاج کے مالک ہیں،عوام الناس سے اختلاط کم ہی رکھتے ہیں۔مہمانوں خاص کر علما کا زیادہ تر استقبال مولانا سید حسام الدین رفاعی ہی فرماتے ہیں۔موصوف کی عمراس وقت تقریباً ۷۷سال ہے۔ظاہر ہے کہ یہ عمر یونہی نہیں گزری ہوگی بلکہ اپنے اندر تجربے اور مشاہدات کی ایک دنیا رکھتی ہوگی۔آ کے بال اور ریش مابرک دھوپ میں نہیں سفید ہوئے ہوں گے بلکہ جدوجہد،قربانی،جفاکشی،اور نالہ نیم شبی کی ارجمندیاں ہوں گی۔کبھی چلچلاتی دھوپ میں آبلہ پائی کی ہوگی تو کبھی اپنے عزم وحوصلے کے تیشے سے چٹانوں کا جگر چاک کیا ہوگا۔موصوف کی مثال خاموش سمندر کی طرح ہے،جو بظاہر دیکھنے میں بڑا پرسکون لگتا ہے مگر اپنے اندر نہ تھمنے والا طوفان رکھتا ہے۔

آپ کی تاریخ پیدائش ۱۰دسمبر ۱۹۳۴ء ہے،گویا آٹھ دہائیوں کا سفر آپ کی حیات مستعار کے نخلستان میں شامل ہو چکا ہے۔آپ کا گھرانا تہذیب وتمدن،خلوص وپیار،آداب شائستگی،اور وقار وتمکنت کا گہوارہ تھا،والدین نے بڑے ناز ونعمت سے آپ کو پالا پوسا۔سادات گھرانے کی ساری خصوصیات اور امتیازات آپ کے وجود میں سمٹ آئی تھیں۔آپ کے والد بزرگوار علوم دینیہ اور زہد وتقویٰ کے پیکر مجسم تھے،انھوں نے اپنے لاڈلے شہزادے کو بڑی توجہ سے تربیت کی تھی۔چنانچہ آپ نے گھر ہی میں والد محترم سے رسم بسم اللہ خوانی ادا کی

اور ضروری ابتدائی دینی تعلیم بھی انھیں کے دامن کرم میں رہ کر حاصل کیا۔ والدہ محترمہ ایک زاہدہ عارفہ سیدہ تھیں انھوں نے اپنی لوریوں میں فاطمی تسبیحات کی ایسی آمیزش کی تھی حضرت صاحب سجادہ کا پورا وجود سیادت کے خون سے مہکتا تھا۔ آپ کے والد بزرگ وار کی خواہش تھی کہ میرا بیٹا ہرگز ہرگز دین وطریقت کو ذریعہ معاش نہ بنائے اس لیے لازمی دینی تعلیم کے بعد آپ کو عصری تعلیم کے حصول کے لیے اسکول کے حوالے کر دیا، جہاں آپ نے منزل بہ منزل عصری تعلیم وتربیت کے مراحل طے کرنا شروع کر دیا۔

بالائے سرش زہوش مندی، می تافت ستارہ بلندی کے مطابق شروع سے ہی آپ کی چوڑی پیشانی میں ذکاوت وفطانت کا نور چمکتا تھا ،آپ ہمیشہ اپنے تمام درجات میں اپنے اقران اور ہمجولیوں میں فائق وممتاز رہے۔ یہاں تک کہ آپ یونی ورسٹی ایجوکیشن کے مرحلے میں پہنچ گئے۔ آپ نے اپنی خداداد صلاحیت کی بنیاد پر ایم ایس یونی ورسٹی بڑودرا سے بی اے پاس کیا۔ اس کے بعد آپ نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے ،ایف،ایس،سی کی ڈگری بھی حاصل کی۔ جوں جوں آپ کا تعلیمی کیریر ترقی کرتا، آپ کے اندر طالب علم وہنر کا ذوق وشوق اتنا ہی زیادہ ترقی پذیر ہوتا جاتا۔ چنانچہ معاشیات کے مدنظر آپ نے معاشیات کا اہم اور اعلیٰ کورس بی کام مکمل کیا اور اس میں خوب خوب نام پیدا کیا۔ بی۔کام کے بعد آپ کے اندر شوق پیدا ہوا کہ کمرشیل پائلیٹ بن کر کے دنیا کی فضاؤں میں پرواز کروں اور خلق خدا کی فضاؤں میں خدمت کروں ۔ چنانچہ ایرونگ میں ایڈمیشن لیا اور ایک پائلیٹ کی تمام ضروری مہارتوں سے اپنے آپ کو مسلح کیا ور ایک وقت وہ بھی آیا جب والدین نے اپنے نورنظر کو پائلیٹ کی سیٹ پر بیٹھ کر ’’پشپک پلین‘‘ اڑاتے ہوئے بھی دیکھا ۔ جب فضاؤں کی بلندیوں کو آپ نے اپنے پیروں تلے روند ڈالا تو آپ کو محسوس ہوا کہ اس کے ذریعے میں اعلی مشاہرہ تو حاصل کرسکتا ہوں مگر اپنی قوم کی کما حقہ خدمت نہیں کرسکتا چنانچہ آپ نے علم القانون میں قدم رکھنے کا فیصلہ کرلیا اور اس میدان میں بھی اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔

ایسے مرحلے میں ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ اس بیٹا بڑا آفیسر بن کر کے ملک وقوم کا نام روشن کرے اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے مگر آپ کے والد محترم جو اپنے زمانے کے مسلم الثبوت اہل دل تھے،ان کی نظر تو کہیں اور ہی تھی۔ ان کا ارادہ ایک خوشحال بیٹا نہیں ایک دیندار مبلغ اور مسند سجادگی پر بیٹھ کر قوم کی اور ملت کی مذہبی رہنمائی کرنے والا عارف باللہ پیدا کرنے کا تھا۔ چنانچہ والد محترم نے موصوف کو اعلیٰ ملازمت کے حصول سے روک دیا اور ان کو مسند سجادگی پر بٹھا کر سلوک ومعرفت کا مسافر بنا دیا۔ آپ کی دینی وعربی علوم وفنون میں مہارت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ آپ عربی وافارسی کیلی گرافی کے بڑے ماہر ہیں۔ بڑودرا درگاہ میں جتنے عربی اور اردو وفارسی کتبے لگے ہوئے ہیں، وہ سب آپ کے قلم جادو رقم کا کمال ہے۔

۱۴ اگست ۱۹۷۷ء میں آپ کے والد محترم حضرت سید حسام الدین رفاعی کے انتقال پرملال کے بعد آپ کے چچا جان حضرت سید رضی الدین رفاعی سجادہ نشین مسند رفاعیہ، کراچی، پاکستان سے بڑودرا تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے علما ومشائخ اور سیکڑوں مریدین ومتوسلین کی موجودگی میں ایک تیز وطرار ماہر علوم عصریہ نوجوان کے سر پر خانقاہ رفاعیہ کی سجادگی کی دستار اور خاندانی تاج رکھا گیا۔ اور اس طرح آپ دنیاوی میدان سے نکل کر دینی میدان کے شہسوار بن گئے۔ سجادگی کے بعد آپ کی زندگی میں انقلاب آگیا۔ کہاں وہ غرور علم وہنر تھا اور کہاں شان تواضع وانکساری وخاکساری۔ کہاں وہ علم جدید کی تمکنت تھی اور کہاں اب علم دین کی مسکینیت اور جاہ وجلال تھا کا اجتماع۔ سجادگی کے بعد آپ کبھی اپنی ڈگری اور علم دنیوی کی طرف نظر نہیں کیا بلکہ مسند سجادگی پر بیٹھ کر خدمت خلق میں مشغول ہو گئے۔ بلا شبہہ یہ آپ کی بہت بڑی قربانی تھی جس کے متحمل بڑے بڑا اہل علم وہنر بھی نہیں ہو پاتے۔ آپ نے نوجوانی کے زمانے میں سلسلہ رفاعیہ کے فروغ واستحکام کے لیے خوب خوب محنت ومشقت کی۔ آپ کے دست حق پرست پر اب تک ہزاروں افراد توبہ کر چکے ہیں اور درجنوں افراد قبول اسلام کی دولت سے بھی مالا مال ہو چکے ہیں۔

اور جہاں تک تعمیری خدمات کا سوال ہے تو اس کی بھی ایک الگ داستان ہے۔ بڑودرہ شریف کی موجودہ خانقاہ اور درگاہ حضرت سید فخر الدین رفاعی علیہ الرحمہ بھی آپ ہی کی کوششوں سے تعمیر وترقی کے مرحلے سے گزر کر مریدین ومتوسلین کو فیض بخش رہی ہے۔ اسی آستانے کے صحن میں ایک خوبصورت سی مسجد بھی فرزندان توحید کو بارگاہ ایزدی

میں سجدہ ریز ہونے کا موقعہ فراہم کرتی ہے، یہ مسجد بھی آپ ہی کے ذوق عالی کی رہین منت ہے۔الحمدللہ آپ کا علمی پایہ بہت بلند ہے۔آپ کی ذات علوم دینیہ وعصریہ کا حسین سنگم ہے۔آپ نے اہل ثروت کو دینی کتب ورسائل کی اشاعت کی طرف متوجہ کیا اور درجنوں اردو وعربی اور گجراتی کتابیں طبع کرائیں۔

اللہ تعالیٰ فضل وکرم سے آنے اب تک تین بار حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کی اور متعدد بار عمرہ سے شرف یاب ہوئے۔آپ نے کثرت سے عالمی تبلیغی واصلاحی دورے بھی فرمائے۔خاص کر عرب شریف، عراق، نجف اشرف ،کربلائے معلیٰ، شام، لیبیا، کاظمین، امریکہ، کناڈا، جرمنی، لنڈن، عرب امارات، افریقہ، کینیا، ساؤتھ افریقہ ،فرانس وغیرہ کی خوب سیاحت فرمائی۔اور ان علاقوں میں تعلیمات رفاعیہ کی خوب خوب اشاعت فرمائی۔آپ کی سجادگی کو اس وقت تقریباً اکتالیس سال ہوگئے،اس اثنا میں آپ نے بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیے۔

آپ نے ایک ٹرسٹ بھی قائم فرمائی ہے جس کا نام ہے رفاعیہ اکیڈمی اینڈ ویلفیر ٹرسٹ (بڑودرہ) جس کے زیر اہتما ہر سال اجتماعی نکاح خوانی کا پروگرام منعقد ہوتا ہے ،جس میں ہر سال ۳۵ پینتیس جوڑوں کی شادی کرائی جاتی ہے۔اور یہ سلسلہ بھی بارہ سالوں سے مسلسل چل رہا ہے، گویا اب تک تقریباً چار سو جوڑے اور آٹھ سو خاندان مستفید ہو چکے ہیں۔یہ آپ کے قومی وملی کارناموں میں سے ایک اہم کارنامہ ہے۔تعلیم کے فروغ وشاعت کے میدان میں آپ کی شخصیت نہایت ممتاز نظر آتی ہے۔آپنے بڑودرہ سے ۸۰ کیلومیٹر دور بوروگاؤں میں ایک پبلک اسکول بھی قائم کیا ہے جس میں تین سو سے زائد طلبہ تعلیم وتربیت آراستہ وپیراستہ ہورہے ہیں۔دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے جامعہ سید احمد کبیر رفاعی کے نام سے بڑودرہ سے پندرہ کیلومیٹر دور پادرہ روڈ ضلع بڑودرہ میں ایک دارالعلوم بھی قائم کیا ہے۔جس میں ۵۰ سے زائد طالبان علوم نبوت اقامتی درسگاہ میں دینی تعلیم حاصل کررہے ہیں۔یہ طلبہ فی الحال صرف حفظ وقراءت اور لازمی دینی تعلیم ہی حاصل کررہے ہیں۔

اسی طرح ٹرسٹ کے زیر اہتمام ہر سال یا حسب ضرورت بلد ڈونیشن کیمپ بھی لگایا جاتا ہے۔اور ضرورت مندوں کی زندگی بچائی جاتی ہے۔نیز غربا ومساکین کو لازمی ضروریات زندگی بھی مہیا کی جاتی ہے، جاڑوں میں ان کو گرم کپڑے اور ہر موسم میں دواوعلاج کی سہولت دی جاتی ہے۔اس درگاہ شریف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر سال عرس کے موقعہ پر گجرات کے پسی ایم خواہ کوئی بھی ہوں ایک تہنیتی لیٹر آتا ہے جس میں سی ایم گجرات عرس کے موقعہ پر اپنی نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہے۔اور حاضرین وزائرین کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔اس خانقاہ کی گجرات کے سرکاری محکمے میں مقبولیت اور احترام کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ بڑودرہ چیریٹی کمشنر کی طرف سے اس کے اعزاز واکرام میں زمانہ دراز سے ۷۴۶ روپے کی نذ پیش کی جاتی ہے۔ظاہ رہے اس قلیل رقم کا مقصد تعاون یا تنخواہ نہیں بلکہ جیسے ریاستیں اپنے مرکز کو مالگزاری جمع کرتی ہیں ویسے ہی ریاست گجرات اپنے شفیق ومہربان سجادہ نشین کے اعزاز واکرام اور خانقاعیہ کی خدمات کے اعتراف میں یہ خراج عقیدت پیش کیا جاتا ہے۔اللہ تعالی اس خانقاہ کے اقبال کو ہمیشہ بلند وبالا رکھے اور خلق خدا کے دلوں میں اس کا دب واحترام ہمیشہ قائم ودائم رہے۔

ان تینوں متذکرہ بالا محترم المقام شخصیات کے ساتھ ساتھ سید شاہ جمال الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ ،سورت وممبئی) کے چشم وچراغ حضرت سید مولانا حسام الدین رفاعی سلسلہ رفاعیہ کے فیضان ظاہری وباطنی کو عام سے عام تر فرمارہے ہیں۔حضرت سید مولانا حسام الدین رفاعی کا جو سب سے بڑا کارنامہ ہے وہ یہ ہے کہ انھوں نے ہندوستان کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے مدارس اسلامیہ کے اساتذہ ومعلمین، مشاہیر اہل قلم ،خانقاہوں کے سجادہ نشینان، ارباب سیاست وصحافت ،اصحاب فضل وکمال ،معتمد مشائخین اہل سنت، با اثر علمی وفکری شخصیات، عصری جامعات کے پروفیسرز، ریسرچ اسکالرز سے رابطہ قائم کیا، اور ان کی پہلی کوشش یہ رہی کہ کسی نہ کسی طرح ان کو ایک بار ضرور بارگاہ رفاعیہ بڑودہ شریف میں ضرور بالضرور حاضری سے مشرف کیا جائے گا، اور پھر جب ایک بار کوئی ان کے دیار محبت میں حاضر ہو جاتا ہے تو پھر اپنے اخلاق کریمانہ اور الطاف خسروانہ سے ایسا گرفتار کرتے ہیں کہ آنے ولا پھر ان سے

کبھی جدا نہیں ہوتا ہے، جہاں کہیں بھی ہوتا ہے ان کو یاد کرتا رہتا ہے اور جلد از جلد دوبارہ حاضرہ کی خواہش رکھتا ہے۔

زیر نظر ماہنامے کے سید احمد کبیر رفاعی نمبر میں مضامین کی فہرست دیکھ کر ہی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ موصوف نے ان مضامین کے حصول میں کیسی جان توڑ کوشش کی ہوگی، ارباب مدارس سے مضامین کا حصول نسبتا آسان ہے مگر یونیورسٹیز کے موقر دکاترہ اور پروفیسرز حضرات سے مقالات کا حصول بڑا مشکل کام ہے، پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ نصف مضامین تقریبا بین الاقوامی شہرت کے حامل بڑے بڑے نامور ماہرین زبان وقلم اور نکتہ دان فکر وفن کے قلم سے نکلے ہوئے ہیں جو اپنے آپ میں ایک ریکارڈ ہے۔ یقیناً ان مضامین کے حصول میں انھوں نے کافی سرمایہ اور قیمتی وقت خرچ کیا ہوگا ۔ان اخراجات اور مشقتوں کی تفصیلات سے میں واقف نہیں مگر اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ راتب رفاعیہ پر مجھ ہیچمدان سے لکھوانے کے لیے دو سال سے مسلسل مجھ سے رابطہ بنائے ہوئے ہیں، مگر فقیر اپنی غیر ضروری مصروفیات کی وجہ سے کوئی ایسا مناسب وقت نہیں نکال سکا کہ اس پر خامہ فرسائی کرتا، اور اپنے افکار وخیالات اس حوالے سے قلم بند کرتا۔ باوجودیکہ برابر یاد دہانی بھی کراتے رہے، اور کتب ورسائل کی شکل میں مواد بھی فراہم کی مگر راقم کو ان کے صرار اور خلوص کو دیکھتے ہوئے شرمندگی ہی ہاتھ آئی۔ وعدہ پر وعدہ اور تاخیر پر تاخیر ہوتی رہی مگر ماتھے پر شکن تک نہیں، ان کا یہی فن ہی غالبا اتنے مضامین کے جمع ہونے سبب اصلی ہے۔ اور غالبا یہی کرم نوازی یا اس سے بھی زیادہ تگ ودو ان کی ہر مقالہ نگار اور محرر کے ساتھ رہی ہوگی، جس کی وجہ کر اتنا سارا مواد جمع ہو سکا۔

اور مواد بھی کئی طرح کے ہیں، کچھ مستقل مضامین ہیں، جو اہل قلم نے اپنی محنت سے لکھے ہیں، کچھ عربی سے تراجم ہیں، اور کچھ رسال کی تحشیہ وتحقیق کی شکل میں بھی ہے۔ ہمارے ایک عزیز رفیق عزیز القدر مولانا قاری غیاث الدین مصباحی استاذ جامعہ عربیہ سعید العلوم یکما ڈپو لکشمی پور ضلع مہراج گنج یوپی نے بھی ایک رسالے کا ترجمہ کیا ہے جو تقریبا ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کی کتاب سے کچھ خلاصہ شام اشاعت کرنا تھا مگر ان سے رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے قارئین ان کے شذرات الذہب سے محروم رہ گئے۔ اسی طرح عزیزی وحبیبی مولانا طاہر القادری مصباحی استاذ دارالعلوم غوثیہ حسنی ضلع سنت کبیر نگر نے بھی بعض رسائل کا ترجمہ کیا ہے اور ان کے ترجمے کی تھوڑی بہت میں اصلاح بھی کی تھی مگر قلت وقوت کی وجہ سے ان سے بھی ہم استفادہ نہ کر سکے، اسی طرح سے ابھی مختلف جگہوں پر تحقیق وترجمہ کا کام چل رہا ہے۔

اور ظاہر ہے ابھی حضرت امام رفاعی کی شخصیت اور ان کے علمی مقام ومرتبہ اور ان کی تاریخی دعوتی وروحانی خدمات کے حوالے سے کتب ورسائل کا ایک سمندر ہے جو اردو کا جامہ پہننے کے انتظار میں لائبریری کی الماریوں میں گرد کھا رہا ہے اگر کچھ اور نوجوان اردو اہل قلم اور عربی مترجمین اس جانب متوجہ ہوں تو بہت بڑا کام ہو سکتا ہے اور تصوف اور صوفیا کے گراں قدر موضوع پر اہم اضافہ ہو سکتا ہے۔ میر اخیال ہے کہ اگر نوجوان علما اور اساتذہ اس جانب توجہ دیں تو شاید محترم جناب سید حسام الدین رفاعی صاحب حسب حیثیت ان قلم کاروں کی مدد بھی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالی محترم موصوف کی اس مثالی خدمت کو ہمارے نظمائے مدارس اور کاغذی اکیڈمیز کے ڈائریکٹرز کو توفیق خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

مجھے جو مضامین فہرست مسلسل کی شکل میں موصول ہوئے تھے، ان کی ممکنہ حد تک میں نے موضوعاتی درجہ بندی کردی ہے۔ جس کی وجہ سے بہت سے نامور اور بزرگ اہل قلم کے مضامین آگے پیچھے ہو گئے ہیں، مجھے امید ہے کہ حضرات اہل قلم اس تقدیم وتاخیر اپنی انا کا مسئلہ ہرگز نہیں بنائیں گے بلکہ اسے کشادہ ظرفی اور خندہ پیشانی کے ساتھ قبول فرمائیں گے۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مجلس ادارت، حضرات ایڈیٹرا ور معاون ایڈیٹر صاحبان کو مضامین کے حصول میں زیادہ مشقت نہ اٹھانی پڑی بلکہ حضرت سید مولانا حسام الدین رفاعی قبلہ نے اپنے خوان نعمت سے سجا سجایا مال پیش کر دیا، البتہ املا کی تصحیح اور ترتیب جدید میں فقیر سالک مصباحی کو کافی سر کھپانا پڑا۔ ادارہ ماہنامہ غوث العالم ان کی کرم نوازیوں کا بے حد شکر گزار ہے۔ اور ان کے دعا گو ہے کہ مولا تعالی ان کے علمی اور روحانی رفاعی فیضان کو اسی طرح اجری وساری رکھے، اور اہل علم

وہنر کو ان کی سخاوت وفیاضی سے مستفید فرمائے ۔آمین ۔

مزے کی بات یہ ہے کہ ملاقات سے قبل فقیر کو اندازہ تھا کہ سید حسام الدین رفاعی ایک عمر دراز بزرگ ہوں گے مگر جب ملاقات ہوئی تو بھونچکا رہ گیا، میرے سامنے چھریرے جسم کا ایک چاق وچوبند، گورا چٹا نوجوان تھا، جس کی مسکراہٹ ہی آنے والے مسافر کی ساری تکان دور کر دیتی ہے ۔موصوف آنے والے زائر بالخصوص عالم کا بڑا ہی پر تپاک استقبال کرتے ہیں، اور اسے ہر وہ عزت دیتے ہیں جس کا وہ مستحق ہوتا ہے ، بلکہ اس کی امیدوں سے بڑھ کر اسے نوازتے ہیں ۔مولا تعالیٰ ان کے اقبال میں اور بلندی عطا فرمائے ۔

یہاں اس بات کی بھی وضاحت ضروری ہے کہ بڑودہ خانقاہ رفاعیہ میں جس بزرگ کا مزار مبارک ہے، ان کا نام نامی اسم گرامی حضرت مولانا سید فخر الدین غلام حسین عرف امیر میاں رفاعی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۱۹۹ہجری وفات ۲۹ ربیع الاول ۱۲۶۲ ہجری) ہے ۔ جو حضرت سید نجم الدین المعروف عبد الرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی اولادوں میں سے ایک نامور بزرگ ہیں جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ۔آپ کا سالانہ عرس پورے تزک واحتشام کے ساتھ ہر سال منایا جاتا ہے جس میں ملک کے کونے کونے خاص کر گجرات ،مہاراشٹرا، کرناٹک، آندھرا پردیش ، بہار، بنگال، اڑیسہ، یوپی ، مدھیہ پردیش، راجستھان وغیرہ سے ہزارہا مریدین اور معتقدین علما وائمہ اور مشائخین حضرات شرکت کرتے ہیں ۔اور رفاعیہ فیضان سے مالا مال ہوتے ہیں ۔

اس خانقاہ کے عقیدت مندوں میں ہر مکتب فکر اور ہر مذہب وملت کے لوگ ہیں ۔ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، بودھ، جین، پارسی، اور مارواڑی مختلف اقوام وملل کے لوگ یہاں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ۔ یوں تو گجرات اپنے فرقہ وارانہ فسادات کے لیے پوری دنیا میں بدنام ہو چکا ہے مگر خدام آستانہ خاص کر شیخ پیر سید کمال الدین مظہر اللہ الرفاعی، سجادہ نشین بڑودہ، سورت اور ممبئی کا کہنا ہے کہ خانقاہ شریف اور اطراف میں مکمل امن وامان قائم رہا، بلکہ سیکڑوں اطراف خانقاہ میں آکر ان ایام میں پناہ گزیں رہے اور ان کے ہر طرح کی راحت رسانی کا اہتمام کیا گیا۔

جیسا کہ فقیر نے سابقہ سطور میں لکھا ہے کہ حضرت علامہ سید حسام الدین رفاعی صاحب قبلہ فقیر سالک مصباحی سے راتب رفاعیہ پر کچھ عرض معروض کرنے کے بارے میں مسلسل اصرار کرتے رہے ہیں، تو مجھے فی الحال یہ دیکھ کر کافی اطمینان ہو رہا ہے کہ راتب رفاعی کے تعلق سے دو تحقیقی مضامین شامل اشاعت ہو چکے ہیں جس سے یہ گوشہ بھی سیر حاصل ہو گیا ہے، انشاء اللہ فقیر کسی اور موقع سے اس مطالبے کی ضرور بالضرور تکمیل کر کے بارگاہ رفاعیہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کی ضرور جسارت کرےگا۔

جہاں تک راتب رفاعیہ کا تعلق ہے تو یہ اس سلسلہ کی جان ہے ،اس راتب نے سلسلہ کو نہ صرف قبول عام عطا کیا بلکہ اقوام عالم کے سامنے اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل کے طور پر بھی خود کو پیش کیا ہے ۔خاص کر سرزمین ہند میں تو صوفیا کے لیے برہان ربانی کا کام کرتا رہا ہے کیونکہ ہندوستان یوگا اور مختلف قسم کی تپسیاؤں کی سرزمین ہے جہاں جبس دم کو خاص مقام حاصل رہا ہے ایسے میں صوفیائے رفاعیہ نے جب اپنے جسموں پر مختلف ہتھیاروں سے ضرب لگاتے اور زخم اور خون کا نام ونشان تک نظر نہ آتا تو اہل دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتے اور یہی اصوفیائے رفاعیہ کا مقصد بھی تھا، ان کے اس طریق کار سے سلسلہ رفاعیہ کو بھی تقویت ملی اور اسلام کا بھی بول بالا ہوا۔

راتب رفاعیہ کے حوالے سے حضرت فاضل بیابانی رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا احمد کبیر الرفاعی قدس سرہ العزیز کے ایک فرزند حضرت سید علی سکران رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ضربات کا طریقہ اختیار فرمایا تھا تاریخ محمودیہ میں بھی مرقوم ہے۔ حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خلافت دو قسم کی ہوا کرتی تھی (۱) بالکل سادہ طریقہ پر (۲) ضربات سے متعلق ہوتی تھی۔ سجادہ نشین صاحب جن کو خلافت عطا فرماتے تھے۔ ہونے والے خلیفہ کی گردن کے پاس سے سر کو درود شریف پڑھتے ہوئے کاٹ کر مزار مبارک پر رکھ دیا کرتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سر کو درود شریف کی تکرار کرتے ہوئے اور

شاہ من سلطان عالم سید احمد کبیر
خاطرِ من جمع کن یا غوث الاعظم دستگیر

بڑھتے ہوئے گردن کو جسم سے جوڑ دیا کرتے تھے اس قطع پر مریدین کے خون کا قطرہ بھی ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اب بھی فقرا و خلفا کے راتب میں خون کا قطرہ ظاہر نہیں ہوتا۔

حضرت امام رفاعی کی عالمی علمی اور روحانی شخصیت تاریخ اسلام کی ایک نادرالوجود شخصیت رہی ہے مگر اس کے باوجود سوئے اتفاق آپ کی خدمات اور سیرت وسوانح کے حوالے سے بہت کم مواد اردو زبان میں ملتا ہے جس اک ابتدائی سطور میں ذکر کیا گیا۔ چنانچہ محمد فرحت علی صدیقی اشرفی، فاضل دینیہ، ایم ایس سی، ایم اے، پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، حیدرآباد لکھتے ہیں : کئی ایک بزرگان دین کے علاوہ حضرت شیخ احمد رفاعی علیہ الرحمہ جو اہل بیت اطہار میں شہید اعظم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد مطہرہ میں ''سرخیل علم وولایت'' کی حیثیت سے ایک نمایاں ہستی مبارک ہیں۔ آپ کی سوانح وسیرت کا بیشتر موادو ذکر عربی یا فارسی زبان میں موجود ہے۔ مگر چونکہ ابھی تک آپ کی مکمل سیرت وخدمات اردو زبان میں منتقل نہیں ہوئی ہیں، شاید اسی لیے برصغیر کی عوام کا ایک بڑا طبقہ ابھی تک آپ کی خدمات سے واقف نہیں ہو سکا ہے۔ اگر چہ خواص اور سبھی بزرگان دین آپ کی جلالت ولایت اور شان قطبیت وغوثیت سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ وہ اپنے متوسلین و مریدین نیز مواعظ، ارشادات وملفوظات میں آپ کا ذکر بھی فرماتے رہے ہیں۔

ایک تو کریلا دوسرے نیم چڑھا، عالمی سطح پر اس سلسلہ کی مقبولیت اور اس کے محیر العقول کارناموں کو دیکھ کر کہیں نہ کہیں یوروپ کے حاسد محققین اپنی عقل نارسا کی بنیاد پر اس پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر ڈاکٹر سید شاہد رفاعی، کالج آف سینٹ روز البنی، نیویارک، امریکہ اپنے مقالہ ''حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور رفاعی سلسلہ مغرب کی نظر میں'' کے اندر تحریر فرماتے ہیں :

روشن خیال تحریک کی کچھ خصلتوں میں اسلام دشمنی بھی شامل تھی، وہ اس لیے کہ منکر خیالی CYNISM ایک فیشن تھی۔ چنانچہ اسلامی مذہب اور تاریخ کو ہمیشہ اس خیال سے دیکھا گیا کہ مغربی تہذیب کی مادہ پرستی، منکر خیالی اور مشکوک نگاہی کے معیار پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ زیادہ تر غیر مغربی تشکلات اور تصوّرات CONCEPT سائنسی میزان پر فطرتاً ہلکے نظر آئے (کیونکہ یہ روحانیت سے وابستہ تھے) تو اُن کو مضحکہ خیز انداز میں مسترد کر دیا گیا۔ معیار یہ قائم ہوا کہ جب بھی کسی چیز پر شک ہوا سے فوراً مسترد کردو WHEN EVER IN DOUBT REJECT IT اور مغربی قانون (جس پر اُن کو بے حد ناز ہے) کے اس اصول کو بھی بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ کہ شبہ کا فائدہ ملزم کو دینا چاہئے جبکہ ہوا اس کے برعکس یعنی ملزم کو محض شبہ کی بنا پر مجرم قرار دیا گیا، اور بار ہا تعلق کی بنا پر گنہ گار ٹھہرا دیا گیا (Guilt by Association)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور سلسلہ رفاعیہ کو بھی مغرب کے چند عالموں نے اسی معیار سے دیکھا ہے اور افسوس ہے کہ ''مشرقیات'' سے مغلوب ہونے والے چند اسلامی مصنّفوں نے ان کی اندھی تقلید کی ہے، تا کہ مغربی دانش گاہوں اور انجمنوں میں ان کی عزّت اور مقبولیّت ہو، تحریکِ روشن خیالی کے زمانے میں سب سے پہلے جس نے رفاعی سلسلے کا ذکر منکر خیالی سے کیا ہے، وہ ہے ایک فرانسیسی مصنّف موروجیا ڈوہسن MOURDEGA D'OHSSON جس نے عثمانیہ سلطنت کے تذکرے کی ایک کتاب کی چوتھی جلد میں، جو پیرس سے ۱۷۹۱ء میں شائع ہوئی تھی، رفاعی سلسلے کے راتب کا ذکر کیا ہے جو ایک عجوبے کی شکل میں بیان کی گئی ہے۔

لیکن اللہ کا شکر ہے کہ تاریخی قدم بڑھاتے ہوئے ماہنامہ غوث العالم نے حضرت سید احمد کبیر کی شخصیت اور آپ کی خدمات کے حوالے سے خصوصی شمارہ نکال کر کے، اس خلا کو پر کرنے کامیاب سعی کی ہے، اہل نظر دیکھ سکتے ہیں کہ اس خصوصی شمارے میں حضرت امام رفاعی کی علم حدیث اور علم فقہ، لغت عربیہ، عربی شاعری، پر تحقیقی مضامین موجود ہیں۔ اسی طرح آپ کی تعلیمات وارشادات، اور ملفوظات ومکتوبات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ انشاء اللہ ماہنامہ کا یہ قدم عالمی اور ادبی خزانے میں ایک اہم اضافہ ہوگا۔ جس کے لیے براہ راست مجدد تعلیمات اشرفیہ، نبیرہ سرکارکلاں، شہزادہ شیخ اعظم، شیخ الہند، پیطریقت رہبر راہ شریعت حضرت علامہ سید شاہ محمد اشرف میاں اشرفی الجیلانی صدر آل انڈیا علما ومشائخ بورڈ اور چیر مین ورلڈ صوفی فورم قابل مبارک باد ہیں، جن کی جاندار ادارت اور شاندار قیادت میں ماہنامہ برق رفتاری

کے ساتھ ترقیات کے منازل طے کر رہا ہے۔ مولا تعالی حضرت کے علم میں،عمل میں اور خدمات جلیلہ میں برکتیں عطا فرماء۔آمین۔

فقیر سالک مصباحی قارئین کی ضیافت کے لیے مشتے نمونہ ازخروارے علم حدیث، مکتوبات وملفوظات کے حوالے سے چند حوالہ جات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، جسے ملاحظہ کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ اور علم حدیث کے حوالے سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور علمِ حدیث از محمد عرفان محی الدین قادری ربّانی، ریسرچ اسکالر،عثمانیہ یونیورسٹی،حیدرآباد : حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ کو علم حدیث کی سند حضرت علی قاری واسطی سے حاصل تھی۔ ''حالة اهل الحقيقة مع الله'' اور ''الكليات الاحمديه'' میں چالیس احادیث موجود ہیں جو احادیث حالة اهل الحقيقة مع الله میں ہیں وہ احادیث الكليات الاحمدية میں موجود ہیں۔

حضرت سیدنا امام رفاعی رضی اللہ عنہ کا زمانہ شرانگیزی وفتنہ پروری اورعقائد میں بگاڑ کا زمانہ تھا چنانچہ اعمال ظاہرہ کی اہمیت گھٹ رہی تھی ،حدود شرع سے تجاوز ہو رہا تھا ،فرق مراتب سے نظر اندازی، احکام شرعیہ سے بے توجہی اور ارکان اسلام سے بے رخی، اعمالِ صالحہ اور اخلاق عالیہ سے بے التفاتی علماوفقہا کی بے حرمتی زوروں پر تھی۔ چونکہ یہ شرانگیزیاں اور فتنہ سامانیاں نام نہاد صوفیوں کی طرف سے ہو رہی تھی اس لیے علما ان سے خفا اور تصوف وطریق تصوف سے بدظن ہو گئے تھے۔

حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے اس ماحول میں ایک طرف صوفیا کو مخاطب کر کے شریعت مطہرہ کی تعظیم،علماوفقہا کی توقیر،اخلاق عالیہ کی اہمیت، فرقِ مراتب و حفظ حدود اور پابندیٔ احکام کی ضرورت، عجز وانکسار کی توصیف، کبر وغرور اور عجب وخود پسندی کی تحقیر فرمائی تو دوسری طرف علما وفقہا کو مخاطب کر کے زہد وقناعت کی فضیلت، دنیا ودنیاوی علائق کی مذمت، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی حیاتِ جاودانی کے ساتھ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ کے اسرار و معارف کو ارشاد فرمایا۔اس کتاب حالة اهل الحقيقةمع الله (اولیاء اللہ کا حال اللہ کے ساتھ) میں حضرت سیدنا امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے منتخب چہل حدیث کو جو انہیں مضامین پر مشتمل ہیں بیان فرمایا ہے۔

مکتوبات کے حوالے سے محقق عصر علامہ ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی ،علی گڑھ،اپنے محررہ تحقیقی مقالہ ''مکتوب رفاعی کا سیاسی وتاریخی جائزہ'' میں رقم طراز ہیں :

''مستنجد باللہ عباسی کی ولادت ۵۱۰ھ میں ہوئی تھی۔اپنے والد مقتفی لامراللہ کی وفات کے بعد ۲، ربیع الاول ۵۵۵ھ میں آپ کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ گیارہ سال تین ماہ سات دن تک آپ نے امور خلافت انجام دیئے۔ ۹/ربیع الاول ۵۶۶ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ نیک دل، متقی اور پابند شریعت تھے۔ علما وصوفیا کا احترام کرتے تھے اوران کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے اسی عادت نے آپ کو حضرت رفاعی کی طرف متوجہ کیا۔انھوں نے اپنے اتالیق نصر بن عماد کو ۵۵۷ھ میں اپنا ایک مکتوب دے کر حضرت رفاعی کی خدمت میں بھیجا اور ان سے نصیحت و رہنمائی کی درخواست کی۔ حضرت رفاعی اگر چہ حکومت و سیاست اور حکمراں و امرا سے بہت دور رہتے تھے لیکن طالب نصیحت کو نصیحت کرنا اور خط کا جواب دینا اخلاقی فریضہ تھا،اس لیے آپ نے اپنے مرید وکاتب علی طری کو حکم دیا کہ وہ جواب تحریر کریں۔آپ کا جواب پند وعظ اور حکمت و دانائی سے بھرپور ہے۔

اسی طرح آپ کے ملفوظات عالیہ بھی کسی علمی شاہ پارے سے کم نہیں،آپ نے اپنے ایک ملفوظ شریف میں صحابہ کرام کی عزت وعظمت کے حوالے سے جس طرح رہ نمائی اور نصیحت کی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ملفوظات کے حوالے سے ایک انتہائی قیمتی مقالے ''ملفوظات رفاعی:ایک تجزیاتی مطالعہ'' میں ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی،شعبۂ اُردو، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ لکھتے ہیں : ''صحابہ اوراہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت وجماعت کا مسلک یہ ہے کہ ہمیں ان کے سلسلے میں زبان کو بند رکھنا چاہیے،عہد صحابہ میں جو جنگیں ہوئیں خواہ وہ جنگ جمل ہو یا جنگ صفین اس سلسلے میں ہمیں خاموشی اختیار کرتے ہوئے ہر ایک کو حق بجانب سمجھنا چاہیے،اور اپنے دماغ کے گھوڑے کو دوڑا کر خود کو گمراہ ہونے سے بچانا چاہیے، یہ ایسا نازک موضوع ہے جس پر بڑے بڑے مؤرخین اور عالم

بھی اعتدال قائم نہیں رکھ سکے اور وہ جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم** ۔میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کروگے، ہدایت پاؤگے،اس موضوع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

''صحابہ کرام کے درمیان پیدا ہونے والی کشیدگیوں سے خاموشی اختیار کرنی چاہیے،ان کی خوبیاں اور ان کی محبت کا ذکر ہونا چاہیے،اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو،ان سب سے محبت کروان کا اچھا ذکر کرکے برکتیں سمیٹو اور ان کے اخلاق سمیٹنے کی کوشش کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں خوف خدا کی تلقین کرتا ہوں، نیز تمھیں اطاعت امیر کی تلقین کرتا ہوں،اگر چہ کوئی غلام تمھارا امیر بن جائے اس لیے کہ تم میں سے جو طویل حصہ تک زندہ رہا وہ (میرے اور میرے بعد کے دور میں) بہت تبدیلی دیکھے گا،تم پر میری اور میرے رشد و ہدایت والے خلق سنت کی اتباع لازم ہے،اور(دین میں بنیاد نہ رکھنے والے) نئے امور سے بچو کیونکہ ایسی ہرنئ چیز کا نتیجہ گمراہی ہے، اپنے دلوں کو (صحابہ کی محبت کے ساتھ) اہل بیت کرام کی محبت سے بھی منور کرو وہ کائنات کی تابندہ روشنیاں ہیں۔ اور چمکتے دمکتے آفتاب ہیں۔'' (ملفوظات رفاعیہ ص۱۲)

میں اپنے اس مقالے کے ذریعے اہل فکر ونظر خاص کر درسگاہوں کے باصلاحیت اساتذ تحریر وانشا کا سے شغف رکھنے والے باذوق حضرات کو سعت فکر وعمل دیتا ہوں کہ وہ اس طرح کے علمی موضوعات پر اپنا قلم اٹھائیں اور علم وفکر کی نئ نئ دنیاؤں کو واشگاف کریں،انشاء اللہ تعالی اس سے فکر ونظر کی آبیاری بھی ہوگی اور علم وادب کی دنیا میں اہل سنت وجماعت خاص کر گروہ صوفیا کا مشن بھی عام وتام ہوگا۔مولا تعالیٰ ہمیں سرکار امام رفاعی قدس سرہ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆☆☆☆

منقبت

نتیجۂ فکر: سید کمال الدین مظہر اللہ مظہرؔ

گونجتا ہر سو ترانہ یا رفاعی آپ کا
کیوں نہ شیدا ہو زمانہ یا رفاعی آپ کا

نام رکھا مصطفیٰ نے آپ کا احمد کبیر
یہ شرف بھی سب نے جانا یا رفاعی آپ کا

آپ ہیں بیشک حسینی فاطمی گلشن کے پھول
پنجتن کا ہے گھرانہ یا رفاعی آپ کا

آج بھی تاریخ شاہد ہے بہ الہامِ خدا
پا برہنہ طیبہ جانا یا رفاعی آپ کا

محفلوں میں کیوں نہ ہو شمعِ رفاعی کی ضیا
نور والا ہے گھرانہ یا رفاعی آپ کا

چشم تو مسکن ہے لیکن کاش اک دن دیکھ لوں
میرے دل میں گھر بنانا یا رفاعی آپ کا

کوئی مانے یا نہ مانے پر حقیقت ہے یہی
میں تو ہوں دل سے دیوانہ یا رفاعی آپ کا

ہے یہ مظہرؔ کی تمنا آپ کے در پر حضور
گائے نورانی ترانہ یا رفاعی آپ کا

☆☆☆☆☆

رفیع الشان ہے شانِ رفاعی

سید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعی، سجادہ نشین مسند رفاعیہ، کراچی، پاکستان

حضرت سید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعی علیہ الرحمہ سجادہ نشین مسند عالیہ رفاعیہ کراچی پاکستان پر جلوہ افروز تھے، آپ حضرت سید مجذوب کامل السید ابوالعباس محمد فیض اللہ المعروف سید بدرالدین الحسنی الحسینی الموسوی الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت بروز بدھ ۱۲؍رجب المرجب ۱۳۲۸ھ بمطابق ۲۰ جولائی ۱۹۱۰ء میں ہندوستان کے شہر بڑودہ، گجرات میں ہوئی۔ آپ کا شجرۂ نسب پدری ۲۲ واسطوں سے شمش العراق حضور سیدنا احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ نے ابتدائی دینی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے حاصل کی اور دیگر دینی اور دنیوی علوم بڑودہ ہندوستان کی اعلیٰ درسگاہوں سے حاصل کی۔ روحانیت وطریقت آپ نے اپنے والد سید بدرالدین رفاعی علیہ الرحمہ سے حاصل کی حالانکہ روحانی تربیت تو بفضلہٖ تعالیٰ اس خاندان کا خصوصی حصہ ہے، آپ کو اپنے جد امجد امام الاولیا، سلطان العارفین حضرت الشیخ السید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت تھی جس کے باعث ہمہ وقت حضرت غوث الرفاعی کے حالاتِ زندگی، اخلاق حسنہ اور تعلیمات پر مبنی مستند کتب کا مطالعہ فرماتے اور حضرت والا کی تعلیمات کے مطابق سادہ زندگی اختیار فرماتے۔ تقسیم ہند کے بعد آپ دین کی تبلیغ اور سلسلہ رفاعیہ کے فروغ کے لیے پاکستان تشریف لے آئے اور پھر یہیں مقیم ہوگئے۔ آپ شروع ہی سے کاروبار کی طرف مائل تھے۔ اس لیے پاکستان آنے کے بعد آپ نے تبلیغ دین کے ساتھ ساتھ اپنا کاروباری سلسلہ بھی جاری رکھا اور پاکستان میں سلسلہ رفاعیہ کے فروغ و اشاعت میں مگن ہو گئے۔ آپ نے اپنی کاروباری مصروفیات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دین اسلام اور سلسلہ رفاعیہ کی اشاعت وفروغ کے لیے کئی بیرونی ممالک کے دورے بھی کیے، آپ کی مسلسل کاوشوں کے نتیجے میں آج پاکستان اور دیگر ممالک میں ہزاروں مریدین، خلفا، معتقدین، فقرا آپ کی خداداد صلاحیتوں روحانیت وطریقت کا بین ثبوت ہے، آپ نے اپنے جد امجد سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ سے بے انتہا محبت اور عقیدت کے باعث پانچ مرتبہ غوث الرفاعی کے روزہ اقدس ام عبیدہ عراق میں حاضری دی۔ آپ کے صاحبزادگان میں حضرت السید جلال الدین المعروف بادشاہ میاں رفاعی (ولادت ۲۲ جنوری ۱۹۸۶ء بمطابق ۱۰ جمادی الاول ۱۴۰۶ھ)، حضرت السید علی المعروف سید وزیر علی عرفان اللہ الغالب الرشید الرفاعی مدظلہ العالی حال سجادہ نشین مسندِ رفاعیہ کراچی، پاکستان، حضرت السید بدرالدین محبت اسرار اللہ عرف بابا رفاعی مدظلہ العالی ہیں جو اشاعتِ دین اسلام وسلسلۂ رفاعیہ میں دن رات مشغول ہے۔

آپ بروز منگل مؤرخہ ۲۴ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ بمطابق ۲۲ اگست ۱۹۹۵ء کو تمام متعلقین اور خلفہ ومریدین، معتقدین و فقرا کو غمگین ورنجیدہ چھوڑ کر خالقِ حقیقی کی طرف لوٹ گئے۔

آپ کا مزارِ اقدس ''المرکز الرفاعیہ'' پاپوش نگر قبرستان، کراچی، پاکستان میں واقع ہے جہاں سے ہزاروں عقیدتمند ظاہری اور باطنی فیوض وبرکات پاتے ہیں۔ یہ مقالہ آپ ہی کا تحریر کردہ ہے جو اس سے پہلے مختلف رسائل میں شائع ہو چکا ہے، افادۂ قارئین کے لیے ایک بار پھر سے اس کی اشاعت کی جارہی ہے۔

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن ترجمہ: بے شک اولیا اللہ کو نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (سورۃ یونس۔۱۱)

گویا جو اللہ والے اپنے قول و فعل اور حال سے اُس کے ہو گئے، خدا کی پناہ میں آ گئے، جن کو دیکھ کر اللہ یاد آنے لگے، وہ اللہ کے ولی خوف و حزن سے نکل جاتے ہیں جس میں دنیا گرفتار ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان علامات اور خصوصیات کا ذکر بھی فرمایا ہے جن سے ان محبوبانِ خدا کو پہچانا جا سکتا ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا **مَن اولیاء اللہ** اولیاء اللہ کون ہیں؟ فرمایا **الذین اذار أو ذکر اللہ عزوجل** . وہ لوگ جن کے دیدار سے خدا یاد آئے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے **قال رسول اللّٰہ ان من عباداللّٰہ لاُناسا ماھم بانبیاء وَلا شھداء یغبطھم الانبیاء والشھداء یوم القیامۃ بمکانھم من اللّٰہ قالوا یارسول اللّٰہ اخبرنا من ھم. وما اعمالھم فلعنا نحبّھم قال ھم قوم تحابوا فی اللّٰہ علی غیر ارحام بینھم ولا اموال یتعاطون بھا فواللّٰہ ان وجوھھم لنور وانھم علی منابر من نور لا یخافون اذا خاف الناس وَلا یحزنون اذا حزن النّاس ثم قرأ الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون.** (قرطبی)

ترجمہ : رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کے بندوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید لیکن قیامت کے دن قربِ الٰہی کی وجہ سے انبیا اور شہدا ان پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ! ہمیں بتایئے وہ کون ہیں؟ ان کے اعمال کیا ہیں تاکہ ہم ان لوگوں سے محبت کریں۔ فرمایا وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں نہ ان میں کوئی رشتہ ہے اور نہ مالی منفعت ۔ بخدا ان کے چہرے سراپا نور ہوں گے اور نور کے ممبروں پر انھیں بٹھایا جائے گا۔ دوسرے لوگ خوفزدہ ہوں گے اور انھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے لیکن انھیں کوئی حزن و ملال نہ ہوگا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی **اَلاَ اِنَّ اولیاء اللّٰہ لَا خوفٌ علیھم وَلاَ ھم یحزنون.**

اس فانی دنیا میں ہر ایک کو مرنا ہے۔ لیکن اللہ کے برگزیدہ بندے ایسے بھی ہیں جو اس جہان سے رخصت ہوئے تو ختم نہیں ہوئے بلکہ زندہ جاوید نظر آئے یہ لوگ فنا فی اللہ تھے۔ اس لیے باقی باللہ ہیں۔ یہ لوگ سراپا محبت سراپا خلوص اور سراپا عشق تھے۔ اُن کے تذکرے اور یادیں ہماری روحوں کو رحمتِ ربّانی سے وابستہ رکھتی ہیں ہمارے دلوں میں عشقِ حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لگن پیدا کرتی ہیں اور اس در پر پہنچاتی ہیں جو بقا کا دروازہ ہے۔ انھی بزرگانِ دین اور برگزیدہ شخصیتوں میں چھٹی صدی ہجری کی عظیم المرتبت شخصیت حضرت سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، جن کے فیضِ روحانی سے براعظم افریقہ، یورپ اور ایشیا منور ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت یہ روشنی پھیلتی رہے گی۔

آپ کی ولادت باسعادت مقام حسن بطائح شطُ العرب عراق میں واقع ہے۔ یکم رجب ۵۱۲ھ (۱۱۱۸ء) بروز جمعرات ہوئی۔ اُس وقت عبّاسی خلفاء میں سے خلیفہ مُسترشد باللہ کی حکومت کا زمانہ تھا یہ جگہ قصبہ ام عبیدہ کے قریب ''واسط'' اور ''بصرہ'' کے درمیان واقع تھی۔

آپ کی ولادت شریف کے چالیس ۴۰ دن پہلے حضور پُر نور رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سید احمد کبیر رفاعی کے ماموں بازا شہب شیخ منصور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بشارت عطا فرمائی۔ شیخ منصور رحمتہ اللہ علیہ نے عالم رُویا میں دیکھا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ ''اے منصور! تیرے لیے خوشخبری ہے حق تعالیٰ تیری بہن کو آج سے چالیس روز بعد ایک فرزند عطا فرمائے گا اُس کا نام احمد رکھنا۔ جس طرح میں سردار انبیا ہوں وہ سردار اولیا ہوگا۔ اُس کی تعلیم و تربیت سے غفلت نہ برتنا۔ شیخ منصور نے عرض کیا!

الامر امرکم یارسول اللّٰہ علیک الصلوٰۃ والسّلام.

پورے چالیس روز بعد سید احمد کبیر رفاعی نے مقام حسن میں ولادت پائی۔

حضرت سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ فرما لیا تھا، بیس سال کے سن میں علوم ظاہری و باطنی اور عقلیہ و نقلیہ میں مہارت و کمال حاصل کر لیا، ساتھ ہی ساتھ حقائق و معارف لدُنیہ برتری کے ساتھ حاصل ہو گئے۔

بالائے سرش زہوش مندی
می تافت ستارہ سر بلندی

اٹھائیس سال کی عمر میں حضرت شیخ منصور نے خرقہ مشیخت دے کر خانقاہ

ام عبیدہ آپ کے سپرد فرمادی اسی سال شیخ منصور رحمتہ اللہ علیہ نے وصال فرمایا۔

حضرت سید احمد کبیر الرفاعی کو خرقہ مشیخت عطا فرمانے سے کچھ زمانہ پہلے حضرت منصور بطائحی نے عالم رویا میں دیکھا کہ حضرت الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی کے والد ابوالحسن علی کے مکان پر علمِ بلندی نصب ہے۔ سراس علم کا آسمان پر پہنچا ہوا ہے اور پرچم اُس علم کا تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اس علم کے پاکیزہ کپڑے پر بخط نور لکھا ہوا ہے:

لا الہ الا اللّٰہ الملک الحق المبین

محمد رسول اللّٰہ الصادق الوعد

الامین

السید احمد ابی الحسن علی الرفاعی

سلطان الاولیاء والعارفین

من الیوم الی یوم الدین

حضرت منصور رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس خواب سے بیدار ہونے پر شرم سار ہوئے کہ غیبی آواز نے آپ کو چونکا دیا۔

اَدب کر اے منصور اَدب کر حکم میرا تمام مخلوق پر قائم ہے، تیری بہن کا فرزند احمد کبیر الرفاعی تیرا شیخ اور روئے زمین کے ہر صاحب سجادہ کا شیخ ہے، تو ظاہر میں اس کا شیخ ہوگا معنیٰ میں وہ تیرا شیخ ہے تسلیم کر لے سلامت رہے گا۔

ہاتف کے یہ کلمات سن کر حضرت منصور کا جسم لرز گیا، زبان سے بے ساختہ نکل گیا، تسلیم ہے، تسلیم ہے۔ اس واقعہ کے بعد آپ ہمیشہ اپنے بھانجے سید احمد کبیر رفاعی کا ادب کرتے اور فرماتے ''میں سید احمد کے خرقہ کا شیخ ہوں لیکن وہ میرا ازلی شیخ ہے، ظاہر میں، میں اُس کا شیخ ہوں اور حقیقت میں وہ میرا شیخ ہے''

الشیخ سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز لب دریا واسط تشریف فرما تھے کہ یکا یک آپ نے نعرہ لگایا آپ کی حالت غیر ہو گئی، جب ہوش آیا تو ساتھیوں نے دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا ''مجھے یوں الہام ہوا ہے کہ اے احمد تیرے جد امجد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کو جاو وہاں تیرے لیے ایک نعمت پُر سعادت امانت ہے جو سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تجھے عطا فرمائیں گے۔''

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جم الغفیر کے ساتھ حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے، وہ سال ۵۵۵ھ (۱۱۶۰ء) کا تھا حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ جب مدینہ منورہ قریب آیا تو سواری سے اتر گئے، نعلین اتار دیے، پا پیادہ، پا برہنہ وقار وعظمت کے ساتھ چلنے لگے۔ ایک عجیب کیفیت آپ پر طاری تھی، عصر کے وقت مدینہ منورہ میں پہنچے، نماز عصر سے فارغ ہو کر حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں داخل ہوئے۔ آپ کا چہرہ نور سے چمک رہا تھا، حالت وجد وکیف، ذوق وشوق طاری تھی، مزار مقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب گئے تو بلند آواز سے آپ نے کہا ''السلام علیک یا جدّی'' آواز میں نہایت ہی عجز و انکساری تھی، بے حد ادب و احترام تھا۔ یہ آواز اس محفل مبارکہ کے حاضرین نے سنی، سب پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو گیا، حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کون داخل ہوا؟ کس کا بلایا ہوا مہمان آپہنچا؟ آج کی اس مجلس کا مہمان خصوصی آپہنچا۔ کیا نوازش تھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کہ فوراً ہی مزار پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جواب آیا ''وعلیک السَّلام یا ولدی'' سلام وجواب میں کتنی الفت و محبت تھی اور شفقت ورافت سے کس قدر بھرپور تھا؟ کس نے سلام کیا تھا؟ اُس نے سلام کیا تھا جس کی پیدائش سے چالیس دن پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی ولادت کی بشارت دی تھی اور ارشاد فرمایا تھا یہ پیدا ہونے والا فرزند اولیا میں ایسا ممتاز وفرد واحد ہوگا جیسا میں انبیا اور رسولوں میں ممتاز کیا گیا ہوں۔ اللہ اللہ اس شان کا ولی نہ پیدا ہوا نہ پیدا ہوگا۔ جواب سلام سب زائرینِ حرم نے سنا جن کی تعداد نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) سے بھی زیادہ تھی۔ دور والوں نے بھی اسی طرح سنا جس طرح مزار اطہر کے قریب والوں نے سنا۔

السید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت غیر ہو گئی، ذوق وشوق ووجدانی کیفیت حد سے زیادہ تجاوز کر گئی، عالم مدہوشی میں آپ نے فرمایا، آقا۔ دستِ اطہر دیجیے تا کہ چوم لوں۔ ابھی یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ مزار رحمتہ للعالمین سے دستِ پُر ضیا نے ظہور کیا (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) صرف حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہی نور کی بارش نہیں ہوئی بلکہ سارا مدینہ اور اطراف مدینہ بقعۂ نور بن گیا۔ خوشبو کی لہریں ہر جانب گشت کرنے لگیں۔ زائرین کی زبانوں پر درود شریف جاری ہو گیا۔ کوئی عشق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تڑپ گیا کوئی

زاروقطار رونے لگا، کوئی بے خود ہوگیا، ایک ایسا عالم طاری ہوگیا جس کے بیان کے لیے الفاظ ہی نہیں ملتے اُف وہ عالم کیا ہوگا۔ کسی کے دست روشن نے ساڑھے پانچ سو سال کے بعد اس دنیا میں ظہور فرمایا۔

وہ کس عظمت والے کا دستِ اطہر تھا وہ کس مقرب بندے کا دست معجزانما تھا۔ یہ اُس کا دست معطر تھا جس کی شان وعظمت کی کوئی حد ہی نہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر نہایت ادب واحترام سے دستِ مبارک نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور بہت ہی عجز وانکساری سے جھک کر بوسہ لیا۔ تمام زائرین بھی رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ منور کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ ظاہری طور سے جو کچھ ظہور میں آیا، وہ نوے ہزار (۹۰،۰۰۰) زائرین وعاشقان جمال محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی اس مادّی آنکھوں سے دیکھا لیکن باطنی طور پر کیا نعمت پُر سعادت، کیا انعام عطا ہوا وہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ وہ دینے والا جانے، لینے والا جانے اور اللہ جانے۔ اس دست بوسی کی ضوو ضیا سے جو حضرت سید احمد کبیر الرفاعی کو ہوئی بڑے بڑے آفتاب ولایت ماند پڑ گئے بلکہ اس دست بوسی کی کرامت پُر سعادت پر فرشتے اور ملائکہ اعلیٰ کو رشک ہوا۔

آج صدیوں کے بعد بھی سیدنا احمد کبیر الرفاعی کے عقیدت مندوں کے کانوں میں اب تک اس سلام کی اور جواب سلام کی آواز گونجتی ہے اور یہ کوئی ناقابل تسلیم بات نہیں کیونکہ سائنس سے یہ بات ثابت ہے کہ آواز کو فنا نہیں۔

اثر موثر کی شخصیت سے اور اس عطا کی ہوئی خداداد قوّت سے ہوتا ہے۔ آپ کے مواعظ اور نصائح کے اثر سے بے شمار یہودی نصاریٰ اور مجوسی ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اگرچہ حضرت سیدنا احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آج تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور لکھا جاتا رہے گا لیکن طوالت کے خوف سے میں آپ کے چند نصائح پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہوئے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

(۱) فقیر اپنے نفس کے ساتھ دوستی کرتا ہے تو نہایت تھک جاتا ہے لیکن اگر اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہے تو خداوند تعالیٰ اُس کی دستگیری فرماتا ہے جہاں ہمارا گمان بھی نہیں جاتا۔

(۲) عقل فائدوں کا خزانہ خوش نصیبی کی کیمیا ہے۔

(۳) عمل دین ودنیا میں شرافت اور آخرت میں عزت بخشتا ہے۔

(۴) دو چیزیں (دین) میں ترقی دلاتی ہیں۔ ایک تنہائی میں ذکر کرنا اور دوسرا نعمت الٰہی کا حد سے زیادہ تذکرہ کرنا۔

(۵) انسان کامل خدا کے سوا ہر چیز کو ترک کرتا ہے۔

(۶) خدا کے سوا کسی اور چیز پر بھروسہ کر لینا ہی خوف ہے، خدا کا خوف دوسروں کی طرف سے بے خوف کر دیتا ہے۔

(۷) صوفی وہ ہے جس کے نفس کا آئینہ ایسا صاف ہوگیا ہو کہ اسے دوسروں پر اپنی فضیلت نظر نہ آئے۔

(۸) کام کیے جاؤ اس لیے کہ ہر شخص کو اُسی چیز کی توفیق دی گئی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

(۹) ہر چیز سے خوبی اخذ کرے۔

(۱۰) علم وہ ہے جو تجھے جہالت کی حالت سے نکال دے غرور کے مقام سے دور کر دے اور اولوالعزم لوگوں کی راہ پر لگائے۔

(۱۱) قرآن مجید تمام حکمتوں کا عظیم الشان سمندر ہے مگر ایسا کان کہاں جو سُنے۔

(۱۲) تو اگر رضائے الٰہی کے دروازے پر دستک دے گا تو فلاحیت کی صدا سنے گا۔

(۱۳) تین چیزیں یعنی غرور، بیوقوفی اور کنجوسی ایسی ہیں کہ اگر کسی میں ہوں تو جب تک اُس میں سے دور نہ ہو جائیں ولی بن نہیں سکتا۔

(۱۴) جو شخص کامل ہے وہ اپنی خدمت سے باز نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ رب العالمین وغفور رّحیم سے دُعا گو ہوں کہ وہ ہمیں دین اسلام اور سنّت نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور سید احمد الکبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض روحانی سے مسلمانان عالم کے دلوں کو شگفتگی اور روحوں کو تازگی بخشتا رہے۔ (آمین)

کبیر الاولیاء امام رفاعی کی رفیع الشان رفعتیں

مفتی بہاء المصطفیٰ قادری امجدی، بریلی شریف، یوپی

خالق کائنات، مختار کل، رب ذوالجلال اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''قرآن عظیم'' میں متعدد مقام پر کچھ برگزیدہ، بلند رتبہ حضرات کا ذکر جمیل فرمایا ہے جن میں اولیا اللہ کا تذکرہ بھی شامل ہے۔ اولیا اللہ کی فضیلت سورۂ یونس اور سورہ انفال کی مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے
:

الاان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولاھم یحزنون
(پارہ۱۱، سورہ یونس، آیت ۶۲)

یعنی سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ وہ کچھ غمگین ہوتے ہیں۔ اس کے تحت حضرت صدرالافاضل علامہ سید نعیم الدین مرآدابادی ''خزائن العرفان'' میں فرماتے ہیں: ولی کی اصل ولاء سے ہے جو قرب ونصرت کے معنی میں ہے، ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الٰہی حاصل کرے اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہے اور اس کا دل نور جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو جب دیکھے دلائل قدرت الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں ہی سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثناہی کے ساتھ بولے اور جب حرکت کرے طاعت الٰہی میں حرکت کرے اور جب کوشش کرے اسی امر میں کوشش کرے جو ذریعہ قرب الٰہی ہو۔ اللہ کے ذکر سے نہ تھکے اور چشم دل سے خدا کے سوا غیر کو نہ دیکھے، یہ صفت اولیا کی ہے۔ بندہ جب اس حال پر پہنچتا ہے تو اللہ اس کا ولی اور ناصر اور معین و مددگار ہوتا ہے، متکلمین کہتے ہیں ولی وہ ہے جو اعتقاد صحیح مبنی بر دلیل رکھتا ہو اور اعمال صالحہ شریعت کے مطابق بجالاتا ہو بعض عارفین نے فرمایا کہ ولایت نام ہے قرب الٰہی اور ہمیشہ اللہ کے ساتھ مشغول رہنے کا۔ جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے تو اس کو کسی چیز کا خوف نہیں رہتا اور نہ کسی شئی کے فوت ہونے کا غم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے، یہی طبری کی حدیث میں بھی ہے۔ ابن زید نے کہا ولی وہی ہے جس میں وہ صفت ہو جو اس آیت میں مذکور ہے،

الذین امنوا وکانوا یتقون

یعنی اولیا اللہ ایمان وتقویٰ دونوں کے جامع ہیں، بعض علما نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو خالص اللہ کے لیے محبت کریں۔ اولیا کی یہ صفت احادیث کریمہ میں وارد ہوئی ہے، بعض اکابر نے فرمایا کہ ولی وہ ہیں جو طاعت سے قرب الٰہی طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت سے ان کی کارسازی فرماتا ہے یا وہ جن کی یہ آیت کے برہان کے ساتھ اللہ کفیل ہو اور وہ اس کا حق بندگی ادا کرنے اور اس کی خلق پر رحم کرنے کے لیے وقف ہو گئے، یہ معانی اور عبارات گرچہ جدا گانہ ہیں لیکن ان میں اختلاف کچھ بھی نہیں ہے کیوں کہ ہر ایک عبارت میں ولی کی ایک ایک صفت بیان کر دی گئی ہے جسے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے یہ تمام صفات اس میں ہوئے ہیں ولایت کے درجے اور مراتب میں ہر ایک بقدر اپنے درجے کے فضل وشرف رکھتا ہے۔

ان اولیاء ہ الا المتقون (پارہ۹، سورہ انفار آیت ۳۴)

یعنی اس کے اولیا تو پرہیزگار ہی ہیں۔ (کنزالایمان)

اس مقدس گروہ کو اللہ عزوجل نے خصوصی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے چنانچہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ اولیا اللہ کے قرب میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، اولیا اللہ بھی دور سے سنتے، دیکھتے اور مدد فرماتے ہیں۔ بزرگان دین کے تبرکات سے بلائیں دور ہوتی ہیں، اولیا اللہ سے کرامتوں کا صدور ہوتا ہے۔ یہ عقیدہ عین قرآن عظیم سے ثابت ہے جو صریح ہے۔

ولی کی پہچان :

سورۂ یونس میں الاان اولیاء اللّٰہ الخ سے متصل رب العالمین فرماتا ہے : الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ یعنی وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری

کرتے ہیں انھیں خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ اور اصطلاح شرع میں ولی اللہ اس مومن صالح کو کہتے ہیں جو بقدر طاقت بشری خدا کی ذات وصفات کا عارف ہو، احکام شرعیہ کا پابند ہو اور لذات وشہوات میں انہماک نہ رکھتا ہو اور ولی کی اصل اور اس کی چند صفتیں خزائن العرفان سے گزریں۔

فضائل اولیا اللہ اور کرامات اولیا اللہ نیز علما، مشائخ مخصوصین باستثنائے انبیا و رسل و ملائکہ کی شان اعلی میں جو آیتیں وارد ہوئیں اور احادیث کریمہ جن کی شان رفعت پر ناطق ہیں ان تمام آیات واحادیث اوراقوال بزرگان دین کے مظہراتم بن کر سلطان العارفین، سراج الکاملین، کبیر الاولیا، سند المشائخ، امام العلما، شیخ وقت، قطب الاقطاب غوث الاغواث سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھٹی صدی ہجری میں عالم وجود میں جلوہ افروز ہوئے۔ آپ ہی کا یہاں مختصر تذکرہ مطلوب ہے۔

وہ مقدس ہستیاں جن کے انوار وتجلیات اکناف عالم میں پھیلے اور جن کے انوار کی کرنوں سے ایک جہاں مستفید ومستنیر ہوا اس مقدس گروہ میں سید الاولیا، غوث وقت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بھی سرفہرست ہے، آپ بلند مرتبہ شیخ اور سرتاج اولیا گزرے ہیں آپ ایک عظیم الشان سلسلہ سلسلۂ رفاعیہ کے بانی ہیں۔ یہ سلسلہ ہند وپاک میں کم عرب، عراق وغیرہ میں زیادہ پھیلا ہے۔ قلائد الجواہر میں بقول علامہ تادنی علیہ الرحمہ بانی سلسلہ سید احمد کبیر رفاعی کے سلسلہ کے بابت فرماتے ہے۔ ممالک اسلامیہ میں کوئی جگہ ایسی نہیں تھی کہ جہاں آپ کی خانقاہ نہ ہو۔ یہیں سے آپ کی رفعت شان کا اندازہ ہوتا ہے۔

ارشاد المسلمین میں ہے کہ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے لب مبارک جنبش میں تھے اور ایک قسم کی آواز حروف کی صورت میں محسوس ہو رہی تھی، جب اس کی خبر آپ کے ماموں شیخ وقت شیخ منصور بطائحی کو ہوئی تو چند اصحاب کے ساتھ تشریف لائے اور حجرہ میں داخل ہوئے تو یکایک لوگوں نے سنا کہ آپ فرما رہے ہیں "سبحان من صور کم فاحسن صور کم" یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے تم کو بنایا اور تمھاری صورتوں کو اچھا کر دیا، نیز صاحب ارشاد المسلمین نے ثقہ لوگوں سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ ماہ رمضان میں ہر روز دودھ پینے سے رک جاتے تھے، افطار کے وقت دودھ پیتے تھے۔

آپ کے فضائل ومناقب میں حضرت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے قلائد الجواہر اور بہجۃ الاسرار سے یہ نقل فرمایا ہے، حضرت علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: حضرت سید احمد کبیر رفاعی بڑی شان کے بزرگ ہوئے ہیں۔ آپ کا مقام بہت بلند اور آپ کے احوال بہت مشہور ہیں۔ مشہور ہے کہ آپ ان چار بزرگ میں سے ایک ہیں جو بحکم الٰہی اندھوں کو آنکھ والا، کوڑھیوں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ ہر شہر دیہات میں آپ کے بے شمار شاگرد موجود ہیں، ممالک اسلامیہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں آپ کی خانقاہ نہ ہو بکثرت مجاہدات کی وجہ سے اپنے احوال پر غالب اور اپنے باطن پر حاوی تھے۔ علوم طریقت میں اپنے دور کے استاذ کامل تھے۔ قوم کے پورے احوال آپ پر روشن تھے (یعنی غیب کی باتیں جانتے تھے) لوگوں کی مشکلات کو آسانی سے حل فرما دیتے۔ آپ کا کلام بہت پاکیزہ ہوتا اور صوفیہ میں آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی جو کسی تعارف کی محتاج نہیں، بہت متواضع اور وسیع القلب تھے دنیا سے ایسے خالی ہاتھ گئے کہ کوئی شئی بھی اپنے پاس جمع نہیں کی۔ (قلائد الجواہر ص ۲۸۹)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کے مشہور مشائخ، بڑے عارفین اور بڑے محققین وصدر مقربین میں سے ہیں، صاحب مقامات عالیہ، جلالت عظیمہ، کرامت جلیلہ، احوال منورہ، افعال خارقہ، انفاس صادقہ، صاحب فتح روشن چمکتے ہوئے قلب روشن، سراطہر، قدا کبر، صاحب معارف عالیہ، حقائق منورہ اور ارشادات عالیہ تھے۔ قرب میں ان کا مکان مضبوط تھا، حضور میں ان کی مجلس اعلی تھی، تمکین میں ان کا ظہور بلند تھا، قوت میں ان کا مقام اعلی تھا، تعریف نافذ میں ان کا قدم راسخ تھا۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۳۵)

علامہ شطنوفی، علامہ تادنی اور ان کے علاوہ بڑے بڑے اولیائے وقت، شاہان زمانہ، علمائے عصر کی زبانیں آپ کی شان رفعت کے بیان میں رطب اللسان ہیں۔ مذکورہ بالا فضائل وکمالات کے ایک ایک جملے پر غور کریں تو وہ اپنے اندر ایک سمندر اور بحر زخار اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ یہ شان رفعت ہر کس وناکس کی شایاں نہیں بلکہ جو انتخاب الٰہی میں روز اول سے منتخب ہوئے ہیں ان کی شان ہے کہ یہ ایسے حضرات میں ہیں جن کے قبضہ میں اللہ عز وجل کی عنایت سے نظام عالم سپرد ہوتا ہے۔ اور جن کے ہاتھوں میں نظام عالم سپرد ہوتا ہے وہ

حضرات عنایت ربانی کے وافر حصوں کے مظہر ہوتے ہیں۔ پھر ان کے قرب میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان کی موجودگی سبب نزول خیرات و برکات ہوتی ہیں، انھیں سرمایہ ملت کی حیثیت حاصل ہوتی ہے، وہ مجمع البحرین ہوتے ہیں، وہ مرجع عوام وخواص ہوتے ہیں، ان سے خوارق عادات کا ظہور ہوتا ہے، وہ طرح طرح کی کرامتیں ظاہر کرنے پر قادر ہوتے ہیں۔ سیدنا امام رفاعی انھیں ہستیوں میں سے ایک ہیں آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور غوث وقت تھے، آپ بہترین مدرس و معلم، مزکی ومربی، واعظ وخطیب، شاعر و سخن ساز اور حد درجہ متواضع، ملنسار، کامل مرد مومن اور ولی کامل تھے، آپ حق بیں وحق گو تھے، آپ حلم وعفو، سلام میں پہل، سکوت وقلت کلام سے متصف اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار تھے۔ پھر آپ سے کرامتوں کا ظاہر ہونا بدیہی الامربات تھی۔ چنانچہ آپ سے بیشمار کرامتیں ظاہر ہوئیں جو ہدایت الی اللہ اور راہ نجات کا سبب بنیں۔ اختصار کے ساتھ ان کرامتوں کی طرف اشاریات تحریر کر دیتا ہوں، تفصیل درکار ہو تو ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

(۱) حضور اقدس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس قبر انور سے باہر کر دیا۔ آپ کے ساتھ تقریباً نوے ہزار کا مجمع تھا سب نے اس جلوہ کا مشاہدہ کیا۔ اس مجمع میں اپنے وقت کے شیوخ کامل بھی تھے۔

(۲) آپ کی نگاہِ ولایت سے فضا سے بھنی ہوئی مرغابی زمین پر گری اور پھر اس کی ہڈیاں زندہ ہو گئیں۔

(۳) بھنی ہوئی مچھلیاں آپ کی نظر عنایت سے زندہ ہو کر دریا میں کود پڑیں۔

(۴) مرید کو ایک ساعت میں آپ نے بحر محیط پہنچایا اور پھر اسے واپس بلایا۔

آپ کی بے شمار کرامتیں ہیں اور کیوں نہ ہو کہ آپ سردار زمانہ اور ولیوں کے تاجدار اور کامل شیخ ہیں، چنانچہ آپ نے قبل وفات فرمایا ''انا **شیخ من لا شیخ له انا شیخ المنقطعین انا ماوی کل شاة غربا انقطعت فی الطریق**''، یعنی میں اس کا شیخ ہوں جس کا کوئی شیخ نہیں میں منقطعین کا شیخ ہوں میں ہر اس مسافر بکری کا ٹھکانہ ہوں جو راستہ میں (ریوڑ سے) الگ ہو گئی۔ اس کو علامہ شطنوفی نے بہجۃ الاسرار میں بیان کیا ہے۔

وفات :

آپ نے ۶۶ سال تک اس دار فانی میں رہ کر قوم وملت کی رہنمائی فرمائی ہے، آپ نے ۵۷۸ھ میں دار فنا سے دار بقا کا سفر اختیار فرمایا جب آپ کے انتقال کی خبر پھیلی تو لوگ جوق در جوق خانقاہ ام عبیدہ میں یکجا ہونے لگے یہاں تک کہ نماز جنازہ کے وقت کئی لاکھ کا مجمع ہو گیا۔ آپ اپنے نانا جان کے مزار انور کے بغل میں سپرد خاک کیے گئے۔ امام سید سراج الدین رفاعی نے ایک شعر اس موقع سے کہا جس میں آپ کی پیدائش، انتقال کا سال اور عمر کی مقدار نکلتی ہے۔ تاریخی شعر یہ ہے

ولادته بشریٰ و لله عمره

وجاء ت بشری الله بالقرب والزلفی

یعنی آپ کی ولادت خدائے تعالیٰ کی طرف سے بشارت تھی اور آپ کی عمر اللہ کے واسطے تھی۔ اور آپ کے تقرب الٰہی کی بھی خدا کی طرف سے خوشخبری تھی۔ لفظ ''بشریٰ'' سے سال ولادت ۵۱۲ھ اور کلمہ جلالت ''اللہ'' کے عدد ۶۶، آپ کی عمر کی مقدار اور ''بشریٰ اللہ'' سے سال انتقال ۵۷۸ھ نکلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سلسلۂ رفاعیہ کے متبعین، مشائخ عظام کو حضرت امام رفاعی کے خاص فیضان سے مالا مال فرمائے اور ان مشائخ کرام کے فیضان سے تمام مسلمین ومسلمات کو وافر حصہ عطا فرمائے۔ جو حضرات سلسلۂ رفاعیہ کے فروغ میں جس طرح بھی حصہ لے رہے ہیں وہ قابل مبارک باد ہیں، رب تعالیٰ انھیں دارین کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین **بجاه سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.**

حوالہ جات

قرآن شریف

کنزالایمان خزائن العرفان

احادیث

بہجۃ الاسرار

قلائد الجواہر

رفیع الشان ہے شان رفاعی

سیدالاولیا سید احمد کبیر رفاعی

تذکار انفع ترجمہ الاصول الاربع فی طریق الغوث الرفاعی الارفع

البنیان المشید

کبیرالاولیا رفاعی

حضرت رفاعی کے اصلاحی افکار کی معنویت

غلام مصطفیٰ رضوی، مالیگاؤں

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نُصَلّی و نسلم علٰی رَسُولہ
الکریم و اٰلہ و صحبہ اجمعین

حق و باطل کے مابین معرکہ آرائی ہمیشہ رہی ہے، یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اِس میں فتح حق کی ہوتی ہے۔ یہ تاریخ کا ایک عجیب مرحلہ ہے کہ جب انسانیت پر جور وستم اور ظلم و جفا شباب کو پہنچتا ہے تو اصلاح وتجدید کی صورت بھی بارگاہِ ایزدی سے پیدا کی جاتی ہے۔ اور ایک عظیم ذات جلوہ گر ہوتی ہے جس سے فتنوں کا استیصال و سدِ باب ہوتا ہے، حق کو تقویت پہنچتی ہے۔ اسلامی تاریخ کے اُن ادوار کا جائزہ لیجیے جب فتنے شباب پر تھے، عقیدہ وایمان پر شب خون مارے جا رہے تھے تو ایسے ہی حالات میں اصلاح کے لیے جو شخصیت جلوہ گر ہوئی وہ مقامِ عظمت پر فائز ہوئی۔ اور ان کے اَفکار و کردار، کارہائے نمایاں نے وہ اثرات مرتب کیے جن سے اسلامی تاریخ کا چہرہ روشن و تاباں ہے۔ ایسی ہی ذات حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ہے۔

آپ کی خدمات کے تجزیے کے لیے آپ کے عہد کا مطالعہ ضروری ولازمی ہے۔ عہدِ رفاعی بڑا ہول ناک اور طوفاں خیز تھا، عراق وَنواح فتنوں کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ فلاسفہ کا الگ زور تھا۔ فلاسفہ کے وہ نظریات جو یونان سے عربی میں منتقل ہوئے تھے اُس سے جہاں اسلامی طب سے اشتراک کے نتیجے میں خوش گوار اثرات برآمد ہوئے وہیں فلسفۂ یونان کے فاسد نظریات اور لادینی افکار نے ذہنوں کو بانجھ بنانا شروع کر دیا۔ عقیدہ وایمان کی لہلہاتی فصل فتنوں کے شعلوں کی نذر ہونے لگی۔ اِس پس منظر میں معروف محقق علامہ شمس بریلوی لکھتے ہیں:

''بنوامیہ اور بنوعباس نے اپنی سلطنت کے استحقاق واستحکام کے لیے عرب وعجم میں جس طرح خون کی ندیاں بہائیں وہ ایک تاریخی حقیقت ہے...... مسلمانوں کے مابین مخاصمت، جنگ و جدل، سیاسی کش مکش اور حصولِ اقتدار کے لیے خوں ریزی اور دشمن کشی کا ایسا دور ہے کہ عرب وعجم میں (اِس) سلسلے میں لاکھوں مسلمانوں کی گردنیں مسلمانوں (ہی) نے کاٹ کر پھینک دیں۔ عباسی سلطنت کے قیام کے بعد اِس خوں ریزی کے سیلاب میں کچھ ٹھہراؤ پیدا ہوا لیکن مہدی کے بعد یہ سیل پھر تُندرَو ہوگیا۔'' [۱]

اعتزال کا فتنہ اٹھا، فتنۂ باطنیہ نے سر ابھارا، باطنیوں اور فدائیوں کی فتنہ سامانیوں نے اسلامی مملکت کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع کیں۔ ایسے پرفتن دور میں عالمِ اسلام میں فتنوں کی بیخ کنی کو غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانی اور کبیر الاولیا حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ (۵۱۲ھ-۵۷۸ھ) جیسی ہستیاں ظہور پذیر ہوئیں۔ جن کی بے مثال خدمات اور فکرو تدبر اور تحریکِ انسان سازی نے مسلمانوں کی اعتقادی اور فکری قوت کو سہارا دیا۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان جن کی اصلاحی خدمات کا ذکر یہاں مقصود ہے، اُن کے کارناموں نے چھٹی صدی ہجری کے فلسفۂ خشک کے مقابل اسلام کے پاکیزہ نظامِ روحانیت کے ذریعے تطہیرِ فکر کا سامان کیا، وہ فتنے جو داخلی و خارجی طور پر رونما ہوئے تھے آپ نے اپنی بے مثال کاوش اور اصلاحِ باطن سے اُن کا صفایا کر دیا، آپ کی خدمات کا یہ باب بڑا ہمہ گیر اور اثر انگیز ہے، آپ کی تعلیمات کا ہر ہر پہلو معنویت و معارِف سے لبریز ہے جن میں فکر وبصیرت کی اصلاح کا بہت کچھ سامان مہیا ہے:

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

احیاے دین کے لیے جہاں حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی خدمات کے نقوش قائم کیے وہیں معاشرتی اصلاح اور بدعات کے خاتمے کے لیے بھی اہم کردار انجام دیا۔ جس کے ہمہ گیر اثرات ظاہر ہوئے، مواعظ و ارشادات کے ذریعے مخلوق کی تربیت اولیائے کرام کی خصوصیت رہی ہے، کبیر الاولیا حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کے مواعظ تو کافی اہمیت و تاثیر رکھتے ہیں۔ اس بابت سید رضی الدین رفاعی رقم طراز ہیں:

''آپ کی مجالسِ واعظ و ارشاد میں ہزار ہا لوگ گناہوں سے تائب ہو کر جاتے، نصاریٰ، یہود اور آتش پرست گروہ در گروہ آپ کی مجالس اور نصائح میں اسلام سے مشرف ہوتے۔''۲

اتباعِ سنت آپ کا مشن تھا، بدعات کے خاتمہ کے لیے ساری زندگی سرگرم عمل رہے، محمد عبداللہ قریشی فرماتے ہیں:

اتباعِ سنت کے آپ خود بھی پابند تھے اور خدام کو بھی یہی تاکید فرماتے تھے، دنیادار صوفی مشرف لوگوں نے جو باتیں خلافِ شرع ایجاد کر رکھی تھیں آپ ہمیشہ اُن کو مٹانے کی کوشش فرماتے اور بدعتوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔۳

سنت و شریعت کے معاملے میں مداہنت یا سمجھوتہ کبھی نہ کیا۔ آپ کی حیاتِ طیبہ کا یہ گوشہ لائق توجہ بھی ہے اور مسلمانوں کے لیے نمونۂ عمل بھی۔ شاید اس پر ہمارے مسلمان بھائی توجہ دیں اور اپنی زندگی کی تعمیر کے لیے رفاعی تعلیمات سے استفادہ کریں، مولانا غلام علی قادری رفاعی تحریر فرماتے ہیں:

''وعظ و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری فرمایا جس میں سارا زور اس پر ہوتا کہ سنت و شریعت پر عمل کر کے اپنی زندگی میں اُجالا پیدا کرو۔ اِس کے بغیر نہ ولایت ملتی ہے نہ خدا ملتا ہے، وصول الی اللہ کا راستہ صرف یہی ہے کہ شریعتِ مطہرہ پر اپنی زندگی ڈھال لی جائے اِس کے سوا جو راستہ ہے وہ محض گم راہی اور زندقہ ہے۔''۴

سرزمین ہندوستان میں ۲۰ رویں صدی میں ایسا لگتا ہے کہ حضرتِ رفاعی کی تعلیمات کا احیا امام احمد رضا قدس سرہٗ نے فرمایا، آپ نے بدعات کے خلاف جدوجہد کی اور کامیاب کاوش کی۔ ہم تعلیماتِ رضا میں تعلیماتِ حضرتِ رفاعی کے جلوے واضح طور پر پاتے ہیں۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کے سوانح نگاروں نے اِس پہلو پر وضاحت سے روشنی ڈالی ہے کہ اکثر فیض یافتگان کے دل کی دنیا میں آپ کے ارشادات وملفوظات سے انقلاب برپا ہوا۔ آپ کی گفتگو موثر اور دلوں میں اُترنے والی ہوتی۔ آپ کے ارشادات کے مطالعہ سے آپ کی وسعتِ علمی، جلالتِ علمی، استحضارِ علمی، روحانی مقام اور سنتِ نبوی کی پاس داری کا اندازا ہوتا ہے۔ آپ کے اصلاحی افکار کی چند جھلکیاں اختصار میں ملاحظہ کریں اور اپنی زندگی کے طاق پر آپ کی تعلیمات کا پاکیزہ چراغ روشن کر لیں۔

چھٹی صدی ہجری کے پر آشوب دور میں مسلمانوں کی اصلاح کے لیے آپ نے احیاے سنت کا فریضہ انجام دیا، اِس تعلق سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت پیغمبر ذی شان علیہ الصلاۃ والسلام کے دامن کو پکڑ اور شرع شریف کو نظر کے سامنے رکھ! اجماعِ اُمت کی شاہ راہ تجھ پر آشکارا ہے اور اہل سنت کے گروہ سے جو کہ مسلمانوں میں نجات پانے والا فرقہ (سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت) ہے دور نہ ہو۔۵

بھائی میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ جل شانہٗ سے ڈرتے رہو، اور سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔''۶

حضرت رفاعی علیہ الرحمہ کے دور میں طریقت کو شریعت سے علاحدہ سمجھنے والا گروہ بھی سرگرم تھا، شریعت سے فرار کی راہ اختیار کرنے والوں کی آپ نے تردید کی اور فرمایا:

''جو حقیقت شریعت سے جدا ہو وہ زندیقہ ہے...... طریقت عینِ شریعت ہے۔''۷

بدعات کا سدباب حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کا اہم کارنامہ ہے، اِس تناظر میں آپ کے کثیر ارشادات و ملفوظات کتبِ سلسلۂ رفاعیہ میں ملتے ہیں، مثال کے طور پر چند ارشادات ذکر کیے جاتے ہیں، آپ ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) جھوٹا وہ ہے جس کی بنیاد بدعتوں پر ہے اور عقل مند وہ ہے جو بدعات سے پاک ہو۔۸

(۲) جو شخص پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے سوا کوئی اور راہ اختیار کرتا ہے گم راہ ہوتا ہے...... پیروئ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راستہ پر چلتا رہ اِس لیے کہ پیروئ رسول ہی کا راستہ بھلا ہے اور بدعت کا راستہ بُرا ہے۔۹

(۳) وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستے پر چلتا ہے۔۱۰

موجودہ دور میں ولایت، تصوف اور طریقت کے حوالے سے جو کام انجام دیے جا رہے ہے وہ مخفی و پوشیدہ نہیں۔ ایک طبقہ تو وہ ہے جو اسلام کے نظامِ تصوف و روحانیت کو بدعت، عجمیت، باطنیت سے تعبیر کرتا ہے اور دوسرا طبقہ وہ ہے جو خود کو تصوف کا حامل سمجھتا ہے لیکن اتباعِ نفس نے اُن کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے، ولایت وتصوف اور اسلام کے روحانی نظام کے بارے میں حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا مسلک بڑا متوازن اور اسلامی فکر وخیال کا پاسبان ہے، فرماتے ہیں:

(۱) کسی شخص کو تو اگر ہوا میں اڑتے دیکھے تو بھی جب تک تو اُس کے اقوال وافعال کو شرع کی ترازو میں نہ تول لے اُس کا اعتبار نہ کر۔۱۱

(۲) ولی وہ مرد ہے جو دل وجان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑے اور خدا سے راضی ہو۔۱۲

(۳) جب تک انسان کے دل سے تکبر وحماقت اور بخل کی صفتیں زائل نہ ہوں اُس وقت تک وہ ولی نہیں بن سکتا۔۱۳

تعلیماتِ رفاعی کے چند پہلو بلا تبصرہ ذکر کر دیے جاتے ہیں۔

ضرورتِ مرشد کی بابت آپ ارشاد فرماتے ہیں:

جو شخص بغیر مرشد کے راستے میں چلتا ہے، اُلٹے پاؤں واپس آتا ہے،۱۴

صوفیا کی اصلاحی تعلیمات میں ''دوستی'' کا کیا مقام ہے اِس بابت حضرت سید احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں:

دوست کی یہ علامت ہے کہ وہ خالص خدا کے لیے دوستی کرتا ہے، اگر ایسا کوئی رفیق مل جائے تو اُس سے رسم وراہ پیدا کر، اِس لیے کہ سچے دوست نہیں ملتے ہیں۔۱۵

دوست وہ ہے جو صرف خدا کے لیے دوست ہو۔۱۶

قناعت واستقامت کی بابت آپ کا ارشاد ہے:

بصیرت اور دل کی صفائی اور آنکھوں کے نور کی رسائی کم کھانے اور کم پینے سے حاصل ہوتی ہے، اِس لیے کہ بھوک خود بینی، کِبر اور غرور کو مٹاتی ہے اور اِس کے ذریعے سے نفس کو یہ تکلیف دی جاتی ہے کہ حق کی طرف رجوع کرے، دراصل بھوک سے بہتر کوئی نفس کو توڑنے والی چیز میں نے نہیں دیکھی۔۱۷

اگر تو خدائے کریم کی رضا پر راضی رہے گا تو تمام مصیبتوں سے بے خوف ہو جائے گا۔۱۸

فقر سے متعلق فرماتے ہیں:

فقیر ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ لوگوں کے عیوب پر اُس کی نظر نہ ہو بلکہ اُن کے عیوب دور کرنے کی طرف (نظر ہو)۔۱۹

عزت عطائے ایزدی سے ملتی ہے، اِس بابت تعلیماتِ رفاعی کا یہ نکتہ کوڈ کرنے کے لائق ہے، فرماتے ہیں:

جسے خدا عزت دے وہ ہر جگہ باعزت رہتا ہے، اور جسے بندے عزت دیں ضروری نہیں کہ وہ ہر جگہ باعزت ہو۔۲۰

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی تعلیمات میں جو گہرائی و گیرائی ہے وہ موجودہ عہد کے تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے، آپ کی مومنانہ بصیرت نے مستقبل کے لیے اصلاحِ فکر ونظر کا سامان کیا، اپنی شانِ بے نیازی اور اصلاحی تعلیمات سے دل کی دنیا میں وہ انقلاب برپا کیا جس کے اثرات آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں:

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان

تنگیِ وقت کے سبب چند نکات افکارِ رفاعی سے بیان کیے گئے، اسلام کے نظامِ روحانیت کے بارے میں اغیار، مستشرقین (Orientalist) نے بھی اعترافِ حقیقت کیا ہے، وہ اعتراف کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے بعد بھی اسلام کی اشاعت کا مقدس فریضہ صوفیائے کرام نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے داعیانہ مشن اور افکار نے مَن کی دنیا میں عشق وعرفان اور عقیدہ وعمل کے وہ گل ولالہ کھلائے جن کی خوش بوؤں سے ذہن و دماغ معطر ہیں۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی خدمات اور اُن کے تناظر میں پروفیسر ہملٹن گب کے اِس اعتراف پر میں اپنی گفتگو کو سمیٹتا ہوں:

''تاریخِ اسلامی میں بار ہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا، لیکن بہ ایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہو سکا، اِس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیا کا اندازِ فکر فوراً اُس کی مدد کو آجاتا تھا، اور اُس کو اتنی قوت اور توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اُس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔''[۲۱]

ضرورت اِس بات کی ہے کہ مادیت، لادینیت، ماڈرنائزیشن، گلوبلائزیشن کے اِس دور میں عقیدہ وعمل کی اصلاح اور اشاعت دینِ حق کے لیے حضرتِ رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی تعلیمات کو فروغ دیا جائے اور آپ کے اصلاحی افکار سے مسلمانوں میں دینی اسپرٹ پیدا کی جائے، یہ ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے، اگر ہم نے اپنے محسنین کی تعلیمات کی اشاعت کو مطمحِ نظر بنالیں تو وہ سحر نمودار ہوگی جس سے ایمانی فصل سرسبز وشاداب ہوجائے گی۔

حوالہ جات:

(۱) اہل سنت کی آواز، گوشۂ غوث اعظم،ص ۱۲۰۔۱۲۱
(۲) شان رفاعی، ص ۴۰ (۳) مقدمہ: حکمت رفاعی، ص ۱۹
(۴) کبیر الاولیا رفاعی، ص ۳۴ (۵) حکمت رفاعی، ص ۶
(۶) حوالۂ سابق، ص ۳۳۔۳۴ (۷) حکمت رفاعی، ص ۳۵۔۴۰
(۸) حوالۂ سابق، ص ۳۸ (۹) حوالۂ سابق، ص ۵۵۔۵۸
(۱۰) شان رفاعی، ص ۴۷ (۱۱) حکمت رفاعی، ص ۴۱۔۴۵
(۱۲) حوالۂ سابق، ص ۵۵ (۱۳) شان رفاعی، ص ۴۶
(۱۴) حکمت رفاعی، ص ۴۶ (۱۵) حوالۂ سابق، ص ۵۱
(۱۶) شان رفاعی، ص ۴۷ (۱۷) حوالۂ سابق، ص ۶۳
(۱۸) حوالۂ سابق، ص ۴۵ (۱۹) حوالۂ سابق، ص ۴۳
(۲۰) حوالۂ سابق، ص ۴۶ (۲۱) اہل سنت کی آواز، مارہرہ مطہرہ، تصوف نمبر، ص ۲۳۱

☆☆☆☆☆

اقوال رفاعیہ

(۱) عقیدۂ توحید کا استحکام اور اللہ عزوجل کی ذات وصفات کو حدوث وامکان کی علامات سے پاک ومنزہ تسلیم کرنا۔

(۲) کتاب اللہ قرآن عظیم کے احکام کو مضبوطی سے تھام کر اس کے اوامر عظیمہ کی بجا آوری کے ساتھ اس کی تعظیم وتکریم۔

(۳) اقرار باللسان، تصدیق بالجنان، عمل بالارکان اور اتصاف بالاحسان کے ذریعہ حضور علیہ السلام کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان وایقان۔

(۴) حضورِ قلب کے ساتھ ذکر باری تعالیٰ میں ہر دم مشغول و منہمک رہنا۔

(۵) ادب خالص اور حضور قلب کے ساتھ تمام تر محبتیں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وقف کردینا اور درود کی کثرت۔

(۶) سلف صالحین کا عقیدہ اختیار کرنا اور خلف کے ساتھ ادب واکرام کرنا۔

(۷) نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل اور پاک نسل و ذریت کے ساتھ کامل محبت کرنا۔

(۸) آپ کے تمام صحابہ کرام کی عظمت شان کا تحفظ اور ان کے متعلق حسن ظن قائم رکھنا، ان کی مدحت سرائی کرنا۔

(۹) تمام اولیائے کرام و صالحین عظام کی توقیر اور حفظ مراتب کے ساتھ ان کا ادب واحترام۔

(بقیہ آگے ملاحظہ فرمائیں)

شیخ کامل سید احمد کبیر رفاعی: ایک سماجی مصلح

ڈاکٹر اشفاق انجم، مالیگاؤں

خلافتِ راشدہ کے آخری ایام ہی سے عالمِ اسلام میں افتراق و انتشار پھیلنے لگا تھا۔ جنگِ جمل اور جنگ صفین نہ صرف بے حد خونریز ثابت ہوئیں بلکہ مسلمانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرنے کا باعث بھی بنیں۔ خلافتِ بنو امیہ اور واقعۂ کربلا نے اس میں مزید شدت پیدا کردی۔ اس کے بعد سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفا کی باہمی کشمکش نے اسے نہ صرف بامِ عروج پر پہنچا دیا بلکہ بے انتہا خون خرابے کا سبب بھی بنی۔ اس عہد میں آکر خلافت حقیقتاً ملوکیت میں تبدیل ہوگئی۔ اور ملک گیری کی ہوس اشاعتِ اسلام پر غالب آگئی۔ ان جنگوں اور مناقشات نے اسلامی سماج کو بے شمار مسائل سے دوچار کردیا جن میں دو مسائل سب سے بڑے تھے ایک تو ''احساسِ عدم تحفظ'' دوسرے ''روزی کی فراہمی''!! اس زمانے میں آج کی طرح صنعتیں اور روزگار کے وافر ذرائع نہیں تھے۔

وہاں تو روزی کے صرف چند ذرائع تھے، سپہ گری، کاشتکاری، چند پیشے اور مزدوری!! سماج کا ایک بہت بڑا حصہ فوج سے وابستہ تھا۔ کاشتکاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں جنگیں ہوئیں وہاں پہلے کھڑی فصلیں اور اناج کے ذخائر لوٹ لیے جاتے تھے۔ بستیاں ڈھادی جاتی تھیں، پیشہ ور فرقہ اپنی مصنوعات کو روتا تھا۔ مزدوری بیگار میں تبدیل ہوگئی تھی۔ حالات اتنے ناگفتہ بہ ہوگئے تھے کہ انسانی اقدار تو کجا زندگیوں کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ جنگوں میں کام آجانے والے سپاہیوں کے پس ماندگان کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ ضعیفوں، یتیموں اور بیواؤں کی کثیر تعداد تھی جن کا حال تباہ اور مستقبل تاریک ہو چکا تھا۔ جنہیں خوف اور مایوسی نے زندگی سے بیزار کردیا تھا۔

ایسے پریشان کن حالات میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ان ہنگاموں سے بے نیاز زندگی کے دیگر فرائض کی ادائیگی کے علاوہ قلوب مطمئنہ کے ساتھ اپنے اپنے حجروں میں یادِ الٰہی میں مصروف تھے۔ ان کے اطمینانِ قلب اور توکل علی اللہ نے ان تباہ حال لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور لوگ جوق در جوق ان سے رجوع ہونے لگے۔ انھوں نے بھی ان کے لیے اپنے دلوں اور حجروں کے دروازے کھول دیے لیکن ان کے مختصر سے حجروں میں اتنی گنجائش کہاں تھی کہ سیکڑوں ہزاروں لوگوں کی سمائی ہوسکے!! یہیں سے خانقاہوں کی بنیاد پڑی اور ان حجرہ نشینوں کو صوفی اور ان کے طریق و مسلک کو تصوف کہا جانے لگا۔

ایسے نامساعد اور ناگفتہ بہ حالات میں سیّد احمد کبیر رفاعی منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ آپ نسباً الموسوی، عالمِ بے بدل، حافظِ قرآن اور صاحبِ تصنیفات تھے۔ غوث الاعظم سیّدنا عبدالقادر جیلانی جیسی عظیم ہستی آپ کی علمیت اور علوئے درجات کی معترف تھی۔ آپ کی خانقاہ میں ہمہ وقت سیکڑوں لوگ موجود ہوتے تھے جن کا نان و نفقہ خانقاہ کے ذمّے تھا۔

صوفیوں اور خانقاہوں نے لٹے پٹے لوگوں کو صرف پناہ ہی نہیں دی بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام کیا۔ ان خانقاہوں میں قرآن و حدیث، تفسیر و فقہ، منطق و فلسفہ کے ساتھ دیگر علوم متداولہ کی تدریس کا بھی اہتمام تھا۔ ملک گیری کی ہوس میں خلفا و سلاطین کو ان امور کی طرف کامل توجہ دینے کا وقت ہی کہاں تھا۔ وسیع القلبی کے ساتھ غور کریں تو اعتراف کرنا پڑے گا کہ وراثت نبی ﷺ یعنی علم کو انہیں علماء و صوفیائے کرام نے اپنے مدارس اور خانقاہوں میں نہ صرف سنبھالا بلکہ اس کی ترویج و اشاعت میں ہمہ وقت مصروف رہے۔ اگر یہ علما و صوفیا اور ان کے مدارس و خانقاہیں نہ ہوتیں تو اللہ جانے علوم دینیہ کی کیا حالت ہوتی۔

یہ خانقاہیں غربا و مساکین کا ہی ملجا و ماویٰ نہ تھیں بلکہ یہاں علوم

دینیہ کے ساتھ علوم باطنی اور سلوک و معرفت کے سرچشمے بھی رواں دواں تھے۔ جن سے زلالِ معرفت کے تشنہ لب اپنی پیاس بجھاتے تھے یہ خانقاہیں اور درسگاہیں تہذیب و تربیت کے بے مثال مراکز تھے جہاں انسان ڈھالے جاتے تھے۔ آج بھی سرزمینِ ہند و پاک میں ایسی کئی خانقاہیں موجود ہیں جو اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

عراق میں سیدنا عبد القادر جیلانی اور سیّد احمد کبیر رفاعی کی خانقاہیں مرکزی حیثیت کی حامل تھیں۔ منزلِ معرفت کے متلاشی پروانہ وار یہاں جمع ہو رہے تھے اور روحانیت کی یہ روشن شمعیں ان پروانوں میں نورِ معرفت تقسیم کر رہی تھیں۔ طالبانِ معرفت اپنے سلوک کی تکمیل تک انھیں شیوخ کی صحبتوں میں رہتے تھے۔ صحبتِ شیخ میں جتنے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں اتنے دور رہ کر نہیں حاصل ہو پاتے۔ نسبتِ شیخ مسلسل اپنے انوار و برکات سے اہلِ صحبت کو شرابور کرتی رہتی ہے۔

صحبتِ شیخ دو جماعتوں پر دو طرح سے اثر انداز ہوتی ہے۔ ایک جماعت وہ جو شیخ سے بیعت نہیں ہے لیکن اس کی صحبت میں رہتی ہے تو اس پر شیخ کی صحبت اس طرح اثر انداز ہوتی ہے کہ یہ جماعت نیکیوں کی طرف مائل ہوتی ہے۔ سنت و شریعت پر شیخ کے فرمودات کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتی ہے خود کو اور اپنے گھر کے ماحول کو پاکیزہ اور بدعتوں سے محفوظ رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔

دوسری جماعت جو شیخ سے بیعت ہے وہ مذکورہ بالا اثرات کے ساتھ ہی شیخ کی نسبتِ باطنی سے بھی فیض یاب ہوتی ہے۔ شیخ کے لطائف پر وارد ہونے والے انوار اور باطنی کیفیت مریدین کے بھی لطائف اور باطن میں سرایت کرتی ہے اِسی لیے وہ ان مریدین کی بہ نسبت جلد منزلِ مقصود کو پہنچتے ہیں جو کسی معذوری و مجبوری کی بنا پر شیخ سے دور ہوتے ہیں۔

بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ شیخ کی صحبت کے لیے ان سے بیعت ہونا ضروری ہے جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ شیخ کامل کے یہاں مرید و غیر مرید کی تمیز و تفریق نہیں ہوتی اور پھر بیعت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو کسی شیخ سے کسی بات کے عہد کے لیے کی جائے۔ دوسری وہ جو کسی گناہ میں مبتلا ہو جانے کے بعد احساسِ پشیمانی کے ساتھ کسی شیخ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہوئے۔ اس سے توبہ کرے اور آئندہ گناہوں کے ارتکاب سے بچنے اور دور رہنے کا عہد کرے۔ تیسری وہ بیعت ہے جو بطورِ تبرک اختیار کی جاتی ہے جس سے شیخ سے محبت و مودّت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ چوتھی بیعت وہ ہے جو حصولِ معرفت کے لیے کسی شیخ سے کی جاتی ہے۔ ان میں سے کوئی بھی بیعت منافع سے خالی نہیں ہے۔ اگر بیعت صدقِ دل سے کی گئی ہو تو شیخ کی روحانیت، اس کی نگرانی کرتی ہے اور اس کو پریشانیوں سے بچانے اور گناہوں سے دور رہنے میں اس کی مدد کرتی ہے۔

صحبت کی تاثیر سے انکار ممکن ہی نہیں ہے۔ انسانی اجسام سے مسلسل غیر محسوس اور نادیدہ شعاعیں یا لہریں سی خارج ہوتی رہتی ہیں جو اپنے اطراف و اکناف کو متاثر کرتی ہیں۔ یہ لہریں انسان کے اعمال اور اس کی دلی کیفیات میں ڈوبی ہوتی ہیں اگر اعمال صالح اور کیفیاتِ قلبی پاک و منزّہ ہوں تو اہلِ صحبت کو بھی صالح اور پاک کرتی ہیں اور اگر یہ لہریں بد اعمال اور کثافت بھرے اجسام سے خارج ہوتی ہیں تو اہلِ صحبت کو بھی بدخصلت اور کثیف کر دیتی ہیں۔ اسی لئے شریعت میں صحبتِ صالح کو حد درجہ اہمیت دی گئی ہے اس کے لیے دو مثالیں ہی کافی ہیں۔ ایک تو یہ کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ صحبت ''صحابی'' کہلائے اور انبیا کے بعد مخلوقات میں سب سے افضل ہوئے، دوسری قارون و ہامان کی ہے جنھیں فرعون کی صحبت لے ڈوبی اور وہ آج بھی ذلیل و خوار ہیں۔ دیگر عام مثال عطر اور کوئلہ فروشوں کی ہے کہ ایک کی صحبت دل و دماغ کو معطر کرتی ہے اور دوسرے کو سیاہ رو!!

صوفیا کے نزدیک آلام و مصائب، رنج و الم اور پریشانیوں کا بنیادی سبب ''نفس'' ہے۔ روح کی طرح نفس بھی انسانی جسم میں ودیعت فطرت ہے، جس کا خاتمہ ناممکن ہے۔ صوفیائے کرام اس حقیقت کے پیشِ نظر نفس کے خاتمے کی کوششوں کی بجائے اس کی تربیت و تہذیب میں منہمک ہو گئے۔ جس کے لیے انھوں نے ذکرِ الٰہی اور درود شریف کے ساتھ ہی مختلف اوراد و وظائف مقرر کئے۔ ساتھ ہی مریدین کے حالات و دلی کیفیات کے مطابق انہیں مختلف اعمال و وظائف تفویض کیے جس کے خاطر خواہ نتائج حاصل ہوئے اور سالکین راہِ طریقت نہ صرف معرفتِ الٰہی سے بہرہ مند ہوئے بلکہ ان کی زندگیاں

سنت وشریعت کا قابلِ تقلید نمونہ بن گئیں۔

حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی انسانی فطرت اور زمانے کے نبض شناس تھے۔ آپ نے انسانی زندگی کا گہرا مشاہدہ و مطالعہ فرمایا تھا۔ انسانی دکھ درد اور ان کے اسباب و وجوہات سے بخوبی واقف تھے۔ اسی لیے آپ نے انسانی نفسیات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مریدین ومتوسلین کے لیے چند اصول مرتّب کیے جن پر آپ خود بھی تا حیات عمل پیرا رہے اور متعلقین کو بھی ان کی پابندی کی خصوصی تلقین وتاکید فرمائی۔

آرزوئیں اور تمنائیں انسانوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو شرور سے پناہ مانگتے رہنے کی تلقین کی ہے کم ہی لوگ جانتے ہیں کہ تمنائیں اور آرزوئیں بھی شرور ہی میں شامل ہیں کیونکہ انسان عموماً اسی چیز کی آرزو و خواہش رکھتا ہے جس کا حصول ناممکن نہیں تو دشوار تر ہوتا ہے اور جو چیزیں اس کی دسترس میں ہیں ان پر توجہ ہی نہیں دیتا۔ ہیرے جواہرات کی تمنا میں وہ ہاتھ آئے ہوئے گُہر کی قدر نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ وہ اس کی بے توجہی و ناقدری کی بنا پر اس کی ہتھیلی سے اس طرح پھسل جاتے ہیں جس طرح چھلنی سے پانی چھن جاتا ہے

ہاتھوں میں آ کے کتنے ہی موتی نکل گئے

میں ڈھونڈتا ہی رہ گیا ہیرے جواہرات

حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی نے اس کا آسان ترین علاج تجویز فرمایا ہے کہ

''اللہ کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دے۔''

یہ مختصر سا جملہ اپنے اندر معنیٰ کی ایک کائنات سمیٹے ہوئے ہے۔ اللہ کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دینے کا مطلب ہے کہ اللہ کی مشیّت اور اس کی تقدیر پر سرِ تسلیم خم کر دے۔ اللہ نے جو نصیب میں لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ نصیب کا ہر حال میں ملے گا اور اگر نصیب میں نہ ہو تو ہاتھ آئی ہوئی چیز بھی اس طرح نکل جاتی ہے جیسے چکنے گھڑے سے پانی کے قطرات پھسل جاتے ہیں۔

صوفیائے کرام نے اپنے متوسلین کے دلوں میں یہی یقین راسخ کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے کہ:

''جو کچھ ہوتا ہے مشیّت الٰہی سے ہوتا ہے، مشیّت الٰہی پر راضی رہنا بہت سخت مجاہدہ ہے جو اس میں کامیاب ہو گیا اس نے معرفتِ الٰہی کی پہلی منزل سر کر لی۔''

مشیّت الٰہی پر راضی رہنے والا ہمیشہ اپنے آپ اور اپنے ماحول سے مطمئن رہتا ہے۔ وہ خوشیوں سے بہت زیادہ خوش ہوتا ہے، نہ غموں سے رنجیدہ و ہراساں ہوتا ہے، اس کے دل میں یہ یقین راسخ ہو جاتا ہے کہ اللہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس میں بندے کی بھلائی ہی مضمر ہوتی ہے چاہے اوّل اوّل کسی بات سے تکلیف محسوس ہو لیکن بعد کے نتائج سے جب اس کے فوائد ظاہر ہوتے ہیں تو انسان اللہ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اس کی خواہشات کے شر سے اسے محفوظ رکھا۔

تصوّف کو بیشتر اہلِ علم حضرات نے بھی صرف ''خدارسی کا ایک ذریعہ'' ہی سمجھا ہے جب کہ میری نظر میں اس کا دوسرا تابناک پہلو بھی ہے وہ یہ کہ:

''تصوّف ذریعۂ معرفت ہی نہیں بلکہ آج کی اصطلاح میں ایک سماجی سائنس Social Science بھی ہے۔'' صوفیائے کرام کے یہاں جو کچھ ہے وہ شریعت وسنّت کے عین مطابق ہے۔ قوانینِ شریعت تو ہر ایک پر یکساں عائد ہوتے ہیں لیکن اس کی پابندی کتنے لوگ اور کس طرح کرتے ہیں؟ جب کہ یہ قوانین صوفیا کے یہاں لازمی قرار دئے گئے ہیں ان سے انحراف کرنے والا مریدین ومتوسلین کی فہرست سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

اگر صوفیائے کرام کے اقوال اور ان کی زندگیوں کو نمونہ بنا لیا جائے تو ہمارا سماج ومعاشرہ مثالی سماج بن جائے گا۔ حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں:

''اچھی بات کا انکار نہ کر۔''

یہ بظاہر ایک سادہ سا جملہ ہے لیکن اس کے عواقب ونتائج نہایت عظیم الشان ہیں۔ اچھی بات اور اچھا کام کوئی بھی کرے چاہے وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس کا اعتراف وستائش کرنی چاہیئے۔ اس عمل سے دلوں میں کشادگی پیدا ہوتی ہے۔ حسد، بغض، نفرت جیسی صفاتِ قبیحہ سے انسان محفوظ ہو جاتا ہے یہ صفات انسانی دل و دماغ کو ناپاک اور کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ حاسد کو کبھی دلی سکون واطمینان حاصل نہیں ہوتا وہ ہمیشہ محسود کو زک پہنچانے کی فکر میں اُلجھا رہتا ہے۔ ان جذبات کا انسانی

نفسیات پر بہت بُرا اور گہرا اثر پڑتا ہے۔ حاسد غیر محسوس طور پر مختلف ذہنی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور خود اپنے، اپنے اعزّہ اور سماج کیلئے مصیبت اور پریشانی کا سبب بن جاتا ہے۔ اکثر دماغی خلل میں مبتلا افراد ایسے ہی کسی نہ کسی جذبے سے متاثر ہوتے ہیں۔

حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی حسد سے بچنے ہی کی تلقین نہیں کرتے بلکہ فرماتے ہیں:

''حاسدوں کی صحبت دل کی تاریکی کا موجب ہے۔''

دل برے جذبات ہی سے تاریک ہوتا ہے۔ حسد وہ بری شے ہے جو انسانی صفاتِ عالیہ کو گھن کی طرح چاٹ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''حسد ایک آگ ہے جو ہر شئے کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔''

آگ کے پاس بیٹھنے والے اس کی حدّت سے تپ جاتے ہیں تو ظاہر ہے کہ حسد کی آگ حاسد کے دل کو جلانے کے ساتھ ساتھ اہلِ صحبت کو بھی اپنی حدّت سے متاثر کرے گی اور جو چیز آگ میں جل جاتی ہے تو راکھ نہ ہوئی تو سیاہ ضرور ہو جاتی ہے۔ لہذا حاسدوں سے دور رہنے ہی میں عافیت ہے۔

اہلِ معرفت خود کو کلّی طور پر مشیّت کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اللہ کے سامنے خود کو پرِ کاہ سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں، ان کی نظروں میں دنیا سڑے ہوئے مردار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اس مقام پر پہنچ کر ان کا یقین اور خودداری اس قدر مستحکم ہو جاتے ہیں کہ بڑے بڑے طوفانوں سے بھی ان کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آتی۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے وابستگان بھی انہیں صفات کے حامل ہوں۔ سیّد احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں:

''متکبّر کی صحبت میں نہ بیٹھنا چاہیے۔''

یہ قول انسان کی خودداری کی حفاظت کا بہترین وسیلہ ہے۔ متکبّر اپنے سوا کسی کو دیکھتا ہے نہ خاطر میں لاتا ہے یہاں تک کہ اہلِ صحبت اور اپنے متعلقین کو ذلیل کرنے میں بھی عار محسوس نہیں کرتا۔ جو شخص کسی معمولی سے فائدے کیلئے ذلیل ہو کر اس کی صحبت میں رہتا ہے وہ اپنی خودداری کو سرِ عام نیلام کرتا ہے اور دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔

''جامہ زیبی'' اور ''شکم نوازی'' سماج کو کینسر کی طرح لاحق ہو گئے ہیں۔ غربا اور متوسط طبقے کے افراد اس میں اکثریت کے ساتھ مبتلا نظر آتے ہیں۔ یہ لوگ سماج میں خود کو اپنی حیثیت سے زیادہ ممتاز بنا کر پیش کرنے کی کوششوں میں مستقل طور پر پریشان اور قرض دار رہتے ہیں۔ آمدنی سے زیادہ خرچ انہیں ہمیشہ بدحال رکھتا ہے۔ نھیں اس کا احساس نہیں ہوتا کہ سماج میں قیمتی لباس سے نہیں اوصافِ حمیدہ سے قدر ہوتی ہے۔ یہ لوگ کپڑوں کی قیمتِ خرید سے زیادہ اس کی سلائی ادا کرتے ہیں۔ گھر کے پکوان انہیں اچھے نہیں لگتے۔ ہوٹلوں، طعام خانوں میں اس قدر بھیڑ ہوتی ہے کہ خالی ٹیبل اور اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ وہاں ایک وقت میں یہ لوگ جتنا بل ادا کرتے ہیں اتنے میں اپنے گھر کی کئی دنوں کی ضرورت پوری کر سکتے ہیں۔ حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی عراق کے امیر ترین لوگوں میں سے تھے لیکن آپ کے پاس دو جوڑے کپڑوں کے سوا تیسرا جوڑا کبھی نہیں رہا۔ خوراک بھی بہت معمولی تھی۔ ایک روٹی سے زیادہ نہ کھاتے تھے اکثر تو لنگر خانے کا بچا ہوا نوشِ جان فرما لیتے تھے۔ اس کے باوجود وہ سماج میں ایک اہم اور ممتاز شخصیت کے مالک تھے اور بسیار خوری سے لاحق ہونے والی بیماریوں سے ہمیشہ محفوظ رہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''جو ملے اسے کھا جو نہ ملے اس پر افسوس نہ کر۔''

یہاں ملے سے مراد کسی سے یا کہیں سے ملے نہیں ہے بلکہ اپنی محنت سے حاصل کی ہوئی جائز کمائی جیسے کھانے کی متحمل ہو اُسے کھائے اور اس پر افسوس نہ کرے کہ لوگ عمدہ عمدہ کھانے کھاتے ہیں اور میں ان سے محروم ہوں! اپنی محنت کی خشک روٹی بھی وہ سکونِ قلب اور قوت عطا کرتی ہے جو مانگی ہوئی مرغن غذاؤں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں اپنی محنت کی غذا سے دل میں جذبۂ تشکر ابھرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی رحمت اور رزق سے محروم نہیں رکھا اور غیر کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ذلّت و رسوائی سے محفوظ رکھا۔ یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ جسمانی قوت و صحت کا انحصار عمدہ و مرغن غذاؤں پر نہیں بلکہ رزقِ حلال، سادہ غذا اور کم کھانے پر ہے۔ نبیٔ کریم ﷺ کی غذا اور خوراک سے سبھی واقف ہیں۔ اصحابِ صفّہ، صحابہ اور خیر القرون کے مسلمانوں کو جو کی روٹی، کھجور اور روغنِ زیتون سے زیادہ کچھ میسّر نہ تھا وہ

بھی مستقلاً نہیں پھر بھی قیصر و کسریٰ کے بڑے بڑے سردار اور پہلوان ان کی قوت کا مقابلہ نہ کر سکے جب کہ آج کے انسانوں کو جسمانی کمزوری اور بیماریاں بسیار خوری کی بنا پر لاحق ہیں۔

''شرارت'' بھی انسانی فطرت کا ایک ذلیل وقبیح جذبہ وعمل ہے جو دوسروں کے لیے ہی نہیں خود اپنے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ یہ کم وبیش ہر انسان میں ہوتا ہے۔ جو اس پر قابو پالیتا ہے وہ اس کی برائی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کا سب سے عمدہ علاج شفقت ومحبت کے جذبات ہیں اسی لئے حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں:

''خدا کی مخلوق کے ساتھ شفقت وعزّت سے پیش آؤ۔''

انسانی بے رحمی، شقاوت وشرارت کے مناظر روزانہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی صورت میں دکھائی دیتے رہتے ہیں اور ستم تو یہ ہے کہ اکثر لوگ اسے روکنے کی بجائے خود بھی یا تو اس میں شریک ہو جاتے ہیں یا دور سے مزہ لیتے ہیں۔ کمزور، ضعیف، اپاہج یا دماغی خلل میں مبتلا لوگوں کو سرِ عام چھیڑا اور ستایا جاتا ہے یہ بے چارے اپنی مجبوری، معذوری اور بے بسی پر آنسو بہاتے ہیں تو لوگ قہقہے لگاتے ہیں۔ یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ ان بے چاروں کے کپڑے تک پھاڑ دئے جاتے ہیں انھیں زد وکوب کیا جاتا ہے اور یہ صرف ''مزے'' کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہی نہیں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو بلا وجہ جانوروں کو پتھر یا لاٹھی مار دیتے ہیں۔ چلتے چلتے جانوروں کی دُم اینٹھ دیتے ہیں جس سے جانور بھڑک کر بھاگتے ہیں انہیں مزہ ملتا ہے۔ چاہے ان کی زد میں آکر لوگ زخمی ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ گدھے کی دُم میں ٹین کے ڈبّے باندھ کر دوڑانا تو لوگوں کا محبوب مشغلہ ہے۔ یہ تمام باتیں شقاوتِ قلبی کی علامات ہیں۔ جو دوسروں کو تکلیف دے کر راحت محسوس کرے اس سے زیادہ ظالم اور سفّاک کون ہوگا!؟ جب تک انسان مخلوقات سے شفقت وعزّت سے پیش نہیں آئیں گے وہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں ہوں گے۔

حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں:

''کوئی تجھ سے کسی جگہ کا راستہ پوچھے تو اسے راستہ بتا۔''

اس قول میں بھی کئی رموز پوشیدہ ہیں۔ کسی اجنبی یا پردیسی کو راستہ بتا دینا قلب کی پاکیزگی اور انسانی ہمدردی کی علامت ہے۔ آج کل تو یہ عالم ہے کہ لوگ اپنے پڑوسیوں کا پتہ بتانے سے بھی گریز کرتے ہیں یہ حسد وبخل کی نشانی ہے۔ حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اگر کسی سے دعا کی درخواست بھی کی جائے تو وہ اسے رسمی جملہ جان کر ٹال جاتا ہے کسی کے حق میں دو جملے دعائیہ کہہ دینا بھی لوگوں پر گراں ہو گیا ہے۔

حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی نے کتنی سچّی بات کہی ہے:

''جس کا دل پاک ہو، اس کا کلام موثر ہوتا ہے۔''

بیشتر صوفیائے کرام کے اقوال بھی اس تعلق سے موجود ہیں جو فرماتے ہیں:

''کلام کی تاثیر اور دعا کی مقبولیت رزقِ حلال پر منحصر ہے۔''

''حرام کی غذا دلوں کو سیاہ اور دعا کو بے اثر کر دیتی ہے۔'' ''دل میں اخلاص نہ ہو تو کلام بے اثر ہوتا ہے۔''

ان تمام اقوال کی حقیقت اس وقت سامنے آتی ہے جب ہم اپنے موجودہ مصلحین اور سماج کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ خود ہمارے شہر میں اصلاحِ معاشرہ کے نام سے گذشتہ دو تین برسوں سے مسلسل جلسے منعقد ہو رہے ہیں۔ ایک عالم تو دو سو سے زیادہ جلسوں میں خطاب کرنے کا ریکارڈ رکھتے ہیں لیکن سماج اور سماجی برائیاں اپنی جگہ جوں کی جوں موجود ہیں بلکہ ان میں اضافہ ہی نظر آ رہا ہے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ یا تو علما اس ضمن میں مخلص نہیں ہیں یا پھر لوگوں ہی میں کمی وکمزوری ہے جو نیک اور عمدہ باتوں کو انگیز نہیں کر پا رہے ہیں۔ جب تک کہنے سننے والوں کے دل پاک نہیں ہوں گے تب تک زبان میں تاثیر آئے گی نہ دوسروں پر اثر ہوگا۔ لوگ جسمانی آرائش اور بناؤ سنگھار پر تو وقت اور روپیہ دونوں ضائع کرتے ہیں لیکن قلب وروح کی زیبائش کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ مقامِ افسوس ہے کہ جسم جو فانی ہے اس کے لیے لوگ رات دن ایک کئے دے رہے ہیں اور روح کی پاکیزگی وبالیدگی کا کسی کو خیال تک نہیں آتا جو باقی اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔

کائنات کی ہر شے اپنے دورۂ تکامل سے گذرتی ہے اور گذر رہی ہے ایک بیج کونپلیں لاتا ہے، پیڑ بنتا ہے، برگ وبار لاتا ہے، بہار وخزاں سے گذرتا ہے اور پھر ایک وقت وہ آتا ہے کہ اس کی جڑیں مردہ اور تنا کھوکھلا ہو جاتا ہے اور وہ اپنا عرصۂ حیات یا دورۂ تکامل مکمل کر کے زمین بوس ہو جاتا ہے۔

انسان بھی اپنی پیدائش سے بچپن، بچپن سے جوانی پھر ادھیڑی اور

آخر میں بڑھاپے کی منازل سے گذرتے ہوئے موت تک اپنا دورۂ تکامل پورا کرتا ہے۔ کوئی لاکھ چاہے کہ وہ ہمیشہ بچہ یا جوان ہی رہے وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتا۔ انسانی دورۂ تکامل کا آخری مرحلہ ''بڑھاپا'' خاص طور پر اکثر لوگوں کیلئے بڑا پریشان کن ہوتا ہے۔ آدمی پریشان بیماریوں یا کمزوری کے سبب ہی سے نہیں بلکہ جوانی کے افسوس اور موت کے احساس سے بھی ہوتا ہے۔ ایسے لوگ خضاب، آرائشی مصنوعات اور نئی نئی تراش کے کپڑوں میں اپنے بڑھاپے اور بڑھاپے کے احساس کو چھپانا چاہتے ہیں جو نہ صرف حقیقت سے فرار وگریز ہے بلکہ خودفریبی کی انتہا ہے۔ جو شخص خودکو فریب دینے لگے وہ دوسروں کے ساتھ مخلص نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی نے فرمایا ہے کہ:

''یہ نہ خیال کرو کہ مہندی تمہارے بڑھاپے کو ڈھانپ لے گی، مہندی نے صرف تمھارے سفید بالوں کو متغیر کیا ہے نہ کہ بڑھاپے کو۔''

بڑھاپا ایک حقیقت ہے تو پھر اسے کھلے دل سے تسلیم کرتے ہوئے اس کے تقاضوں کے مطابق زندگی گذاریں تو فضول افکار، پریشانیوں، اخراجات اور خودفریبی سے نجات تو ملے گی ہی ساتھ ہی ساتھ آخرت کی تیاری کی طرف بھی خلوصِ دل کے ساتھ متوجہ ہوسکیں گے۔

برے لوگوں سے نیکی اور اچھائی کی توقع فضول ہے۔ اس تعلق سے صوفیائے کرام اور مصلحین کے بے شمار اقوال موجود ہیں، اسی بات کو حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی نے نہایت ہی انوکھے انداز میں پیش کیا ہے آپ فرماتے ہیں:

''ٹیڑھی شاخ کا سایہ ٹیڑھا ہوگا، سیدھا نہیں۔''

یعنی جس کی فطرت ہی میں ٹیڑھ اور کجی ہے اس سے نیکی کی امید نہیں کی جاسکتی۔ پیڑ کا سایہ تو اپنی جگہ آرامدہ ہے لیکن شاخ کا سایہ ہی کتنا ہوتا ہے؟ پھر اس پر ستم یہ کہ شاخ بھی ٹیڑھی ہو!!

بیشتر صوفیائے کرام نہ صرف انسانی نفسیات سے گہری واقفیت رکھتے تھے بلکہ جسمِ انسانی کی اکثر خصوصیات کا بھی درک رکھتے تھے۔ موجودہ سائنس اور ماہرینِ نفسیات نے ثابت کردیا ہے کہ انسان کا ہر فعل اس کی نفسیات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ انسانی نفسیات کی تشکیل میں اس کی خاندانی وارثت واثرات، سماج و ماحول، تعلیم وصحبت اور خود اس کی جسمانی ساخت وکیفیات کا دخل ہوتا ہے۔ انسان محسوس، غیرمحسوس طریقے پر ہر چیز کا اثر قبول کرتا ہے یہاں تک کہ وہ جس پیشے سے منسلک ہے اور جن چیزوں کو اکثر استعمال کرتا ہے، جن چیزوں سے اس کا ہاتھ اور جسم مس ہوتا رہتا ہے وہ بھی اس پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ ایک قصاب اور ایک مصوّر کی نفسیات کا فرق اہلِ نظر واضح طور پر محسوس کرسکتے ہیں۔

حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں:

''ہاتھ میں ایک ایسی رگ ہے جو دل سے متصّل ہے اگر دنیا کی کوئی چیز اس سے پکڑی جائے تو دل پر اس کا ناگوار اثر پڑتا ہے۔''

اس حقیقت سے تو آج ہر کوئی واقف ہے کہ ڈاکٹر اور اطّبا مرض کی تشخیص کے لیے مریض کی ''نبض'' دیکھتے ہیں۔ یہ نبض وہی رگ ہے جو دل سے متصل ہے جو رگ دل کی کیفیت ہی نہیں جسمانی کیفیات بھی ظاہر کرتی ہے وہ کس قدر حساس ہوگی!؟ جب یہ رگ دلی کیفیات ظاہر کرتی ہے تو دل تک دیگر چیزوں کے اثرات بھی یقیناً پہنچاتی ہوگی۔ اس کی واضح اور بہترین مثال یہ ہے کہ جو انسان روزانہ قرآن کی تلاوت کرتا ہے، نمازوں میں اپنی پیشانی اور ہاتھ مصلّے کی پاک سطح پر رکھ کر سجدہ ریز ہوتا ہے اور اسی طرح کے نیک کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتا ہے اس کا دل پاک ہوتا ہے اور وہ لوگ جن کے ہاتھوں میں ساغر و مینا ہوتے ہیں، تاش کے پتّے ہوتے ہیں، جو ممنوعاتِ شریعہ میں مشغول رہتے ہیں ان کی حالت سے ہر کوئی واقف ہے۔

سیّد احمد کبیر رفاعی کے یہ صرف اقوال ہی نہیں بلکہ تصوف کے بنیادی اصول بھی ہیں۔ سالک جب ان تمام آلائشوں سے پاک ومنزّہ ہوجاتا ہے تو اس کے باطن کے بال وپر کشادہ ہوتے ہیں اور وہ آفاق وافلاک کی فضائے بسیط میں محوِ پرواز ہوجاتا ہے۔

سیّد احمد کبیر رفاعی کے یہ اقوال صرف اہلِ تصوّف یا آپ کے مریدین اور اہلِ سلسلہ کے لیے خاص نہیں ہیں بلکہ یہ عامۃ المسلمین کیلئے بھی مشعلِ راہ ہیں۔ اگر ہر مسلمان ان پر عمل پیرا ہوجائے تو ایک ایسا سماج تشکیل پاسکتا ہے جو قرآن اور نبی کریم ﷺ کا منشا ہے۔ ایک ایسا سماج جو برائیوں اور خرابیوں سے پاک ہوگا جس کے دن، رات یکساں پاکیزہ فضاؤں میں بسر ہوں گے جس پر انسانیت ناز کرے گی۔

☆☆☆☆☆

سید احمد کبیر رفاعی اور علما کی قدر دانی

مولانا محب احمد قادری علیمی، استاذ دار العلوم علیمیہ، جمد اشاہی، ضلع بستی، یوپی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا دروازہ بند فرما دیا، امت کی رشد وہدایت کے لیے اب کوئی نبی نہیں ہوگا، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تمام ذمہ داریاں علمائے کرام پر عاید کردی گئیں، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "العلماء ورثة الانبياء" علما انبیا کے وارث ہیں۔

علمائے کرام اور قرآن: قرآن پاک میں علمائے کرام کی فضیلت کو مختلف جگہوں پر بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"یاایھاالذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم"

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، اور جو تم میں اولوالامر ہیں۔

اس آیت کریمہ میں اولوالامر سے مراد علما کرام ہیں، امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

"المراد من اولی الامر العلماء فی اصح الاقوال لان الملوک یجب علیھم طاعة العلماء ولا ینعکس" (تفسیر کبیر ۱:۴/۲۷۴)

اولوالامر سے مراد علما ہیں اصح اقوال میں، اس لیے کہ بادشاہوں پر علما کی فرمانبرداری واجب ہے، اور اس کا برعکس نہیں۔

دوسری جگہ علما کے بلند مراتب کا تذکرہ قرآن پاک میں یوں کیا گیا ہے:

"یرفع اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت" (پ ۲۸، ع ۲) اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان والوں کے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے، خاص کر ان کے درجے بلند فرمائے گا۔

تیسری جگہ اہل علم کو غیر عالم پر جو فضیلت وفوقیت حاصل ہے، اس کو انتہائی موثر پیرایے میں بیان فرماتا ہے:

"ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون" (پ ۲۳ ع ۱۵)

کیا علم والے اور بے علم برابر ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا آیات سے علمائے کرام کی افضلیت اور ان کے بلند مراتب کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، جب کہ ان کے معظم ومحترم ہونے اور ان کی قدر دانی پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات مستزاد ہیں۔

سید الاولیا حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے جلیل القدر صاحب سلسلہ بزرگ اور علوم ظاہری و باطنی کے مسلم الثبوت امام تھے۔ شریعت وطریقت میں کامل و ماہر ہونے کے باوجود آپ پر عالمانہ شان کا غلبہ ہی نہ تھا بلکہ آپ علمائے کرام کے قدردان بھی تھے، علما کی تعظیم وتوقیر، ان سے والہانہ عقیدت ومحبت اور ان کے فضل وکمال کا تذکرہ آپ کے ملفوظات میں کثرت سے ملتا ہے۔

تعظیم علما اور حضرت رفاعی: سید حضرت احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متوسلین ومعتقدین کو علما کی تعظیم وتوقیر کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

بزرگو! تم جس طرح اولیاء اللہ اور عارفین کے درجہ کی تعظیم کرتے ہو، اسی طرح فقہا اور علما کی بھی حد درجہ تعظیم کرو، کیوں کہ دونوں کا راستہ ایک ہی ہے، یہ حضرات (یعنی علما وفقہا) ظاہر شریعت کے وارث اور احکام شرعیہ کے محافظ ہیں، لوگوں کو احکام بتاتے ہیں، اور ان احکام ہی کے ذریعہ واصلین کو اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہوتا ہے، کیوں کہ جو عمل اور جو کشش شریعت کے خلاف کسی اور طریقے پر ہو، اسے کچھ فائدہ نہیں، اگر کوئی عابد پانچ سو برس تک خلاف شریعت عبادت کرتا رہے، تو

یہ عبادت اسی کے منہ پر ماری جائے گی، اور اس کی گردن پر گناہ الگ ہوا، حق تعالیٰ قیامت کے دن اس عبادت کو کسی وزن میں شمار نہ کرے گا، جس شخص کو دین کے احکام کی سمجھ حاصل ہو، اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل درویش کی دو ہزار رکعتوں سے افضل ہیں، پس خبردار علما کے حقوق ضائع نہ کرنا، تم کو ان سب کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے، خصوصاً ان سے جو متقی و عالم باعمل ہیں۔(سیدالاولیا/۴۰)

ایک موقع پر باعمل علما کو اولیا کا درجہ دیتے ہوئے فرمایا

''عالموں کی عزت وحرمت کی تمھیں خاص طور پر حفاظت کرنی چاہیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ایسی چیزوں کا علم دیتا ہے، جو اس کو پہلے سے معلوم نہیں ہوتیں (اور یہی بزرگ اولیا کو حاصل ہوتی ہیں) لہٰذا ثابت ہوا کہ علمائے باعمل ہی حقیقت میں اولیا ہیں، اور رسول اکرم نے فرمایا ہے: **العمماء ورثة الانبياء**'' یعنی علمائے کرام انبیا علیہم السلام کے وارث ہیں، (اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے، جس سے علمائے باعمل سرفراز ہیں) یہی لوگ تمام انسانوں کے سردار اور تمام مخلوق سے اشرف اور حق تعالیٰ کا راستہ بتانے والے ہیں۔(البرہان المؤید/۴۳)

علما کے دامن سے وابستگی پر امام رفاعی کا زور

علمائے کرام چونکہ انبیائے کرام کے وارث ہیں، اور انھیں کے بتائے ہوئے راستے پر لوگوں سے چلنے کی تلقین کرتے ہیں، اور حقیقت میں یہی راستہ ایک سچے مومن کو دارین کی سعادتوں سے ہم کنار کرنے والا ہے، اس لیے سیدالاولیا علما کے دامن سے وابستگی پر زور دیتے ہوئے گویا ہیں:

''مشائخ طریقت اور میدان حقیقت کے شہ سوار تم سے کہتے ہیں کہ علما کا دامن پکڑ لو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو، اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ (یعنی علم فقہ عطا فرماتا ہے) اللہ تعالیٰ کسی جاہل کو ولی نہیں بناتا ہے، اور اگر کسی جاہل کو ولی بناتا ہے تو اسے عالم بنا دیتا ہے، ولی دین کے فقہ سے جاہل نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نماز کس طرح پڑھنی چاہیے زکوٰۃ کس طرح دینی چاہیے، روزہ کس طرح رکھنا چاہیے، اور حج کس طرح کرنا چاہیے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریقہ پختہ کر لیتا ہے، ایسا شخص اگر ان پڑھ ہو جب بھی عالم ہے۔(سیدالاولیا/۴۴)

علما کی صحبت پر امام رفاعی کی تاکید

اچھی صحبت انسان کو اچھا اور بری صحبت انسان کو برا بنا دیتی ہے، اس لیے ہمارے اسلاف کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ ہمیشہ علما کا احترام اور ان کی صحبت اختیار کرنے پر زور دیتے رہے ہیں، اس سلسلے میں حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''علما سے ملاپ قطع نہ کرو، ان کی مجلسوں میں بیٹھا کرو، (ان کی باتیں سنا کرو) ان سے علم حاصل کرو، اور یہ مت کہو کہ فلاں عالم تو بے عمل ہے، تم اس سے علم کی باتیں لے لو اور خود ان پر عمل کرو، اس کو اور اس کے عمل کو اللہ کے حوالے کردو۔(البرہان المؤید/۷۵)

علما کو اخلاص کی دعوت: اخلاص مذہب کی بنیاد ہے، بغیر اخلاص کے اعمال کی کوئی حیثیت نہیں ہے، کسی بھی نیک کام کا محرک اگر دنیاوی غرض نہ ہو اور نہ ہی اس کام میں ریا و نمائش مقصود ہو، بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور خوشنودی کے لیے ہو تو اسی کو اخلاص کہا جاتا ہے، علمائے کرام قوم کا اعتماد اور آئیڈیل ہوتے ہیں، اگر یہ اخلاص سے عاری ہوں گے، تو عوام میں اس کا غلط پیغام جائے گا، اس لیے حضرت رفاعی علما سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے دلنشیں پیرایہ میں اخلاص کی دعوت دیتے ہیں:

''اے علما! تم ایسا نہ کرو کہ علم حلاوت (یعنی مٹھاس تو) لے لو اور عمل کی تلخی ومشقت کو چھوڑ بیٹھو، اس لیے کہ یہ حلاوت بغیر اس تلخی کے فائدہ مند نہیں اور اس تلخی کا ثمرہ ہمیشہ کی حلاوت ہے (یعنی جنت کی راحت جو کبھی ختم ہونے والی نہیں) ''**انا لانضيع اجر من احسن عملاً**''، نص قرآنی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا ثواب ضائع نہیں کرتا، جس کے کام اچھے ہوں، اور اچھی طرح عمل کا مطلب یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ کیا جائے، یہ آیت تم کو بتلاتی ہے کہ اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا (جب کہ ان میں اخلاص ہو) اور اخلاص یہ ہے کہ عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو نہ دنیا کے لیے ہو اور نہ آخرت کے لیے ہو اور اس کے ساتھ ہر حالت میں اور ہر عمل میں اور ہر بات میں اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے ساتھ حسن ظن بھی ہو، اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے۔ (سیدالاولیا/۴۳) **(بقیہ صفحہ نمبر ۵۵)**

حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور رفاعی سلسلہ مغرب کی نظر میں

پروفیسر ڈاکٹر سید شاہد رفاعی، کالج آف سینٹ روز البنی، نیویارک، امریکہ

اٹھارہویں صدی کے زمانے میں جب مغرب میں روشن خیالی (ENLIGHT ENMENT) کی ایک تحریک چلی تھی، اس وقت کچھ ایسی خصوصیتیں ان کی ذہنیت میں جگہ پا گئیں جو اب تک دانش مندان مغرب کی ذہنی بیڑیاں بنی ہوئی ہیں۔ کچھ ایسی ہی خصلتوں کا راز فاش کالمبیا یونیورسٹی کے ایک عرب پروفیسر ایڈورڈ سعید نے اپنی مشہور کتاب ''مشرقیات'' OREINTIALISM میں کیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر بہت سے ہندو پاک کے عالموں اور ادیبوں کی آنکھیں کھل گئی ہیں کہ آج تک ایشیا کے لوگ خصوصاً ذی فہم جماعت، مغربی ذہنیّت کی عقلی بیڑیاں پہن کر اُن کے معیار کے ترازو میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور ''مشرقیات'' جیسے غلط عقیدوں اور اصطلاحوں پر ایمان لے آئے ہیں۔

خرِ عیسٰی گر بمکّہ رود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

روشن خیالی کی اس تحریک کے زمانے میں مغربی عالموں میں فلسفۂ کلبیا CYNICISM یعنی منکر خیالی اور مادہ پرستی بڑھ گئی تھی کہ ان کا یہ عقیدہ بلکہ مذہب تھا (کیونکہ زیادہ تر عالم غیر مذہبی اور منکر خدا تھے) کہ شعور اور ارادہ بھی مادہ کے مظاہر ہیں روحانیت جیسی کوئی چیز نہیں ہے اور نوعِ انسان میں کوئی نیکی نہیں ہوسکتی۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد اور خصوصاً برطانوی اور فرانسیسی سلطنتوں کے زوال کے بعد تھیری آف پروگریس یعنی مادی طرقییت جیسے عقیدوں کے محل چکنا چور ہوگئے اور اس کی جگہ صنعتی نظام کی آلودگی، فحش نگاری، عیاشی اور بے راہ روی کے خطرناک نتیجے سامنے آنے لگے۔ تو روحانیت اور تہذیبِ اخلاق پر پھر سے یقین ہونے لگا۔

روشن خیال تحریک کی کچھ خصلتوں میں اسلام دشمنی بھی شامل تھی، وہ اس لیے کہ منکر خیالی CYNISM ایک فیشن تھی۔ چنانچہ اسلامی مذہب اور تاریخ کو ہمیشہ اس خیال سے دیکھا گیا کہ مغربی تہذیب کی مادہ پرستی، منکر خیالی اور مشکوک نگاہی کے معیار پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ زیادہ تر غیر مغربی تشکلات اور تصوّرات CONCEPT سائنسی میزان پر فطرتاً ہلکے نظر آئے (کیونکہ یہ روحانیت سے وابستہ تھے) تو اُن کو مضحکہ خیز انداز میں مسترد کر دیا گیا۔ معیار یہ قائم ہوا کہ جب بھی کسی چیز پر شک ہوا سے فوراً مسترد کر دو WHEN EVER IN DOUBT REJECT IT اور مغربی قانون (جس پر اُن کو بے حد ناز ہے) کے اس اصول کو بھی بالائے طاق رکھ دیا گیا۔ کہ شبہ کا فائدہ ملزم کو دینا چاہئے جبکہ ہوا اس کے برعکس یعنی ملزم کو محض شبہ کی بنا پر مجرم قرار دیا گیا، اور بار ہا تعلق کی بنا پر گنہ گار ٹھہرا دیا گیا (Guilt by Association)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور سلسلہ رفاعیہ کو بھی مغرب کے چند عالموں نے اسی معیار سے دیکھا ہے اور افسوس ہے کہ ''مشرقیات'' سے مغلوب ہونے والے چند اسلامی مصنّفوں نے ان کی اندھی تقلید کی ہے، تاکہ مغربی دانش گاہوں اور انجمنوں میں ان کی عزّت اور مقبولیّت ہو، تحریکِ روشن خیالی کے زمانے میں سب سے پہلے جس نے رفاعی سلسلے کا ذکر منکر خیالی سے کیا ہے، وہ ہے ایک فرانسیسی مصنّف موروجیا ڈوہسن MOURDEGA D'OHSSON جس نے عثمانیہ سلطنت کے تذکرے کی ایک کتاب کی چوتھی جلد میں، جو پیرس سے ۱۷۹۱ء میں شائع ہوئی تھی، رفاعی سلسلے کے راتب کا ذکر کیا ہے جو ایک عجوبے کی شکل میں بیان کی گئی ہے۔

دوسرا مغربی مصنف ہے ایڈورڈ ولیم لین E.W. LANE جو پروفیسر سعید کی ''مشرقیات'' کا اہم کردار بن سکتا ہے۔ کیوں کہ اگر

کپلنگ KIPLING نے ہندوستانی کردار کا رسمی مخفف STERIOTYPE پیدا کیا جو نابالغ اور بچکانہ قسم کا وحشی انسان ہے اور اس اصول پر مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب اور دونوں کا ملنا محال ہے اور ہندوستانیت کو ایک عجوبہ پرست EXOTIC قرار دیا۔ اسی طرح لین نے اپنی کتاب ''عہد حاضر کے مصریوں کے رسم ورواج'' جو لندن سے ۱۸۳۶ء میں شائع ہوئی اسلامی رسم و رواج کا مخفف STERIOTYPE قائم کیا اور اسے عجوبہ پرست EXOTIC گردانا۔ یہ قبول ہے کہ اس نے اسلامی سماج پر بہت سی معلومات جمع کیں۔ جن کا کسی اور جگہ ذکر ملنا مشکل ہے مگر ان کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے جیسے کوئی تماشائی ہال میں بیٹھا کسی جادو کا تماشہ دیکھ رہا ہو۔ لین نے بھی راتب رفاعیہ کے تذکرے کو اور خصوصاً ضربوں کی رسم کو عجوبہ اور جادوگری کی صورت میں بیان کیا ہے اور چند قلندروں کی بنا پر اس رسم کو قلندر بازی تصوّر کیا ہے۔

اس کے بعد نمبر ہے مشہور عالم انگریز پروفیسر ایچ اے آر گب H.A.R. GIB کا جنھوں نے محمڈنزم MOHAMMADANISM کی غلط اصطلاح کو اپنی اسی نام کی کتاب سے فروغ دیا اسے اسلام کا نام دینے سے انکار کیا کہ مغرب نے عیسائیت کو حضرت عیسیٰ کے نام نامی سے منسوب کیا حالانکہ یہودیوں نے یہودیت JUDAISM کو حضرت موسیٰ کی بنا پر موسی ازم MOSAISM کا نام کبھی نہیں دیا۔ تو پھر اسلام کو اسلام کہنے میں کیا برائی ہے؟ یہ قبول ہے کہ پروفیسر گب نے اسلامی تاریخ پر اور عربی زبان پر بہت تحقیق کی۔ مگر افسوس کہ ان کا اصول بھی یہی تھا کہ اسلامی مؤرخین اور تصنیفات کو پہلے سے ہی مشکوک سمجھا جائے۔ چنانچہ زیادہ تر تصنیفات کو شک کی بنا پر مجرم اور ناقابل یقین ٹھہرایا گیا۔ ان کی جملہ منکر مزاجی CYNICISM کو بیسویں صدی کے اوائل میں صحت مندانہ ذی فہمی ، استدلالی اور عقلیّت کا نام دے کر HEALTHY RATIONALISM اس کو اچھالا گیا اور اس کی پیروی کی گئی۔ میں عقلیت اور منطق کا مخالف نہیں مگر انسان کے حواسِ خمسہ بہت کمزور ہیں اور اس کی عقل، ہوش، ادراک، شعور، تمیز، شناخت اور احساس سبھی مطلق العنان ABSOLUTE نہیں ہیں بلکہ اضافی اور تقابلی RELATIVE ہیں اور انسان سچ اور حقیقت کو اسی کمزور احساس سے دیکھتا ہے۔ پروفیسر گب نے اپنی منکر خیالی سے سچائی کو کہیں نہیں پایا۔ کیونکہ وہ نہیں مانتے تھے کہ مغرب کے سوا سچائی انہیں کہیں ملے گی۔ اپنی منکر مزاجی کے نظریات نہ صرف اپنی اسلامی تاریخ کی کتابوں میں بلکہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی تمام جلدوں میں منتشر کر دیے ہیں۔ تاکہ وہ ایک دستور بن کر رواج پائیں اور افسوس ایسا ہی ہوا۔

انہوں نے حضرت سید احمد کبیر رفاعی پر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ایک طویل مقالہ لکھا ہے، جس میں حضور کی سوانح حیات لکھنے والے ہم عصر تاریخ دانوں اور راویوں کو مشکوک سمجھا ہے چونکہ اس عہد کی بعض جغرافیاؤں میں امّ عبیدہ کا ذکر نہیں ہے اس لیے پروفیسر صاحب یہ بھی ماننے کے لیے تیار نہیں کہ ایک لاکھ مریدین حضور کی خانقاہ پر جمع ہوتے تھے۔ حالانکہ ایسا ہی ذکر ابن بطوطہ نے جو ایک مراکشی عالم تھا اور حضور کی زیارت کے لیے ۱۳۲۷ء میں امّ عبیدہ پہنچا تھا، اس نے اپنا آنکھوں دیکھا حال سفرنامے میں یوں بیان کیا ہے۔

''مجھے اِس کا موقع ملا کہ میں ولی ابوالعباس احمد الرفاعی رحمتہ اللہ علیہ کے روضے کی زیارت کروں، جو ایک دیہی علاقے بنام نامی ابو عبیدہ میں واقع ہے یہ واسط سے ایک دن کے سفر کا راستہ ہے۔ یہ بے حد وسیع خانقاہ ہے۔ جس میں ہزاروں غربا مقیم ہیں۔ جب عصر کی نماز پوری ہوئی تو نقاروں کی آواز میں ان فقرا نے وجد کرنا شروع کر دیا۔ اِس کے بعد نماز مغرب پڑھی گئی اور پھر شام کا کھانا لایا گیا۔ جس میں چاول کے نان، بھنی مچھلی، کھجور اور پینے کے لیے دودھ شامل تھا۔ بعد نماز عشاء محفلِ ذکر راتب رفاعیہ شروع ہوئی۔ سجادہ نشین خانقاہ اپنے جد اعلیٰ (احمد کبیر رفاعی) کے مصلّے پر رونق افروز تھے۔ پھر سماع شروع ہوا۔ جلانے کی بہت سے لکڑیوں میں آگ سلگائی گئی جس پر بہت سے مریدین وجد کی حالت میں رقص کرنے لگے۔ کچھ تو آگ پر لوٹنے لگے کچھ انگارے کھانے لگے۔ ان لوگوں نے اسی طرح آگ کو مکمل طور پر بجھا دیا۔ یہ ان احمدی فقیروں کا خصوصی طریقہ ہے۔''

اس سفرنامہ سے دو باتیں صاف ظاہر ہیں ایک یہ کہ ۱۳۲۷ء میں

جب کہ حضور (سید احمد کبیر رفاعی) کے وصال کو تقریباً ۱۴۵ سال گزر چکے تھے۔مگر اب بھی ہزار ہا لوگ وہاں زیارت کو نہ صرف آتے تھے بلکہ قیام پذیر ہوتے تھے اور ان کے رہنے اور کھانے کا بندوبست خانقاہ کی طرف سے تھا اور بہت خوبی سے کیا گیا تھا۔ دوسری بات یہ کہ اس سفر نامہ کا عربی سے انگریزی میں ترجمہ خود پروفیسر گب نے کیا ہے۔اور یہ لندن سے ۱۹۲۹ء میں شائع ہوا تھا۔شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۱۹۵۳ء اور اس کا نیا ایڈیشن ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔کتنی عجیب بات ہے کہ اس سفر نامہ کا ان کے اس احمد رفاعی کے مقالے میں کہیں ذکر بھی نہیں حالانکہ یہ ثابت ہو گیا کہ ہزار ہا لوگ حضور کے وصال کے بعد بھی وہاں قیام پذیر تھے۔تو پھر حضور کی زندگی میں لاکھوں کا ہونا کچھ محال نہیں ہے۔اور لاکھ کا لفظ بے حد اور نا قابل شمار ہجوم کے لئے تاریخ داں استعمال کرتے ہیں۔اور پروفیسر گب اس آنکھوں دیکھے حال کو جان بجھ کر نظر انداز کر گئے کیونکہ وہ منکر خیالی کے شکار تھے۔وہ اپنی غلطی کا اظہار کیسے کرتے؟

پروفیسر گب یہ بھی ماننے کو تیار نہیں کہ حضور کی مجالس اور ان کے وعظوں اور نصیحتوں کے مجموعے حقیقی ہیں۔ (ان کا اشارہ ''البرہان المویدؔ'' کی جانب ہے) اس وجہ سے کہ ایک وعظ میں حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اپنے رشتہ کا ذکر کیا ہے اور اپنے کو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بتایا ہے۔گب صاحب کہتے ہیں کہ اگر سوانح نگار حضور (سید احمد کبیر رفاعی) کی عاجزی اور انکساری کا اتنا تذکرہ کرتے ہیں تو پھر حضور نے اپنے نائب ہونے اور اہل بیت ہونے کی بڑائی کیوں کی؟ چنانچہ ''البرہان المویدؔ'' اور دوسری مجالس حضور کی لکھی ہوئی نہیں ہیں۔گب صاحب غالباً مندرجہ ذیل وعظ کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ جس میں حضور نے فرمایا ہے۔

ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر اپنی طرف مخلوق کو بلانے کے لئے پیشوا بنایا ہے....جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے ذریعے سے رجوع کرے گا فائدہ مند ہوگا۔حق بات کہنا پڑتی ہے اس لی لیے میں یہ بھی سنا دینا چاہتا ہوں کہ ہم اہل بیت ہیں۔جو کوئی ہم سے چھیننا چاہے گا۔اس کی دولت چھن جائے گی'' (صفحہ ۲۲،۲۳)

یہ وعظ غالباً ان سلجوقیوں اور دیگر نوعمر مسلمانوں کے لیے کہا گیا ہوگا جو اس عہد میں باہر سے عراق آ کر اکثر لوگوں کو لوٹ لیتے تھے۔اور عباسی خلیفۂ عہد اتنے کمزور تھے کہ ان کو روک نہیں سکتے تھے۔ جو نئے نئے مسلمان خراسان اور وسطی ایشیا سے آتے تھے، ان کو اہل بیت ہونے قطب ہونے کی کوئی سمجھ نہیں تھی۔سلجوقی سپاہی صرف لُوٹ لینا جانتے تھے۔حضور کو مجبوراً ایسا کہنا پڑا ہوگا۔ سلطانوں اور صوفیوں میں اکثر سیاسی اور مذہبی کشمکش ہوتی تھی۔ کیونکہ صوفی اکثر غربا کا ساتھ دیتے تھے۔حضرت نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ نے سلطان غیاث الدین تغلق کی دھمکی کے جواب میں ایک خط میں لکھا تھا ''ہنوز دہلی دوراست'' اور یہ سلطان دہلی میں داخل ہونے سے پہلے ہی ایک حادثے میں انتقال کر گیا۔

بہر حال حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک وعظ سے جس میں عاجزی شامل نہیں، یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پورا مجموعہ مشکوک ہے، کیوں کہ حضور نے ایک درجن سے زیادہ وعظوں میں انکساری پر زور دیا ہے، یہی حضور کا فلسفۂ زندگی تھا۔

ایک جگہ فرماتے ہیں:

''بزرگو! میں شیخ نہیں ہوں، نہ اس جماعت سے کچھ پڑھا ہوا ہوں، نہ میں واعظ ہوں، نہ معلم، اور نہ عربی ہوں، میرا حشر فرعون و ہامان کے ساتھ ہوا گر مجھے اس کا وسوسہ بھی آئے کہ میں اللہ کی مخلوق میں سے کسی کا بھی شیخ ہوں....'' (صفحہ ۱۲۷)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

''صوفیہ کی جماعتیں آج کل مختلف پارٹیاں بن گئی ہیں۔کوئی صاحب مقامات بتلاتی ہے، کوئی وحدۃ الوجود کا دم بھرتی ہے، کوئی فنا و بقا وغیرہ کا، مگر ناچیز احمدؔ تو ذلت و انکسار والوں، اور مسکینیت اور بے قراری والوں کے ساتھ رہے گا...(صفحہ ۳۳)

آخر میں پروفیسر سپنسر ٹرمنگھم S. TRIMIGHAM کا ذکر نا ہے، جنھوں نے پروفیسر گب کی پیروی کی ہے، اور حضرت کے وعظوں وغیرہ پر شک کا اظہار کیا ہے، اپنی کتاب ''اسلام کے صوفی طریقے'' (صفحہ ۳۷) اس مصنف نے حضور کو ایک پاکیزہ صوفی قرار دیا

ہے اور عزت سے ان کی سوانح لکھی ہے۔ مگر چونکہ حضور نے خود تصوف یا فقہ پر کوئی کتاب نہیں لکھی (اُن کے مریدوں نے وعظیں اور کلام کے مجموعے شائع کیے) اِس لیے حضور کو ایک مصنف تسلیم نہیں کیا گیا۔ جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے۔ حضور کی عاجز مزاجی اور انکساری اس حد تک تھی کہ وہ تو یہ قبول کرنے کو بھی راضی نہیں تھے کہ وہ ایک واعظ یا معلّم ہیں۔ یہ اُن کا فلسفہ زندگی تھا یہ بات البرھان المؤید سے آئینہ کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ مگر ان کی وعظوں سے اور وعظوں کے مشہور عالم ہونے سے (ان کا ترجمہ فارسی، ترکی اور اردو میں ہو چکا ہے اور میں انگریزی میں کرنے کا ارادہ کر چکا ہوں (انشاء اللہ) یہ بات بلا شک وشبہ ثابت ہوگئی کہ حضور ایک اعلیٰ درجے کے واعظ، معلم، عاقل کامل، اور ذی فہم فلسفی تھے۔ بلکہ میں تو یہاں تک کہوں گا کہ آپ ایک قابل نفسیاتی ماہر تھے۔ ورنہ ان کی زندگی میں لاکھوں مریدان کے وعظ سننے ام عبیدہ میں جمع نہیں ہوتے۔

پروفیسر ٹرمنگھم یہ بھی قبول کرتے ہیں کہ سلسلہ رفاعیہ پندرہویں صدی تک میں اسلامی ممالک کا سب سے بڑا اور وسیع تر صوفی طریقہ تھا۔ اور مصر، شام، اناطولیہ، لبنان، عراق، عرب اُردن اور فلسطین جیسے تمام علاقوں میں رفاعی خانقاہیں قائم تھیں۔ سلطنتِ عثمانیہ نے یہ پسند نہیں کیا کہ راتب رفاعیہ میں ذکر کے ساتھ ضربیں شامل ہوں، کیونکہ ان کے علما کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں تھی، چنانچہ خانقاہیں بند کر دی گئیں۔ لیکن یہ ایک سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا کرشمہ ہے کہ سلطنتِ عثمانیہ کا آخری سلطان عبدالحمید سجادہ نشین خانقاہ رفاعیہ، حضرت ابوالہدا دررفاعی کا مرید بن گیا اور ان کو اپنا مشیر خاص بنا لیا تھا۔ اور پان اسلامزم کی تحریک میں ان کی مدد کا خواہاں رہا۔ (اسلام از فضل الرحمٰن صفحہ ۱۹۵)

مصر کے سلطان بھی رفاعیہ سلسلے کے مرید تھے اور تمام کو قاہرہ کی خانقاہِ رفاعیہ کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے۔ جہاں شاہِ ایران بھی مدفون کیے گئے۔

☆☆☆☆☆

اقوال رفاعیہ

(۱۰) حکمت وموعظت کے ساتھ عقائد باطلہ کی تردید

(۱۱) ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک میں سے کسی ایک کی تقلید واتباع کرنا

(۱۲) تمام اچھی، بری تقدیر پر ایمان کہ یہ سب کچھ اللہ عزوجل کی مقرر کردہ ہے،

(۱۳) صناعات قدرت اور اللہ عزوجل کی نشانیوں میں غور و خوض کرنا،

(۱۴) مسلمان بھائیوں کے ساتھ جماعت بنا کر جہرتام، حسن انتظام اور کامل ادب کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول ہونا،

(۱۵) ملبوسات میں فضول خرچی اور فیشن سے کامل احتراز اور شریعت کے ذریعہ مباح کردہ کپڑوں کا استعمال کرنا

(۱۶) سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے حق سلسلہ میں بیعت وارادت اور مشغولیت تام،

(۱۷) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے آراستہ ہونا اور اسوۂ رسول کو نمونہ بنانا،

(۱۸) غفلت و ذہول سے دل کو محفوظ رکھنا اور اسے تذکیر کا عادی بنانا،

(۱۹) اللہ عزوجل کی چھوٹی، بڑی تمام نعمتوں کی قدر کرنا اور منعم حقیقی کا شکر بجالانا،

(بقیہ آگے ملاحظہ فرمائیں)

شمالی ہند میں سلسلۂ رفاعیہ کی ترویج اور ان کے خلفا

ڈاکٹر عبدالسلام جیلانی، شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

حضرت سید الاولیاء سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ عباسی خلیفہ مسترشد باللہ کے عہدِ سلطنت میں اس خاکدان گیتی پر جلوہ افروز ہوئے، اس وقت کے حالات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت بغداد میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی اور انتشار کا عالم تھا۔ عوام، خواص اور سلاطین تین الگ الگ خیموں میں بٹے ہوئے تھے لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے خوف کی جگہ خلیفۂ وقت کا خوف جاگزین تھا۔ اخلاقی قدریں پامال ہو چکی تھیں، لوگ اخلاص وللّٰہیت کی جگہ خوشامدی اور چاپلوسی کو اپنا معیار زندگی بنائے ہوئے تھے۔ ایسے حالات میں سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے افکار و خیالات سے ان حالات کا رخ موڑ دیا۔ لوگ سچائی کی طرف آنے لگے اور آہستہ آہستہ ایک خوشگوار فضا قائم ہوئی۔

حضرت حسن رفاعیہ آپ کے آباواجداد میں سے تھے جس کی نسبت سے آپ رفاعی کہلائے

> The nisba Al Refai is usually explained as refering to an ancestor Refai (Biographical Encyclopaedia of sufis P 137)

حضرت حسن رفاعہ ۳۱۷ھ بہ مطابق ۹۲۹ء میں مکہ سے ہجرت کر کے اسپین آئے اور یہیں سکونت پذیر ہوئے مگر آپ کے جد امجد ۴۵۰ھ بہ مطابق ۱۰۵۸ء میں بصرہ آ گئے، اسی بصرہ اور واسط کے درمیان قصبۂ بطائح میں حسن نامی ایک گاؤں میں سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی ۵۱۲ھ بہ مطابق ۱۱۱۸ء میں ولادت ہوئی۔ ظاہر سی بات ہے کہ جس مقام کا نام ہی حسن ہو اس کی سرزمین کتنی حسین وجمیل ہوگی اور اس سے کھلنے والے گل ولالہ کتنے گل رعنا ہیں جن کی مہک سے نہ صرف ممالک اسلامیہ عربیہ معطر ومشکبار ہے بلکہ اس کی مہک آج پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ حضرت احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ولادت باسعادت سے قبل عالم ارواح میں ہی رب العزت کے مقربین ومحبوب ترین بندوں میں شامل تھے جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ولادت سے قبل حضرت سید منصور بطائحی رحمۃ اللہ علیہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں یہ بشارت فرمائی کہ چالیس دنوں کے بعد تمہاری بہن کے گھر ایک لڑکا تولد ہوگا جس کا نام احمد ہوگا اور وہ سید الاولیا کے لقب سے مشہور ہوگا۔

ابھی سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ سات سال کی عمر کو ہی پہنچے تھے کہ آپ کے والد گرامی سید نورالدین ابوالحسن علی الہاشمی (متوفی ۵۱۹ھ/۱۱۲۵ء) اس دارفانی سے کوچ کر گئے پھر آپ کے ماموں حضرت سید منصور بطائحی نے آپ کی پرورش و پرداخت فرمائی۔ حضرت منصور بطائحی ایک عالم باعمل اور صوفیٔ کامل شخص تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد اپنے ماموں سید منصور بطائحی سے باطنی علوم حاصل کیے اور آپ سے خلافت واجازت حاصل کر کے آپ کے جانشیں ہوئے۔

تحصیل علوم کے بعد حضرت سید الاولیاء اسی عرصے میں تدریسی خدمات انجام دینے لگے درس وتدریس آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور تا حیات یہ مشغلہ قائم رہا بقول صاحب رموز الفقراء:

> ''آپ پر عالمانہ کیفیت کا غلبہ تھا اور صرف تعلیم وتعلم ہی آپ کا محبوب مشغلہ رہ گیا تھا۔'' (رموز الفقراء ص ۵۴)

تدریس کا انداز اتنا شگفتہ اور افہام وتفہیم اتنا سہل تھا کہ مشکل

سے مشکل مسائل بڑے سہل طریقے سے حل فرمادیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تلامذہ کے ساتھ ساتھ اس عہد کے علما وفضلا اور شیوخ بھی آپ کی درس گاہ میں شریک ہوتے اور مستفیض ہوتے تھے اسی علمی مہارت اور فضل وکمال کی وجہ سے آپ کبیر کے لقب سے ملقب ہوئے۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عہد کے بلند پایہ عالم، صاحب کشف و کرامات بزرگ اور صاحب تصنیف شخص تھے۔ آپ کی تصانیف کی کل تعداد چھ سو باسٹھ (۶۶۲) بتائی جاتی ہے۔مگر صد افسوس کہ ان کے اخلاف نے ان تصانیف کو جستجو وتلاش کر کے انہیں محفوظ کرنے کی غیر معمولی کوششیں نہیں کیں، جس کی وجہ سے آپ کے افکار وکردار کے بہت سے پہلو نمایاں نہیں ہو سکے۔

سلسلۂ رفاعیہ کی ترویج:

رفاعیہ سلسلہ کے بانی سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ایک معتبر اور معروف سلسلہ ہے

> "The Refai silselah is the name of the most prominent sufi order from period of the institutio- nalization of the trikas and one of which came to be noted to pre modern times for the extra- vagance of some of its prachice"" (Biographical encyclopaedia of sufis p 139)

اگر چہ یہ سلسلہ عراق کے نشیبی علاقے بطائح میں وجود میں آیا مگر جلد ہی اس کو عالمی شہرت حاصل ہو گئی، سب سے زیادہ اس سلسلہ کی ترویج و اشاعت مصر اور شام میں ایوبی خاندان کی سرپرستی میں ہوئی۔شام میں اس سلسلے کی ایک معروف ترین شخصیت حضرت ابو محمد علی الحریری (وصال ۶۴۵ ھ بہ مطابق ۱۲۶۸ء) جن کی نسبت سے شام میں ''حریریہ'' سلسلہ وجود میں آیا جو اسی رفاعیہ سلسلے کی ایک شاخ ہے۔مصر میں حضرت رفاعی کے خاندان کے ایک فرد سید عزالدین احمد صیاد نے اس سلسلہ کو فروغ دیا جن کی نسبت سے یہ ''صیادیہ'' کہلایا۔اس کے بعد ساتویں، آٹھویں اور نویں صدی ہجری میں اس سلسلہ کو ترکی میں کافی عروج واستحکام حاصل ہوا اسی سلسلے کی ایک شاخ ''عیسویہ'' ہے جس کے روح رواں حضرت محمد بن عیسی (وصال ۹۳۰ھ بہ مطابق ۱۵۲۴ء) ہیں جن کے ذریعہ سینٹرل ایشیا تک یہ سلسلہ فروغ پایا۔ بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں مصر میں اس سلسلہ کو کافی شہرت حاصل ہوئی اور اس نے وہاں زندگی کے ہر شعبہ پر اپنا اثر ورسوخ قائم کیا مگر اس کے عروج کا سب سے اہم زمانہ ۱۹۴۰ء سے ۱۹۶۰ء کا زمانہ ہے جسے ہم گولڈن زمانہ کہہ سکتے ہیں۔ ہندوستان میں اس سلسلہ کی آمد کی اطلاع ۱۱۲۲ھ میں ملتی ہے جب کہ حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بمقام سورت (''گجرات'') کی سرزمین کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اس وقت مغلیہ سلطنت کے فرمارواں سلطان اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ سریر آرائے سلطنت تھے یہ عہد ہندوستان میں اسلامی نقطہ نگاہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے اس لیے کہ سلطان جلال الدین اکبر کی صلحِ کل پالیسی نے اسلام کی شبیہ کو بگاڑ کر رکھ دیا تھا نیز اس کے جانشینوں سلطان جہانگیر اور شاہجہاں نے بھی اپنی نرم پالیسیوں کی وجہ سے اسے صحیح شکل نہیں دے سکے، چنانچہ حضرت اورنگ زیب کی ذات ہی وہ ذات ہے جس نے مذہب اسلام کی اصل روح (Sprit) کو بحال کیا۔اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں رفاعی سلسلہ کے لئے یہ وقت موزوں بھی تھا اور اس کے لیے مسعود بھی ثابت ہوا۔

سید روح اللہ جو سلطان اورنگ زیب کے ندیموں میں سے تھے ان کے توسط سے حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی سلطان اورنگ زیب کے دربار میں رسائی ہوئی سلطان اورنگ زیب نے اس گوہر نایاب کو دیکھتے ہی پرکھ لیا اور وہ آپ کے ساتھ بڑی عقیدت ومحبت سے پیش آئے۔ اس طرح حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں سلسلۂ رفاعیہ کے بانی ہوئے جنھوں نے ملک کے مختلف خطوں مثلاً مالابار، گنتور وغیرہ میں اسلام کی تبلیغ اور اس سلسلے کی اشاعت کے لیے کوششیں

گئیں جس کی وجہ سے یہ سلسلہ ہندوستان میں پھولا پھلا، حضرت سید نجم الدین المعروف عبدالرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمتہ اللہ علیہ جو اس چمنستان رفاعہ کے گل لالہ تھے انھوں نے ہندوستان میں اس سلسلے کا احیا فرمایا، انہی کی اولاد کے ایک مشہور بزرگ حضرت سید فخر الدین غلام حسین عرف امیر میاں رفاعی رحمتہ اللہ علیہ (متولد ۱۱۹۹ھ / متوفی ۱۲۶۲ھ) سرزمین بڑودہ کے مہاراجہ کھنڈے راؤ کے دور حکومت میں شہر بڑودہ (گجرات) میں تشریف لائے اور یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ گجرات کا یہ شہر آپ کی برکتوں سے آج مالا مال ہے اور آج اس پرفتن ماحول میں بھی یہ خانقاہ ہندوستان کی مشترکہ تہذیب Composite (Culture) کی بہترین مثال ہے جہاں مختلف مذاہب کے لوگ بلاتفریق حاضر ہوتے ہیں اور اپنی اپنی مرادیں پاکر واپس جاتے ہیں۔ گویا یہ خانقاہ نہ صرف ایک عمارت اور مزارات کا مجموعہ ہے بلکہ ایک مشن ہے جن کے چشمۂ فیض نے نہ صرف گجرات اور دکن کے علاقوں کو فیض یاب کیا بلکہ شمالی ہند کے صوبۂ اتر پردیش تک اس کا فیض پہنچا اور اس سلسلہ کو مقبولیت حاصل ہوئی، لوگ اس سلسلے سے وابستہ ہوئے اور انھوں نے خلافت و اجازت پائی جیسا کہ درج ذیل دو شجرہ ناموں سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

(الف) سلسلہ رفاعیہ عجمیہ (۱)

(۱) حضرت شاہ محمد حسن صابری چشتی قدوسی رفاعی حنفی قدس سرہ
(۲) حضرت شاہ امیر شاہ قطب الارشاد صاحب حق قدس سرہ
(۳) حضرت میاں غلام شاہ معصوم قطب زمانی قدس سرہ
(۴) حضرت شاہ عبدالکریم شاہ قطب الدارین قدس سرہ
(۵) حضرت شاہ منور علی الہ آبادی نفس فقدانی قدس سرہ
(۶) حضرت شیخ جاگیر قدس سرہ
(۷) حضرت سید احمد الکبیر بن ابوالحسن رفاعی قدس سرہ
(۸) حضرت شیخ علاء الدین علی الواسطی قدس سرہ
(۹) حضرت شیخ ابوالفضل بن کمقاب قدس سرہ
(۱۰) حضرت شیخ علی ابوعلام قدس سرہ
(۱۱) حضرت شیخ علی البازیاری قدس سرہ
(۱۲) حضرت شیخ علی العجمی قدس سرہ
(۱۳) حضرت شیخ ابوبکر شبلی جنان الفردوس قدس سرہ
(۱۴) حضرت شیخ الشیوخ سیدہ الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی عبدی اکرم قدس سرہ
(۱۵) حضرت شیخ سری سقطی اساس القضاء قدس سرہ
(۱۶) حضرت شیخ اسدالدین معروف کرخی قدس سرہ
(۱۷) حضرت خواجہ داؤد طائی قدس سرہ
(۱۸) حضرت خواجہ حبیب عجمی قدس سرہ
(۱۹) حضرت امام خواجگان امام حسن بصری قدس سرہ
(۲۰) حضرت مولی مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ شہنشاہ ولایت خمسہ
(۲۱) حضرت جناب پاک محمد رسول اللہ ﷺ والہ واصحابہ وسلم

(ب) رفاعیہ طیفوریہ (۲)

(۱) حضرت شاہ محمد حسن صابری چشتی قدوسی حنفی رفاعی قدس سرہ
(۲) حضرت شاہ محمد امیر شاہ قطب الارشاد صاحب حق قدس سرہ
(۳) حضرت میاں غلام شاہ معصوم قطب زمانی قدس سرہ
(۴) حضرت شاہ عبدالکریم شاہ قطب الدارین قدس سرہ
(۵) حضرت شاہ منور علی الہ آبادی نفس فقدانی قدس سرہ
(۶) حضرت شاہ شیخ جاگیر قدس سرہ
(۷) حضرت سید احمد الکبیر ابن ابوالحسن رفاعی قدس سرہ
(۸) حضرت شیخ منصور الزاہد البطائحی قدس سرہ
(۹) حضرت شیخ خالد رویانی قدس سرہ
(۱۰) حضرت ابوسعید بخاری انصاری قدس سرہ
(۱۱) حضرت شیخ ابوالقاسم سندوسی قدس سرہ
(۱۲) حضرت شیخ ابومحمد رویم قدس سرہ
(۱۳) حضرت شیخ الشیوخ سیدۃ الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی عبدی اکرم قدس سرہ
(۱۴) حضرت خواجہ سری سقطی اساس القضاء مبرم قدس سرہ

(۱۵) حضرت خواجہ اسد الدین معروف کرخی محکم الا فلاک قدس سرہ

(۱۶) حضرت خواجہ بایزید بسطامی طیفو شاہ سلطان العارفین قدس سرہ

(۱۷) حضرت خواجہ حبیب عجمی درخشان لاہوت قدس سرہ

(۱۸) حضرت خواجہ امام خواجگان خواجہ امام حسن بصری قدس سرہ

(۱۹) حضرت مولیٰ مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ شہنشاہ ولایت خمسہ

(۲۰) حضرت جناب پاک محمد رسول اللہ ﷺ

(الف) یہ سلسلۂ رفاعیہ عجمیہ حضرت شیخ علی العجمی قدس سرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے عجمیہ کہلایا (ب) سلسلۂ رفاعیہ طیفوریہ حضرت بایزید بسطامی طیفور شاہ قدس سرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے رفاعیہ طیفوریہ کہلایا۔

کتابیات

(۱) النور والضیافی سلاسل الاولیاء (قلمی) ملک العلما علامہ ظفر الدین قادری رضوی۔ (۲) رموز الفقراء : شاہ قادری فقیر اللہ رفاعی فیروز بک ڈپو بنگلور

(۳) سید الاولیا سید احمد کبیر رفاعی: مفتی جلال الدین احمد امجدی، کتب خانہ امجدیہ مہراج گنج بستی ۱۹۹۲

(4) Encyclopedia of Islam, C.E. Bos worth & E.Van Donzd .. Luden E.J. Brill. 1995 New Delhi

(5) Biographical Encyclopeadia & Sufis (Africa & Europe) N.Haneef : Sarup & sons, New Delhi 2002

(6) Short Encyclopadia of islam H.A.R. Gibb and Kramers, Pantagon Press, N.Delhi 2008.

☆☆☆☆☆

اقوال رفاعیہ

(۲۰) خالص لوجہ اللہ قرآن مجید پڑھنا اور علم دین کی تحصیل کرنا،

(۲۱) اللہ عزوجل کے ذکر کی محفل منعقد کرنا اور اس کی ابتدا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام سے کرنا،

(۲۲) ذکر الٰہی کے لیے مسجد کے اندر حلقوں میں نشست اختیار کرنا۔

(۲۳) زندہ رہنے کے لیے کوئی جائز پیشہ اختیار کرنا اور حلال کاروبار میں حصہ لینا۔

(۲۴) لایعنی باتوں سے سخت پرہیز کرنا اور دنیا و آخرت میں کام آنے والی باتوں میں منہمک رہنا۔

(۲۵) تمام انبیائے کرام، اولیائے کرام، صالحین، علمائے کرام کی تعظیم اور ان کی قبروں کی زیارت کرنا، اور فیض حاصل کرنا۔

(۲۶) علم والوں سے مسائل شرعیہ اور احکام دینیہ پوچھ کر معلوم کرنا۔

(۲۷) پختہ دلی کے ساتھ ارواح طیبہ سے محاضرہ۔

(۲۸) مرید کے لیے مرشد کا شجرۂ نسب اور دستاویز سلسلہ طریقت لینا اور اس سے استفاضہ واستفادہ۔

(۲۹) بانی سلسلہ رفاعیہ کی عظمت اور قدر و منزلت سے تاریک دلوں کو روشنی عطا کرنا۔

(بقیہ آگے ملاحظہ فرمائیں)

اسلامی تصوف اور سلسلۂ رفاعیہ

پروفیسر ڈاکٹر منظور الدین احمد، چیئرمین شعبہ سیاسیات، رئیس کلیۂ فنون جامعہ کراچی، پاکستان

آج عالم اسلام میں بحیرہ اوقیانوس سے بحرالکاہل تک اور مغربی ممالک میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ہے۔ تاریخ میں اسلام نے ایک آفاقی امت کو تشکیل دیا۔ یہ صحیح معنی میں صوفیائے کرام کی تبلیغ ومساعی کا نتیجہ ہے۔ حکمرانوں نے فتوحات کے ذریعہ سلطنتیں قائم کیں لیکن تبلیغ اسلام کی ذمہ داری صوفیائے کرام وعلمائے اسلام کی تھی۔ حکومتیں زوال پذیر ہوئیں لیکن امت مسلمہ کے روحانی ربط کو صوفیا نے برقرار رکھا اور علما نے شریعت الٰہی کے نفاذ کے ذریعہ اس روحانی ربط کو خارجی مظاہر کے ذریعہ فروغ دیا۔ ہسپانیہ میں بنوامیہ نے صدیوں حکومت کی لیکن حکومت کے ختم ہونے کے بعد وہاں آثارِ قدیمہ باقی رہ گئے ہیں۔ اور موسیقی اور طرزِ معاشرت پر اسلامی اثرات باقی ہیں۔ لیکن مسلمان نہیں۔

اسلامی تصوف کی بنیاد روح وجسم کے ثنویت کی قائل نہیں ہے۔ عبادت سے روح کی بالیدگی ہوتی ہے۔ اور اس کے اثرات انسان کے ظاہر اعمال پر بھی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تصوف میں طریقت وشریعت کو علیحدہ نہیں کر سکتے، جس طرح ظاہر وباطن کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔

اسلامی تصوف کا کلیدی تصور ''معرفت الٰہی'' کا حصول ہے۔ جب اسلامی تصوف پر خارجی نظریات کے اثرات کا نفوذ ہوا تو پھر اس کا اصلی رنگ بدل گیا۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے اثرات نے اسلامی تصوف کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ کثرت میں وحدت یقینی خارجی نظریہ ہے۔ یہ اسلامی عقائد کے منافی ہے۔

صوفیائے کرام نے تبلیغ اسلام کی ذمہ داری قبول کی اور اپنے قول وفعل سے، اپنے کردار سے اور عشق حقیقی کے پیغام کے ذریعہ عوام کو اسلام کی طرف راغب کیا اور لوگوں نے جوق در جوق اسلام قبول کیا۔

عہد نبوی میں صحابۂ کرام عبادت و ریاضت کے ذریعہ تزکیہ نفس میں اکثر مشغول رہتے تھے۔ یہی تصوفِ اسلامی کی ابتدا تھی۔ بعد میں خلفائے راشدین کے دور میں بھی اکثر صحابہ صلوٰۃ وتہجد ونوافل کے ذریعہ عرفان الٰہی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ امتِ اسلامیہ میں جب تک خلفا دنیوی اور دینی اور روحانی قیادت کے اہل تھے، انھوں نے امتِ واحدہ کے روحانی وسیاسی اتحاد کو برقرار رکھا۔ لیکن جب خلفا امور مملکت میں اس قدر منہمک ہو گئے کہ وہ یا تو امت کو دینی و روحانی قیادت فراہم کرنے سے قاصر ہو گئے تھے یا پھر اس قیادت کے اہل نہ رہے۔ اس وقت امت میں داخلی انحطاط وانتشار کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کیونکہ امت کی سیاسی وحدت روحانی ارتباط پر قائم نہ رہ سکی اور امت میں روحانی قیادت کا خلا پیدا ہو گیا۔

اس خلا کو دراصل صوفیا کرام نے پُر کیا۔ اور سیاسی تنظیم کو تقویت پہنچانے کی غرض سے اس کے متوازی، روحانی تنظیم قائم کی۔ اس طرح صوفیائے کرام نے سلسلے قائم کیے۔ یہی وجہ ہے کہ تصوف کی اصطلاحات اور فقہ کی سیاسی اصطلاحات بڑی حد تک مماثل ہیں۔ قطب، ابدال، خلیفہ وغیرہ۔ امتِ اسلامیہ کو علاقائی سطح پر ولایات میں تقسیم کیا۔ اور گوشے گوشے میں صوفیائے کرام کو تعینات کیا گیا۔ اور ہر سلسلہ کی مرکزی تنظیم بھی ہوا کرتی تھی۔ لیکن صوفیا کے تبلیغی مشن کی کامیابی کا راز اس بات میں مضمر تھا کہ انھوں نے براہِ راست حکومت وقت سے اپنا تعلق اس طرح نہیں رکھا کہ انھیں مشائخ سے کوئی خطرہ لاحق ہو۔ ان صوفیا نے سلاطین کو بھی متاثر کیا اور انھیں پند ونصائح کے ذریعہ جبر واستبداد سے اجتناب کی تلقین کی۔ اور دوسری طرف عوام سے

رابطہ قائم کر کے ان پر روحانی تصرف کیا۔ اور انھیں روحانی طور پر ملت اسلامیہ سے مربوط رکھا۔ یہ صوفیائے کرام کا بڑا کارنامہ تھا۔

تصوف اور صوفیائے کرام سے متعلق اسلامی ادب میں گرانمایہ سرمایہ موجود ہے۔ رسالہ قشیری، کشف المحجوب، منطق الطیر کے علاوہ غزالی، ابن العربی اور بعد میں شاہ ولی اللہ کی تصانیف ہیں۔ بزرگ صوفیا کی سوانح حیات بھی کثیر تعداد میں موجود ہے۔ معروف سلسلے آج تک عالمِ اسلام میں تبلیغ واشاعت اسلام اور روحانی تصرف میں مصروف ہیں اور سارے سلسلوں کا اصل منبع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے جا کر ملتا ہے یا پھر یہ معروف صحابہ کرام کے توسط سے محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور عرفان الٰہی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ وغیرہ عالم اسلام میں اثر انداز ہوئے۔

سلسلۂ رفاعیہ کو منفرد حیثیت حاصل ہے اس لیے کہ یہ کسی مخصوص سلسلے سے براہ راست منسلک نہیں بلکہ اس کے بانی حضرت سیدنا الشیخ سیداحمد الکبیر الحسینی الموسوی الرفاعی بذات خود خاندانی اعتبار سے ان کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین اور امام موسیٰ الکاظم سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا کر ملتا ہے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی تصوف کا مرکز حقیقی ہیں۔ حضرت رفاعی قدس سرہ نہ صرف یہ کہ پایہ کے مرد کامل تھے بلکہ انھوں نے تفسیر وحدیث اور تصوف پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ اسی طرح بہت سی اور تصانیف بھی ہیں۔ اس طرح آپ کی ذات گرامی میں طریقت وشریعت کا حسین متوازن امتزاج ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے سلسلے میں طریقت وشریعت کا تضاد یا ثنویت نہیں ملتی۔

اسلامی تصوف ترکِ دنیا کی قائل نہیں اور نہ ہی شرعی پابندیوں سے مبرّا ہے۔ رفاعیہ سلسلے میں اسی لیے ہمیں اسلامی تصوف کی صحیح ترجمانی ملتی ہے۔

میں جناب پروفیسر غوث محمد صاحب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج (کراچی، پاکستان) کا بڑا ممنون ومشکور ہوں کہ انھوں نے مجھے اس سلسلے سے متعارف کرایا۔ اور اس سے متعلق رسالے مرحمت فرمائے۔ اور الحاج سید رضی الدین رفاعی صاحب کی تصنیف ''شانِ رفاعی'' دی جس کا میں نے بغور مطالعہ کیا۔ اس کے مطالعہ سے میرے قلب وفکر پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ میری روح کے تاروں میں احمد الکبیر رفاعی نے زخمہ زنی کی ہے اور اس کی کثافتوں کو دور کر کے مجھے آشنائے لطافتِ روحانی کر دیا ہے۔ امید ہے کہ میری طرح دوسرے افراد بھی سلسلہ رفاعیہ سے اکتسابِ فیض کریں گے۔ اور اضطرابِ قلب، تذبذبِ فکر اور انتشارِ روح کا مداوا حاصل کریں گے۔

☆☆☆☆☆

(صفحہ نمبر ۴۵ کا بقیہ)

دوسری جگہ علما کو اپنے علم پر عمل کرنے پر زور دیتے ہوئے فرمایا:
''عزیز من! جب تم کوئی علم حاصل کرو، یا اچھی حکایت سنو، تو اس پر عمل کرو، اور ان لوگوں میں داخل نہ ہو جو جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

عزیزمن! عالم کی نجات اسی میں ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے، عمل نہ کرنا اس کی تباہی ہے، اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن اس عالم پر سب سے زیادہ عذاب ہوگا، جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں حاصل کیا، لہٰذا اپنے وقت کو کھیل کود، گانے بجانے اور ہنسانے والوں کی باتیں سننے میں برباد نہ کرو۔

عزیز من! ان لوگوں کو سوچو، جو تم سے پہلے گذر چکے، جن میں انبیاومرسلین بھی ہیں، بڑے بڑے بادشاہ وسلاطین بھی، دنیا سے ایسے چلے گئے، گویا تھے ہی نہیں، وہ پہلے چلے گئے، ہم ان کے بعد جانے والے ہیں، لہٰذا نیک بندوں کے راستے پر چلتے رہو، تاکہ ان کی جماعت میں شامل کر لیے جاؤ، اور ان کی پارٹی میں داخل ہو جاؤ، یہی اللہ کا لشکر ہے اور یاد رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔ (شیطان کا لشکر کبھی کامیاب نہ ہوگا) (سیدالاولیا/۵۴،۵۵)

☆☆☆☆☆

حضرت رفاعی اور معارف تصوف

ڈاکٹر حافظ سید بدیع الدین صابری، پروفیسر عربک، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم و علٰی اٰله وصحبه اجمعین امّا بعد!

چھٹی صدی ہجری میں جو ہستیاں آفتاب و ماہتاب بن کر طلوع ہوئیں اور ان کے علم وفضل، حکمت و دانائی اور تقویٰ وخشیت ربّانی کی کرنوں نے عالم کو منوّر و مجلّی کر دیا، انھیں پر عظمت اور پاک ہستیوں میں حضرت سید العارفین شیخ احمد بن ابی الحسن سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا شمار ہوتا ہے، جن کی پاک صحبت وعرفانی مواعظ اور روحانی توجہ سے ہزاروں بلکہ لاکھوں اشخاص عارف باللہ اور واصل الی اللہ ہوگئے۔

جہاں آپ بحر طریقت کے غوّاص تھے وہیں آپ علوم دینیہ و شرعیہ میں یدطولیٰ اور تبحر رکھتے تھے۔ آپ کی علمی مہارت اور شانِ معرفت کی وجہ سے اہل زمانہ نے آپ کو "کبیر" کا لقب دیا جو آپ کے اسم گرامی کا جز بن گیا۔ امام ذہبی آپ کے ترجمہ حیات میں فرماتے ہیں : " الامام القدوة العابدالذاهد شیخ العارفین" آپ کا شمار فقہائے شافعیہ میں ہوتا ہے۔۱

آپ کے شیوخ میں حضرت شیخ علی قاری واسطی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جن سے سب سے بڑھ کر روحانی و باطنی علوم میں تربیت حاصل کی بلکہ حسبِ حکم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت رفاعی کو حضرت شیخ علی قاری واسطی رحمتہ اللہ علیہ کے سپرد کیا گیا جیسا کہ شیخ سید عزالدین احمد اپنی کتاب "المعارف المحمّدیه" میں تحریر فرماتے ہیں:

"قدرای مولانا السید منصور البطائحی ذات لیلة فی منامه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقال صلی اللّٰه علیه وسلم ابشرک یا منصور ان اللّٰه یعطی الی اختک بعد اربعین یوما ولدا یکون اسمه احمد ..... وحین یکبر فخذه واذهب به الی الشیخ علی القاری الواسطی وأعطه کی یربّیه."ے ۲

حضرت مولانا سید منصور بطائحی نے ایک رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خواب میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے منصور! میں تمھیں بشارت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ چالیس دن کے بعد تمھاری بہن کو ایک لڑکا عطا کرے گا اس کا نام احمد ہوگا.... جب یہ شعور کو پہنچ جائے تو اسے شیخ علی قاری کے حوالے کر دو تا کہ وہ اس کی تعلیم وتربیت کریں۔

حضرت رفاعی نے اپنی ساری زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف وعنایت کے سایہ میں گذاری جیسا کہ خود آپ سے مروی ہے:

"میں نے عید الفطر کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کا نور پاک اللہ تعالیٰ نے سارے عالموں کو منوّر کر چکا، میں نے عرض کیا: الصلاة والسلام علیک یا روح العوالم، یا رسول اللّٰه! اے سارے عالمین کی روح یارسول اللہ! آپ پر درود وسلام ہو، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وعلیک السلام میں نے عرض کیا: یاحبیبی! مجھے اشرف ترین علوم کی تعلیم دیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هو الوقوف عند الحق : "واتقو اللّٰه ویعلمکم اللّٰه"

وحسبک وہ حق کے پاس وقوف (قیام) ہے" اور
اللہ سے ڈرو اور اللہ تمھیں تعلیم دے گا" اور یہ تمہیں
کافی ہے۔[۳]

ان حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات آپ کی ذات پر کس حد درجہ تھی۔

آپ کی ذات کریمہ وقت واحد میں علما اور صوفیا دونوں جماعتوں کی مرکزِ نگاہ تھی جیسا کہ شیخ سید عزالدین احمد رقمطراز ہیں:

**"کان اذا جلس للدرس علی کرسیّه یحیط
به ائمّة العلماء و فحول الفضلاء و صنوف
اهل المعارف و العلوم"** [۴]

"جب آپ اپنے مسند درس پر جلوہ گر ہوتے تو متبحر
علماء چوٹی کے فضلا اور مختلف علوم وفنون کے شیوخ
آپ کے اردگرد شرفِ تلمذ کے لیے جمع ہوجاتے۔"

کسی بھی شخصیت کی عظمت کا دارومدار دو باتوں پر ہے: "علم اور اخلاق" آدمی کی عظمت ان دونوں کے کمال کے بقدر ہوا کرتی ہے۔

حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں:

میں نے اولیاء اللہ کی زبان میں آپ (یعنی ابوالسعود
بن ابی العسائر) سے اور سیدی احمد بن رفاعی رضی اللہ
عنہ سے بڑھ کر وسعت اخلاق والا نہیں دیکھا۔[۵]

حضرت رفاعی علیہ الرحمہ کو جس طرح علم کا کمال درجہ عطا ہوا تھا، اس طرح آپ اخلاق و کردار کے بلند مینار تھے۔ آپ تواضع اور انکساری کا ایک عظیم نمونہ تھے، مروّت اور محبت آپ کی رگ میں سمائی ہوئی تھی۔ ان کے نزدیک مروّت اور محبت کے مستحق محض انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی ہیں، شریعت نے بھی اس بات پر زور دیا ہے جیسا کہ بخاری شریف کی ایک روایت سے ثابت ہے کہ ایک فاسقہ عورت کو محض ایک کتے پر رحم کرنے کی وجہ سے بخش دیا گیا۔

حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی کا قول ہے:

بزرگو! میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں
چھوڑا جس کے پردے نہ کھولے ہوں اور لشکر ہمت
کے ہاتھوں اس کے بادبان نہ اٹھائے ہوں۔ میں
نے ہر دروازے سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہا مگر
ہر دروازے پر بہت زیادہ ہجوم پایا۔ تو میں ذلت و
انکسار کے دروازے پر پہنچا اور اس کو میں نے خالی پایا
اور اسی سے واصل ہوکر اپنے مطلوب کو پا لیا۔
دوسرے طالب ابھی تک دروازوں پر ہی کھڑے
تھے، کسی کو دربار تک رسائی نہ ہوئی تھی، مجھے میرے
پروردگار نے اپنے فضل وعطا سے وہ دیا جس کو اس
زمانے میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ
کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گزرا۔[۶]

تواضع کا فائدہ کیا ہے، آپ کے خادم شیخ یعقوب رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سیدی احمد رفاعی نے کھجور کے درخت کو دیکھا تو فرمایا اے یعقوب! کھجور کے درخت کو دیکھو جب اس نے اپنا سر اونچا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پھل کا بوجھ اس پر رکھ دیا جب بھی لگے، اور کدو کے پودے کو دیکھو جب اس نے اپنے آپ کو عاجز کیا اور اپنے آپ کو زمین پر رکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پھل کا بوجھ اس کے غیر پر رکھ دیا جب بھی پھل لگے اسے محسوس نہیں ہوتا۔[۷]

معارف تصوّف:

تصوّف کے اسرار ورموز اور معارف آپ کی تحریرات کے سطر سطر اور آپ کے مواعظ کے ایک ایک کلمہ سے نمایاں ہیں۔ یوں تو آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں لیکن آپ کی مجلس وعظ کی مشہور کرامت یہ تھی کہ اگر کوئی بہرہ بھی آتا تو اس کے کانوں میں سننے کی طاقت پیدا ہوجاتی جس کی تفصیل حضرت امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"جب کرسی پر بیٹھ کر گفتگو فرماتے تو آپ کی بات کو
دور والے بھی اس طرح سنتے جس طرح قریب والے
سنتے، حتی کے امِ عبیدہ کے اردگرد بستیوں والے اپنی
چھتوں پر بیٹھ کر آپ کی آواز سنتے اور آپ جو کچھ بیان
کرتے سب سمجھتے حتی کہ جب بہرے حاضر ہوتے تو
اللہ تعالیٰ آپ کی گفتگو سننے کے لیے ان کے کان کھول
دیتا اور شیوخ طریقت آپ کے پاس حاضر ہوتے
اور آپ کی گفتگو سنتے اور ان میں ایک اپنا دامن

پھیلاتا جب سیدی احمد رفاعی فارغ ہوتے تو اپنے دامن اپنے سینوں کے ساتھ لگا لیتے اور واپس آکر اپنے مریدوں کو ساری گفتگو صاف صاف سنا دیتے۔"

امام شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بالکل اسی طرح کا واقعہ ہے جیسا کہ ندائے حج کے لیے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لیے بیت اللہ شریف بنانے کے بعد پیش آیا۔ آپ نے عرض کی یا رب! میں ساری مخلوق کو کیونکر سناؤں؟ تو حکم خداوندی ہوا اے ابراہیم! تیرا کام ندا کرنا ہے، ہمارا کام آواز پہنچانا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حج کی ندا کی تو دور دراز زمین کے اطراف واکناف سے پشتوں میں موجود ارواح نے آپ کو ایسے ہی جواب دیا جس طرح کہ قریب والوں نے۔[۸]

مذکورہ حقیقت حضرت مولانا روم کے اس شعر کی تفسیر ہے:

گفتہ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

صاحب تذکرۃ المحققین رقمطراز ہیں:

"سید یعقوب کراز رحمتہ اللہ علیہ نے بیان فرمایا جب حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ ایسی عاشقانہ گفتگو فرماتے تو معبد یہ کے کھجور کے درختوں میں پھل آجاتے اور تین دن تک لگے رہتے وجد کرتے حالانکہ ان دنوں پھل کا موسم نہیں ہوتا، اہل عراق نے آپ کی اس کرامت سے متاثر ہو کر توبہ کی اور فقر کی راہ پر ثابت قدم ہو گئے۔[۹]

حضرت شیخ عزّ الدین احمد آپ کی مجلس درس کا اس طرح نقشہ کھینچتے ہیں:

"درس کے مضامین اتنے بلند ہوتے کہ متکلمین کی زبانیں گنگ ہو جاتیں، منکرین مبہوت ہو جاتے اور عارفین حیرت زدہ اور سالکین طرب و سرور میں ہوتے اور خاشعین پر گریہ طاری ہو جاتا، آپ جامع مانع کلمات ارشاد فرماتے یہ وصف آپ کو اپنے جدّ اعلیٰ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثۃً ملا ہے۔"[۱۰]

آپ کا کلام کتنا پرمغز اور جامع ہوتا تھا اس کا اندازہ آنے والی عبارت سے ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب "البنیان المشید" میں قربِ الٰہی پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

اے عزیز! خدا کی قسم! اس مقام (قرب الٰہی) میں نہ وصال ہے نہ جدائی، نہ حلول ہے نہ انتقال، نہ حرکت ہے نہ سکون، نہ چھونا ہے نہ پاس ہوتا ہے، نہ سامنا ہے نہ مقابلہ، نہ برابری ہے نہ مماثلت، نہ ہم جنس ہونا ہے نہ ہم شکل ہونا، نہ کوئی جسم ہے، نہ کوئی تصور، نہ اثر قبول کرنا ہے، نہ تغیر، نہ تبدل، یہ تو سب کے سب تیرے حدوث کی صفات ہیں، حق سبحانہ تیری ان صفات و کیفیات سے منزّہ ہے کیونکہ یہ تو اسی کی بتائی ہوئی ایجاد کی ہوئی ہیں، پھر وہ ان کے ذریعہ سے یا ان کے اندر یا ان کے پاس ہو کر اور دور ہو کر کیونکر ظاہر ہو سکتا ہے۔ یہ سب چیزیں خود اسی سے ظاہر ہوئی ہیں اور وہ ان سے ظاہر نہیں ہوا وہ تو ان شکلوں اور صورتوں اور معنوں سے پاک اور "وراء الوراء" ہے نہ وہ ان میں چھپا ہوا ہے نہ ان سے ظاہر ہوا، نہ کسی کی فکر اس تک پہنچی، نہ کسی کی نظر نے اس کو گھیرا، قرب الٰہی کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ گفتگو کا دائرہ حقیقت حال کے بیان سے قاصر ہے۔[۱۱]

تصوف کا عنوانِ جلی توحید ہے، توحید کی مختلف انداز سے تعریف و توضیح کی گئی، حضرت رفاعی نے کس جامع انداز سے اس کی تعریف کی ہے ملاحظہ کیجیے، آپ اپنی کتاب "البنیان المشید" میں لکھتے ہیں:

"جو شخص اپنے خالق کی معرفت کے در پر ہو تو اگر اس کی معرفت ایسے موجود پر ختم ہوگی جس تک اس کا ذہن پہنچ سکتا ہے تو یہ محض مشبہ ہے اور اگر خالص عدم تک پہنچ کر مطمئن ہو گیا تو یہ معطل ہے اور اگر ایسے موجود پر دل کو قرار ہو جس کے پہچاننے سے عاجز ہونے کا دل نے اقرار کر لیا تو یہ موحد ہے۔"[۱۲]

اس مضمون کی تائید حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ہوتی ہے:

اس کے ادراک سے عاجز آنے کا نام ادراک (معرفت) ہے۔

علم تصوف کا دارو مدار دو باتوں پر ہے تخلیہ (نفس کا رذائل غضبیہ و معائب شہویہ سے پاک و صاف کرنا) تحلیہ (دل کو اوصاف حسنہ اور یادِ الٰہی سے مزیّن کرنا)

ان دو باتوں کو اس آیت کریمہ میں جمع کیا گیا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى (سورۃ الاعلیٰ: ۱۴، ۱۵) وہ شخص کامیاب ہوا جسے (نفس کا) تزکیہ حاصل ہوا اور ذکرِ الٰہی میں مصروف ہوا اور نماز پڑھا۔

نفس اور قلب:

حضرت رفاعی علیہ الرحمہ نے فرمایا:

"جس کا نفس مرجاتا ہے اس سے دنیا دور ہو جاتی ہے اور جس کا قلب مرجاتا ہے تو مولیٰ اس سے دور ہو جاتا ہے۔" ۱۳

قلب انسانی میں ذکر الٰہی کے انوار اور خصوصی کیفیات اس وقت تک پیدا نہیں ہوتے جب تک کہ نفس کا تزکیہ حاصل نہ ہو اس سلسلہ میں آپ نے ایک بہترین حکایت نقل فرمائی:

"ایک شخص ایک عارف کے پاس گیا اور کہنے لگا: کچھ بیان فرمایئے اس نے جواب دیا کہ میرا تیرے ساتھ معاملہ اس آدمی کی طرح ہے جو گندے پانی میں گر گیا اور اسی حالت میں عطار کی دوکان پر گیا اور کہنے لگا کہ عطر لگاؤ۔ عطار نے اس کے کپڑوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگا کہ پہلے تم صابون خریدو اور لباس کو خوب دھولو اور پھر آؤ عطر لگاؤ۔ اسی طرح تم اپنے نفس کو گناہوں سے لت پت کر رکھے ہو، پس جاؤ حسرت کا صابون خریدو اور ندامت و انابت کا پانی لو اور جرم و جفاء کی غلاظت کو پاک و صاف کرو۔ زہد و صفا کے حمام میں جاؤ اور صدق و صفا کے پانی سے اپنے نفس کو غسل دو اس کے بعد میرے پاس آؤ تا کہ پاک و صاف نفس کو عارفانہ کلام کے عطر سے معطر کروں۔ وہاں موجود کسی صاحب نے عارف سے کہا کہ تمہاری باتیں سمجھ میں نہیں آرہی ہیں، اس نے جواب دیا کہ گونگے کی باتیں اس کی ماں ہی سمجھ سکتی ہے۔ ۱۴

انسان کی سب سے بڑی دولت جو رب سے عطا کی گئی وہ قلب ہے مومن کے دل کو عرش اللہ کہا گیا ہے جب تک اس دولت کی حفاظت نفس و شیطان اور دنیا سے نہ کی جائے انوار الٰہی کا اس میں نزول نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لولا ان الشیاطین یحومون علی قلوب بنی ادم لنظروا الی ملکوت السماء" ۱۵ اگر شیاطین بنی آدم کے قلب پر نہیں منڈلاتے تو وہ ضرور آسمان کی سلطنت کو دیکھ لیتے ہر دل ایک جیسا نہیں۔

حضرت رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"قلب تین طرح کے ہوتے ہیں: ایک قلب جو دنیاوی شہوات کے گرد چکر لگا تا رہتا ہے، ایک قلب جو اُخروی اعزازات کے گرد چکر لگا تا رہتا ہے، ایک قلب جو سدرۃ المنتہیٰ کے گرد گشت لگا تا رہتا ہے۔ سمجھو کہ ایک قلب دنیا میں معلّق ہے، ایک قلب عقبیٰ میں معلّق (لٹکا ہوا) ہے، ایک قلب مولیٰ کے ساتھ متعلق ہے۔ پہلا قلب جلا ہوا ہے دوسرا ڈوبا ہوا ہے، تیسرا ہلکا ابھرا ہوا (لطیف) ہے، پہلا عطا کا منتظر دوسرا رضا کا منتظر اور تیسرا لقاء (ملاقات) کا منتظر ہے۔"

پھر مزید فرمایا:

قلب منیب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا قلب ہے، قلب سلیم حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا قلب ہے اور قلبِ منیر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب ہے۔ ۱۶

معرفتِ الٰہی:

قلب کی سب سے بڑی خصوصیت معرفت الٰہی کے نور سے منور ہونا، معرفت الٰہی تصوّف کی غرض و غایت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ"

(سورۃ الزاریات: ۵۶)

(میں نے جن وانس کو پیدا نہیں کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں)

اور عبادت کا ذریعہ معرفت ہے اس لیے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد امام مجاہد لیعبدون کی تفسیر لِيَعْرِفُوْن (تا کہ میری معرفت حاصل کریں) سے فرماتے ہیں۔ ۱۷

حضرت سیدی احمد رفاعی نے فرمایا:

معرفت کے پانچ حروف ہیں جس نے ان کے معنی کو اپنا حال بنالیا وہی اہل معرفت ہے۔۲۰

م : (مالک) ہونا نفس کا نہ کہ اس کا غلام
ع : اللہ کی (عبادت) کرنا صدق و وفا کے ساتھ
ر : اغیار سے ترکِ تعلق کر کے اللہ کی طرف (راغب) ہونا
ف : تمام معاملات کو اللہ کی (تفویض) میں دے دینا
ہ : ساری مخلوقات سے اللہ کی طرف (ہجرت) کرنا

اورفرمایا: عارفین کے کلام کی پانچ جہتیں ہیں ''بِہٖ'' اس کے ساتھ ''لَہٗ'' اس کے لیے ''مِنہُ'' اس سے ''اِلَیہِ'' اس کی طرف ''عَلَیہِ'' اس پر اور عارفین کے کلام میں پانچ نسبتیں نہیں ہوتیں:

''اَنَا'' میں ''اِنّی'' بے شک میں ''نَحنُ'' ہم ''لِیْ'' میرے لیے ''بِیْ'' مجھ سے۔۱۸

آپ نے معرفت کو ایک بہترین تمثیل سے سمجھایا ہے:

''میں کہتا ہوں کہ معرفت ایک درخت کے مثل ہے کہ باغبان اس کو اپنے باغ میں لگاتا ہے، باغبان کی اچھی دیکھ بھال سے اس درخت کے پتے، شاخیں اور پھول سب ہرے بھرے خوشنما ہوتے ہیں، اس کے پھل پھول تو کیا اس کا تنا اور اس کی جڑیں تک اس کے مالک کو بھاتی ہیں... اس درخت کی وہ ارضی و سماوی آفات سے بھرپور حفاظت کا سامان کرتا ہے اس کی دیکھ بھال میں ادنیٰ درجہ کی فروگزاشت نہیں کرتا، اس کی مثال سمجھو کہ اللہ تعالیٰ اپنی معرفت کا پودا اپنے پسندیدہ بندے کے قلب میں بوتا ہے پس اس کی اچھی نشو و نما کے لئے اپنے رحمت کے خزانے لٹاتا ہے اور اپنی قدرت کے کرشموں سے اس کی نگہداشت کرتا ہے، موسلا دھار بارش کی طرح ہر دم اپنے لطائف و عنایات کا رم جھم اس پر برساتا ہے۔

عارف اس تناور اور ثمر آور درخت کے سائے تلے گشت کرتا رہتا ہے اور اس کی معطّر ہواؤں سے راحت پاتا ہے، اس کے لذیذ و طیب پھلوں سے وہ لطف و لذت پاتا ہے اور کیف و مستی، جذب و شوق میں استغراق کی حد تک وہ مست رہتا ہے، وجد و وجدان کی سرمستی و سرشاری کی برکت سے وہ اغیار سے بہت دور ہوجاتا ہے وہ ایسے نشہ میں چور رہتا ہے جو دیدارِ الٰہی کے وقت ہی اتر آئے گا پھر وہ جرأت مستانہ اور ہمت قلندرانہ سے کام لے کر ان مقامات کو حاصل کر لیتا ہے جس کا قیاس ممکن نہیں۔۱۹

عارفین کی کیفیات ایک دوسرے سے جداگانہ ہوتی ہیں جیسے گلستان کے ہر پھول کی اپنی ایک خصوصیت ہوتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت سید احمد رفاعی نے اس کی بہترین توجیہ اس طرح فرمائی ہے:

''عارفین کے مختلف اصناف ہیں اور سلوک کی الگ الگ راہیں ہیں اور مراتب جدا جدا ہیں اور منزلیں متعدد ہیں۔ کسی عارف نے اللہ تعالیٰ کو اس کی قدرت سے پہچانا ہے اس لیے اس پر خوف کا غلبہ ہے، کسی نے اس کو اس کی مہربانیوں سے پہچانا ہے اس لیے اس پر حسنِ ظن کا غلبہ ہے کسی عارف نے اس کو اپنے غور و فکر سے پہچانا ہے اس لیے اس پر عقیدت و اعتقاد کا غلبہ ہے، کسی نے اس کو اس کی عظمتوں سے پہچانا ہے ،اس لیے اس پر خشیت کا غلبہ ہے۔ کسی نے اس کو اس کی کارسازیوں سے پہچانا ہے اس لیے اس پر بے چارگی کا غلبہ ہے۔۲۰

ذکرِ الٰہی:

ذکرِ الٰہی تصوف کی پہلی سیڑھی ہے۔ ہر قسم کی بے چینی اور اضطراب کا علاج ذکرِ الٰہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **''الا بذکر اللّٰہ تطمئنّ القلوب'' (الرعد ۲۸)** آگاہ ہوجاؤ! اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو چین نصیب ہوتا ہے۔

آباد وہی دل ہے جس میں تیری یاد ہو
جو یاد سے غافل ہو وہی دل برباد ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **''اِنَّ لکلِّ شئی صفالة واِنَّ صفالة القلوب ذکر اللّٰہ''** بے شک ہر چیز کے لیے ایک صاف کرنے والی شئی پالیش ہے اور دلوں کو صیقل کرنے والی (چمکانے والی) چیز اللہ کا ذکر ہے۔۲۱

حضرت سیدی احمد رفاعی نے اپنی کتاب **''حالة اهل الحقیقته مع الله''** کے اٹھارہویں درس میں انتہائی موثر انداز میں ذکر کی اہمیت کو اجاگر کیا اور جو ذاکرین ذکر کے باوجود مایوسی کا شکار ہوجاتے ہیں ان

کے لیے بڑی تسلّی کی بات کی ہے۔

فرماتے ہیں:

''یحیٰ بن معاذ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا: ذکر جنت سے بڑی چیز ہے کیونکہ ذکر اللہ کا حق ہے اور جنت بندوں کا حق ہے اور ذکر میں اللہ کی رضا ہے اور جنت میں بندوں کی رضا ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذکر کے وقت خدا کی تجلی ہوتی ہے لیکن ذاکر دیکھ نہیں سکتا اس لیے کہ اس کو دیکھنے کی تاب نہیں ہے، پس اللہ کی یاد کے لئے یکسو ہو جاؤ اور اس کے ذکر سے مانوس ہو جاؤ'' ۲۲؎

اپنے اس مضمون کا اختتام ان دونوں اشعار پر فرمایا:

للناس عیدان معدودان فی سنة
وللمرید جمیع العصر أعیاد
فالذکر عادته والحمد راحته
والقلب فی ملکوت الرب اواد

لوگوں کو سال میں دو عیدیں میسّر ہیں، لیکن مرید کی تمام سال عیدیں ہیں اس لیے کہ ذکر اس کی عادت ہے اور حمد اس کی راحت کا سامان ہے اور دل رب کی سلطانی میں آرام پاتا ہے۔

حدیث شریف سے ثابت ہے کہ:

جنت میں انسان کو کسی چیز کی حسرت نہیں ہوگی سوائے اس حسرت وافسوس کہ اس نے جو لمحات ذکر الٰہی کے بغیر گذارے۔

اس لئے حضرت رفاعی رحمتہ اللہ علیہ نے ذکر کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

''فقیر کے لئے شرط ہے کہ وہ اپنے سانس کو کبریت احمر سے قیمتی سمجھے اور ہر سانس کو نہایت عظیم مصلحتوں کے سپرد کرے ایک سانس بھی (ذکر الٰہی کے بغیر) ضائع نہ کرے'' ۲۳؎

تقویٰ:

تصوف وسلوک کا تصور تقویٰ کے بغیر نہیں کیا جا سکتا بلکہ قرآن مجید میں اولیا کی تعریف ہی یہ کی گئی ہے ''اِنْ اولیاؤہ اِلَّا المتَّقون ولکنَّ اکثرھم لا یعلمون'' (الانفال : ۳۴) اس کے اولیا صرف متقی ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت سیدی احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ رأس التقوی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: آدمی اپنے نفس کو شہوات سے اور اپنے منہ کو لذّات سے اور اپنے قلب کو غفلت سے بچائے یہی سرمایہ تقوی ہے ۲۴؎۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ومن یتق اللّٰہ یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لا یحتسب.... الخ (سورة الطلاق : ۳) اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (مصیبت سے) نکلنے کی راہ بتا تا ہے اور اس کو ایسے مقام سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان نہیں۔

حضرت سیدی احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وہ شخص اس راستہ سے اغیار کی بندگی سے نکل جاتا ہے پھر اللہ پاک اس کو اپنا اُنس، اپنی محبت اور اپنا شوق اس طریقہ سے عطا فرماتا ہے جس کا وہ پہلے سے گمان بھی نہیں کرتا۔ آیت شریفہ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ جو بندہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اس کو ماسوا کی طرف التفات کی آفات سے تحفظ کا اور بارگاہِ الٰہیہ سے دور کرنے والے حجابات سے بچنے کا راستہ مہیا ہوتا ہے اور وصال کا طریقہ اس طرح القا ہوتا ہے جو وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ ۲۵؎

حضرت رفاعی کی کتاب ''حالة اھل الحقیقة مع اللّٰه'' کا درس نمبر ۲۳ ہر سالک کو بار بار پڑھنا چاہئے کہ کس طرح ایک سالک بعض اوقات اپنے بہتر اوقات اور اعمال پر اترا کر راہ حق سے ہٹ جاتا ہے اسی درس کا ایک اقتباس پیش کیا جاتا ہے:

ابو یعقوب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا جاہل وہ عارف ہے جو اللہ کو تو نہ پایا مگر اپنے علم معرفت کی وجہ سے اپنے کو مستغنی سمجھ بیٹھا۔

یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ زیادہ بہتر ہے جس پر شرمندہ ہوا اس نیکی سے جس پر مجھے فخر ہے۔

حضرت فضیل اس آیت شریف:

وبدا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَالَمْ تَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ (الزمر : ۴۷)

اللہ کی طرف سے ان کے لیے وہ ظاہر ہوا جس کا وہ تصور نہیں کر سکتے تھے۔

کو پڑھتے تو بار بار پڑھتے اور روتے رہتے اور فرماتے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال کو حسنات سمجھ رہے تھے لیکن اچانک معلوم ہوگا کہ وہ سیئات تھے اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ ان کی حقیقت کو اچانک ظاہر کر دے گا۔ برخوردار! معرفت جمتی بھی ہے اور پھسلتی بھی ہے۔ اولیاء اللہ کے قلوب میں جم جاتی ہے اور فسّاق کے قلوب سے پھسل جاتی ہے۔ بندے کو توفیق مل جانے پر خدا سے مایوس بھی نہیں ہونا چاہیے۔ بعض اوقات آدمی ایک اچھا خواب دیکھتا ہے حالانکہ وہ بطور استدراج ہوتا ہے۔

حکایت ہے کہ ایک شخص علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے آپ کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ جنت میں ہیں۔ علاء یہ سنتے ہی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ان پر گریہ طاری ہوگیا، وہ روتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اللہ ہی کو صحیح علم ہے کہ اس خواب سے اس نے میرے تعلق سے کیا فیصلہ ظاہر کیا ہے۔[۲۶]

مختصر یہ کہ حضرت سیدی احمد رفاعی کی تالیفات اور ملفوظات رہروانِ شریعت وطریقت دونوں کے لئے یکساں رہنما ہیں۔

مراجع و مصادر

(۱) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال (حالة اهل الحقيقة مع اللّٰه) سیدی احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ: شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی ندوی ص:۲

(۲) المعارف المحمدیہ: شیخ سید عزالدین احمد ص:۳۱

(۳) النظام الخاص لاهل الاختصاص، ص ۶۸، سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

(۴) المعارف المحمديه ص :۴۳

(۵) طبقات امام شعرانی: ۳۳۶ (الھدی پبلیکیشنز دہلی)

(۶) آئینہ سلوک، مولوی نثار احمد خان: ۲۰۸

(۷) طبقات امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ: ۲۹۵ (ترجمہ: مولانا محمد محفوظ الحق شاہ صاحب)

(۸) طبقات امام شعرانی: ۲۹۷

(۹) تذکرۃ المحققین حضرت سید احمد زاہد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ سید احمد کبیر رفاعی، ترجمہ: مولانا محمد ابراہیم آسی، ص:۱۲۹

(۱۰) المعارف المحمدیه : ۴۲

(۱۱) اللہ تعالیٰ بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں، مولانا ارسلان بن اختر میمن ص:۱۸۳

(۱۲) آئینہ سلوک: ۱۲۴ (بحوالہ البنیان المشید، سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۳) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال، سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ص:۹

(۱۴) مرجع سابق ص:۵۶

(۱۵) احیاء العلوم، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

(۱۶) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال: ۳۴

(۱۷) فقیر مظہری، حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ: سورۃ الذاریات

(۱۸) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال: ۳۴

(۱۹) مرجع سابق: ۴۹

(۲۰) مرجع سابق: ۱۶، ۱۷

(۲۱) مرجع سابق: ۲۴

(۲۲) المتجر الرابح لابن ابی الدنیا

(۲۳) تفسیر آیت کریمہ ولذكر الله اكبر (اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے)

(۲۴) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال: ۱۰۴

(۲۵) طبقاتِ شعرانی: ۲۹۵

(۲۶) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال: ۱۷۵

(۲۷) مرجع سابق ص:۷۶

(۲۸) مرجع سابق ص:۱۲۸

تاریخِ تصوف اور تعلیمات رفاعیہ

شیخ طریقت شاہ محمد انور علی سہیل فریدی، سجادہ نشین خانقاہ آبادانیہ فریدیہ، محلّہ کمان گران، بدایوں شریف، یو پی

تصوف کی تاریخ قدیم ہے۔ جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے اس وقت اس کی ابتدا ہوئی اور آپ صفی اللہ کے مبارک لقب سے ملقب کیے گئے۔ جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی قومیں وجود میں آنے لگیں۔ انبیا علیہم السلام قوم کی ہدایت کے لیے آگے رہے اور تعلیم دیتے رہے۔ دن بہ دن اس میں نکھار آنے لگا، اس کی قانون سازی کی ابتدا حضرت آدم صفی اللہ نے گریہ زاری سے کی، یہ گریہ وزاری خداوند قدس کو پسند آئی اور اس نے ان کی لغزش معاف کردی۔ صوفیہ جو گریہ وزاری کرتے ہیں اور گناہوں اور خطاؤں پر اشک بار ہوتے ہیں، یہ حضرت آدم صفی اللہ کی گریہ زاری کا اثر ہے جو جینس (Genes) کے ذریعہ ان میں آیا۔ سائنس نے اس حقیقت کو ثابت کردیا ہے کہ انسانی فطرت جینس کے ذریعہ منتقل ہوتی ہے۔ انبیا علیہم السلام ہدایت اور تصوف کی تعلیم دیتے رہے۔ دھیرے دھیرے یہ تعلیم عام ہوگئی اس میں نکھار آیا۔ قانون سازی جاری رہی ضابطہ تیار ہونے لگا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے خالق ومخلوق سے محبت، حضرت اسماعیل ذبیح اللہ نے ایثار قربانی، حضرت یوسف علیہ اسلام نے خوبصورتی، حضرت موسیٰ کلیم اللہ نے جلال خدا وگویائی، حضرت داؤد علیہ السلام نے خوش لحنی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے مخلوق پر تصرف، حضرت ایوب علیہ السلام نے صبر وحضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مسیحائی اور حضرت نوح علیہ السلام نے دین کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے پر خدائی قہر کا قانون بنایا۔ جب زمانہ آقائے نامدار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آیا نور محمدی سے اِس میں بیش قیمت نکھار آیا۔ ضابطہ نے خوبصورت روپ اختیار کیا جسے دیکھ کر ہر شخص متاثر ہوتا، فرحت حاصل کرتا اور اپنے آپ کو اس ضابطہ وقانون میں ڈھالنے کی کوشش کرتا۔ اس میں شریعت بھی تھی طریقت بھی، اس میں خدا کی وحدانیت بھی تھی اور انبیا کی رسالت کا اقرار بھی، اس میں بھائی چارگی، محبت، ہمدردی ایک دوسرے سے انسیت تھی، حقوق اللہ اور حقوق العباد کا پاس تھا، ادب ملحوظ خاطر تھا۔ رنگ میں نمکینیت بھی تھی، مٹھاس بھی جسے دیکھ کر دیکھنے والے مسرور وشاداں ہوتے۔ تصوف کا وہ تخم جو حضرت آدمی صفی اللہ نے لگایا تھا، ہر نبی اور رسول نے اس کی آبیاری کی۔ نبی آخرالزماں علیہ السلام کے دور میں یہ پودا تناور درخت بن گیا۔ اس درخت کے سایہ میں مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں اصحاب صفہ مرشد عالم کی نگرانی میں تصوف کی تعلیم حاصل کرتے اور آپ کی نورانی صحبت سے اپنے قلوب کو منور کرتے۔ مشہور زمانہ بزرگ حضرت مخدوم شیخ شرف الدین یحییٰ منیری المعروف بہ مخدوم بہاری ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

تصوف کا ضابطہ اور قانون دیرینہ ہے یہ کوئی نئی چیز نہیں اس پر پیغمبروں اور صدیقوں کا عمل رہا ہے۔ بری عادتیں اور زمانے میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہے، ان کی وجہ سے زمانہ والوں کی آنکھوں میں صوفیوں کا حال برا دکھائی دیتا ہے، ان کی پاک دامنی پر دھبے لگانے کا خاص سبب یہی ہے کہ خود صوفیوں نے اپنی روش بدل دی ہے اور خلاف اصول عادتوں میں مبتلا ہوکر تصوف کو بدنام کردیا ہے ورنہ تصوف تو دین ایمان کی جان ہے۔ اگر تصوف کی ابتدا پر غور کروگے اس کو آدم علیہ السلام کے وقت سے ہی پاؤگے، اِس علم میں پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کو حق تعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا پھر اجتبا اور اصطفا کے مقام پر پہنچایا، خلافت عطا کی پھر صوفی بنایا۔ تصوف کی دولت ایک نبی سے دوسرے نبی میں منتقل ہوتی رہی۔

صوفیوں کا یہ بھی معمول رہا ہے کہ کسی خاص جگہ بیٹھ کر آپس میں مل جل کر راز ونیاز کی باتیں کرتے ہیں۔ چنانچہ صوفی صافی اول حضرت آدم علیہ السلام کی اس خلوت در انجمن کے لیے خانہ کعبہ کی بنیاد

بڑی یعنی دنیا میں پہلی خانقاہ کعبہ مکرم ہے۔ پھر جب دور مبارک حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آپہنچا تو آں حضرت نے اس طرح کعبہ کا قصد کیا۔ علاوہ اس کے خود مسجد نبوی میں ایک گوشہ معین کر دیا۔ اصحاب میں وہ گروہ جو سالکان راہ طریقت میں بعنوان خاص تھا ان میں بعض بوڑھے تھے بعض جوان جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت بلال، حضرت ابوذر، حضرت عمار رضی اللہ عنہم ان حضرات کو خاص خاص اوقات میں آپ وہاں بٹھاتے اس خاص جماعت صوفیہ کے لوگ قریب قریب ستر اشخاص تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی معمول تھا کہ جب کسی صحابی کی عزت وتکریم فرماتے ان کو ردائے مبارک یا اپنا پیراہن شریف عنایت فرماتے۔ صحابہ میں وہ شخص صوفی سمجھا جاتا تھا۔ اب تم جان سکتے ہو کہ تصوف اور طریقت کی اول اول ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔
(مکتوبات صدی)

مخدوم شیخ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری اپنی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب کے باب صحابہ کرام اہل طریقت کے پیشوا میں لکھتے ہیں:

صحابہ کرام میں پیشوائے اعظم امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں آپ اسلام کے گل سر سبد اہل تجرید کے امام اور اہل تفرید کے بادشاہ ہیں۔ مشائخ نے آپ کو صاحبان مشاہدہ میں مقدم رکھا ہے۔ حضرت عمر فاروق گدڑی پہنتے اور دین پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ آپ صوفیا کے مقتدا ہیں۔ اپنی فراست، باریک بینی اور خدا کی محبت میں استغراق آپ کے ساتھ مخصوص ہے۔ آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ عمر کی زبان سے حق بات نکلتی ہے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو عمر ہیں۔ حضرت عثمان بن عفان شرم وحیا تسلیم ورضا میں صوفیا کے امام ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ کی راہ طریقت میں بڑی شان ہے اور ان کا مرتبہ بلند تر ہے علم وفہم دین میں آپ کا مرتبہ مسلم ہے۔ اصول حقیقت کے بیان اور وضاحت میں آپ بے نظیر ہیں۔ آپ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا'' میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ (کشف المحجوب باب صحابہ کرام طریقت کے پیشوا)

عالم اسلام کے مشہور مسلم الثبوت عالم اور بزرگ شخصیت حکیم الاسلام حجۃ الاسلام حضرت امام محمد غزالی طوسی ''المنقذ من الضلال'' میں تصوف کے بارے میں اپنا نظریہ واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ صوفیہ اصحاب قال نہیں بلکہ اصحاب حال ہیں۔ میں تصوف کے متعلق جو کچھ تعلیم وتعلم سے حل ہو سکتا تھا وہ تو میں نے حاصل کر لیا اور جو باقی رہ گیا ہے اس تک رسائی تعلیم وتعلم کے ذریعہ ممکن نہیں بلکہ وہاں تک پہونچنے کے لیے ذوق اور سلوک کی ضرورت ہے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ سعادت اخروی کا حصول تقویٰ اور نفس کو خواہشات سے باز رکھنے کے سوا ممکن ہی نہیں اور تمام چیزوں کی اصل یہ ہے کہ دل کا تعلق دنیا سے کٹ جائے۔ اس دار فانی سے کنارہ کشی اختیار کی جائے اور ہمیشہ رہنے والے جہاں (دار آخرت) کو گلے لگایا جائے۔ بندہ اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔

مجھے یقین ہو گیا ہے کہ صوفیہ کا گروہ ہی وہ گروہ ہے جو خالصتاً اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے پر گامزن ہے ان کی سیرت تمام لوگوں کی سیرتوں سے بہتر ہے۔ ان کا اخلاق سب سے اچھا ہے ان کا راستہ ہی صحیح ترین راستہ ہے بلکہ تمام عاقلوں کی عقل تمام حکما کی حکمتوں اور رموز شریعت سے واقف علما کے علم کو جمع کیا جائے تا کہ صوفیہ کی سیرت و اخلاق میں کوئی تبدیلی کی جا سکے اور ان کے اخلاق وسیرت کے مقابلے میں سیرت واخلاق کا نمونہ پیش کیا جائے تو یہ بات ناممکن ہوگی کیونکہ صوفیہ کے ظاہر وباطن کی تمام حرکات وسکنات مشکوٰۃ نبوت کے نور سے ماخوذ ہیں اور دنیا میں نور نبوت سے بہتر کوئی اور نور نہیں ہے جس سے اکتساب نور کیا جا سکے۔

مختصر یہ کہ معترضین اس مسلک پر کیا نکتہ چینی کر سکتے ہیں جس مسلک کی پہلی شرط ہی طہارت ہے اور ان کے ہاں طہارت کا مفہوم بھی یہ ہے کہ دل کو غیر اللہ کے تصور سے پاک کر دیا جائے۔ اس مسلک کے نقطۂ آغاز کو اس مسلک میں وہی مقام حاصل ہے جو نماز میں تکبیر تحریمہ کو حاصل ہے وہ یہ کہ دل کو ذکر خداوندی میں مستغرق کر دینا۔ اس مسلک کی انتہا کلیتاً فنا فی اللہ ہو جانا ہے۔

مقامات سلوک میں یہ وہ آخری مقام ہے جس میں کسب واختیار کو دخل ہوتا ہے اور درحقیقت یہیں سے طریقت کا آغاز ہے اور اس سے

پہلے کے مقامات قصر سلوک میں داخل ہونے والے کے لئے دہلیز کا حکم رکھتے ہیں۔

طریقت میں ابتدا ہی سے مکاشفات ومشاہدات شروع ہو جاتے ہیں حتی کہ صوفیہ حالت بیداری میں ملائکہ اور انبیا علیہم السلام کی ارواح طیبہ کی زیارت کرتے ہیں۔ ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے اکتساب فیض کرتے ہیں۔ پھر صوفی صور وامثال کے مشاہدہ سے آگے بڑھ کر ان مقامات تک پہنچ جاتا ہے جن کے بیان سے زبان قاصر ہے۔

مختصر یہ کہ جسے ذوق کی دولت عطا نہ ہوئی وہ حقیقت نبوت صرف نام کے طور پر ہی سمجھ سکتا ہے زیادہ کچھ نہیں سمجھ سکتا اور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کی کرامتیں انبیا علیہم السلام کی مبادیات میں سے ہیں۔ یہی حالت ابتدا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ جب آپ نے دنیا سے کنارہ کش ہو کر غار حرا کو ٹھکانا بنا لیا تھا جہاں آپ خلوت میں رب قدوس کی عبادت میں مصروف رہتے عربوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت دیکھ کر کہنا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے عاشق ہو گئے۔ یہی وہ حالت ہے کہ اپنے ذوق کی بدولت اسے جلا بخشتا ہے اگر وہ طریقہ تصوف پر گامزن ہے۔ (**المنقذ من الضلال، حجتہ الاسلام امام محمد غزالی**)

تصوف کی راہ پر چلنے والے مرد درویش کو صوفی کہتے ہیں۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی نے فرمایا صوفی وہ ہے جس کے نفس کا آئینہ ایسا صاف ہو گیا ہو کہ اسے دوسروں پر اپنی فضیلت نظر نہیں آتی ہو۔ (حکمت رفاعی)

جب صوفی کو عرفان نصیب ہوتا ہے وہ عارف کہلاتا ہے، آپ نے فرمایا عارف کی پہچان یہ ہے کہ اپنے حال کو چھپائے اور سچی بات کہے۔ (حکمت رفاعی)

صوفی لفظ کے بارے میں محققین تصوف کی تحقیق الگ الگ ہے ہر تحقیق اپنی جگہ صحیح ہے۔ مشہور زمانہ بزرگ حضرت داتا گنج بخش لاہوری کشف المحجوب میں لکھتے ہیں :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ صوف (اونی کپڑا) پہنتا ہے، ایک جماعت کا خیال ہے کہ اصحاب صفہ سے نسبت رکھنے والے لوگ صوفی کہلائے۔ ایک گروہ کہتا ہے صوفی صف سے مشتق ہے ہر ایک نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق بہت سے لطائف بیان کیے ہیں۔

تصوف کے معنیٰ شیخ ابونصر سراج نے کتاب اللمع میں تحریر کیا ہے کہ صوفیا اپنے ظاہری لباس کی وجہ سے صوفی کہلائے یہ اس لیے کہ بھیڑوں کے اون کے کپڑے پہننا انبیا اولیا اور برگزیدہ ہستیوں کا نشان خاص ہے مختصر یہ کہ تمام صوفیوں کا خیال ہے صوفی لفظ صوف سے مشتق ہے۔

صوفی لفظ قدیم ہے اس کی ابتدا حضرت آدم علیہ اسلام کے کے زمانہ سے ہوئی ہے یہ الگ بات ہے کہ اس کا رواج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد ہوا۔ زیادہ تر انسان اس بزرگ لفظ سے اس وقت آشنا ہوئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت کو ایک خاص چبوترہ ان کے نام سے موسوم ہو گیا اور لوگ اسے اصحاب صفہ کا چبوترہ کہنے لگے۔

صوفی کا لفظ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شعر میں بھی استعمال کیا ہے

قَدْ كُنتَ تَشَبَّهُ صُوفِياً لَهُ كُتُبٌ
مِنَ الفَرَائِضِ وَآيَاتِ فُرقَانِ

تو ایسے صوفی سے مشابہ تھا جس کے پاس کتابیں ہوں جن میں فرائض اور قرآنی آیات درج ہوں۔

یہ شعر حضرت امیر معاویہ نے مدینہ کے گورنر ابن ام الحکم کو ایک خط میں تحریر کیا تھا۔ یہ شعر علامہ ابو محمد جعفر بن حسین السراج بغدادی (متوفی ۵۰۰ھ) نے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صوفی لفظ صحابہ کے زمانے یعنی پہلی صدی ہجری میں رائج تھا اور اس کو شعرا شعر میں استعمال کرتے تھے۔ دور تابعین میں یہ لفظ خاص رائج تھا اور عوام وخواص اس سے آشنا تھے۔ شیخ ابونصر سراج فقیہ تصوف کتاب اللمع میں لکھتے ہیں کہ صوفی لفظ خواجہ حسن بصری کے زمانے میں رائج تھا آپ سے مروی ہے کہ میں نے ایک صوفی کو طواف کرتے دیکھا۔ کتاب تاریخ مکہ میں محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ اسلام سے قبل ایک بار مکہ خالی ہو گیا، اس وقت بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے کوئی متنفس باقی نہ رہا، البتہ کسی دور دراز علاقہ سے ایک مرد صوفی آتا اور طواف کر کے واپس چلا جاتا۔

علامہ سید محمود شکری آلوسی صوفی لفظ کی تحقیق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ لفظ اسلام سے قبل بھی رائج تھا۔ پہلا آدمی جسے صوفی کہا گیا وہ

صوف کا لباس پہننے کی وجہ سے نہیں بلکہ عبادتوں ریاضتوں مجاہدوں اور انسانوں کی خدمت کی وجہ سے صوف کی طرح سوکھ جانے کی بنا پر صوفی مشہور ہوا۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

صوفہ لقب غوث بن مردان بن اد بن بن الیاس بن مضر کا ہے۔ اسے اور اس کی اولاد کو صوفہ اس لیے کہا گیا کہ اس کی والدہ کے یہاں اولاد نہ ہوتی تھی۔ اس نے منت مانی کہ اگر لڑکا پیدا ہوگا تو اسے کعبہ کی نذر کروں گی تاکہ وہ کعبہ کی خدمت کرے۔ چنانچہ غوث پیدا ہوا۔ شروع میں وہ اپنے ماموؤں کے ساتھ کعبہ کی خدمت کرتا تھا پھر کعبہ کی خدمت کی وجہ سے اسے جو احترام حاصل ہوا تو یہ لوگوں کو عرفہ سے گزارنے کی خدمت بھی انجام دینے لگا۔ صوفہ نام کی وجہ یہ ہے کہ ابھی یہ بچہ ہی تھا اور کعبہ کی خدمت کیا کرتا تھا کہ ایک روز گرمی کی شدت کی وجہ سے گر پڑا س کی والدہ نے اسے گرا ہوا اور دبلا دیکھا تو کہا میرا بیٹا سوکھ کر صوفہ (اون) بن گیا ہے۔ اس دن سے اس کا نام صوفہ پڑا۔ (بلوغ الارب فی معرفتہ احوال العرب، علامہ محمود شکری آلوسی ترجمہ ڈاکٹر پیر محمد حسن ص ۵۳۰)

علامہ محمد شکری آلوسی نے تاریخ عرب میں یہ بھی لکھا ہے کہ صوفی جرہم کا ایک قبیلہ ہے جو مکہ میں رہا کرتا، اور عرفہ سے لوگوں (حاجیوں) کو گزارنے کا اختیار اسی کے پاس تھا، انھوں نے اسلام سے قبل کسی شاعر کا ایک شعر بھی اس قبیلے کے بارے میں لکھا ہے۔

وَلَا یَرِیْمُوْنَ فِیْ التَّعْرِیفِ مَوْقِفَھِم
حَتّٰی یُقَالَ اَجِیْرُو آلِ صُوفَانَا

عرفات میں قیام کے وقت یہ اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے جب تک یہ نہ کہا جائے اے آل صوفان لوگوں کو گزاردو۔

شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی صوفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

عہد رسالت کو ایک عرصہ گزرنے کے بعد لوگ مختلف الآرا ہو گئے اور ان کے راستے الگ الگ ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نفسانی خواہشات نے علمی اور اخلاقی فضا کو پراگندہ کیا۔ لوگ بداعمالیوں اور دنیا کی محبت میں گرفتار ہو گئے۔ ایسے غیر صالح ماحول میں کچھ حضرات نے گوشہ نشینی کو غنیمت جانا اور خانقاہوں اور مساجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ مال واسباب کو انھوں نے چھوڑ دیا اور پورے طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انہی لوگوں کو صوفی کہا گیا۔ (عوارف المعارف)

یہ صحیح ہے کہ عہدِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں صوفی لفظ زیادہ رائج نہ تھا مگر تابعین کے دور میں خوب رائج تھا۔ زہاد عباد متقی اور پارسا کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا تھا۔ تابعین کا دور صحابہ کرام کے نزدیک تھا۔ شیخ ابونصر سراج متوفی ۳۷۸ھ سے لوگوں نے اس بارے میں دریافت کیا کہ صوفی لفظ عہد رسالت میں زیادہ رائج نہ تھا اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا:

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی دوسرا تعظیمی لفظ مستعمل ہو نہیں سکتا۔ یہ اس لیے کہ ان کے جتنے بھی فضائل تھے سب سے اشرف واعظم ان کی فضیلت صحابیت تھی کیونکہ صحبت رسول تمام بزرگیوں اور فضیلتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کا زہد فقر توکل عبادت صبر ورضا غرض جو کچھ بھی ہوان کے فضائل تھے، ان سب پر ان کا شرف صحابیت غالب تھا۔ جب کسی کو صحابی لفظ سے ملقب کر دیا گیا تو اس کے فضائل کی انتہا ہو گئی اور کوئی محل ہی باقی نہیں رہا کہ اسے صوفی یا کسی دوسرے لفظ سے یاد کیا جائے۔ (تصوف اسلام ص ۳۴ بحوالہ کتاب اللمع ص ۲۲)

سلسلہ :

عہد رسالت کو ایک عرصہ گزرنے کے بعد صحابہ وتابعین کے دور کے بعد جب اخلاق میں گراوٹ آئی، نفسانی خواہشات نے زور پکڑا خیالات میں تبدیلی آئی سماج میں پراگندگی پیدا ہوئی۔ وہ اشخاص جو صراط مستقیم پر عمل پیرا تھے انھوں نے سماج کو صاف ستھرا بنانے اور اس میں صحت مند ماحول پیدا کرنے کے لئے مختلف طریقے ایجاد کیے ان میں ایک اہم طریقہ یہ تھا کہ زمانے کے لوگوں کو صراط مستقیم کی کڑی میں پرویا جائے اور اس کو ایک مضبوط زنجیر کی شکل دی جائے تاکہ یہ کڑیاں الگ الگ نہ ہوں۔ انھوں نے اس زنجیر کو سلسلہ کا نام دیا اور اس سے سب کو جوڑ دیا۔ جو اس زنجیر سے جڑے رہے وہ ہدایت یافتہ رہے اور صراط مستقیم پر چلتے رہے، جنھوں نے اس کی مخالفت کی وہ سیدھے راستے سے ہٹ گئے اور جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنایا۔ اس زنجیر کی آخری کڑی مرشد عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے سب سے برگزیدہ بندے اور رسول اکرم ہیں انھیں کے وسیلہ سے سب کا بیڑا

پار ہوتا ہے قیامت میں انھیں کی سفارش کام آئے گی۔

تصوف کی تاریخ میں سلسلہ کو اہم مقام حاصل ہے سلسلہ کا ذکر کئے بغیر تصوف کی تاریخ ادھوری ہے، ہر شیخ کسی نہ کسی سلسلہ سے وابستہ ہوتا ہے۔طریقت کی راہ پر چلنے کے لیے کسی نہ کسی سلسلہ سے اپنا رشتہ قائم کرنا اور اس برادری میں شامل ہونا ضروری ہے بغیر وابستگی کے تصوف کی راہ پر چل نہیں سکتے۔

سلسلہ زنجیر کو کہتے ہیں سلاسل اس کی جمع ہے جس طرح زنجیر کی ایک کڑی دوسری کڑی سے پیوستہ اور جڑی ہوئی ہے اسی طرح مشائخ (صوفیا) ایک کے بعد ایک اپنے سلسلہ کے مشائخ سے جڑے ہوتے ہیں۔ ہر شیخ (صوفی) زنجیر کی ایک کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔اس کڑی کو ایک ماہر آئین گر یعنی شیخ طریقت (صوفی) بڑی محنت اور خاص اہتمام سے موڑ کر زنجیر کا حصہ بناتا ہے اور زنجیر میں ڈالنے سے پہلے اس کی مضبوطی اور پائیداری کو خوب جانچ لیتا ہے۔اس زنجیر کی ہر کڑی کو اس سے پہلے آنے والی کڑی روکے اور سنبھالے رکھتی ہے۔ اگر زنجیر کی آخری کڑی پر کوئی بوجھ ڈالا جائے یا اس کو کھینچا جائے تو یہ وزن بوجھ اور کھینچاؤ کی سختی ساری کڑیوں میں برابر تقسیم ہو جاتی ہے۔شیخ کو عام زبان میں پیر صاحب کہتے ہیں۔

دنیائے طریقت میں بہت سے پیر اور خانوادے ہیں مگر مشہور چار پیر اور چودہ خانوادے ہیں اس پر تمام مشائخ اور پیروں کا اتفاق اور اجماع ہے۔سلاسل کی شیرازہ بندی کرنے والے ماہرین تصوف نے ان چودہ خانودوں کو اصل قرار دیا اور باقی خانوادوں کو فروع یعنی خانودوں کی شاخ قرار دیا۔

(۱) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
(۲) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
(۳) حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
(۴) حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ

بیشتر سلاسل انہیں چار پیروں کے واسطے سے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور مرشد عالم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے ہیں اور انہیں پر منتہی ہوتے ہیں ۔نقش بندی سلسلہ حضرت سلمان فارسی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق کے واسطے سے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔اس سلسلہ کی دوسری شاخ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واسطے سے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے۔ مداریہ سلسلہ حضرت سید عبداللہ علم بردار اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے واسطے سے رحمت عالم مرشد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوتا ہے۔حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی سلسلہ طریقت جاری ہوا مگر اس کو شہرت حاصل نہ ہوسکی۔حضرت جعفر طیار برادر عم (چچازاد بھائی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سلسلہ جاری ہوا۔حبش میں آج بھی سلسلہ جاری ہے یہ سلسلہ طیاریہ کے نام سے مشہور ہے۔اس سلسلہ میں حضرت جعفر طیار کے بعد مرشد عالم آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آتا ہے۔حضرت جعفر طیار کی شخصیت بڑی بزرگ اور مبارک تھی۔آپ پہلے خوش قسمت صحابی ہیں جنھوں نے اسلام کی خاطر مرشد عالم کے حکم پر ۳۸ جاں نثاروں کے ساتھ ملک حبش ہجرت کی اور وہاں اسلام کی تبلیغ کی اور حبش کے بادشاہ نجاشی کو اللہ کے پسندیدہ دین اسلام سے آشنا کرایا۔

چودہ خانوادے :مشہور چودہ خانوادوں کا مختصر تعارف اس طرح ہے۔

(۱) **زیدیہ**: حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید قدس سرہ سے جو حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ ہیں۔

(۲) **عیاضیہ** : حضرت خواجہ فضیل بن عیاض قدس سرہ سے جو حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید وظیفہ ہیں۔

(۳) **ادہمیہ** : حضرت خواجہ ابراہیم بن ادہم بلخی سے جو خواجہ بن عیاض قدس سرہ کے مرید وظیفہ ہیں۔

(۴) **ہیریہ** : حضرت خواجہ ہبیرۃ البصری سے جو حضرت حذیفہ مرعشی کے مرید خلیفہ ہیں۔

(۵) **چشتیہ** : حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری سے جو حضرت ہبیرۃ البصری کے خلیفہ ہیں۔

(۶) **عجمیہ** : حضرت خواجہ حبیب عجمی سے جو حضرت خواجہ حسن بصری کے مرید وخلیفہ ہیں۔

(۷) **طیفوریہ** : سلطان الاولیا حضرت خواجہ بایزید بسطامی سے جو حضرت امام جعفر صادق کے مرید وخلیفہ ہیں حضرت بایزید کا نام طیفور ہے۔

(۸) **کرخیہ** : حضرت شیخ معروف کرخی سے جو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے خلیفہ ہیں۔

(۹) سقطیہ : حضرت خواجہ سری سقطی سے جن کو حضرت معروف کرخی سے خلافت ہے۔

(۱۰) جنیدیہ : سیدالطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی سے جن کو حضرت عبداللہ سری سقطی سے خرقہ خلافت حاصل ہے۔

(۱۱) گاذوریہ : حضرت خواجہ ابواسحاق گاذرونی سے جو حضرت ابوعبداللہ خفیف کے مرید وخلیفہ ہیں۔

(۱۲) طوسیہ : حضرت خواجہ علاء الدین طوسی سے جو حضرت شیخ وجیہہ الدین ابوحفص بن عمر کے مرید وخلیفہ ہیں۔

(۱۳) سہروردیہ : حضرت خواجہ شیخ ابونجیب ضیاء الدین عبدالقاہر سہروردی سے جو حضرت وجیہ الدین ابوحفص بن عمر رحمتہ تعالیٰ علیہ کے مرید وخلیفہ ہیں آپ کو حضرت غوث اعظم اور حضرت شیخ احمد غزالی قدس سرہما (برادر خورد حضرت امام محمد غزالی) سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہے۔

(۱۴) فردوسیہ : شیخ نجم الدین کبری فردوسی سے جو حضرت شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی کے خلیفہ ہے۔

اگر غور سے دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ خانوادے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں مثال کے طور پر سلسلہ عالیہ چشتیہ کو لیجئے۔ سلسلہ چشتیہ حضرت ممشاد دینوری سے منسوب ہے ان کے اوپر کے بزرگ حضرت ہبیرۃ البصری، حضرت حذیفۃ المرعشی، شیخ ابراہیم بن ادہم، خواجہ فضیل بن عیاض، شیخ عبدالواحد بن زید یہ عیاضیہ ادہمیہ اور ہبیریہ منسوب ہیں۔ اس طرح چشتی سلسلہ میں اوپر کے چار سلسلے آگئے اور یہ الگ الگ پانچ سلسلہ نہ ہوکر ایک ہی سلسلہ ہے جس کا نام چشتیہ ہے۔ اسی طرح جنیدیہ سلسلہ جو سیدالطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی سے منسوب ہے ان کے اوپر کے بزرگ حضرت شیخ معروف کرخی شیخ سری سقطی ہیں جن سے سلسلہ کرخیہ وسقطیہ منسوب ہے اس طرح جنیدیہ سلسلہ میں کرخیہ اور سقطیہ شامل ہے اس طرح یہ الگ الگ سلسلہ نہ ہوکر ایک ہی سلسلہ جنیدیہ ہے۔ اسی طرح سلسلہ فردوسیہ شیخ نجم الدین کبریٰ سے جو شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی کے خلیفہ ہیں جن کا سلسلہ سہروردیہ ہے۔ سلسلہ فردوسیہ دراصل سہروردیہ سلسلہ کی شاخ ہے ممکن ہے مشائخ نے دونوں سلسلوں کو الگ الگ خانوادہ مانا ہے۔ یہ چودہ خانوادے حضرت امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتے ہیں، اس طرح یہ چار پیر چودہ خانوادے نہ ہوکر ایک ہی خانوادہ ہے اور ان کا ایک ہی پیر ہے اور وہ پیر ہیں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ جن کے مرشد ہیں آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

قطب سہرسا حضرت شاہ جعفر علی فریدی نے مکتوبات عالیہ میں اور اکبری دور کے مشہور عالم اور اکبر کے نورتن ابوالفضل نے آئین اکبری میں چودہ خانوادہ کا ذکر کیا ہے فرق صرف یہ ہے کہ آئین اکبری میں حبیب یان لکھا ہے اور مکتوبات عالیہ میں عجمیہ لکھا ہے، یہ سلسلہ خواجہ حبیب عجمی سے منسوب ہے۔ کسی نے اسے حبیب یان لکھا ہے کسی نے عجمیہ۔ مشہور چشتی صابری بزرگ شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف مرآۃ الاسرار میں عجمیہ لکھا ہے۔ ان چودہ خانوادوں کے علاوہ جو بھی خانوادے ہیں ان کو مشائخ عظام و پیران طریقت نے فروع میں شامل کیا ہے۔ قدیم ترتیب اسی طرح ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اب زمانہ جدید ہے اس ترتیب میں تبدیلی آنی چاہیے اور نظریہ میں وسعت ہونی چاہیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض قدیم سلاسل ایسے ہیں جن کو قدمانے فروع میں شمار کیا ہے وہ اصل سے قدیم اور زیادہ پھیلے ہوئے ہیں مثال کے طور پر سلسلہ قادریہ و رفاعیہ۔

سلسلہ قادریہ :

یہ سلسلہ حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی سے منسوب ہے۔ سلاسل کی ترتیب دینے والے ماہرین تصوف نے نہ معلوم کس نقطہ نظر سے اس خانوادہ کو فروع میں شمار کیا ہے مثال کے طور پر سلسلۂ سہروردیہ اور فردوسیہ۔ سلسلۂ سہروردیہ کے سرخیل شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی حضرت غوث اعظم کے ہم عصر ہیں۔ آپ کو حضرت غوث اعظم سے خلافت بھی ہے اسی طرح سلسلۂ سہروردیہ کے امام شیخ نجم الدین فردوسی شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقاہر سہروردی کے خلیفہ ہیں اور وہ خلیفہ ہیں حضرت غوث اعظم کے۔

سلسلۂ رفاعیہ :

یہ سلسلہ حضرت شیخ محی الدین سید احمد کبیر رفاعی مشعوق اللہ سے منسوب ہے حضرت سید احمد کبیر رفاعی اپنے وقت کے بہت بڑے ولی اللہ اور کامل درویش تھے۔ آپ کا شمار اپنے زمانہ کے افضل اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔

تذکرۃ المحققین میں آپ کی کئی کرامت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہیں۔آپ سے ایک عالم نے راہ ہدایت پائی لاکھوں اشخاص مرید ہوئے۔ عالم اسلام کے مشہور دانشور اور محدث علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ۱۵ر شعبان کو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس دن خانقاہ میں تقریباً ایک لاکھ انسان جمع تھے اور سب کے طعام و قیام کا انتظام سید احمد کبیر رفاعی نے کیا تھا۔ (حکمت رفاعی ص ۱۸)

مشہور دانش ور پروفیسر تریمنگ ھام لکھتے ہیں کہ رفاعیہ سلسلہ پندرہویں صدی تک اسلامی ممالک کا سب سے بڑا طریقہ تصوف تھا۔ مصر، لبنان، عراق وعرب، اردن اور فلسطین کے تمام علاقوں میں رفاعی سلسلہ کی خانقاہیں قائم تھیں۔ قلائد الجواہر میں لکھا ہے کہ بے شک سید احمد رفاعی ان اولیاء اللہ میں ہیں جن کی شہرت ساری دنیا میں ہوئی۔ ترکی کے بادشاہ سلطان عبدالحمید عثمانی سلسلہ رفاعیہ کے ایک بزرگ سید ابوالہدی رفاعی سے مرید تھے احقر کے والد قطب بدایوں مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی کے نانا میر سید احمد علی رضوی رفاعی سلسلہ رفاعیہ میں مرید بھی تھے اور مجاز بھی۔احقر کو بھی اس سلسلہ میں اجازت حاصل ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دو عظیم سلسلے قادری اور رفاعی قدیم ہیں اور ان کے وابستگان کی تعداد بھی کثیر ہے۔مشائخ نے اصل میں شمار نہ کر کے فروع میں شمار کیا ہے۔اسی طرح سلسلہ قادریہ اور طیاریہ کا بھی حال ہے اس کو بھی مشائخ نے اصل میں شمار نہیں کیا ہے۔سلسلہ قلندریہ ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ علم بردار کے واسطے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔دوسری روایت کے مطابق یہ سلسلہ حضرت سیدنا عبدالعزیز مکی صحابی رسول سے ہے، سلسلہ طیاریہ حضرت جعفر طیار سے ہے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے یہ سلسلہ حبش میں جاری ہے۔

احقر کے نزدیک یہ چاروں سلسلے قادریہ، رفاعیہ، قلندریہ اور طیاریہ اصل خانوادے ہیں، فروع نہیں اس طرح اصل خانوادوں کی تعداد چودہ سے بڑھ کر اٹھارہ ہوگئی۔مشائخ کے ذریعہ بتائے گئے چار پیر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ، حضرت خواجہ کمیل بن زیاد رحمتہ اللہ علیہ میں بھی احقر تین پیروں کا اضافہ کرتا ہے ان سے سلسلہ جاری ہے یہ تین پیر ہیں۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ علم بردار رحمتہ اللہ علیہ اس طرح چودہ خانوادے کی جگہ اٹھارہ خانوادے اور چار پیر کی جگہ سات پیر ہوئے۔اب ان کو سات پیر اٹھارہ خانوادے کہا جائے گا۔

فروع خانوادے :

اصل خانوادوں کے علاوہ جو بھی خانوادے ہیں ان کو فروع میں شمار کیا گیا ہے فروع خانوادے بہت ہیں ان کی تعداد مقرر نہیں ہے۔ احقر کی محدود معلومات میں ۳۹ فروعی خانوادے ہیں ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) یسویہ : حضرت شیخ احمد یسوی پیر ترکستان سے منسوب ہے

(۲) نقشبندیہ : حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقش بند بخاری سے منسوب ہے۔

(۳) نوریہ : حضرت خواجہ سید ابوالحسین احمد نوری بغدادی سے منسوب ہے۔

(۴) خضریہ : حضرت خواجہ احمد خضرویہ بلخی سے منسوب ہے۔

(۵) شطاریہ :اس خانوادے کے متعدد نام ہیں۔ ہندوستان میں شطاریہ کہلاتا ہے، چونکہ ہندوستان میں شیخ عبداللہ شطار سے پھیلا، ایران وتوران میں عشقیہ اور روم میں بسطامیہ کہلاتا ہے۔

(۶) بخاریہ : حضرت مخدوم شیخ جلال الدین بخاری المعرف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سے منسوب ہے جن کو ۱۵ر مشائخ سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔

(۷) زاہدیہ : حضرت شیخ بدرالدین زاہد سے منسوب ہے۔

(۸) انصاریہ : حضرت شیخ عبداللہ انصاری پیر ہرات سے منسوب ہے۔

(۹) صوفیہ : حضرت شیخ صفی الدین اسحاق اردبیلی سے منسوب ہے۔

(۱۰) عیدروسیہ : حضرت سید عبداللہ عیدروس سے منسوب ہے

(۱۱) مداریہ : حضرت شیخ بدیع الدین قطب مدار قدس سرہ سے منسوب ہے جو حضرت بایزید بسطامی کے خلیفہ ہیں۔

(۱۲) بدویہ : حضرت سید ابوالعباس احمد بن علی بن محمد بن

ابوبکر مقدسی شامی بدوی سے منسوب ہے۔
(۱۳) شاذلیہ : حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی سے منسوب ہے آپ کی الہامی دعا دعائے حزب البحر تمام مشائخ کے معمول میں ہے۔
(۱۴) ہمدانیہ : امیر کبیر سید علی ہمدانی سے منسوب ہے۔آپ کی الہامی دعا اوراد فتحیہ مشائخ کرام کے معمول میں ہے۔
(۱۵) رحیمیہ : حضرت ابومحمد عبدالرحیم احمد سے منسوب ہے
(۱۶) سعیدیہ : حضرت ابوسعید قلوری سے منسوب ہے۔
(۱۷) مولویہ : مولانا جلال الدین رومی سے منسوب ہے جو مولانا روم کہلاتے ہیں آپ کی مشہور تصنیف مثنوی شریف ہے جو مثنوی مولانا روم کے نام سے مشہور ہے۔
(۱۸) علائیہ : حضرت شیخ علاء الدین سمنانی قدس سرہ سے منسوب ہے۔
(۱۹) جمالیہ : حضرت مخدوم شیخ جمال الدین قطب ہانسی سے منسوب ہے جو حضرت بابا شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر کے خلیفہ اجل ہیں۔
(۲۰) صابریہ : حضرت مخدوم شیخ علاء الدین علی احمد صابر کلیری سے منسوب ہے۔
(۲۱) نظامیہ : سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی بدایونی ثم دہلوی سے منسوب ہے۔
(۲۲) اشرفیہ : حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی کچھوچھوی سے منسوب ہے۔
(۲۳) قدوسیہ : قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے منسوب ہے۔
(۲۴) مجددیہ : امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی سے منسوب ہے۔
(۲۵) ابوالعلائیہ : حضرت امیر ابوالعلی نقش بندی اکبرآبادی (آگروی) سے منسوب ہے۔
(۲۶) نوشاہیہ : حضرت حاجی محمد نوشہ قادری سے منسوب ہے جن کا سلسلہ حضرت سید عبدالوہاب قادری کے واسطے سے حضور غوث اعظم سے ملتا ہے۔
(۲۷) رشیدیہ : مولانا شاہ محمد رشید جون پوری مصنف مناظرۂ رشیدیہ سے منسوب ہے مولانا عبدالعلیم آسی غازی پوری اسی خانوادہ کے بزرگ اور سجادہ نشین تھے۔
(۲۸) رزاقیہ : حضرت سید عبدالرزاق قادری بے کمر بانسوی المعروف بہ سرکار بانسہ سے منسوب ہے۔ علمائے فرنگی محل کا سلسلہ طریقت آپ سے ہے۔ استاذ الہند ملا نظام الدین فرنگی محلی بانی درس نظامی آپ ہی کے مرید وخلیفہ ہیں۔
(۲۹) برکاتیہ : حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی سے ہے۔علمائے بدایوں اور بریلی آپ کے سلسلہ سے وابستہ ہیں۔
(۳۰) مجیبیہ : حضرت پیر مجیب اللہ قادری چشتی پھلواری سے ہے۔
(۳۱) آبادانیہ : عاشق الٰہی حضرت صوفی شاہ آبادانی سیالکوٹی ثم دہلوی سے منسوب ہے۔
(۳۲) فضل رحمانیہ: حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے ہے۔
(۳۳) وارثیہ : حضرت حاجی سید وارث علی شاہ دیوہ شریف سے ہے۔
(۳۴) حافظیہ : حافظ ہندی شیخ لطافت علی شاہ شیخ پوری سے ہے۔
(۳۵) فریدیہ : سلطان المشائخ حافظ شاہ فریدالدین آروی سے ہے۔
(۳۶) شیریہ : شاہ جی حضرت شاہ محمد شیر پیلی بھیتی سے ہے۔
(۳۷) رضویہ : اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلوی سے ہے۔
(۳۸) بیابانیہ : ہندوستان میں یہ سلسلہ روس، ترکمانستان ازبیکستان سے آیا، دہلی میں اس سلسلہ کے مشہور بزرگ شاہ ترکمان بیابانی ہیں۔
(۳۹) رشی سلسلہ : یہ سلسلہ خالص کشمیری ہے اور شیخ نورالدین کشمیری سے منسوب ہے۔

تعلیمات رفاعیہ :

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی شخصیت بڑی بزرگ مبارک اور ارفع واعلیٰ تھی۔آپ اپنے زمانہ میں اولیائے وقت میں افضل

وممتاز تھے جس طرح آپ کی شخصیت اعلی وافضل تھی آپ کی تعلیمات بھی اعلی اور افضل ہیں۔آپ کی زندگی سنت نبوی کا نمونہ تھی آپ تصوف کی عملی راہ پر عمل پیرا تھے خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی عملی زندگی گزارنے کی تعلیم دیتے، غرور وتکبر کو پسند نہیں کرتے تھے، مزاج میں عاجزی وانکساری تھی، جب آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کا شرف حاصل ہوا آپ اس کرم فرمائی کے بعد مسجد نبوی کے صحن میں لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا مجھ پر پیر رکھ کر گزر جاؤ تا کہ مجھ میں تکبر اور بڑائی کا احساس پیدا نہ ہو کہ مجھے اتنے بڑے اعزاز سے نوازا گیا ہے۔آپ نے عاجزی اور انکساری کو قرب الٰہی کا بہترین ذریعہ بنایا اس کی تعلیم دی اور سب سے پہلے خود اس پر عمل کیا۔آپ پیدائشی ولی تھے تعلیم اور رشد و ہدایت کا سلسلہ شکم مادر سے شروع کر دیا تھا۔

تذکرۃ المحققین میں لکھا ہے کہ آپ نے شکم مادر میں اپنا نام بتایا۔ جب ماں نے کہا مجھ کو اللہ تعالیٰ کی رحمت چاہیئے تو آپ نے سات باتوں کی تعلیم فرمائی اور کہا اس پر عمل کرو۔وہ سات باتیں یہ ہیں۔

(۱) خلوص نیت اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر سچا ایمان رکھو۔
(۲) پانچ وقت کی نماز کی پابندی کرو۔
(۳) اپنی حیثیت کے مطابق مسافروں اور فقیروں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔
(۴) دل کو صاف ستھرا رکھو۔
(۵) غیبت سے اپنی زبان کی حفاظت کرو۔
(۶) حرام چیزوں سے پرہیز کرو۔
(۷) اپنی نظر اور شرم گاہ کو فعل حرام سے بچاؤ۔(عظمت رفاعی ص ۶۷)

یہ تعلیمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور رفاعی سلسلہ کی جان ہیں۔مخلوق خدا کو اس پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے اور مریدین کو بھی نصیحت کرتے کہ ان پر عمل کرو۔اگر ان پر عمل کروگے اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوگی۔

مریدین کو دنیا سے کنارہ کشی کی تعلیم دیتے اور فرماتے کہ دنیا بقدر ضرورت اختیار کرو فقرا اور درویشوں سے محبت کرو اللہ والے بن جاؤگے۔(عظمت رفاعی ص ۶۷)

نفس کی معرفت کے بارے میں فرماتے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ قریب وہ بندہ ہے جس نے اپنے نفس کو عاجز ذلیل اور کمزور سمجھا۔(عظمت رفاعی ص ۶۸)

آپ نے اس اصول پر پہلے خود عمل کیا پھر اس کی تعلیم دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کے بعد مسجد نبوی کے صحن میں لیٹ جانا اور کہنا کہ لوگوں میرے اوپر سے گزر جاؤ اس پر شاہد ہے۔

معرفت نفس حاصل کرنے کے لئے تعلیم دیتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کو مکمل ربوبیت اور نفس کو عبودیت کے ساتھ جاننا اور یقین رکھنا کہ سب سے پہلے اللہ کی ذات ہے ہر چیز کا وجود اسی سے ہے ہر چیز اسی کی جانب لوٹے گی اور ہر ایک کا رزق اسی کے ذمہ ہے اس حقیقت پر یقین کامل رکھنا چاہیے۔(عظمت رفاعی ص ۷۰)

آپ اپنے وعظ میں مخلوق خدا کو للّٰہیت کی تعلیم دیتے اور فرماتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع کرو اور اس کی شان کی طرف متوجہ ہو اور اس کے فضل کے طلب گار رہو جو شخص اللہ عزوجل شانہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اسے نور الٰہی کا انمول ہیرا بنا دیتا۔(عظمت رفاعی ص ۷۱)

رب تک پہنچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو محتاج سمجھے اور عاجزی وانکساری اختیار کرے۔خدا تک پہنچنے کا یہ راستہ سب سے قریب ہے۔یہ راستہ حکم خداوندی کی بجا آوری مخلوق پر مہربانی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے سے حاصل ہوگا۔آپ اس کی بھی تعلیم دیتے کہ انسان کو اللہ کی عبادت میں چست اور گناہوں میں سست ہونا چاہیے یعنی عبادت میں مشغول رہنا چاہیئے اور گناہوں سے بچنا چاہئے۔(عظمت رفاعی ص ۷۲)

آپ وعظ میں اکثر فرماتے کہ کبھی غرور وتکبر اختیار نہ کرو کہ متکبر ذلیل وخوار ہوتا ہے۔اگر بندہ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اس کا مقام بلند ہوتا ہے اگر وہ نام ونمود اور دکھاوے کے لیے کرتا ہے تکبر کی راہ اختیار کرتا ہے ذلیل وخوار ہوتا ہے اے مومن اپنی ذات کو پہچان اور خلوص دل سے اللہ کی عبادت کر۔(عظمت رفاعی ص ۸۸)

آپ رزق کی عزت کرتے اور اسے بڑی نعمت سمجھتے۔مریدین کو بھی تعلیم دیتے کہ رزق کو نعمت عظمیٰ سمجھو اس کی عزت کرو اگر وہ زمین پر گر جائے اسے اٹھا لو تا کہ اس کی بے ادبی نہ ہو۔آپ اکثر زمین پر گری ہوئی رزق کو اٹھا لیتے۔یہ تصوف کی عملی راہ تھی جس نے آپ کے مقام کو بلند واعلیٰ کیا۔

آپ فرماتے تھے کہ اے مریدو! کسی کو نقصان نہ پہونچاؤ کسی سے حسد نہ کرو سب کو راضی اور خوش رکھو۔اسی نصیحت پر آپ نے خود بھی عمل کیا جب آپ سے کراماتوں کا ظہور ہوا اور آپ کی شہرت عام ہوئی کچھ لوگ آپ سے حسد کرنے لگے۔آپ ان سے کچھ نہ کہتے اور ان کی خدمت کرتے۔آپ نے اپنی اولاد اور مریدین کو بھی نصیحت کی کہ میرے بعد انھیں برائی سے یاد نہ کیا جائے۔(عظمت رفاعی ص ۹۳)

آپ کا یہ عمل ''ہر چہ مارا رنجہ دار درا حتش بسیار باد'' پر تھا آپ نے ساری زندگی اس کی تعلیم دی۔

مریدین کو مال و دولت سے دور رہنے کی تعلیم دیتے اور فرماتے کہ نیک کمائی اور رزق حلال سے اپنے اہل وعیال اور متوسلین کی پرورش کرو۔کتب سیر میں لکھا ہے کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی جس جگہ قدم رکھ دیتے دفینہ ظاہر ہوتا اس سے آواز آتی اے ابوالصفا میں خالص سونا ہوں مجھے قبول کر لیجئے اور فقرا پر خرچ کیجئے۔آپ جواب میں فرماتے اللہ تبارک وتعالیٰ دنیا اور اس کی عیش وعشرت پر لعنت کرے(عظمت رفاعی ص۱۰۲)

یہ بھی فرماتے کہ اے نفس ایسا کام مت کر اور کبھی خالق کے علاوہ کسی سے کوئی حاجت طلب نہ کر تجھے لوگوں سے سوال کرنے سے کیا واسطہ۔(عظمت رفاعی ص۱۱۶)

آپ وعظ میں ارشاد فرماتے اے راہ سلوک پر چلنے والو شریعت محمدیہ پر عمل کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مضبوط تعلق رکھو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے راستہ پر چلو اسی سے تم کو نجات حاصل ہوگی۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا اے مرید! حضرت پیغمبر ذی شان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن کو پکڑ اور شرع شریف کو نظر کے سامنے رکھ۔اجماع امت کی شاہراہ تجھ پر آشکارا ہے اور اہل سنت کے گروہ سے جو کہ مسلمانوں میں نجات پانے والا فرقہ ہے دور نہ ہو اور خدا کے حکموں کو مضبوط پکڑ اور ان کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دے اور میری باتوں کو دل میں یاد رکھ۔(رسالہ الحکم الرفاعیہ،سید احمد کبیر رفاعی)

مریدین کو اسوہ حسنہ پر عمل کرنے کی تعلیم دیتے اور فرماتے اپنے اخلاق اپنے کردار اپنے اطوار اپنی عادات کو رسول اللہ کے اسوہ حسنہ کے مطابق بناؤ۔ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔تمام افعال میں جو آپ نے کئے ہیں اور جن سے آپ رکے ہیں۔اس طرح آپ کی وضع کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے بولنے میں بھی آپ کی اتباع کیا جائے تاکہ اتباع کامل نصیب ہو جائے خبردار یہ مت کہنا کہ یہ باتیں تو حضور کی عادت سے متعلق ہیں عبادات سے متعلق نہیں اور یہ کہہ کر چھوڑ دو کیونکہ ان کا چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازے کو بند کردے گا۔

آپ مریدین کو یہ بھی تعلیم دیتے کہ ہر کسی کے کام آؤ۔سب سے محبت کرو ضعیفوں کمزوروں کی مدد کرو، حرام چیزوں سے بچو، خدا کی ذات پر مکمل بھروسہ رکھو اور ہمہ وقت اس کی رضا اور خوشنودی کے طلب گار رہو۔

اخلاق کی تعلیم کے باب میں ارشاد فرمایا اے لوگوں! اپنے اخلاق کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ السلام کے مطابق کرو جو حسب ذیل ہیں:

عادت میں نرمی، مذاق میں نیکی، نہایت بردبار، بڑا معاف کرنے والا، سچا جوان، مرد نرم دل، ہنس مکھ، برداشت کرنے والا، منکسر المزاج خاطر داری کرنے والا، صحبت کا لحاظ رکھنے والا، مسلسل غم میں اور ہمیشہ سوچ میں رہنے والا، ساکت وصامت مصیبتوں پر صبر کرنے والا، اللہ پر بھروسہ رکھنے والا اور اس سے مدد چاہنے والا فقیروں اور ضعیفوں کا دوست اور حرام باتوں پر برہم ہونے والا جو کچھ مل جائے کھالے اور جو چیز کھوگئی ہے اس کے لئے غمگین نہ ہو۔(حکمت رفاعی)

سلوک ومعرفت میں عاجزی وانکساری پر زیادہ زور دیتے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلوک ومعرفت کے سب طریقے دیکھے اور ان پر غور کیا لیکن تواضع اور انکساری سے بہتر کوئی طریقہ نظر نہ آیا۔اتباع سنت اور عاجزی وانکساری کو خود بھی پسند کرتے، اس پر عمل کرتے اور وابستگان کو اس پر عمل کی تاکید فرماتے کہ غرور وتکبر کو چھوڑ دے اے محتاج شخص غرور وتکبر کے گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو بہت سی ایسی لغزشیں ہیں جو گڑھے میں پھینک دیتی ہیں بعض علم ایسے ہیں کہ ان کا پھل جہالت ہے اور بعض جہالتیں یہی ہیں جن کا پھل علم ہے تو نے تو اپنے علم کو ذلت کا جامہ پہنا دیا ہے پھر علم کی عزت تجھے کیوں کر حاصل ہو۔(الحکم الرفاعیہ)

دین میں ترقی حاصل کرنے کے لیے فرمایا کرتے تھے کہ دو چیزیں دین میں ترقی دلاتی ہے ایک تنہائی میں ذکر کرنا، دوسرے نعمت الٰہی کا حد

سے زیادہ تذکرہ کرنا۔ انسان کی حالت اس کے دوستوں اور ہم صحبتوں کے دیکھنے سے معلوم ہو جاتی ہے، اے دوستو! اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کرو خدا کا ذکر کرو اور اس کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔ (حکمت رفاعی ص ۳۵)

اہل تصوف ہمیشہ مخلوق خدا کی دل جوئی کرتے ہیں اور دنیا والوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ نرمی سے پیش آ ؤ زیادتی نہ کرو کہ زیادتی کا انجام برا ہے۔

ایک مجلس وعظ میں فرمایا:

جو شخص خدا کی مخلوق پر دست درازی کرتا ہے خدا کے نزدیک اس کا ہاتھ چھوٹا ہوتا ہے اور جو خدا کے بندوں کے مقابل غرور کرتا ہے وہ معبود برحق کی نظر سے گر جاتا ہے۔ ہر حالت بدل جانے والی ہے۔ جس نے تحمل کا لباس پہن لیا وہ عجلت کے تیر سے بچ گیا۔ چھوٹا وہ ہے جس کی بنیاد بدعتوں پر ہے اور عقل مند وہ ہے جو بدعات سے پاک ہو۔ آپ متوسلین کو ہمیشہ ہر حال میں خوش رہنے کی تلقین فرماتے اور کہتے کہ دنیا میں خوبیوں کو اپناؤ بری باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرو اپنی بزرگی، برتری کا اظہار نہ کرو ایسا کرنے سے تمہارا شمار عقل مند اور عارفوں میں ہو جائے گا۔

ایک مجلس میں فرماتے ہیں:

عقل مند کی پہچان یہ ہے کہ سختی میں صبر کرے، خوش حالی میں منکسر المزاج رہے، ہر چیز سے خوبیاں اخذ کرے اور حق کا جویا ہو۔ (حکمت رفاعی ص ۳۹)

اپنے نفس کو عادات رذیلہ یعنی بری عادتوں سے دور رہنے کی تلقین کرتے اور فرماتے کہ راہ طریقت میں جب تک انسان سے بری عادتیں دور نہیں ہو جاتیں اس کو عرفان حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی اسے ولایت کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ ولی کو عشق نبی میں سرشار ہونا ضروری ہے بغیر عشق نبی کے راہ طریقت میں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

ایک وعظ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تین چیزیں یعنی غرور، بیوقوفی اور کنجوسی ایسی ہیں کہ اگر کسی میں ہوں تو جب تک اس میں سے دور نہ ہو جائیں ولی نہیں ہوسکتا۔ (حکمت رفاعی ص ۴۱)

جو شخص اپنے نفس کو دوسروں سے بہتر دیکھتا ہے وہ خدا اور مخلوق کے نزدیک جھوٹا ہے، ولی وہ مرد ہے جو دل و جان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑے اور خدا سے راضی ہو۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے میدان عرفات میں اللہ تعالیٰ سے اپنی غرض اور اپنے نفس کی خواہش اور مال کو چھوڑ دینے کا عہد کر لیا ہے اگر تم بھی کامیاب ہونا چاہتے ہو تو ان چیزوں سے الگ ہو جاؤ اور ان کی محبت دل سے نکال دو۔

صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ پر چلنے کے لیے کسی رہبر کا ہونا ضروری ہے۔ مشائخ طریقت نے بھی راہ سلوک پر چلنے کے لیے رہبر کو ضروری قرار دیا ہے۔ بغیر رہبر طریقت کے یہ سفر طے نہیں ہوسکتا۔ اس راہ میں بہت مشکلات ہیں یہ وادی پر خار ہے اس میں جگہ جگہ بہکانے والے ملتے ہیں جو بڑے پیار سے راہ گیر کو بہکاتے ہیں اور کہتے ہیں میاں تم کہاں عیش وعشرت کی زندگی چھوڑ کر مصیبت کی وادی میں آ گئے اس وادی کو چھوڑ و اور عزت کی زندگی گزار دو۔ مگر حق کی تلاش میں سرگرداں مسافر شیطان کے دھوکہ اور فریب میں نہیں آتا ہنسی خوشی اس وادی سے گزر جاتا ہے اور اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں راحت اور سکون ہے۔

رضا نفس دشمن ہے دم میں نہ آنا
کہ رستے میں ہیں جابجا تھانے والے

راہ سلوک میں رہبر کو مرشد کہتے ہیں اور راہ پر چلنے والے مسافر یا راہ گیر کو سالک کہتے ہیں سالک طریقت مرشد حقیقی کی نگرانی میں سلوک کے منازل طے کرتا ہے اور عرفان کے مقام پر پہنچتا ہے بغیر مرشد کے اس راہ پر چلنا ممکن نہیں ہے جو شخص بغیر مرشد کے راہ طریقت پر چلنے کی کوشش کرتا ہے شیطان مردود گمراہی کے گڈھے میں ڈھکیل دیتا ہے۔

ایک مجلس میں مرشد کی ضرورت پر ارشاد فرماتے ہیں:

جو شخص بغیر مرشد کے راستے میں چلتا ہے الٹے پاؤں واپس آتا ہے۔ یہ طریقت ورثے میں نہیں ملتی نہ کوئی اسے باپ کے ترکے میں پاتا ہے بلکہ اس کے حاصل کرنے کے لیے عمل و جہد حدود معینہ پر قائم رہنا ہے۔ اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں آنسو بہانا اور اس رب العزت کا ادب ضروری ہے بہت سے نادان کہتے ہیں کہ یہ طریقہ بحث و مباحثہ روپے پیسے اور ظاہری اعمال کے ذریعہ حاصل ہو جاتا ہے۔ خدا کی قسم ایسا نہیں ہے بلکہ اس مرتبے کو انسان سچائی فروتنی، ذلت، فقیری، سنت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اغیار کے ترک کرنے سے پہنچتا ہے۔ مریدین کو ہمیشہ غلو سے بچنے کی تعلیم دیتے اور فرماتے کہ ہر ایک کو اس کے درجہ پر رکھو کسی کو بھی درجہ سے نہ بڑھاؤ اور نہ گھٹاؤ بلکہ خوش عقیدہ رہو۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

اے لوگوں حدود مراتب کا خیال رکھو غلو سے بچو ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو۔ نوع انسانی میں سب سے بزرگ تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں اور ان میں سب سے افضل و اشرف ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل و اشرف آپ کی آل و اصحاب ہیں۔ ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعین ہیں جو خیر القرون تھے۔ (ارشادات حضرت رفاعی)

اکثر آپ لوگوں کو وقت کی اہمیت کا احساس دلاتے اور نفس کی حفاظت کی تلقین کرتے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

اپنے قلوب اور اوقات کی نگہ داشت کرو کیونکہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی یہی دو چیزیں ہیں وقت اور قلب اگر تم نے وقت کو فضول ضائع کیا اور دل کی جمعیت کو برباد کیا تو تم فوائد سے محرم رہ گئے اور وقت اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اور غفلت میں مبتلا ہو جائے گناہ دل کو سیاہ اور اندھا کر دیتا ہے اور اس کو بیمار اور خراب کر دیتا ہے۔ (ارشادات حضرت رفاعی)

حضرت رفاعی خانقاہ میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کی تعلیم بھی دیتے اکثر فرماتے کہ حقوق العباد کا پاس رکھنا ضروری ہے۔ بیوی بچوں رشتہ داروں اور متعلقین کے ساتھ صلہ رحمی اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے اس کی تعلیم نبی علیہ السلام نے دی ہے۔

ایک مجلس میں اہل خانقاہ کو حقوق العباد کی تعلیم کے باب میں فرمایا:

اپنے گھر والوں اپنی بیبیوں اپنی اولاد اپنے غلاموں اور خادموں کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا معاملہ کر مگر ایسے معاملات میں جن کا اثر اللہ کے دین تک پہونچتا ہو نرمی نہ کرو بلکہ انھیں دین پر چلنے کی تلقین کرتے رہو۔ (ارشادات حضرت رفاعی ص ۵۷)

ان کی مروت و تہذیب کا نظام ملحوظ رکھو کیوں کہ مروت ایمان کا جز ہے۔ معیشت کے بارے میں گھر والوں کے ساتھ میانہ روی اختیار کرو نہ تو اتنی تنگی کرو کہ وہ بے چین و پریشان ہو جائیں اور نہ اتنی وسعت سے کام لو کہ ان کا دماغ حد سے تجاوز کر جائے دونوں حالتوں کے درمیان قائم رہو کیونکہ ہم امت وسط ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہی خطاب دیا ہے اور امت وسط وہ ہے جو ہر کام میں اعتدال کو ملحوظ رکھے۔ آپ معاشی امور میں مریدین کو درمیانی روش اختیار کرنے کی تعلیم دیتے اور نصیحت کرتے کہ امور معاش میں اپنے آپ کو سنبھال کر رکھو ہاتھوں کو پوری طرح نہ کھولو یعنی فضول خرچی نہ کرو کہ فضول خرچی سے تنگی پیدا ہوتی ہے۔ حرام لقمہ سے بچو کہ حرام لقمہ کھانے سے دعا مقبول نہیں ہوتی (مرام الخواص ترجمہ النظام الخاص ص ۶۱)

حضرت شیخ کا دسترخوان وسیع تھا ہزاروں افراد روزانہ خانقاہ کے دسترخوان سے کھانا کھاتے۔ آپ اہل خانقاہ کو کھانے کے آداب سکھلاتے اور بتاتے کہ اس طرح کھانا کھاؤ۔ ایک مجلس میں اہل خانقاہ کو کھانے کے آداب پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

جب تم کھانے کے لئے جمع ہو تو باہم انصاف و ایثار سے کام لو۔ کوئی دوسرے پر غلبہ کا قصد نہ کرے کیونکہ کھانے میں جو غالب ہے وہ شرافت میں مغلوب ہے اور جو ایثار کرتا ہے اس کی تعریف کی جاتی ہے اس سے محبت کی جاتی ہے اس کو زیادہ دیا جاتا ہے۔ کھانا بلند ہمتی کا بھی پتہ دیتا ہے اور اس کے برعکس پست ہمتی کا بھی۔ حریص آدمی بلند ہمت نہیں ہوتا۔ (مرام الخواص ترجمہ النظام الخاص ص ۶۱)

حقوق العباد کے باب میں آپ ہمسایہ پڑوسی اور گھر کے نوکر چاکر جنھیں اس زمانہ میں غلام کہا جاتا تھا کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تعلیم فرماتے اور اس پر متوسلین کو سختی سے عمل کرنے کی ہدایت کرتے اور فرماتے پڑوسی اور اپنے غلام (نوکر) سے اس طرح سلوک کرو جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''اے دوستو! اگر تم گھر میں غلام رکھو اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو جیسا اپنی اولاد کے ساتھ کرتے ہو اور رسول اکرم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرو۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارث کے صاحبزادہ ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے گود میں لیتے اور ایک ران پر بٹھاتے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی گود میں لیتے اور ان کو دوسری ران پر بٹھاتے پھر دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیتے اور دعا فرماتے اے اللہ ان دونوں کے حال پر رحم فرما کیوں کہ میں ان دونوں پر رحم کھاتا ہوں۔

پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرئیل علیہ السلام مجھے بار بار پڑوسی کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے یہ خیال ہو گیا کہ اس کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (مرام الخواص ترجمہ النظام الخاص ص ۴۱)

حضرت شیخ رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور نصیحتیں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ان کا تعلق عمل سے ہے اگر ہم سنجیدگی سے غور کریں تو دیکھیں گے کہ یہ تعلیمات اور نصیحتیں سنت کے مطابق ہیں ان پر عمل کرنے سے اللہ بھی راضی ہوگا اور دنیا بھی حاصل ہوگی۔

حضرت شیخ رفاعی نے ایک موقع پر حاضرین مجلس سے بڑی محبت اور دل سوزی سے فرمایا:

''اے بھائی جان لے کہ تعلیم نے تجھے مدہوش کر دیا ہے۔ میں نے زمانہ اور اہل زمانہ کو آزمایا اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کیا شرع شریف کی خدمت کی، اہل صفا کی صحبت سے فائدہ اٹھایا میری نصیحت قبول کر کیوں کہ یہ اس خلوص و محبت سے نکلی ہے جو مجھے تیرے ساتھ ہے۔ بہت سے سننے والے کہنے والے سے زیادہ دانا بھی ہوتے ہیں۔'' (حکمت رفاعی ص۳۲)

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لئے

افسوس کہ اس عظیم صوفی اور افضل الوقت ولی کی حیات خدمات تعلیمات اور شخصیت پر ہندوستان میں کام نہیں ہوا اور آپ پردہ خفا میں رہے اور سلسلہ کو یہاں شہرت نہ ہوئی اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ تصوف کا یہ ایسا روشن باب ہے جس پر تحقیقی کام کرنے سے اسکالر صاحبان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل سکتی ہے۔عرب ممالک میں آپ کی عبقری شخصیت پر کام ہوا ہے عربی زبان میں کافی لٹریچر موجود ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ تعلیمات رفاعیہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔شاعر مشرق علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

احقر کا سلسلہ رفاعی :

احقر غفرلہ کو ہندوستان میں جاری مشہور سبع سلاسل کی مختلف شاخوں میں اجازت حاصل ہے اس کا تذکرہ حال میں شائع تصنیف ''جہان تصوف'' میں کیا ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَنْ یَّشَاءُ یہاں صرف رفاعی سلسلہ کا شجرہ لکھا جا رہا ہے۔خیال شریف میں رہے کہ احقر والا حضرت مرشدی ومولائی خطب بدایوں عارف باللہ مفتی شاہ محمد براہیم فریدی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہے اور ان سے اجازت وخلافت رکھتا ہے دیگر سلاسل کے مشائخ نے اجازت وخلافت عطا فرمائی اس کو نعمت عظمیٰ سمجھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور قبول کیا۔ بیعت صرف والد حضرت سے ہے دیگر مشائخ سے نہیں۔

شجرہ عالیہ رفاعیہ:

(۱) محمد انور علی سہیل فریدی (۲) خواجہ حسن ثانی نظامی (۳) خواجہ حسن نظامی (۴) سید محمد حمزہ رفاعی مدنی (۵) شیخ ابوالحسن رفاعی (۶) سید احمد رفاعی مدنی (۷) سید منصور رفاعی مدنی (۸) سید ابراہیم رفاعی (۹) سید ابوالقاسلم رفاعی (۱۰) سید قاسم رفاعی مدنی (۱۱) سید احمد رفاعی مدنی (۱۲) سید محمد رفاعی مدنی (۱۳) سید احمد رفاعی مدنی (۱۴) سید شرف الدین رفاعی مدنی (۱۵) سید عبدالقادر رفاعی مدنی (۱۶) شیخ سراج الدین رفاعی مدنی (۱۷) سید عبدالرحیم رفاعی مدنی (۱۸) سید عبدالمطیع رفاعی مدنی (۱۹) سید ابوالصفا منصور رفاعی مدنی (۲۰) سید ابراہیم رفاعی مدنی (۲۱) شیخ سید الدولۃ رفاعی مدنی (۲۲) سید جمال الدین محمد رفاعی (۲۳) سید ابوالصفا منصور رفاعی (۲۴) قطب ربانی حضرت سید احمد کبیر رفاعی (۲۵) سید ابوالحسن علی (۲۶) سید ابومحمد حسن (۲۷) حضرت محمد المہدی (۲۸) حضرت عبداللہ حسین (۲۹) سید شہاب الدین احمد الکبیر (۳۰) حضرت سید موسیٰ (۳۱) حضرت سید برہان الدین ابراہیم الاصغر (۳۲) حضرت امام موسیٰ کاظم (۳۳) حضرت امام جعفر صادق (۳۴) حضرت امام محمد باقر (۳۵) حضرت امام زین العابدین (۳۶) سید الشہدا حضرت امام حسین (۳۷) مولائے کائنات اسداللہ غالب علی مرتضیٰ (۳۸) سید الکونین حبیب خدا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆☆☆

نعت پاک

نتیجۂ فکر: حضرت سید زین العابدین زاہد رفاعی

وہ مہر جب ہوا سرِ فاراں سے جلوہ گر
شب کفر کی تمام ہوئی ہوگئی سحر
ذروں کو آفتاب کا ہمسفر بنادیا
چمکادئے ضیائے درخشاں سے بحر و بر
دشت وجبل میں گونج اسی دل ربا کی ہے
نغمہ سرا ہیں جسکی صفت میں شجر حجر
حاصل جسے ہوئی اسے کندن بنا دیا
خاکِ درِ رسول ہے وہ کیمیا اثر

حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور ان کی تبلیغی مجالس: ایک جائزہ!

محمد خالد کمال مصباحی، خادم درس وافتاء مخدوم اشرف مشن، پنڈوہ شریف، مالدہ (بنگال)

نفوس قدسیہ، محبوبان بارگاہ اور چراغ نور ہوتے ہیں۔ یہ جس مجلس میں جلوہ فرما ہوں وہ مجلس جگ مگ وروشن ہوجائے۔ جدھر سے گزر جائیں اجالا و چراغاں ہوجائے۔ جس کو چاہیں خاک سے کاخ پر ثمریٰ سے ثریا پر فائز کردیں۔ جس پر نظر ڈال دیں دلوں کے عالم کو زیر و زبر کردیں۔ آن واحد میں عصیاں شعار بندوں کو سلوک و معرفت کی راہیں طے کرادیں۔ غرض کہ

ان کا جلوہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ
وہ جدھر گزرے روشنی ہوتی گئی

اہل اللہ کی مجلسوں سے اکتساب فیض کرنا، صحبتیں اٹھانا بڑی بات ہے کیوں کہ ان کا ہر قول و فعل قرآن وحدیث سے ماخوذ و مستنبط ہے۔ وہ مینارۂ نور ہیں، نشان شریعت وطریقت ومعرفت ہیں۔ ان کے قیل وقال کی بزم آرائیاں، علم و حکمت کی جنوں خیزیاں، فکر و خیال کی جولانیاں، عبادت و بندگی کی جلوہ سامانیاں باری تعالی کے فرمان ''قل ان صلاتی و نسکی و محیای و مما تی لله رب العالمین لا شریک له و بذالک امرت و انا اول المسلمین''

بے شک میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا۔ اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلے مسلمان ہوں (الانعام پ ۸/) کے گرد طواف کرتی رہتی ہیں۔

ایسی پاک باز ہستیوں کی صحبتیں و مجلسیں مل جائیں تو پھر کیا کہنا؟ ارباب معرفت کہتے ہیں

ایک زمانہ صحبت با اولیا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ صحبت با انبیا
بہتر از ہزار سالہ طاعت بے ریا
ایک زمانہ صحبت با مصطفیٰ
بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ والرضوان روزگار و فرشتہ خصال شخصیات میں ہیں جن کی دعوت وارشاد کے کارناموں کو تاریخ نے بڑی عظمت کے ساتھ محفوظ کرلیا ہے۔ زیر نظر مقالہ میں ممدوح کی تبلیغی مجالس کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

وعظ وخطابت:

آپ کو وعظ وخطابت میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی بلکہ تعلیم و تعلم، تزکیۂ نفس و مکاشفۂ قلبی ہی آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ لیکن مبدأ فیاض نے انھیں قادر الکلام خطیب بنایا تھا، زبان میں بڑی تاثیر رکھی تھی، جملہ خطابات میں وجود مسعود کا احساس دلاتے تھے۔ آپ کی مجلسوں میں زیادہ تر شان الوہیت وحدانیت، رسالت و نبوت، شریعت و طریقت کے مسائل، علماء و فقہاء کی عظمت و توقیر، اخلاق فاضلہ و عادات صالحہ کی تعلیم، غیبت و چغلخوری، عداوت و خونریزی کی مذمت، دنیا وحب دنیا سے اجتناب، عقبی کی ترغیب و ترہیب ہوتی تھی۔ جس میں تیسیر و تبشیر بھی ہوتی تنذیر و توبیخ بھی، خوف خدا بھی ہوتا اور حب رسول بھی، اسرار و رموز کی عقدہ کشائی بھی ہوتی کشور دل کی فتح یابی بھی، زبان و بیان کی لطافت بھی ہوتی، فکر و خیال کی ہمہ گیری بھی۔ انداز بیاں کہیں عالمانہ تو کہیں صوفیانہ، تو کہیں مفسرانہ تو کہیں متکلمانہ، کہیں مفکرانہ تو کہیں مناظرانہ، کہیں عارفانہ تو کہیں مجذوبانہ۔ ڈاکٹر اقبال کے لفظوں میں

نگہ بلند سخن دلنواز، جاں پر سوز
یہی ہیں رخت سفر میر کارواں کے لیے

مجلسی احوال وکوائف:

آپ کی مجلسوں میں امراء وسلاطین، علماء وفقہاء، صوفیاء وصلحا، یہود ونصاریٰ، عوام وخواص کا ہزاروں لاکھوں کا مجمع ہوتا۔ بعض شرکاء دوات وقلم تھامے ہوتے اور ہر کوئی اپنے ظرف و ذوق کے مطابق مستفیض ومستنیر ہوتے تھے۔

اثر آفرینی کا کیا پوچھنا؟ دیدہائے اشک فشاں، جگر ہائے سوختہ، دلہائے دونیم، زباں ہائے ماتم سرا ان پرنور مجلسوں کی آبرو ہوتیں۔ کچھ ایمان کی لازوال دولت سے مشرف ہوتے، کچھ تائب الی اللہ ہوتے اور کچھ توسخن دلنواز وروح پرور بیانات کی تاب نہ لاکر اپنی جان ہی جان آفریں کے سپرد کردیتے اور جنت سدھار جاتے۔

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آہی گیا

فقیہ ابوزکریا یحییٰ بن شیخ صالح عسقلانی کی زبانی ان کی مجلس کا حال سنیئے فرماتے ہیں کہ:

''میں ام عبیدہ میں سید احمد رفاعی کی زیارت کی غرض سے گیا ہوا تھا، ان کی خانقاہ میں اوران کے ارد گرد لاکھوں زائرین تھے جن میں امراء و حکام، علماء ومشائخ اور عوام سبھی تھے۔ آپ ظہر کے بعد کرسی خطابت پر تشریف فرماتے اورلوگوں کو وعظ وخطابت فرماتے اورلوگ آپ کے ارد گرد حلقہ باندھے ہوتے۔ ایک مرتبہ جمعرات کو کرسی خطابت پر رونق افروز ہوئے، آپ کی مجلس میں واسط کے واعظین اور عراق کے علما و اکابرین کی ایک جم غفیر تھی۔ ایک جماعت تفسیر کے سوالات لے کر آگے بڑھی، دوسری جماعت علم حدیث کے سوالات لے کر۔ پھر دوسری جماعت فقہ کے اور ایک جماعت خلافیات کے مسائل لے کر آگے آئی اور ایک جماعت علم اصول اور دوسرے لوگ دیگر علوم کے سوالات لے کر آئے۔ آپ نے مختلف علوم میں دو سو سوالوں کے جواب دیے، جواب دیتے وقت آپ کی پیشانی پر بل تک نہیں آیا اور نہ ہی برہمی کا اثر ظاہر ہوا۔ مجھے ان سوال کرنے والوں سے غیرت آگئی، میں نے کھڑے ہوکر کہا: ''کیا تمھارے لیے اتنا کافی نہیں ہے؟ خدا کی قسم! اگر تم جملہ مدون علوم کے بارے میں پوچھو گے تو وہ بحکم الٰہی بلا تکلف جواب دیں گے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا: ''اے ابوزکریا! انھیں پوچھنے دو، اس سے پہلے کہ مجھے کھودیں دنیا فنا ہونے والی ہے اوراللہ احوال کو بدلنے والا ہے۔'' لوگ رونے لگے، ہر طرف سے چیخ وپکار کی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ اس مجلس میں پانچ لوگوں کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی، مجوسیوں، نصرانیوں اور یہود میں آٹھ ہزار یا اس سے زائد اسلام لائے اور چالیس ہزار لوگوں نے توبہ کی۔ [**المعارف المحمدیہ** ص:45/ **سواد العینین** ص:55,56]

زبدۃ الاسرار وزبدۃ الآثار میں کہا گیا ہے کہ:

''ان کی کوئی مجلس یہود ونصاریٰ میں سے اسلام لانے والوں سے خالی نہیں ہوتی تھی، اور نہ ڈاکہ زنی، بدمذہبی، بداعتقادی، فتنہ وفساد سے توبہ کرنے والوں سے خالی ہوتی تھی۔'' [زبدۃ الآثار ص65]

مولانا ابوالحسن ندوی نے رجال الفکر والدعوۃ میں کہا ہے کہ:

''بعض اوقات ان کی مجلس میں خلفاء، امراء وسلاطین حاضر ہوتے تو باادب خشوع وخضوع کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ رہے علماء وفقہاء تو ان کا شمار ہی نہیں، ان کی بعض مجلس میں چار سو کاتبین شمار کئے گئے۔'' [رجال الفکر والدعوۃ ص124]

سید شمس الدین محمد رفاعی نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

''سید احمد کبیر رفاعی ظہر کی نماز کے بعد کرسی خطابت پر جلوہ بار ہوئے اور عصر کے وقت کرسی سے نیچے اترے، اور آپ کی مجلس کا حال یہ ہوتا تھا کہ آہ وفغاں، نالہ وشیون، گریہ وزاری، حیرت وافسوس کا شور بلند ہونے لگا۔ آپ کے دروازے پر توبہ کرنے والوں کی بھیڑ لگ گئی یہاں تک کہ ہم شمار کرنے سے عاجز رہ گئے۔'' [**المجالس الرفاعیہ** ص93/ **روضۃ الناظرین** ص67]

امراء وسلاطین سے خطاب:

حضرت سیدنا احمد رفاعی علیہ الرحمہ نہ صرف مریدین تلامذہ، علما و فقہا، صوفیا وصلحا کی رشد وہدایت فرمائی بلکہ وقت کے سلاطین وامرا کی اصلاح حال کی طرف توجہ فرمائی، برائیوں اور بداعمالیوں سے روکا اور اوامر ونواہی کی نفیس تعلیم دی، جیسا کہ آپ کے مکتوب شریف سے پتہ چلتا ہے جو آپ نے خلیفہ مستنجد باللہ عباسی کے جواب میں تحریر فرمایا تھا:

''اے امیر المومنین! تو اسلامی مملکت کی سرحدوں کے محافظ اور مسلمانوں کی جان ومال کا پاسبان ہے، اپنے آپ کو اللہ کے بندوں پر

ظلم سے بچا اور جب شیطان تجھے دبوچے، ظلم کی طرف اکسانے کا قصد کرے تو اپنے آپ کو یہ سوچ کر تسلی دے لے کہ اگر تو قیدی ہوتا یا مظلوم یا تجھے جھٹلایا جاتا، تو تو اپنے لیے بادشاہ سے کیا چاہتا؟۔''

''اے امیر المومنین! صالح فکر، ذوق سلیم رکھنے والوں کے عزائم و ارادے حق پر ہی مجتمع ہوتے ہیں، عدل و احسان کے درمیان پروان چڑھتے ہیں، ان کے بڑے وچھوٹے، حاکم ومحکوم، غلام وآقا سبھی دین میں برابر ہیں۔ان میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے۔ ان میں اختلاف کی آگ نہ بھڑکے اور نہ ہی بادشاہ بدخلقی سے فیصلہ کرے۔ بلکہ کتاب اللہ سے فیصلہ کریں ہمیشہ اللہ کے امان میں رہیں گے''۔

استاذ سید محمد سامرائی رفاعی نے اس خط کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ:

''جب بادشاہ نے خط پڑھا، رو پڑا، دوبارہ پڑھ کر اور زاروقطار رویا، آنسوؤں سے داڑھی تر ہوگئی اور بچے کی موت پر رونے والی عورت کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔جب دل مطمئن اور حالت پر سکون ہوئی تو دربان کی طرف متوجہ ہوکر کہا:''خدا کی قسم! لاریب، سید احمد کی زبان میں ان کے جد کریم حضور علیہ التحیۃ والثناء کی زبان کی تاثیر ہے، یہ شخص اللہ کی زمین پر برکت ہے''۔اور دربان سے ان کے قیام و قعود، اکل وشرب، نشست و برخاست وغیرہ کے بارے میں پوچھنے لگا، دربان جب بھی ان کی کسی چیز کا ذکر کرتا تو وہ خوب روتے، حتی کہ دربان خاموش ہوگیا''۔[المجالس الرفاعیہ ص38]

عارفین وواصلین سے خطاب:

حضرت عارفین وواصلین سے فرماتے ہیں کہ:

''ان میں ایسے لوگ کم ہیں جو اخلاص پر کاربند ہوئے ہوں تو غلامی کی قید سے رہائی پاکر آزادی کے مقام تک نہ پہنچ گئے ہوں، ان پر اغیار نے قابو پایا ہو، ہرگز نہیں بلکہ وہ مکمل آزاد ہیں، آزاد تھے، آزاد رہیں گے۔اللہ اس قائل پر رحم فرمائے، جس نے یہ کہا:''میں زمانے میں محال کی تمنا کرتا ہوں، یہ کہ میری آنکھیں کسی آزاد کا چہرہ دیکھ لے''۔ پھر فرماتے ہیں۔ ہم ایسے زمانے میں ہیں جس میں جہالت عام ہو چکی ہے، بیہودگی کی کثرت ہوگئی ہے، جھوٹے دعوے کرنا عام بات ہو کر رہ گئی ہے۔''[البرہان المؤید ص61]

''اے لوگو! مراتب متعین کرو، اپنے آپ کو غلو سے دور رکھو، لوگوں کو ان کے مراتب میں رکھو۔نوع انسانی میں سب سے افضل انبیاے کرام ہیں، انبیا میں سب سے افضل ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کے بعد مخلوق میں سب سے اشرف ان کی آل واصحاب ہیں پھر ان کے بعد مخلوق میں سب سے بہتر تابعین اور خیر القرون والے ہیں۔''[البرہان المؤید ص24]

''اے لوگو! اپنے تمام احوال وآداب میں شریعت کے پابند رہو کیونکہ جو ظاہر و باطن میں پابند شرع رہا اس کا حصہ اور نصیبہ اللہ ہے اور جس کا حصہ ونصیبہ اللہ ہو جائے تو پھر وہ اللہ والوں میں سے ہوگیا۔''[البرہان المؤید ص69]

''اے بھائی! اگر تو نے اپنے دل کو خشیت الہی کے لباس کا، اپنے ظاہر کو ادب کے لباس کا، اپنے نفس کو عجز وانکسار کا، انانیت کو محو وترک کا، اپنی زبان کو ذکر کا مکلّف بنایا اور ان حجابات سے تو چھٹکارا پا گیا اور اس کے بعد یہ کپڑے (صوفیا کے لباس) پہنا تو تمھارے لیے بہت ہی بہتر ہوگا۔لیکن تم سے یہ بات کیسے کہی جائے، حالانکہ تم گمان کرتے ہو کہ تمھارا تاج قوم کے تاج کی مانند ہے! تمہارے کپڑے ان کے کپڑے کی مانند ہیں!؟ ہرگز نہیں ہوسکتا! مشکلات تہہ بہ تہہ ہیں اور دل مختلف ہیں۔

اے مسکین تو اپنے وہم وخیال، کذب ودروغ، غرور وخود پسندی کے ساتھ چلا جارہا ہے، تو اپنے ساتھ انانیت کی نجاست ڈھو رہا ہے اور تو گمان کرتا ہے کہ تو نے ہر چیز حاصل کرلی، ایسا کیوں کر ہوسکتا ہے؟۔''[البرہان المؤید ص45,46]

آخری وصیت:

آپ کی آخری وصیت جو آپ نے اپنے اصحاب کو کی وہ نہایت جامع، بلیغ اور آپ کے جملہ ارشاد وتبلیغ کا خلاصہ وعطر مجموعہ ہے فرماتے ہیں:

''اے لوگو! میں تمھیں دنیا سے ڈراتا ہوں، غیروں کی طرف دیکھنے سے ڈراتا ہوں، معاملہ کٹھن ہے۔ پرکھنے والا باخبر ہے۔اپنے آپ کو ان بیہودہ باتوں سے بچاؤ۔ان غفلتوں سے خود کو دور رکھو۔ ما سوی اللہ سے دور رہو۔ بدعات سے پرہیز کرو۔کل کی طلب میں کل کو چھوڑ دو۔جس نے کل چھوڑ دیا اس نے کل پالیا۔اور جس نے کل چاہا اس سے کل فوت ہوگیا۔ جسے اللہ مل گیا اس کو کل مل گیا۔اور جس نے اللہ

کو نہ پایا اس سے کل فوت ہو گیا۔'' [البرهان المؤيد ص37,38]

اجمالی جائزہ:

اصلاح نفس، تزکیۂ باطن کا کام آج نہیں بلکہ صدیوں پہلے شروع ہو چکا تھا۔ تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کارخیر کا سرا حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کے عہد میمون پہلی صدی ہجری سے جا ملتا ہے۔ صالحین کی مسلسل کوششوں کے باوجود چوتھی صدی تک یہ تحریک اتنی کامیاب اور عالمگیر نہ بن سکی تھی کہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ضلالت وگمرہی کے مہیب سائے اتنے طویل ہو گئے کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اب اس امر کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی کہ ضلالت وگمرہی کے مقابلے میں رشد وہدایت کا کام اعلیٰ پیمانے پر کیا جائے اور شریعت غرہ کی روشنی گھر گھر پہنچائی جائے.

مالک ارض وسمانے یہ دشوار گزار کام اولیائے کاملین، صالحین امت کے سپرد فرمایا، ان برگزیدہ بندوں نے اپنے اپنے پرفتن دور میں نہایت پامردی سے باطل کا مقابلہ کیا اور پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن کیا، آج اسی روشنی سے دنیائے اسلام روشن ومنور ہے۔

حضرت سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ یہ دونوں معاصر بزرگ ہونے کے ناطے اپنے دور میں رشد وہدایت، اصلاح دعوت وجہاد کا وہ زریں کارنامہ انجام دیا جسے تاریخ اسلام اور امت محمدیہ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

مگر چونکہ یہاں میرا موضوع موخر الذکر بزرگ ہیں اس لیے صرف انھیں کی خدمات پر خامہ فرسائی کر رہا ہوں۔ حضرت رفاعی کی تبلیغ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، جس میں امراء وسلاطین سے لے کر عوام الناس تک کے لوگ آتے ہیں، لیکن آپ امیروں، وزیروں، بادشاہوں سے وابستہ نہ رہے اور نہ ہی گوشہ نشینی، رہبانیت وخلوت گزینی اختیار فرمائی، بلکہ دنیا میں رہ کر بھی دنیاوی زیبائش وآرائش سے الگ رہے اور برائیوں، بدعات وخرافات کے سد باب کے لیے پوری زندگی کوشاں رہے۔ امرا وسلاطین کی ظلم وتعدی پر سرزنش کی، برائیوں پر علانیہ ٹوکا، راہ راست پر رہنے کی ترغیب دی۔ علما وفقہا کو ہدایت فرمائی حرص وہوس سے دور رہیں، ریا وسمعہ سے گریز کریں، غیبت وچغل خوری، کبر ونخوت سے اپنا دل صاف رکھیں۔ صوفیا وواصلین کو نصیحت فرمائی زہد فروشی کا بازار گرم نہ کریں، شریعت سے سرمو انحراف نہ کریں، اللہ اور رسول سے ڈرتے رہیں۔ عوام الناس کو اوامر ونواہی کی تعلیم دی، اخلاقیات پر زور دیا، آخرت کی ترہیب فرمائی۔

یہ آپ کی تبلیغی مجالس کا ایک سرسری جائزہ تھا جس کو ہم نے پیش کیا راقم السطور کی تحریر کی تائید اور تفصیلی جائزہ کے لیے المجالس الرفاعیہ، الآثار النافعہ، الحکم الساطعہ، البرہان المؤید کا مطالعہ کریں ''چشم ماروشن دل ماشاد'' کی کیفیت پیدا ہوتی جائے گی اور ان کے دلائل ہی اس بات کا قائل بنا دیں گے کہ۔

دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار
گل چیں جمال تو ز داماں گلہ دارد

آپ کی تبلیغی مجلسوں کا یہ ثمرہ ہی تھا کہ مصر وعراق، شام وحجاز کے مسلمانوں کی ابتری حالت کی کایا پلٹ دی، مسلمانوں میں بے عملی ختم ہوئی، اصلاح معاشرہ کا فروغ ہوا اور ظالم جابر جیسے حکمراں آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر حلقہ بگوش غلام بن گئے۔

یوں تو کسی بھی اولوالعزم شخصیت کو جب تک کرامتوں سے وابستہ نہ کیا جائے وہ کامل طور پر صاحب منصب نہیں سمجھا جاتا مگر حقیر کے خیال سے ممدوح کی بے شمار عظیم کرامتوں میں سب سے بڑی کرامت یہ تبلیغی خدمات ہیں جس سے ہزاروں گم گشتہ راہوں کو منزل ملی، ہزاروں منکرین خدا کو دولت ایماں ملی۔ شریعت کے تن مردہ میں دوبارہ جان پڑ گئی۔

جمال یار کی رعنائیاں بیاں نہ ہوئیں
ہزار کام لیا میں نے خوش بیانی سے

☆☆☆☆☆

سیدالاولیا شیخ احمد کبیر رفاعی اوران کے ہم عصر
غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی

ڈاکٹر شوکت علی صدیقی، مٹیا برج، کولکاتا

پیدائش : سیدالاولیا شیخ احمد کبیر رفاعی ملک عراق شہر واسط قصبہ ام عبیدہ کے قریب مقام حسن میں بروز جمعرات ۱ رجب المرجب ۵۱۲ھ/۱۱۱۸ء بوقت شب پیدا ہوئے آپ حسینی سید تھے۔ ابوالوفا، ابولعباس، ابوالصفا کنیت ہے؛ سلطان الاولیا، قطب الاقطاب القاب ہیں۔

کبیر کا لقب : حصول سند کے بعد شہر واسط ہی میں سلسلہ درس و تدریس شروع فرمائی درس وتدریس میں آپ کو ید طولی اور افہام وتفہیم میں بڑی مہارت حاصل تھی شیخ احمد کبیر رفاعی کی اسی علمی مہارت پر علما و شیوخ نے آپ کو ''کبیر'' کا لقب دیا تھا یہ لقب اتنا مشہور ہوا کہ آپ کے نام کا جز بن گیا۔

آپ کو اصلاحی وتربیتی امور سے زیادہ شغف تھا اس کے باوجود آپ وعظ فرماتے تھے، آپ کو تقریر کا ملکہ حاصل تھا گھنٹوں مسلسل، روانی کے ساتھ خطاب فرماتے تھے، مضامین کی کثرت سے آمد ہوتی۔ زبان ادیبانہ، اسلوب ناصحانہ اور وعظ نہایت مؤثر ہوتا تھا، بات سامعین کے دلوں میں اتر جاتی اوران کے قلوب پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔

اخلاق : آپ کے اخلاق بہت اچھے تھے بلا امتیاز ہر ایک ملنے والے سے سلام میں پہل فرماتے تھے۔ ملنے والی رقم جب تک حاجتمندوں، مسکینوں، ضعیفوں، مشائخ وفقرا اور مہمانوں پر تقسیم نہ ہو جاتی آپ کی طبیعت پریشان رہتی۔

اجازت وخلافت اور گدی نشینی : آپ کے بچپن ہی میں آپ کے ماموں نے سجادہ نشینی کے لیے بھانجے شیخ احمد کبیر رفاعی کو منتخب فرمایا اور اپنے تمام مریدوں، اہل وعیال کو بھی اس بات کی وصیت کی، سبھی اس بات پر راضی ہو گئے مگر سید منصور بطائحی کی اہلیہ راضی نہ ہوئیں وہ اپنے لڑکے کو گدی پر بیٹھانا چاہتی تھیں، جب آپ کی بیوی نے مسلسل اصرار کیا تو آپ نے بیٹے اور بھانجے کو حکم دیا کہ ''تم دونوں میرے لیے پتے توڑ کر لے آؤ'' چنانچہ آپ کے صاحبزادے تو بہت سے پتے توڑ لائے لیکن آپ کے بھانجے احمد کبیر رفاعی خالی ہاتھ پہنچے آپ نے پوچھا کہ ''تم خالی ہاتھ کیوں آ گئے؟'' جواب دیا کہ ''میں نے ہر پتہ کو خدا کی تسبیح میں مشغول پایا اس لیے پتے توڑنے کی ہمت نہ ہوئی'' یہ سن کر آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ ''میں نے ان دونوں کے بارے میں معلوم کیا تھا مجھے بھانجے کے بارے میں بتایا گیا۔ (قلائدالجواہر ص ۲۸۸)

شیخ احمد کبیر رفاعی کے ماموں شیخ منصور بطائحی نے ۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء میں آپ کو قصبہ ''ام عبیدہ'' بلوالیا اور خانقاہ میں اپنا نائب وخلیفہ بنا دیا اس وقت آپ کی عمر اٹھائیس سال تھی اس سے اگلے ہی برس ۵۴۰ھ/۱۱۴۵ء میں شیخ منصور کا انتقال ہو گیا۔

رجوع عام وخاص : آپ کی ریاضت وتواضع، فضل وکمال، تقویٰ وحسن سلوک کی اس قدر شہرت ہوئی کہ دور دور سے طالبان رشد وہدایت، حق کے متلاشی جوق در جوق خانقاہ میں داخل ہو کر حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے، آپ سے حلقۂ ارادت وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا مریدین بے شمار تھے، البتہ خلفا جن کی دیانت، امانت، تقویٰ وطہارت تعلق مع اللہ وانابت الی اللہ، زہد وقناعت پر اعتماد فرما کر آپ نے ان کو خرقہ خلافت عنایت فرمادیا تھا، عراق کا کوئی قریہ ایسا نہ تھا جہاں آپ کے دو چار خلیفہ موجود نہ ہوں۔

غوث اعظم سے رشتہ داری : شیخ سید احمد کبیر رفاعی کی والدہ کا نام حضرت سیدہ شریفہ ہے، آپ نیک عبادت گذار پرہیز گار اور پاک دامن خاتون تھیں، ان کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ آپ حضرت سیدہ مریم رضی اللہ عنہا کی بیٹی اور سیدہ مریم حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد گرامی حضرت ابو صالح

موسیٰ جنگی کی بہن ہیں یعنی سیدہ مریم غوث الاعظم کی پھوپھی ہیں جو سید احمد رفاعی کی نانی اماں ہیں۔(عظمت رفاعی ص ۳۴)

غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی : حضرت غوث اعظم کا مولد مبارک اکثر روایات کے مطابق قصبہ نیف علاقہ گیلان بلاد فارس ہے سنہ ولادت ۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء ہے آپ کا اسم گرامی (سید شیخ) عبدالقادر اور کنیت ابومحمد ہے۔محی الدین، قطب الاقطاب، امام الاولیا، محبوب سبحانی قطب ربانی، غوث صمدانی، شہباز لامکانی، بڑے پیر دستگیر، غوث اعظم وغیرہ آپ کے القاب ہیں، والد ماجد کی جانب سے آپ حسنی اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی ہیں۔اس طرح آپ نجیب الطرفین ہاشمی سید ہیں آپ کی والدہ کا بیان ہے کہ عہد رضاعت میں آپ کا یہ حال رہا کہ سال بھر کے تمام مہینوں میں آپ اچھی طرح دودھ پیتے تھے لیکن جونہی رمضان شریف کا مہینہ شروع ہوتا تو دن کو آپ بالکل دودھ کی طرف توجہ نہ دیتے ایک مرتبہ ۲۹ شعبان کو ابر کے باعث چاند نہ دکھائی دیا دوسرے روز اس مادرزاد ولی نے دودھ نہ پیا بالآخر تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس روز یکم رمضان تھی۔

جب آپ کو قرآن پاک کی تعلیم کے لیے استاد حضرت مخدومی کے پاس لے جایا گیا تو انھوں نے **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھا یا تو آپ نے فرفر قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دی۔استاد نے دریافت کیا کہ یہ کب پڑھا؟ تو جواب ملا کہ جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اور میری ماں گھر کے کام کاج کرتے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتی تھی تو میں بطن مادر میں تلاوت سن کر یاد کرلیا کرتا تھا۔

جن شیوخ سے شیخ عبدالقادر جیلانی نے اکتساب علم کیا، ان میں سے چند ممتاز شخصیات یہ ہیں (۱) ابو زکریا یحیٰ بن علی بن الخطیب التبریزی متوفی ۵۱۲ھ/۱۱۰۸ء جو نحو، لغت اور ادب کے امام تھے (۲) ابوالوفا علی بن عقیل البغدادی سے فقہ کا درس لیا (۳) ابوبکر احمد بن المظفر (۴) ابو غالب محمد بن الحسن بلاقی اور دیگر شیوخ سے علم حدیث پڑھا (۵) ابومحمد جعفر السراج متوفی ۵۰۰ھ/۱۰۰۶ء اور ابوسعید ہمدانی سے علم تفسیر کی تکمیل کی۔

۴۹۴ھ/۱۱۰۰ء میں دستار فضیلت بندھی تو علمائے وقت میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔اساتذہ کے ذریعہ آپ کے علم کا اس وقت اتنا چرچا ہو چکا تھا کہ کوئی عالم اپنے علم کو آپ سے زیادہ نہیں جانتا تھا۔

شیخ حماد الدباس متوفی ۵۲۵ھ/۱۱۳۱ء شیخ عبدالقادر جیلانی کے مشائخ صحبت میں سے تھے قاضی ابوسعید مخزومی ۵۱۳ھ/۱۱۱۹ء سے فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم پائی علوم باطنی تحصیل کے لیے آپ انھیں سے مرید ہوئے۔

۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء میں شیخ عبدالقادر جیلانی نے باقاعدہ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کا آغاز کیا لوگ جوق در جوق آتے اور بحر ذخار سے سیراب ہوکر گھروں کو لوٹتے چند سالوں کے اندر تلامذہ اور ارادت مند تمام عراق، عرب، شام اور دوسرے ممالک میں پھیل گئے۔

اپنے خطبات کے ذریعہ باطل مورچہ کو زمین بوس کیا آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی کہ جس میں یہود و نصاریٰ اسلام قبول نہ کرتے ہوں یا شرابی، فاسق و فاجر، ملحد و زندیق، بدعقیدہ اور بدکردار لوگ آپ کے ہاتھ پر توبہ نہ کیے ہوں غریبوں اور مسکینوں سے آپ بے حد محبت کرتے تھے ان کی جو خدمت بھی بن آتی کرتے۔خلاف شریعت کوئی کام دیکھ کر خاموش رہنا گوارا نہ کرتے تھے۔کسی پر ظلم ہوتا دیکھ کر آپ کو جلال آجاتا، امیر، غریب، بادشاہ، وزیر، عالم غرض ہر کسی کو بے خوف کھری بات سنایا کرتے۔درباری علما و مشائخ کی بھی پرزور مذمت کرتے جنھوں نے بادشاہوں اور ناخواندہ حکام کی مصاحبت کی تھی اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا جن کا شعار تھا۔اہل معرفت کے لیے آپ کا کلام معارف سے بھرا ہوا کرتا تھا، مریضوں کی عیادت کے لیے اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے۔مریض کو تسلی دیتے اور اس کے لیے دعائے صحت فرماتے، سخاوت و کریم النفسی آپ کی فطرت ثانیہ تھی آپ اعلیٰ اوصاف و اخلاق کے حامل نہایت متواضع اور علم و فضل کے مالک تھے۔

☆☆☆☆☆

شیخ احمد کبیر رفاعی اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی قدر مشترک باتیں

فریدہ زماں، ہیڈمسٹریس غالب گرلس پرائمری اسکول، کولکاتا

سیدالاولیا شیخ احمد کبیر رفاعی اور ان کے ہم عصر بزرگ غوث اعظم عبدالقادر جیلانی میں جو امر قدر مشترک ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

بطن مادر میں گفتگو اور تعلیم قرآن : شیخ احمد کبیر رفاعی والد ماجد کی نسبت سے حسینی اور والدہ ماجیدہ کی نسبت سے حسنی ہے یعنی نجیب الطرفین سید ہیں اور مادرزاد ولی۔ آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ بطن مادر میں گفتگو فرماتے تھے اور آپ کے ماموں حضرت شیخ منصور بطائحی کو خواب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری سنائی کہ تمھاری بہن کی آغوش میں جو بچہ آج سے چالیس دن بعد ہوگا، اس کا نام ''احمد'' رکھنا اور وہ تمام اولیا کا سردار ہوگا'' صوفی علی سوری سے روایت ہے کہ شیخ عمادالدین زنگی نے فرمایا کہ سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ نے اپنی ماں کے شکم میں رہ کر گفتگو فرمائی اور اپنی ماں کو سلام کیا۔ ماں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ اے میرے بیٹے! تیرا نام کیا ہے؟ شکم مادر سے جواب آیا میرا نام احمد ہے۔ پھر فرمایا اے ماں! تم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کیا چاہیے؟ کہا مجھے اللہ تبارک تعالیٰ کی رحمت چاہیے، آپ نے کہا سات چیزوں پر عمل کیجیے (۱) خلوص نیت اور اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات پر ایمان رکھو (۲) پانچ وقت کی نماز کی پابندی کرو (۳) اپنی حیثیت کے مطابق مسافروں اور فقیروں کے ساتھ حسن سلوک کرو (۴) دل کو صاف ستھرا رکھو (۵) غیبت سے اپنی زبان کی حفاظت کرو (۶) حرام چیزوں سے پرہیز کرو (۷) اپنی نظر اور شرم گاہ کو فعل حرام سے بچاؤ۔ ماں اپنے بیٹے کی باتوں کو سن کر تعجب کرنے لگیں اور کہنے لگیں کہ کیسی شان والا لڑکا ہے جو میرے شکم میں رہ کر بات کرتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہد میں رہ کر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔'' (اردو ترجمہ تذکرۃ المحققین ۴۷)

شیخ عبدالقادر جیلانی بھی مادرزاد ولی ہیں آپ والد ماجد کی نسبت سے حسنی اور والدہ ماجدہ ام الخیر فاطمہ کی نسبت سے حسینی ہیں یعنی نجیب الطرفین سید ہیں۔ جب تعلیم کے لیے استاد حضرت امام مخدومی کے پاس لے جایا گیا انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھایا ہی تھا کہ آپ نے فرفر قرآن شریف کی تلاوت شروع کر دی۔ استاد نے دریافت کیا کہ یہ کب پڑھا؟ تو جواب ملا کہ جب میں اپنی ماں کے پیٹ میں تھا اور میری ماں گھر کا کام کاج کرتے ہوئے قرآن شریف کی تلاوت کیا کرتی تھی تو میں بطن مادر میں تلاوت سن کر یاد کر لیا کرتا تھا۔ (تذکرہ غوث الاعظم ص ۱۹ از: علی اشرف چاپدانوی)

ایام رضاعت میں رمضان المبارک کے روزے : ''سید احمد کبیر رفاعی دودھ پینے کے زمانے میں جب بھی دودھ نوش فرماتے تو دائیں پستان سے شروع کرتے۔ آپ نے کبھی بھی بائیں پستان سے دودھ پینا شروع نہیں کیا جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوا تو پورا مہینہ صرف رات کو دودھ پیتے دن کو دودھ نہ پیتے۔'' (عظمت رفاعی ص ۵۰)

''غوث اعظم کی والدہ فرماتی ہیں کہ عبدالقادر، رضاعت کے دوران رمضان میں دن کے وقت دودھ کو منہ نہیں لگاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ رمضان کا چاند مشتبہ ہوگیا تو لوگوں نے آپ کی والدہ سے روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا آج تو رمضان معلوم ہوتا ہے کیونکہ آج دن میں عبدالقادر نے مجھ سے دودھ نہیں مانگا ہے بعد میں شہادتوں سے اس بات کی تصدیق ہوگئی تھی کہ وہ یکم رمضان تھی۔'' (قلائدالجواہر ص ۲۰)

''رمضان شریف کا پورا مہینہ آپ کا یہ معمول رہتا تھا کہ طلوع آفتاب سے لے کر غروب آفتاب تک قطعاً دودھ نہیں پیتے تھے خواہ کتنی ہی دودھ پلانے کی کوشش کی جاتی تھی یعنی رمضان شریف کا پورا مہینہ آپ دن میں روزہ سے رہتے تھے اور جب مغرب کے وقت اذان ہوتی

اورلوگ افطار کرتے تو آپ دودھ پیتے تھے۔'' (سیرت غوث الاعظم ص ۲۶)

کفالت وتربیت: شیخ احمد کبیر رفاعی اور شیخ عبدالقادر جیلانی کی ابتدائے عمر میں ہی والد ماجد کا انتقال ہو چکا تھا شیخ احمد کبیر رفاعی اور ان کی والدہ ، بہنوں اور بھائیوں کو ان کے ماموں شیخ منصور بطائحی جو جلیل القدر مشائخ میں سے تھے نے اپنے پاس بلالیا اور ان کی کفالت فرمائی۔ غوث اعظم کے نانا عبداللہ صومعی جو مشہور ولی تھے نے آپ کی کفالت وتربیت کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔

ختم قرآن مجید : ایک دفعہ غوث اعظم نے فرمایا کہ میں پچیس سال تک عراق کے ویرانوں اور جنگلوں میں پھرتا رہا ہوں اور چالیس سال تک صبح کی نماز عشا کے وضو سے پڑھی ہے اور پندرہ سال تک عشا کی نماز پڑھ کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر صبح تک قرآن کریم ختم کرتا رہا ہوں۔ (سیرت غوث اعظم ص ۴۶)

سید منصور حزوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے سید زنگی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی دن میں ایک ختم قرآن رات میں ایک ختم قرآن فرماتے پوری زندگی کا معمول یہی تھا۔'' (عظمت رفاعی ص ۵۸)

درس وتدریس : شیخ عبدالقادر جیلانی کا طریقہ تعلیم تقریباً دن بھر جاری رہتا اور خود آپ دن کا سارا وقت مدرسے میں گذارتے قبل دوپہر کی نشستوں میں علوم درسیہ کے اسباق ہوتے اور ظہر کے بعد علوم قرآنیہ کے لیے ایک خاص نشست تھی جس میں آپ کلام اللہ کے معارف بیان کرتے تھے''

علامہ رشید رضا کے الفاظ یہ ہیں: تفسیر، حدیث، فقہ اور اختلافات فقہی کی چاروں کلاسیں آپ خود پڑھاتے۔ اس کے علاوہ دن کے دونوں کناروں پر (صبح وشام) آپ کے پاس تفسیر، حدیث، فقہ، اصول اور علم نحو کے طلبا پڑھتے اور ظہر کی نماز کے بعد آپ کے یہاں قرأت قرآنی کا درس ہوتا تھا۔'' (دائرۃ المعارف بلستانی ص ۶۲۱ بحوالہ شاہ جیلاں ص ۵۲)

''حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا روزانہ معمول تھا کہ ظہر کی نماز کے بعد خلوت میں جانے سے پہلے لوگوں کو نصیحت فرماتے آپ کی یہ شان تھی کہ خانقاہ میں شیخ، منبر پر واعظ وعالم، جلوت میں فقیر و درویش، دسترخوان پر خادم اور علوم باطنی کے ماہر تھے۔ مومنوں سے محبت فرمایا کرتے، چاہنے والوں کو قریب رکھتے، منافقوں کو دور رکھتے یکتائے روزگار زاہد تھے، دنیا سے کنارہ کشی کرنے والے اور فقیروں سے محبت کرنے والے تھے۔'' (عظمت رفاعی ۶۷)

وفات : شیخ عبدالقادر جیلانی ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ اور شیخ احمد کبیر رفاعی کی وفات ۵۷۸ھ/۱۱۸۲ء کو ہوئی شیخ عبدالقادر جیلانی کے ۱۷ برس بعد شیخ احمد الکبیر رفاعی نے سفر آخرت اختیار کیا یعنی دونوں ہم عصر بزرگوں کی وفات چھٹی صدی ہجری میں واقع ہوئی۔ مذکورہ بالا باتیں ایک دوسرے کی مناسبت کی واضح دلیل ہیں۔

☆☆☆☆☆

قصیدہ بحضور غوث الرفاعی

از جناب انور بڑودوی

بصرہ کی سرزمین پر احمد کبیر تم ہو
کل اولیاء کے افسر احمد کبیر تم ہو
سارے جہاں کو آقا مہکادیا تم ہی نے
خوشبو کی طرح گھر گھر احمد کبیر تم ہو
ہم بے نوا کے والی، ہم بے بسوں کے آقا
ہم نے کسوں کے سرور احمد کبیر تم ہو
تم بانی رفاعی سردار اولیاء ہو
سجادۂ مقرر احمد کبیر تم ہو
دستِ محمد کا بوسہ تمہیں ملا ہے
کیا نازشِ پیمبر احمد کبیر تم ہو
پھر کیوں نہ مشکلوں میں مشکل کشائی کرتے
جب نسلِ پاک حیدر احمد کبیر تم ہو
ممکن نہیں جہاں میں بھٹکائے اسکو شیطاں
جس کارواں کے رہبر احمد کبیر تم ہو
اللہ کے حکم سے خرقۂ ملا خضر سے
اللہ کے وہ دلبر احمد کبیر تم ہو
انور کے دل کو تم نے کیا جگمگادیا ہے
کیا روشنی کے پیکر احمد کبیر تم ہو

السید احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمہ کا عشق رسول ﷺ

حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی مصباحی، خطیب وامام مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر کپالی، وایا مانگو جمشید پور جھارکھنڈ 831020

اللہ رب العزت کے نیک وصالح بندے وہی ہوتے ہیں جن کا ایمان کمال انتہا کو پہنچا ہوتا ہے، اور ایمان انھیں کا مضبوط اور کمال تک پہنچتا ہے جو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ء کھرے اترتے ہیں- اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو مضبوط اور صاف وشفاف رکھتا ہے اور اور ان کی روحانی طاقت وتوانائی میں اضافہ فرماتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ترجمہ: پانچ امور کو بحسن وخوبی انجام دینے کا نام اسلام ہے: (1) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں- (2) نماز قائم رکھنا، (3) زکوۃ دینا، ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھنا، (4) اگر خانہ کعبہ تک جانے کی استطاعت ہو تو حج کرنا - (مشکاۃ المصابیح، حدیث جبریل) اور ایمان کے بارے میں خبر دیتے ہوئے مخبر صادق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ جل شانہ، اور اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لاؤ اور تقدیر کے خیر وشر پر ایمان رکھو۔ ایسے ہی نیک صفت انسانوں کو "ولی" اور "صوفی" کہا جاتا ہے-مشہور بزرگ شیخ شریف جرجانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ "ولی" وہ ہے جو حتی الامکان اللہ کی ذات و صفات کا عارف، اور اللہ کی اطاعت پر ہمیشہ کاربند رہے، گناہوں سے دوری اور دنیاوی لذتوں وشہوتوں سے دور رہے- اللہ کا ہر "ولی" "صوفی" ہوتا، ہر ولی مومن کامل سچا عاشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے- 6 صدی ہجری میں جن نفوس قدسیہ نے اپنی بابرکت وجود ایک جہاں کو فیضاب کیا ہے، ان میں ایک مبارک نام السید احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمہ قدسرہ کا نام بھی شامل ہے آپ کی پوری زندگی مبارکہ خدمت خلق اور اللہ کی مخلوقات کو پہچانا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم دینا، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ساری زندگی گزارنا آپ کا خاص وطیرہ رہا-

ایمان کی جان محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قال: قال النبی ﷺ: ولا یومن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین ۔ ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہ ہوگا جب تک اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کے دل میں میری محبت نہ ہو جائے ۔ (بخاری شریف، باب: رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنا ایمان میں داخل ہے ۔) راوی حضرت یعقوب بن ابراہیم، عبدالعزیز بن صہیب، حضرت انس، حضرت آدم ابن ابی یاس نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ سے روایت فرمایا ہے ۔ حدیث نمبر 15، 16، 17، 21، 425۔ مسلم شریف حدیث نمبر 166، حدیث نمبر 240 وغیرہ وغیرہ۔ احادیث کے ذخیرہ میں اور بھی احادیث کریمہ موجود ہیں، مطالعہ فرمائیں۔

قرآن کریم میں بھی ایمان کی جان محبت رسول ہی بتایا گیا ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاءُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ۔ الخ (القرآن سورہ توبہ، آیت 9) ترجمہ: تم فرماؤ اگر تمھارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری عورتیں اور تمھارا کنبہ اور تمھاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمھارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ (کنز الایمان) دوسری جگہ سورہ آل عمران کی آیت مبارکہ 31، 32، 33 پھر سورہ نساء آیت 64 وغیرہ وغیرہ۔ قرآن کریم واحادیث میں بہت

جگہ یہ حکم موجود ہے۔(خوش عقیدوں کے لیے اتنا ہی کافی ہے فاسقوں، بدعقیدوں کے لیے اللہ سے ہدایت کی دعا ہے) صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین و بزرگان دین، اولیائے کرام کی محبت رسول وعشقِ رسول کے بہت سے واقعات مستند کتابوں میں موجود ہیں۔ دلِ بینا وعشقِ رسول سے بھرا سینہ ہوجائے تو توفیق و ہدایت سے نصیبہ میں اضافہ ہوگا۔

اولیاءکرام اور صوفیا بزرگوں کی تو بات ہی نرالی ہے۔اللہ سے عشق اور محبت رسول کی ہی وجہ سے تو ان پر انعامات کی بارشیں ہوئی ہیں اور آج بھی جاری و ساری ہیں۔صوفیا بزرگوں کی بیاض (Diary) میں بہت دلچسپ واقعات صاحبِ بصیرت کے لیے سبق آموز ہوں گے۔ مشہور بزرگ عارف باللہ، سیدی علامہ احمد برنسی معروف بہ شیخ رزوق رحمۃ اللہ علیہ 899 ہجری ماہ صفر، 1493 عیسوی اپنی کتاب (الجمع بین الشریعۃ والحقیقۃ) میں فرماتے ہیں کہ تصوف کی تقریباً دو ہزار تعریفیں اور تفسیریں آئی ہیں۔ان سب کا حاصل اللہ تعالیٰ کی طرف سچی توجہ ہے جس شخص کو مولائے کریم کی طرف سچی توبہ اور رسول سے محبت حاصل ہے اسے تصوف کا ایک حصہ حاصل ہے۔(فقہ وتصوف 94،95 مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ترجمہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، اعتقاد پبلشنگ ہاؤ؟ س، دہلی) مشہور بزرگ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:(1) مخلوقات کی موافقت سے دل صاف کرنا(2) طبعی یا نفسانی اوصاف سے جدا ہونا(3) نفسانی خواہشات سے گریز کرنا(4) روحانی صفات کا طلبگار ہونا(5) حقیقی علوم سے متعلق ہونا(6) دائمی اچھے کاموں کا اختیار کرنا(7) تمام امت کا خیر خواہ ہونا(8) حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہونا (9) شریعت میں رسول اللہ ﷺ کا پیروکار ہونا(10) اور شریعت کی تمام صفات اور برکات کا حامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ (فقہ تصوف صفحہ 93،94، مصنف شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) آج کے صوفیوں کو تصوف کی صحیح تعلیم پر نظر رکھنا چاہیے۔ علم وعمل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا پابند ہونا انتہائی ضروری ہے ورنہ سب بیکار ہے۔

بارگاہ رسول اللہ ﷺ کے در پر حاضری: کون ایسا مسلمان ہے جو آقا کے در پر حاضری کا خواہاں نہ ہو، ہر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت ومحبت اور چاہ ہے جز و ایمان ہے، عظمت مصطفیٰ، محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کوئی مومن ہو ہی نہیں سکتا، چاہے وہ رات دن سجدے کرتا رہے، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنے عشق کا یوں اظہار کرتے ہیں، جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا= جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں، پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں = دل کو جو عقل دے خدا تری گلی سے جائے کیوں_ *سنگ در ے حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے= جانا ہے سر کو جا چکے دل کو قرار آئے کیوں؟ یوں تو بزرگوں کو حضور کی زیارت نصیب ہوتی رہتی ہے پر عاشقوں کی بات ہی نرالی ہے وہاں جا کر بالمشافہ ملاقات یہ تو اللہ کی نعمت ہی ہے اور رسول ﷺ کی عنایت ہی تو ہے۔ شاہ مدینہ کے در پر حاضری کا تصور آ ہا آ ہا آ ہا۔۔۔۔کوئی کیا لکھے کیا بتائے سب کو حضور سے محبت کے اعتبار سے انعام سے نوازا جاتا ہے۔کوئی بھی خالی نہیں لوٹتا۔ ناچیز بھی حج کی سعادت سے بہرہ ور ہو چکا ہے اور حضور کے در پر حاضری بھی نصیب ہوئی۔ اے کاش، حضور کرم فرمادیں پھر بلاوا آجائے آمین!

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
جنیدو بایزید ایں جا نفس گم کردہ می آید

دربار رسول پر حاضری جہاں جنید و بایزید اور بڑے بڑے ولیوں کی سانسیں تھم جاتی ہیں بن مانگے جھولیاں بھر جاتی ہیں پر مانگنے والے بھی خوب ہیں اور کیا مانگتے ہیں اور کیسے نوازے جاتے ہیں، مطالعہ فرمائیں۔ بہت سی کتابوں کے مصنف حضور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تفسیر جلالین شریف جو کہ ہر مکتبہ فکر کے مدرسوں میں علمائے کرام کو پڑھائی جاتی ہے، نویں صدی (791۔864 ہجری) کے بزرگ جلالۃ المحلی جنھوں نے جلالین شریف کے شروع کے پندرہ پاروں کی تفسیر فرمائی پھر بعد کے پندرہ پاروں سے آخر تک حضور علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ جو دسویں صدی ہجری (791۔911) نے اپنی کتاب ''الحاوی'' شریف میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ السید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ عنہ جو مشہور بزرگ اکابر صوفیا میں سے ہیں ان کا واقعہ مشہور ہے کہ جب وہ 555 ہجری میں حج

سے فارغ ہوکر سرکار اعظم ﷺ کی زیارت کے لیے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے اور قبر انور کے سامنے کھڑے ہوئے تو دو شعر پڑھے۔

فِیْ لَةِ الْبُعْدِ رُوْحِیْ کُنْتُ اُرْسِلُهَ
تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَهِیَ نَائِبَتِیْ

ترجمہ: یعنی میں دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور کے آستانہ مقدسہ کو چوما کرتی تھی۔

وَهٰذِهٖ دَوْلَةُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ
فَامْدُدْ یَمِیْنَكَ کَیْ تَحْظٰی بِهَا شَفَتِیْ

ترجمہ: یعنی اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا ہے، لہٰذا اپنے دست اقدس کو عطا فرمائیے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔

شاہ من سلطان عالم سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عرض پر سرکار اقدس ﷺ نے قبر انور سے اپنے دست مبارک کو باہر نکالا جس کو آپ نے چوما۔ البیان المشید میں ہے کہ اس وقت کئی ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جنھوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور کے دستِ اقدس کی زیارت کی۔ ان لوگوں میں محبوب سبحانی حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ آپ کی آرام گاہ مزار پاک عراق میں ہے سبحان اللہ سبحان اللہ!! (فقہ و تصوف 94، 95 مصنف شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، اعتقاد پبلشنگ ہاو؟ س، دہلی۔ خطبات محرم صفحہ 45 مصنف حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی، کتب خانہ امجدیہ، دہلی) خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ شریف گجرات الھند میں آپ کی اولاد میں سے حضور سید فخر الدین غلام حسین المعروف امیر میاں رفاعی رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں جہاں لاکھوں فرزندان توحید آپ کے فیضان کرم سے مالا مال ہورہے ہیں اور ماہ ربیع الاول 29 تاریخ کو آپ کا عرس نہایت تزک و اہتمام کے ساتھ منایا جاتا ہے، اس سال 7 دسمبر 2018ء مطابق 29 ربیع الاول 1440ھ کو 178 واں عرس نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ خانقاہ رفاعیہ ہندوستان کے مشہور و معروف اور قدیم خانقاہوں میں سے ہے۔ خانقاہ کے زیر اہتمام کئی اسکول اور انگلش میڈیم اسکول بھی چل رہے ہیں اس سے ہزاروں لوگ دین و دنیا کے علم سے آراستہ ہورہے ہیں۔ حضور سید احمد کبیر الرفاعی علیہ الرحمہ انتہائی با اخلاق اور مخلوق خدا پر رحم کرتے، کیوں کہ اسلام میں انسانی عظمت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ آپ اپنے منقولات میں فرماتے ہیں: اے فرزندِ دلبند! پانچ 5 چیزیں آخرت کی بھلائی کے لیے ہیں، 1۔ اللہ کا ڈر، 2۔ اس کے لیے عاجزی، 3۔ خاکساری، 4۔ حسن اخلاق، 5۔ اور دل میں راج کرنے والا زہد و تقویٰ۔ یعنی اے برادر عزیز! اللہ کی مخلوق کے ساتھ جس قدر آداب و اخلاق، محبت کے ساتھ پیش آسکتے ہو، پیش آیا کرو۔ اپنے والدین کریمین پر شفقت و رحمت کی بھرپور نگاہ ڈالا کرو رشتہ داروں کے بندھن کو جوڑے رکھو۔ پڑوسیوں کو ٹوٹ کر چاہو، اور ان کے لیے رحمت کے پیکر بنے رہو، دیکھنے والے لا کہے کہ یہ اخلاق مصطفیٰ کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ یعنی اے (برادر عزیز، بار دیگر کہتا ہوں کہ) ہمسایہ کے ساتھ اچھائی و بھلائی سے آنا۔ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ آج کے بزرگوں و صوفیوں کو مخلوق خدا پر رحم و کرم کا سلسلہ رکھنا چاہیے اور تصوف کی صحیح تعلیم پر نظر رکھنا چاہیے۔ علم و عمل کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا پابند ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔ تبھی اللہ و رسول کی محبت کا انعام ملے گا۔ ان اللہ والوں پر اللہ کا خاص کرم ہے اور یہ ہے اللہ سے عشق و رسول اللہ کی محبت کا انعام۔ اللہ بزرگوں کے طفیل ہم سب کو مدینہ کی حاضری نصیب فرمائے۔ ان اللہ والوں کے صدقے ہم سب کو حضور کے دیدار سے مشرف فرمائے اور خدائی اطاعت و رسول اللہ ﷺ کی محبت سے ایمان کو منور و مجلّی فرمائے۔ آمین، ثم آمین!

☆☆☆☆☆

حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ کا عشق رسول

مولانا محمد عابد رضا مصباحی، دارالقلم، قادری مسجد، ذاکر نگر، نئی دہلی

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
فھذہ دولة الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کین دولت از گفتار خیزد

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ ان برگزیدہ و وارفتگان محبت میں سے ہیں جن کی تخلیق ہی عشق و محبت کے خمیر سے ہوئی تھی، آپ شمع جمال نبوت کے پروانوں میں سے تھے۔ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے بعد جو مرتبہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی کو ملا وہ اور کسی کے حصہ میں نہ آیا۔ آپ کے فضل و کمال، شرف و بزرگی، مجاہدات و کرامات عموماً عالم اسلام خصوصاً بلاد عرب سے مخفی نہیں ہیں۔

عشق رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان کی زندگی و بندگی کے لیے عظیم داعیہ ہے کہ انسان جب تک عشق کی منزلیں طے نہ کر لے اس کو لطف زندگی حاصل ہوتا ہے، نہ لطف بندگی، پھر زندگی تو وہی عظیم زندگی ہے جو رضائے خدا اور محبت مصطفیٰ میں گزرے۔ انسان کا ہر ہر لمحہ ایک ایک پل عشق رسول میں سرشار ہونا چاہیے۔ محبت اور عشق کیا ہے؟، ان کا داعیہ کیا ہے؟ پہلے اس کا مختصر سا جائزہ ضروری ہے تا کہ ایک عاشق کی حقیقی زندگی و بندگی کا مفہوم خوب واضح ہو جائے۔ پھر اس کی روشنی میں ہم اپنے مخدوم کبیر الاولیا سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی زندگی دیکھیں۔ علمائے لغت و ادب وصوفیائے کرام نے اپنے اپنے اعتبار سے محبت کے متعدد معانی و مفاہیم بیان فرمائے ہیں۔

الحب والحبة گندم جو اور دیگر اشیا کے دانے کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مقدس میں وارد ہوا **کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة** (البقر ۲۶۱)
راہ خدا میں خرچ کرنے والوں کی مثال اس دانے کی سے ہے جس سے سات بالیں اگی ہیں اور ہر بالی میں پھر سو سو دانے ہوں۔

یہ ایک ظاہر حقیقت ہے کہ کسی درخت یا پھل کا بیج ہی اس کی اصل ہوتا ہے اور پورے پودھے کا مغز بھی، اس بیج کو زمین میں ڈالو تو ایک ٹہنی سے کونپل سے شروع ہو کر ایک تناور درخت پھر اس کے پھل جس کو انسان بڑے شوق سے اپنی غذا بناتا ہے اور پھر غذا کے بعد جو چیز بعد کو بچی وہ بھی بیج، گویا اسی درخت کی ابتدا بھی بیج اور انتہا بھی بیج۔ حاصل کلام بیج ہی پورے شجر کا دار و مدار۔

فقط محبت کا مادہ اشتقاق بھی حبة یا حبة ہے تو اس لغوی مفہوم کے اعتبار سے محبت انسانی کی معراج پورے درخت کی اصل قرار پائی۔ جس طرح درخت کے لیے بیج اصل ٹھہرا اسی طرح محبت کو بھی اس لیے محبت کا نام دیا گیا کہ پوری حیات انسانی میں سب سے موثر یہی شئی ہے۔ انسان کے ہر عمل اور اس کی سیرت و کردار کے ہر گوشے میں محبت کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ انسانی سیرت و کردار کا پودا جو بعد میں تناور دخت بن کر مخلوق خدا کو اپنی فیض رسانی کے پھل فراہم کرتا ہے از ابتدا تا انتہا اس جذبۂ عشق و محبت سے تشکیل پاتا ہے۔ حیات انسانی میں اس کے شجر کردار پر حسن سیرت کے شیریں پھل لگیں یا مروت و احسان کے خوشنما پتے اخوت و بھائی چارگی کی پر بہار ٹہنیاں یا تقوی و پرہیز گاری کے مہکتے ہوئے پھول۔ سب میں محبت کی بیج کی اثر آفرینی ہوتی ہے۔

انسانی جسم میں محبت کا یہ بیج دل کی زمیں میں پھوٹتا ہے اور حدیث پاک میں دل کو پورے جسم کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے اس مرکز عشق و محبت میں پروان چڑھنے والا پوری انسانیت کے احساسات و جذبات پر فوقیت رکھتا ہے۔ جب انسان کے دل میں کسی کا

شعلۂ محبت جوش مارتا ہے تو اس کی جھلک پانے کے لیے بے قرار رہتا ہے، حضرت داتا گنج بخش لاہوری رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں :

''بعض لوگ کہتے ہیں محبت مشتق ہے حباب الماء سے کہ شدید بارش کے جوش میں نمودار ہوتا ہے۔ محبت کا نام حب کر دیا کیوں کہ وہ بھی دل کا جوش ہوتا ہے۔ دوست کے اشتیاق دید میں اہل محبت کا دل ہمیشہ شوق دید کے لیے مضطرب و بے قرار رہا کرتا ہے۔ جسم و روح کے لیے بے قرار رہتا ہے اور اس کا قیام ہی روح پر منحصر ہے۔ اسی طرح دل محبت پر قائم ہے اور محبت کا قیام محبوب کے دیدار اور ملاقات پر موقوف ہے۔''
(ص ۴۱۸، کشف المحجوب، مطبوعہ لاہور)

اب ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عشق و محبت کی وارفتگیاں ہی تھیں کہ انسان نے آگ میں چھلانگ لگا دی۔ نباض قوم ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

کسی کو اپنا پیارا وطن خیر آباد کہنا پڑا، کسی کو سالہا سال بیماری کی حالت میں کیڑوں کی خوراک بننا پڑا۔ وغیرہ گویا عشق نے جہاں بھی دل میں انگڑائی لی انسان معشوق کے اشارۂ ابرو پر قربان ہونے کے لیے تیار ہو گیا۔

اس سے آگے بڑھ کر ہم دیکھیں کہ شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں نے اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کے باب میں ناقابل فراموش داستانیں رقم کی ہیں۔

حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ بھی انہیں وارفتگان عشق سے تھے۔ آپ کا مقام عشق کی منزل عقل و خرد کی وسعتوں سے بالاتر ہے

کس نداند کہ منزل نگہہ معشوق کجا است
ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

یہی وجہ ہے کہ جب آپ ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہوئے تو محبت رسول دل میں جوش مارنے لگی۔

حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ وہ عظیم ہستی ہے جو عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار تھی۔ یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جس کو جس سے عشق ہوتا ہے وہ اپنے معشوق کی ہر ادا پر نچھاور ہونے کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ یہی حال حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ کا تھا بچپن سے شریعت کی پابندی، شریعت کے ہر ہر حکم پر عمل تھا۔

یہ محبت رسول کی کرم فرمائیاں تھیں کہ ابتدا ہی سے شریعت کی پاسداری کا خیال تھا۔ آپ کی بہن فرماتی ہیں:

''میرے بھائی نے ایام رضاعت میں رمضان المبارک میں کبھی دن میں دودھ نوش نہ کیا ابتداءً یہ خیال ہوا کہ مرضعہ کو کوئی تکلیف ہے جس کی وجہ سے دودھ نہیں پیتے، اسی وجہ سے دوسری عورت کو مقرر کیا گیا، آپ نے پھر بھی دودھ نہ پیا مگر جب وقت مغرب ہوا تو آپ نے دودھ پی لیا۔ (ص ۸ رموز الفقرا)

جس عظیم ہستی کے بچپن کا یہ عالم ہو تو اس کی جوانی اور بڑھاپے کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

صاحب بہجۃ الاسرار نے آپ کی شان رفیع بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''احکام ولایت میں ان کا ہاتھ لمبا تھا، وہ ان میں سے ایک ہیں جن کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے خرق عادات کیا ہے۔ اعیان کو ان کے لیے بدلا ہے، ان کے ہاتھ پر عجائبات کو ظاہر کیا ہے، ان کو مغیبات کے ساتھ گویا کیا ہے۔ وجود میں ان کو تصرف دیا ہے اور ان کو مسلمانوں پر حجت بنایا ہے۔ علم حال تحقیق میں وہ اس طرح کے رکن ہیں اور وہ ان میں سے ایک ہیں جن کی قطبیت کا چرچا ہوتا۔ (ص ۲۳۵، بہجۃ الاسرار از علامہ شطنوفی مطبوعہ دہلی)

لوگوں کی ایذا و تکالیف پر صبر آپ کا وطیرہ تھا، کیوں نہ ہوتا جب کہ نبی کونین کی مبارک سنت ہے کہ آپ نے مکہ و طائف میں لوگوں کے ظلم سے پریشانیاں اٹھائیں، جسم مبارک پر پتھر کھائے، تن ناز پر گندگی ڈالی گئی سب کو صبر کے ساتھ برداشت کر لیا اور کسی کو اف تک نہ کہا، یہی حال اس عاشق صادق کا تھا۔

یہ سیدنا رفاعی رضی اللہ عنہ کا حسن خلق ہے جس کی تعلیم انھوں نے نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ سے حاصل کی، حسن خلق کا معنی اور اس کی کیفیت کو سمجھنے کے لیے بہت سی حدیث وارد ہیں، یہاں چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

حسن الخلق نصف الدين کہ حسن اخلاق آدھا ایمان ہے۔

خيار كم أحسنكم اخلاقا. تم میں بہترین حسن اخلاق والے ہیں۔

اورآقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا خیر کم اسلاما أحسنکم اخلاقا وہی شخص پکا مسلمان ہے جس کے اخلاق عمدہ ہوں اورفرمایا الخلق الحسن یذھب الخطایا کما یذھب الماء الجلید اچھے اخلاق گناہوں کواس طرح گھلا دیتے ہیں جس طرح برف کوگھلا دیتا ہے۔

حضرت سید رفاعی رضی اللہ عنہ پوری زندگی حضور کے اخلاق کریمانہ سے متصف پیکر اخلاق بنے رہے اور دوسرے کوبھی اس کی تعلیم دیتے رہے۔

انسان چاہے کتنا ہی بڑا ہوا گر شریعت کی پاسداری نہیں تو کچھ بھی نہیں انسان کا اعجاز اس کا شرف وکمال اتباع سنت نبی میں ہے فرمایا:

> ''بزرگو! درویش اسی وقت تک طریقت پر ہے جب تک کہ وہ سنت پر قائم ہے اور جب وہ سنت سے ہٹے گا طریقت سے علیحدہ ہوجائے گا۔
> (ص۱۹، البرہان المؤید)

حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان تازیانہ عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے آپ کو بہت بڑا اللہ و رسول والا سمجھتے ہیں، حالانکہ شریعت سے کوسوں دور ہیں، ایسے لوگ قطعی اللہ و رسول والے نہیں ہو سکتے ہیں، پھر طریقت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

''میرے پیارے ! میرا گمان ہے یہ طریقت تیرے باپ کی میراث ہے، تیرے دادا سے سلسلہ وار چلی آرہی ہے اور میرے شجرۂ نسب میں داخل ہوجائے گی۔ تیرے خرقہ کلاہ وگریبان پر منقش ہوجائے گی۔تو اس کوطریقت کا سرمایا سمجھ رکھا ہے کہ اونی لباس ہو، ایک کلاہ ہو، ایک لاٹھی ہو، ایک گدڑی اور بڑی سی پگڑی ہو، بزرگوں جیسی شان و صورت ہو،نہیں واللہ نہیں ان چیزوں کونہیں دیکھتا بلکہ وہ تیرے دل کو دیکھتا ہے۔ تیرے دل میں خدا کے اسرار اور اس کے قرب کی برکت کیوں کرڈالی جائے کہ وہ تو کلاہ وخرقہ اور تسبیح وعصا کے حجابوں میں گرفتار ہوکر اللہ تعالیٰ سے غافل ہورہا ہے،عقل کس کام کی جو نور معرفت سے کوری ہے؟ اور وہ سرکس کام کا جو جو ہر عقل سے خالی ہو؟

پھر آگے فرمایا :

عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہوجائے،تو سن لے! دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے پھر تو خدا کا مقرب اور اللہ والا کیوں کر ہوسکتا ہے؟

عاشق رسول سب سے بڑا وہی ہے جو شریعت کا پابند ہے۔اس سلسلے میں حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نماز، روزہ اور حج وزکوۃ اور توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا سب ارکان سے مقدم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کے تعلقات اور خاص حالت کا مقتضا یہ ہے کہ حرام کاموں سے بچتا رہے۔ بس یہی راستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کی جو حالت اور جو تعلق ہے اس کا مقتضا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرے۔(ص ۱۶۱ البرھان المويد)

حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو بھی مخاطب کیا ہے جو اپنے آپ کو اصحاب باطن بتا کر شریعت سے بیزار نظر آتے ہیں کہ شریعت مطہرہ ہی صحیح طور پر معرفت خدا ورسول کا صحیح ذریعہ ہے اگر اس کو چھوڑ کر تم عشق الٰہی وعشق نبی کے دعویدار ہو تو نرے جھوٹے ہو۔

فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے یوں ہی قاعدہ مقرر فرمایا اور فیصلہ کیا ہے کہ جب تک کسی سے بھی اپنے آپ کو زیادہ سمجھتے رہو گے تمھارا باطن علم ناسوت کی کدورتوں سے پاک نہ ہوگا۔ خدا کی قسم! جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اغیار پر نظر کرنے سے پاک کیا ان کا طریقہ ان کی خصلت یہی ہے۔

فرمایا: دل کی کدورتیں ان پانچ چیزوں سے صاف ہوتی ہیں (۱) اہل اصلاح کی صحبت (۲) تلاوت کلام اللہ شریف (۳) بھوک (۴) نماز شب (۵) زاریٔ سحر اور ان تین قسم کے لوگوں سے پرہیز کرنے سے (۱) غافل علما (۲) کاہل حافظ (۳) جاہل صوفیا۔

اور فرماتے ہیں:

اسلام پر مرتے دم تک جمے رہو اور کسی بات کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کی پرواہ نہ کرو، اسلام بہت بڑی نعمت ہے، وہی اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے، غیر مسلم اگر تمام انسانوں اور جنوں کے برابر بھی اللہ کی عبادت کرلے جب بھی وہ اللہ سے دور ہے اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہے کیوں کہ غیر مسلم خدا کا باغی ہے اور باغی کے تمام کمالات اور ساری خوبیاں بغاوت کی وجہ سے مٹ جاتی ہے۔(ص ۱۴، ۱۶، ۱۷، ارشاداتِ

حضرت رفاعی، مطبوعہ الاصلاح بنگلور)

ان چند باتوں میں حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ نے حقیقت و معرفت وشریعت کا سمندر سمودیا ہے اور خردمند کو دعوت ہوش دی ہے کہ انسانی عظمت کیا ہے اور جو انسان طریق مصطفیٰ کو چھوڑ دیتا ہے اس کا حال کیا ہوگا۔

مولانا سید مصطفیٰ رفاعی ندوی آپ کے اصلاحی و تجدیدی کارناموں کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرت رفاعی حقیقی اسلام و ایمان، خالص عبودیت کی تجدید فرماتے تھے۔ اپنی کیمیا اثر صحبت، اپنے شعلہ محبت، اپنی استقامت، اپنے نفس کرم سے مخلص مریدین میں ایمانی حرارت، گرمیٔ محبت، خلوص، للّٰہیت، جذبۂ اتباعِ شریعت اور شوقِ آخرت پیدا فرماتے رہتے، اپنی عزیمت اپنے علم راسخ، تائیدِ غیبی کے ذریعہ باطل ماحول کا پوری قوت کے ساتھ استیصال فرماتے۔ بیعت وتوبہ کا دروازہ آپ نے کھول دیا تھا، لوگ فوج درفوج اطراف عالم سے عہد و میثاق کی تجدید کے لیے آتے اور شرک وکفر نہ کرنے، فسق وفجور، ظلم وجور نہ کرنے، حلال کو حرام، حرام کو حلال نہ کرنے، دین وشریعت میں نت نئی چیزیں پیدا نہ کرنے، دنیا پرٹوٹ نہ پڑنے، آخرت کو فراموش نہ کرنے کا وعدہ کرتے تھے۔ اس طرح تقریباً نصف صدی حضرت رفاعی نے اپنی دعوت، اپنی جدوجہد کو جاری رکھا (ص۳۰ تذکرۂ حضرت رفاعی)

اور آپ نے اپنے تجدیدی و اصلاحی کارناموں میں سب سے مقدم شئ عشق رسول عربی کو رکھا آپ ان کی کتاب زندگی کو پڑھتے جائیں تو آپ کو ان کی زندگی میں عشق ومحبت رسول کا انوکھا بانکپن ملے گا۔ ہم یہاں ان کے طریقہ کی اساس کو دیکھتے ہیں جو شریعت مطہرہ سے پر اور سنت نبوی سے لبریز نظر آتی ہے۔

آپ نے اپنے ایک نیک بخت مرید کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا! اے مبارک! قرآن مقدس پر عمل کر اور اسی کی اقتدا کر کے بلندیوں کو چھولے اور کتاب اللہ میں اپنی رائے کو دخل مت دے، بلکہ اپنے پیارے نبی کے علم اور ان کے بیان کردہ باتوں اور احادیث مطہرہ جو ان کے بارے میں وارد ہوں ان پر عمل کر کے نفع حاصل کر اور شریعت کے راستے پر اپنی عقل وعلم کے گھوڑے مت دوڑ اور نہ تو راندۂ درگاہ ہو جائے گا۔ (الطریقة الرفاعیة، سید محمد ابوالھدی رفاعی)

آپ نے اپنے سلسلے رفاعی کو طریقہ رسول سے الگ نہ ہونے دیا، آپ اس طریقہ کی بنیادی اساس کو دیکھیں، فرمایا:

طریقہ رفاعیہ یہ ہے کہ جو کچھ نبی کونین ﷺ لے کر تشریف لائے ہیں، اس کا زبان سے اقرار، دل سے تصدیق اس کے ارکان پر عمل صفت احسان سے متصف ہونا اور یہ احسان کیا ہے حدیث پاک میں ہے ''ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک''

جو اس تک پہنچ گیا وہ مقام عبدیت سے متصف ہوگیا۔

اور محبت جو بھی ہو وہ کل نبی کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہو (حوالہ سابق)

صاحب معارف محمد یہ لکھتے ہیں:

علم وعلما کی تعظیم کا حکم فرماتے تھے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہونے والے علما یہی درحقیقت اولیاء اللہ ہیں، حضرت رفاعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اور ان کی شریعت طیبہ سے ایک ذرہ بھر نہیں ہٹے، اسی وجہ سے آپ کو مقام بلند ملا اور عظیم مرتبہ عطا ہوا۔

خدا کے حکم کا جو موقعہ وحال حرکت وعمل کے لیے وارد ہے اس کا احترام کرو، اور خدا کی مخلوق کے ساتھ ان کے حقوق کی ادائیگی میں شفقت ومہربانی کرو اور ہر عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر کرو۔ آپ اپنی مجلس میں منہج رسالت کو ملحوظ رکھتے کہ کسی بھی انسان کو تکلیف نہ ہو بلکہ سب لوگ یکساں مستفید ہوں۔ اگر کبھی کسی کو تنبیہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو اشاروں میں بات واضح فرمادیتے اور مخاطب کی اصلاح ہو جاتی اور اس کی لوگوں کو تلقین بھی فرماتے۔

فرماتے ہیں: جب تم لوگوں کو وعظ ونصیحت کرو تو کسی کو خاص مخاطب نہ کرنا بلکہ اشارۃً لوگوں کو سمجھاؤ کیوں کہ یہی طریقہ سنت نبوی کے مطابق ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ اسی سے لوگوں کے دلوں کی اصلاح فرماتا ہے۔ (ص۱۵۵/البنیان المشید)

آپ کے ہر کام میں سنت نبویہ کا رنگ چھلکتا تھا چاہے وہ روزمرہ کی زندگی کا کوئی پہلو ہو مثلاً فرائض، نوافل، مستحبات وغیرہ۔ یہی وجہ ہے

کہ آپ نے ان کی تاکید کرتے ہوئے مجلس وعظ میں لوگوں سے فرمایا :

میں آپ حضرات سے صاف طور پر کہہ رہا ہوں کہ دائمی سعادت و سربلندی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی میں ہے۔ وہ تمام کام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیے ہیں اور جن سے آپ نے اجتناب فرمایا، اسی طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھ رکھاؤ، کھانے پینے، اٹھنے، بیٹھنے، سونے جاگنے، بولنے چالنے میں بھی آپ کی سیرت کی اتباع کی جائے تا کہ اتباع سنت کی کامل پیروی ہو سکے، ہوشیار ہو جاؤ تمہارے ذہن ودماغ میں یہ بات نہ آجائے کہ یہ کام ہم کیوں کریں یہ تو حضور کی عادت تھی، عبادت سے کوئی لگاؤ نہیں اور یہ سوچ کر تم اتنی بڑی سعادت سے محروم ہو جاؤ۔ خبر دار آپ کے ان طریقوں کو چھوڑ نا سعادت و نیک بختی کے دروازوں کو اپنے لیے بند کر لینا ہے۔ (ص ۱۱۳/البنیان المشید)

اور جو لوگ منہج مصطفوی سے روگردانی یا کسی قسم کی کوتاہی برتتے ہیں، ان کو آپ نے بغیر کسی رورعایت کے تنبیہ فرمائی یہ ایسی تنبیہ ہے کہ ہر عصر کا انسان جو بھی طریقہ مصطفی کو چھوڑے اس کے لیے ہے۔

فرماتے ہیں: آج کل اکثر لوگ صدق اور راست گوئی سے خالی اور خلوص وللّٰہیت سے نابلد ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا میں اللہ والے نہیں رہے، بلکہ آج بھی بہت سے مخلص اور سچے ہیں اور ہر قرن و عصر میں ہوتے رہیں گے۔ مگر اکثر کی حالت کو دیکھو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم جس زمانے میں زندگی گذار رہے ہیں اس میں ہر سو جہالت کا بول بالا ہے، بے ہودگی کی پراگندگی معاشرے کو تباہ کیے ہوئے ہیں، جھوٹے دعوے شائع ہوتے رہتے ہیں من گھڑت روایات بیان ہوتی ہیں۔ ہم کیا کریں اور کس پر غصہ کریں، آج کل کثر صوفیا نے بھی یہی مسلک اختیار کر رکھا ہے۔ (ص ۴۷، البنیان المشید)

یہ ہے ہمارے اسلاف کرام کے عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا داعیہ کہ شریعت کے خلاف یا یوں کہیے کہ محبت رسول کے خلاف اپنے اور بیگانوں کی پروانہیں کرتے حق بات میں ہمیشہ محبت رسول کو پیش نظر رکھتے ہیں اور یہی طریقہ ہمارے رفاعی کا تھا، کہ بتا دیا کہ صوفی وہی ہے جو طریقہ مصطفیٰ پر عمل پیرا ہے اور اگر اس کے اقوال و افعال، احوال و اخلاق طریقہ رسول کے مطابق نہیں تو وہ صوفی نہیں خالی ڈھونگ ہے۔

اسی لیے آپ نے ارشاد فرمایا :

اپنے اعمال کو پانچ ارکان پر مضبوطی کے ساتھ جماؤ جو اسلام کی اساس ہیں کیوں کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اس بات کی زبان ودل سے شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان کے روزے رکھنا۔

آگے فرماتے ہیں: راستہ کھلا ہوا ہے، نماز وروزہ، حج وزکوٰۃ اور توحید اور رسول کی رسالت کو دل سے ماننا سب ارکان سے مقدم ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ مومن کے تعلق اور حالت کا مقتضی یہ ہے کہ حرام کاموں سے بچتا رہے بس یہی راستہ ہے، (یعنی راہ نجات ہے) (ص ۱۸:۸۷، البنیان المشید)

حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ شریعت مطہرہ کے نفاذ کے کتنے پابند تھے، ان کے احوال سے خوب معلوم ہو چکا، جاہل صوفیا کی تردید بھی کی اور جو لوگ شریعت وطریقت کو علیحدہ علیحدہ طور پر دیکھتے ہیں، ان کو فرمایا کہ نرے جاہل ہیں اور تم ایسا نہ بننا، اس لیے کہ شریعت کو چھوڑ کر طریقت کا دعویدار جھوٹا ہے۔

یہ حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ کی زندگی کے چند پہلو تھے کہ ہر ایک پہلو سے عشق ومحبت رسالت کا جام چھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔

سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

☆☆☆☆☆

حضرت شیخ سید احمد رفاعی بارگاہ رسالت میں

ترجمہ وحواشی : **ڈاکٹر سید علیم اشرف**، استاذ صدر شعبۂ عربی، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (حیدر آباد)

زیر نظر مضمون خاتم المحدثین امام جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء کے ایک فتوے کا ترجمہ ہے، جس کا موضوع غوث اکبر ابوالعلمین سیدی سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ کی ایک کرامت کا اثبات ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ نے اس کا نام ''**الشرف المحتم فیما منّ اللّٰہ بہ علی ولیہ السید احمد الرفاعی رضی اللہ عنہ من تقبیل ید النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم**'' رکھا ہے۔ امام سیوطی کا یہ رسالہ معاصر عرب عالم شیخ جمال صقر نے اپنی کتاب ''**مجمع العیلمین فی مناقب ابی العلمین**'' میں شائع کیا ہے۔ (بار دوم، بیروت : **دار المشاریع للطباعة والنشر والتوازیع** ۲۰۰۴ء)

ولی کبیر و امام شہیر حضرت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر شریف سے دست مبارک کو باہر نکالنے کے بارے میں سوال ہوا ہے کہ آیا وہ واقعہ ممکن ہے یا نہیں؟ اور کیا اس مشہور روایت کی سندیں عالی و صحیح ہیں یا نہیں؟ میں نے اس سوال کے جواب میں یہ کتابچہ تحریر کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے ''**الشرف المحتم فیما منّ اللہ بہ علی ولیہ السید احمد الرفاعی رضی اللہ عنہ من تقبیل ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم**''

سب سے پہلے جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اور تمام دوسرے انبیا کی حیات قطعی و یقینی ہے، اور اس یقین کے لیے ہمارے پاس یقینی دلائل و براہین ہیں، صحیح روایتیں اور متواتر خبریں ہیں، خود میں نے حیات الانبیا کے موضوع پر ایک خاص کتاب تصنیف کی ہے جس میں دلائل واخبار کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔[1]

یہاں میں ان دلائل میں سے چند ایک کا ذکر کرنا چاہوں گا، امام ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ :

''**ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بقبر موسی علیہ الصلاۃ والسلام وھو قائم یصلی فیہ**''[2]

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے تو پایا کہ وہ قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

امام ابو یعلی نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ ''**الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون**''[3]

یعنی انبیا اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔

اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مرتبۂ نبوت وشہادت دونوں اکٹھا کر دیا ہے، یعنی دونوں مرتبے آپ کی ذات میں جمع ہو گئے ہیں، اور اس کی دلیل امام بخاری اور امام بیہقی کی روایت کردہ وہ حدیث ہے جسے ان حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تخریج کیا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں فرمایا کرتے تھے کہ

''**لم ازل اجد الم الطعام الذی اکلت بخیبر فھذا او ان انقطاع ابھری من ذالک السم**''[4]

میں اب بھی خیبر میں کھائے گئے (زہریلے) کھانے کی تکلیف محسوس کرتا ہوں، اس زہر کے اثر سے ''ابہری''

رگ کے منقطع ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

لہٰذا نص قرآنی کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ثابت شدہ ہے، کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے کہ

''لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون'' (۵)

اللہ کی راہ میں مارے جانے والوں کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں رزق پا رہے ہیں۔

انبیائے کرام شہدا سے اس بات کے زیادہ حقدار ہیں اور ہمارے نبی کریم تمام انبیائے کرام صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احقیت ان فضائل و خصائص کے سبب ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیے ہیں، نہایت ثقہ محدثین نے انبیا کی حیات کو مستقلا موضوع بنایا ہے، بعض انبیا علیہم السلام کو خود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باحیات دیکھا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہمیں خبر دی ہے اور بلاشبہ ان کی خبر سچی ہے کہ ہمارے درود آپ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ہمارے سلام آپ تک پہنچائے جاتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا جواب دیتے ہیں جو سلام پیش کرتا ہے۔

البارزی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو جواب دیا کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باحیات ہیں، ایام حرہ (۶) میں حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک گونج سن کر ہی نماز کے اوقات کو جانتے تھے۔

''احبار مدینہ'' میں زبیر بن بکار نے حضرت سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے: میں ایام حرۃ میں مزار رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اذان و اقامت کی آواز سنتا رہتا تھا یہاں تک کہ لوگ واپس آ گئے۔

عفیف الدین یافعی فرماتے ہیں کہ:

''یہ طے شدہ ہے کہ جو چیز انبیاے کرام کے لیے بطور معجزہ جائز ہے وہ سب اولیا کے لیے بطور کرامت بلا شرط چیلنج جائز ہے۔'' (۷)

اور فرماتے ہیں کہ:

اور یہ ایسی بات ہے کہ اس بات کا انکار صرف جاہل شخص ہی کرے گا، حیات انبیا کے سلسلے میں علما کے بے شمار اقوال ہیں لیکن میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں، چونکہ حیات انبیا ثابت ہے اور اولیا کا انبیائے کرام کے کلام کو سننا اور ان کی زیارت کرنا بھی صحیح ہے، لہٰذا سیدی سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا قبر شریف سے باہر آنا بھی ممکن ہے اور اس میں یا تو کجی و گمراہی والا شبہ کرے گا یا ایسا منافق جس کے دل پر اللہ نے مہر لگا دی ہے، اس صفت و خوبی یا اس کے مثل کا انکار سوئے خاتمہ کا سبب ہوتا ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے، کیونکہ اس میں دائمی معجزہ اور کھلی کرامت کا انکار ہے۔

ہم سے ہمارے شیخ، شیخ الاسلام کمال الدین امام کاملیہ نے روایت کی ہے، انھوں نے ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ شیخ شمس الدین جزری سے، انھوں نے اپنے شیخ امام زین الدین مراغی سے انہوں نے شیخ الشیوخ شجاع و محدث و واعظ و فقیہ و مقرر و مفسر، امام و مقتدا و حجت شیخ عز الدین احمد فاروثی سے انہوں نے اپنے والد استاد اصیل علامہ جلیل شیخ ابو اسحاق فقرائے ابراہیم فاروثی سے، اور انھوں نے اپنے والد امام فقہا و محدثین شیخ فقرائے اکابر و علمائے عاملین شیخ عز الدین عمر ابوالفرج فاروثی واسطی قدس اللہ سرہم اجمعین سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں کہ ۵۵۵ھ کے حج میں میں اپنے شیخ و ملجا اور اپنے سردار ابوالعباس قطب و غوث شیخ سید احمد رفاعی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھا، اس سال آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حج کی سعادت حاصل ہوئی تھی، جب حضرت رفاعی مدینہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے عرض کیا **السلام علیک یا جدی** یعنی اے میرے جد آپ پر سلام ہو، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **و علیک السلام یا ولدی** اے میرے بیٹے تم پر بھی سلامتی ہو اور اس (جواب) کو مسجد نبوی میں موجود ہر شخص نے سنا اور یہ سن کر سیدنا احمد رفاعی پر جذب طاری ہو گیا، آپ تھرا اٹھے، آپ کا رنگ زرد پڑ گیا، گریہ وزاری کرتے ہوئے گھٹنے کے بل کھڑے ہو گئے اور دیر تک سسکیاں لیتے رہے پھر عرض کیا اے جد کریم!

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی

وھٰذہ دولۃ الاشباع قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بھا شفتی

اے جد کریم! دوری کی حالت میں اپنی روح وخیال کو بھیجا کرتا تھا جو میری نیابت میں آستاں بوسی کرتے تھے اور آج یہ دور افتادہ خود در دولت پر حاضر ہے لہٰذا آپ اپنے دست کرم کو دراز فرمائیں تا کہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کرسکیں۔

تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معطر دست مبارک کو قبر انور شریف سے باہر نکالا، جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی نے چوما، یہ سارے لوگ دست مبارک کو دیکھ رہے تھے، اس وقت مسجد میں حجاج کرام کے درمیان شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ عبدالقادر جیلی (حضرت غوث اعظم مقیم بغداد) شیخ خمیس اور شیخ عدی بن مسافر شامی وغیرہ بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان حضرات کے علوم واسرار سے نفع بخشے، ہم نے بھی ان حضرات کے ساتھ حضور کے پاکیزہ دست مبارک کی زیارت کی اور اسی دن شیخ حیات بن قیس حرانی نے سید احمد کبیر رفاعی سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور آپ کے مریدین و مسترشدین میں شامل ہوگئے۔

ایک دوسرے طریقے سے مجھ سے روایت کیا ہے شیخ محمد علی نے ان سے شیخ ابی الرجال یونینی بعلبکی نے، ان سے شیخ عبداللہ بطائحی قادری نے، ان سے شیخ علی بن ادریس یعقوبی نے اور ان سے ان کے شیخ قطب یگانہ وغوث زمانہ شیخ عبدالقادر جیلی بغدادی نے روایت کیا ہے، فرمایا کہ اس محفل کرامت میں میں بھی موجود تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کے ذریعہ شیخ احمد کبیر رفاعی کی کرامت و بزرگی کا اظہار کیا، یعقوبی کہتے ہیں، میں نے اپنے شیخ حضرت جیلانی سے عرض کیا: حضور حاضرین کو اس کرامت و بزرگی سے حسد نہیں ہوا تو یہ سوال سن کر حضرت غوث صمدانی رونے لگے اور جواب دیا اے ابن ادریس! اس پر تو ملأ اعلیٰ (فرشتوں) نے بھی رشک کیا ہے، ایک اور طریقے سے مجھ سے امام قوصی نے بیان کیا ہے، ان سے شیخ قطب الدین خزانچی نے، ان سے شیخ رکن الدین سنجاری نے، ان سے ان کے شیخ عدی بن مسافر نے اور ان کے خادم شیخ علی بن موہوب نے بیان کیا ہے، دونوں فرماتے ہیں کہ:

حج والے سال ہم مسجد نبوی میں تھے تو دیکھا کہ شیخ احمد بن رفاعی رضی اللہ عنہ حجرۂ طیبہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہیں اور کچھ عرض کر رہے ہیں جسے بہت سے حضرات نے یاد رکھا اور نقل کیا ہے اور جیسے ہی آپ کی گفتگو ختم ہوئی فوراً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک قبر شریف سے باہر نکلا اور شیخ رفاعی نے اس کا بوسہ دیا، ہم جملہ حاضرین کے ساتھ اس (روح پرور اور ایمان افروز) منظر کو دیکھ رہے تھے (شیخ عدی کے خادم) ابن موہوب کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! گویا اب بھی وہ نظارا میرے سامنے ہے، جب سفید گورا معتدل ہاتھ قبر مبارک سے باہر نکلا جس کی انگلیاں خوب لمبی لمبی تھیں گویا بجلی چمک رہی ہو، حرم واہلِ حرم گویا سبھی رقص کناں ہوں۔

لوگ سلطان محمدی اور جلال احمدی سے اس قدر مرعوب ولرزاں و ترساں تھے اور (اس معجزۂ گرامی) سے اس طرح حیرت زدہ تھے گویا قیامت آنے والی ہو، لوگ حیرت ودہشت میں بے قرار بے اختیار اٹھ بیٹھ رہے تھے، کبھی اللہ کی تکبیر و بڑائی بولتے تو کبھی حضور اکرم پر صلاۃ و سلام بھیجتے۔

یہ بات معروف ہے کہ حضرت رفاعی کی یہ منقبت مسلمانوں کے درمیان درجۂ تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ اس کی سندیں عالی اور بلند مرتبہ ہیں اور اس کی روایتیں صحیح ہیں، تمام راویوں کا اس کی صحت وصداقت پر اتفاق ہے، اور اس کا انکار منافقت کی نشانیوں میں سے ہے۔

فائدہ: اگر یہ کہا جائے کہ کیا اس فضل ومنقبت کے سبب سید احمد (رفاعی) رضی اللہ عنہ اور دوسرے زائرین صحابہ کے زمرے میں داخل ہوگئے؟ کیونکہ ان حضرات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت حاصل ہوئی ہے۔

جواب: ہمارے اساتذہ کے موقف کے مطابق زمرۂ صحابیت میں ان کا دخول محل نظر ہے اور صحیح تر یہ ہے کہ یہ لوگ داخل نہیں ہیں، یہی رائے سنجاوی وغیرہ کی ہے کیونکہ صحابیت کا ثبوت حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی ظاہری دنیوی حیات سے متعلق ہے اور یہ حیات اخروی ہے، دنیوی نہیں ہے، اور دنیا کے احکام بھی اس سے متعلق نہیں ہیں۔

یہ واقعہ بھی ثابت شدہ ہے کہ جب سید احمد رفاعی رضی اللہ عنہ نے

دوبارہ حج فرمایا اور اسی سال میں ان کا وصال بھی ہوا تھا تو انھوں نے روضۂ مبارک **علی ساکنھا افضل الصلاۃ والسلام** کے سامنے کھڑے ہوکر انتہائی عاجزی وخاکساری سے عرض کیا:

ان قیل زرتم بما رجعتم

یا اکرم الرسل ما نقول

یعنی اگر کہا گیا کہ تم نے زیارت کی تو کیا لے کر لوٹے؟ تو اے بزرگ ترین رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کیا جواب دیں گے؟

تو قبرانور سے ایک آواز آئی جسے مسجد میں موجود ہر شخص نے سنا۔ اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کو اس کی زبان میں مخاطب کرتے تھے، جب حمیری نے پوچھا "**هل من امبر مصیام فی امسفر**" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حمیری لہجے میں جواب دیا اور لام تعریف کی جگہ میم استعمال فرمایا تھا اور یہ مشہور و معروف بات ہے، سید احمد فاعی کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب اسی قبیل سے تھا۔ (۸)

میں (امام سیوطی) اللہ تعالیٰ کے لیے جس بات کو مانتا ہوں اور جس پر عقیدہ رکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ سید احمد ابن رفاعی فاطمی حسینی رضی اللہ عنہ معرفت الٰہی میں پائیدار پہاڑ کی مانند تھے، عظیم ترین سردار تھے، بہت بڑے ولی تھے اور سنت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بے کنار تھے، آپ رضی اللہ عنہ اولیا اللہ اور گروہ صوفیا کے ایسے مستند سردار تھے جن کی ذات پر طریقت کا خاتمہ ہو جاتا ہے، جن کی عظمت پر علما واولیا کا اجماع واقع ہے، ان کے تمام معاصر اولیا نے ان کی سربراہی اور ان کے تقدیم کا اعتراف کیا ہے، آپ کے زمانے کے اکابر مشائخ نے آپ کے پرچم رشد وہدایت کے نیچے راہ سلوک طے کیا ہے، آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر پختگی کے ساتھ کاربند اور ان کی اتباع میں خوب راسخ قدم تھے، آپ رضی اللہ عنہ کی ذات پر تواضع اور حسن اخلاق کا خاتمہ ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ حضرت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ عنہ کے علوم، روحانی امداد سے اور حال وقال سے مستفیض فرمائے اور ہمیں ان کے اور ان کے ولی دوستوں کے زمرے میں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لوا کے سائے میں رکھے۔

وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین

حوالے وحواشی

(۱) اس رسالے کا نام "**انباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء علیهم السلام**" ہے اور یہ سابق مفتی دیار مصر یہ علامہ حسنین محمد مخلوف کی تحقیق کے ساتھ مطبعۃ المدنی شارع عباسیہ، قاہرہ سے شائع ہو چکا ہے، اس طبعہ میں سن اشاعت مذکور نہیں ہے، البتہ حضرت مفتی اعظم مصر کی "تصدیر" کے آخر میں ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۵ء درج ہے۔ اس سے پہلے یہ رسالہ دوبارہ دائرۂ معارف نظامیہ، حیدرآباد سے بھی شائع ہو چکا ہے، پہلی بار ۱۳۱۶ھ میں اور دوسری بار ۱۳۳۴ھ میں لیکن ان دونوں اشاعتوں میں کتابت کی بے شمار غلطیاں پائی جاتی ہیں

(۲) حلیۃ ابی نعیم ۳:۳۵۲ عقبہ فرماتے ہیں کہ: براہ ابن جریج عمرو کی یہ روایت غریب ہے کیونکہ مروان اس کی روایت میں منفرد ہیں، لیکن بایں ہمہ اس حدیث کی متابع حدیثیں ہیں۔ چنانچہ ایک متابع امام مسلم نے روایت کیا ہے، کتاب الفضائل، باب من فضائل موسی، ایک متابع کا ذکر امام نسائی نے اپنی سنن میں کیا ہے، کتاب قیام اللیل وتطوع النہار، باب ذکر صلاۃ نبی اللہ موسی علیہ السلام، خود حلیۃ الاولیا میں اس کے متابع موجود ہیں، ۶:۲۵۳ و ۳۳۳، بیہقی، جزء حیاۃ الانبیا، بعد وفاتھم ص:۳۱، اور یہ تمام متابعات حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں علاوہ ازیں امام مسلم نے اپنی صحیح میں، کتاب الایمان، باب ذکر المسیح ابن مریم والمسیح الدجال اور بیہقی نے اپنے مذکورہ بالا رسالے میں، ص: ۳۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے متابع کی روایت کی ہے، مزید دیکھیے، بیہقی، دلائل النبوہ ۲:۳۸۵

(۳) مسند ابی یعلی ۶:۱۴۷، وبیہقی، حیاۃ الانبیاء ص۳، بزار، کشف الاستار ۳:۱۰۰ وحافظ ہیثمی، مجمع الزوائد ۸:۲۱۱ حافظ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ابویعلی اور بزار نے کی ہے اور ابویعلی کے تمام راوی ثقہ ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی المطالب العالیہ میں اس حدیث کی روایت کی ہے اور اسے ابویعلی اور بزار سے منسوب کیا ہے۔

(۴) صحیح بخاری کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، بیہقی، دلائل النبوۃ ۷:۱۷۲ "ابہر" ایک نس ہے جس کے ٹوٹنے سے انسان کی موت ہو جاتی ہے۔

(۵) آل عمران: ۱۶۹

(۶) جب یزید کی سرکشی اور طغیانی حد سے گزر گئی اور اس کے فسق و فجور کی خبریں متواتر ہوگئیں اور شام سے آنے والے افراد و وفود نے پے در پے یزید کی شراب نوشی اور ترک نماز و جماعت کی خبریں پہنچائیں تو اہلِ مدینہ نے یزید کی بالجبر بیعت کا طوق بھی اتار پھینکا، جب یزید کو اس کی خبر ملی تو سخت غضبناک ہوا اور مسلم بن عقبہ کے زیر کمان دس یا بارہ کی فوج بھیجی اور مدینہ منورہ کو ان کے لیے تین روز تک حلال کر دیا، اور یزید کے حکم و مرضی کے مطابق مسرف بن عقبہ کی فوجوں نے شہر نبی کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ شاید اس کی مثال وحشی تاتاریوں کے یہاں ہی ملے، ان فوجیوں نے مدینہ میں قتل عام کیا، مسجد نبوی میں اپنے گھوڑے باندھے اور حرم محمدی کو پوری طرح سے پامال کیا، اہلِ مدینہ یا تو مارے گئے یا شہر چھوڑ کر چلے گئے، چنانچہ اس درمیان میں مسجد نبوی میں جماعت کے ساتھ نماز بھی نہیں ہوئی۔ یزیدی فوجیوں نے حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ کو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور وہ مسجد میں پڑے رہتے تھے، جن دنوں میں یہ المناک واقعہ پیش آیا انھیں تاریخ کی کتاب میں ایام حرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ واقعہ سن ۶۳ ھ کے شروع میں پیش آیا تھا، دیکھیے، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جزء ۸، سن ۶۳ ھ کے واقعات)

(۷) بشرطیکہ وہ چیز کسی نبی کے ساتھ مخصوص نہ ہو۔

(۸) یعنی حضور نے سید احمد رفاعی کو ان کے مادری لہجے میں مخاطب فرمایا اور یہ لہجہ بربری یا مغرب عربی کا کوئی لہجہ ہوسکتا ہے کیونکہ حضرت کے آبا واجداد وہیں سے ہجرت کر کے عراق میں واسط کے قریب اور ام عبیدہ میں اقامت گزیں ہوئے تھے۔

☆☆☆☆☆

اقوال رفاعیہ

(۳۰) امام رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام و مرتبے کی تفہیم اور نہاں خانہ قلب میں ان کو محترم مقام دینا۔

(۳۱) نماز کے فرائض و واجبات کی کامل ادائیگی کے بعد مجلس صلاۃ میں استفاضہ کی محفل میں تشریف لانا۔

(۳۲) سالک کے لیے علم، عمل، اخلاص اور خوف و خشیت چار چیزیں ضروری ہیں۔

(۳۳) جو قرأت قرآن یا طلب علم کے لیے ہماری مجلس سے اٹھے اس کے بارے میں امام رفاعی فرماتے ہیں کہ اسے اجازت ہے۔

(۳۴) علم توحید و معرفت، علم حلال و حرام اور معرفت سنت و بدعت ہر طالب کے لیے ضروری ہے۔

(۳۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل اور ان کی ترویج و اشاعت حتی المقدار لازمی ہے۔

(۳۶) تمام مخلوقات خدا پر ان کے طبقات، اجناس، مذاہب و مشارب کے اختلاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے شفقت و عنایت۔

(۳۷) عجز و انکسار، جود و سخا، مشقت پر صبر و رضا، حسن خلق، علو ہمت جیسے اوصاف عالیہ سے آراستگی۔

(۳۸) امام الاولیا محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر و امتنان پیش کرنا جن کے متعلق امام رفاعی قدس سرہ فرماتے ہیں "هو رجل بحر الشريعه عن يمينه و بحر الحقيقة عن يساره و من ايهما شاء غرف" یعنی وہ داہنی جانب سے شریعت کا سمندر اور بائیں طرف سے حقیقت کا سمندر ہیں، جو جہاں سے چاہے چلو میں پانی لے یعنی استفادہ کرے اور اپنی تشنگی بجھائے۔ (الطریقۃ الرفاعیۃ ص ۴۹)

(۳۹) امام رفاعی کے سلوک و طریقت کی بنیاد صحبت، محبت، قول و فعل کی صداقت اور اتباع رسول کی روشنی میں تزکیۂ اخلاق پر ہے،

(۴۰) شریعت و طریقت کے احکامات کی کامل بجا آوری اور فروغ سلسلہ۔

☆☆☆☆☆

سلسلۂ رفاعی کا گمنام مجاہد آزادی میر سید احمد رضوی رفاعی

محمد انور علی سہیل فریدی، سجادہ نشین خانقاہ آبادانیہ فریدیہ، بدایوں شریف، یوپی

ہندوستان کے جن مشاہیر علما و مشائخ نے پہلی جنگ آزادی میں کارہائے نمایاں انجام دیے، ان میں بیشتر کا تعلق کسی نہ کسی صوفی سلسلہ سے تھا۔ قائد ملت مولانا فضل حق خیرآبادی اور ان کے لائق سپوت شمس العلما مولانا عبدالحق خیرآبادی کا تعلق سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سے تھا۔ مولانا فیض احمد بدایونی، قادری برکاتی سلسلہ میں بیعت تھے۔ پایۂ حرمین شرفین مولانا رحمت اللہ کیرانوی صابری سلسلہ کے فیض یافتہ تھے۔ مولانا سید کفایت اللہ کافی مرادآبادی نقشبندی مجددی تھے۔ خواجہ علی جان چشتی نظامی نہر سے سیراب تھے۔ مولانا رضا علی خاں بریلوی علمائے فرنگی محل کے قادری رزاقی فیض سے سرشار تھے۔ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی کے آبادانی صابری فیض سے مالا مال تھے۔ سرفروش وطن شہید اشفاق اللہ خاں حسرت وارثی کا خاندان حضرت حاجی سید وارث علی شاہ کا تربیت یافتہ تھا۔ عارف باللہ مولانا سید احمد اللہ شاہ مدراسی کا جنگ آزادی میں جان کی بازی لگانا پیر و مرشد حضرت قربان علی شاہ چشتی جے پوری اور حضرت شاہ محراب علی قلندر گوالیاری سے کیے گئے وعدہ کو وفا کی منزل تک پہنچانا تھا۔ انھیں مشائخ آزادی میں ایک گمنام نام غازی ملت حضرت میر سید احمد علی رضوی قمی رفاعی کا بھی ہے۔

میر سید احمد علی رضوی قمی کے والد کا نام نواب میر معصوم علی رضوی قمی لاہوری ہے۔ آپ کا خاندان ''قم'' ایران سے ترک سکونت کر کے لاہور آیا اور یہیں بود و باش اختیار کی۔ آپ سادات رضوی ہیں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آبائی مذہب اثناعشری تھا۔ پنجاب کے کسی سنی رفاعی بزرگ کی صحبت اختیار کی اور آبائی اثناعشری مذہب کو خیرباد کہہ کر سنی ہو گئے اور سلسلہ عالیہ رفاعیہ میں بیعت ہو کر اجازت و خلافت حاصل کی۔ اختلاف مذہب کی بنا پر لاہور کو خیرباد کہا اور اودھ آئے۔ والی اودھ نواب واجد علی شاہ کے دربار میں ملازمت اختیار کی۔ قطب سہرسا شاہ جعفر علی فریدی علیہ الرحمہ مکتوبات عالیہ میں تحریر کرتے ہیں:

سلسلۂ رفاعیہ: آل عزیز (مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی بدایوں شریف) کے نام مرحوم سید حسن جن کا نام احمد علی بھی ہے، امام علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہیں۔ اسی سلسلہ رفاعیہ سے وابستہ ہیں۔ آپ کا آبائی مذہب اثناعشری تھا وہ بھی غلو کے ساتھ۔ مورث اعلیٰ مقام قم (Ghum) سے آئے تھے، لہٰذا رضوی قمی کہلاتے ہیں۔ یہ خاندان لاہور میں آباد تھا جو صاحب ثروت و وجاہت تھا، سارا کنبہ اثناعشری مذہب رکھتا تھا۔ قم ایران کے علاقہ میں مردم خیز خطہ ہے۔ پنجاب کے کسی بزرگ کی صحبت کی بدولت سنی ہوئے اور طریقۂ رفاعی پر گامزن رہے۔ اختلاف مذہب و عقیدہ کے سبب ترک وطن کیا اور والی اودھ نواب واجد علی شاہ کے یہاں ملازم ہوئے۔ (مکتوبات عالیہ مکتوب ہفتم ص ۶۵ سلسلہ رفاعیہ)

نواب واجد علی شاہ اہل بیعت اطہار کا معتقد تھا، اکثر وہ بطور اظہار عقیدت سادات کی پشت پر بیٹھتا تھا۔ جب میر سید احمد علی قمی اودھ آئے، تو نواب موصوف نے سادات ہونے کی بنا پر احترام کیا اور عزت بخشی۔ آپ کو اپنی سواری خاص کا انتظام سپرد کیا جب تک نواب برسر اقتدار رہے، آپ اپنے کارہائے منصب کو بحسن خوبی انجام دیتے رہے۔ ہمیشہ حکومت کے وفادار رہے۔ جب نواب واجد علی شاہ کو اقتدار سے محروم کر کے انگریزوں نے مٹیا برج کولکاتا میں رہنے پر مجبور کیا تو آپ حضرت محل بیگم نواب اودھ سے منسلک ہو گئے اور ان کی حفاظت اور سواری خاص کے انتظام کی خدمت انجام دینے لگے۔ رعایا اور وفاداران حکومت پر انگریزوں کے مظالم ویسے ہی کیا کم تھے۔ نواب واجد علی شاہ کے اقتدار سے برطرف ہونے کے بعد یہ مظالم اور بڑھ

گئے۔ فرنگیوں کی شورشیں ہر طرف بڑھنے لگیں۔ مخلوق خدا پریشان اور مظالم کا شکار تھی۔ ہاشمی خون جس نے ہمیشہ ظلم کے خلاف جہاد کیا اور کربلا کے میدان کارزار میں اسلام کے پرچم کو بلند کیا جوش مارنے لگا۔ آپ نے حضرت محل کو فرنگیوں کے خلاف مورچہ بندی کرنے اور ان سے مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ فرنگیوں سے مقابلہ کرنے میں شانہ بہ شانہ شامل رہے۔ جب حضرت محل کو ناکامیابی ہوئی تو آپ نے اپنی وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت محل اور شہزادہ برجیس قدر کو بحفاظت نیپال پہنچانے میں خاص رول ادا کیا۔ انگریز آپ کی حرکات و سکنات پر نظر رکھے ہوئے تھے اور موقع کی تلاش میں تھے کہ کس طرح آپ کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ جب انھیں معلوم ہوا کہ آپ حضرت محل کو نیپال پہنچانے میں ان کے خاص معاون رہے ہیں تو حکومت برطانیہ نے آپ کو باغی قرار دے دیا۔ قطب سہرسا حضرت شاہ جعفر علی فریدی مکتوبات عالیہ میں لکھتے ہیں:

(میر سید احمد علی رضوی قمی) کو غدر میں برطانیہ نے باغی قرار دے دیا۔ نواب واجد علی شاہ کی نظر بندی کے بعد حضرت محل کے ہمدرد ہو کر نیپال آئے اور پھر سیر و سیاحت کرتے ہوئے سمستی پور میں اقامت گزیں ہوئے۔ (مکتوبات عالیہ مکتوب ہفتم ص ۶۵ سلسلہ رفاعیہ)

حکومت برطانیہ نے آپ کو باغی قرار دے دیا تھا اور باغی کی سزا پھانسی تھی۔ حضرت محل کو نیپال پہنچانے کے بعد ناگفتہ حالات کے تحت مصلحتاً ایک جگہ قیام کرنا مناسب نہ سمجھا اور سیر و سیاحت کا سلسلہ شروع کیا اور اصلی نام کی جگہ عرفی نام میر سید احمد علی مشہور کیا۔ جب کوئی نام دریافت کرتا اس کو میر سید علی بتاتے۔ آپ نے بے سروسامانی کی حالت میں انگریزوں کے غضب سے محفوظ رہنے کے لیے راہِ فرار اختیار کی تھی۔ کسی پرسکون جگہ کی تلاش میں تھے جہاں رہ کر بقیہ زندگی عبادت و ریاضت میں گزرے۔ خدشہ تھا کہ اگر فرنگیوں کو معلوم ہو گیا وہ پھانسی کے تختے پر لٹکا دیں گے۔ آپ نے جنگل و بیابان کا راستہ اختیار کیا۔ دوران سفر آپ کا گزر ایک خطرناک جنگل سے ہوا، یکا یک ایک شیر غراتا ہوا آیا، پاس میں کوئی ہتھیار نہ تھا کہ مقابلہ کرتے آپ نے فوراً گرج دار آواز میں کہا خبردار! جو حملہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہم بی بی فاطمہ کی اولاد میں ہیں؟ یہ سن کر شیر رک گیا اور گردن جھکالی۔ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا اس سمت چلا جا۔ یہ واقعہ احقر نے والدہ مخدومہ سے سنا انھوں نے اس کی روایت اپنی والدہ خالہ اور نانی سے کی۔

سیر و سیاحت کرتے ہوئے سمستی پور بہار پہنچے اور بحکم ربی وہاں قیام کیا اور سکونت اختیار کی۔ سمستی پور دریائے بوڑھی گنڈک کے کنارے چھوٹی سی بستی تھی اور مشہور بھی نہ تھی اس گمنام بستی میں زیادہ تر مکانات بانس کے بنے ہوئے تھے۔ حضرت سرمست قلندر کی نسبت سے پرانے لوگ سرمستی پور کہتے تھے۔ بعد کو اس بستی نے سمستی پور کے نام سے شہرت حاصل کی۔

سمستی پور میں آپ نے درویشانہ زندگی گزاری۔ زیادہ وقت عبادت و ریاضت اور ہدایت خلق اللہ میں گزارتے۔ ایک جہاں نے آپ سے فیض حاصل کیا۔ دور دور سے لوگ دعا تعویذ کے لیے آتے اور فائدہ اٹھاتے۔ آپ کا چھوٹا سا بانس کا گھر ہی خانقاہ رفاعی تھا۔ قطب سہرسا مکتوبات عالیہ میں لکھتے ہیں:

آں عزیز کے نانا حضرت سید احمد علی رضوی قمی ولد میر معصوم علی رضوی قمی لاہوری پابند شرع اور صاحب عملیات تھے جن کی ایک نظر سے بھوت پلید دور ہو جاتے تھے۔ اس سلسلہ کے دو واقعے درج ذیل ہیں:

کریم بخش صاحب داناپوری مقیم سمستی پور کے عزیز پر آسیب کا سخت اثر تھا جن کے دور کرنے کے لیے بہت تدبیریں کیں لیکن کوئی کارگر نہ ہوئی۔ ایک دن آپ کو بلا کر لے گئے۔ آپ نے جاتے ہی فرمایا کہ تو چلا جا میں فاطمی سید امام رضا کی نسل میں ہوں، جلا کر خاک کر دوں گا۔ یہ فرماتے ہیں اثر جاتا رہا اور آسیب زدہ بالکل آرام پا گئی۔ دوسرا واقعہ یہ کہ وزیر علی صاحب خلیفہ ساکن منیر شریف ضلع پٹنہ کے والد نے منیر لے جا کر ایک عزیزہ کو دکھایا دیکھتے ہی آسیب بھاگا اور آسیب زدہ اچھی ہو گئی۔ یہ بھی خاندانی روایت ہے کہ نسل میں آسیب کا اثر نہیں ہوگا۔ (مکتوبات عالیہ ص ۲۰۷ مکتوب سی ونہم)

سمستی پور میں آپ نے جامع مسجد جو بڑی مسجد کے نام سے مشہور ہے کے قریب رہائش اختیار کی۔ یہ جگہ بوڑھی گنڈک دریا کے گھگھنی (ابلے ہوئے کالے چنے جس میں نمک ہری مرچ لیموں اور پیاز کی آمیزش ہوتی ہے) کا خاص اہتمام کرتے اور اپنے ہاتھ سے لوگوں کو تقسیم کرتے اس لیے عوام میں گھگھنی شاہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ گھگھنی شاہ مشہور ہونے کی وجہ تسمیہ کے بارے میں حضرت قطب سہرسا لکھتے ہیں:

''رمضان شریف کے افطار میں گھگھنی تقسیم کرنے سے ایک بے تکلف دوست نے گھگھی شاہ کہہ دیا پھران پڑھوں نے اس کو اپنا لیا۔''
(مکتوبات عالیہ ص ۶۵ مکتوب ہفتم)

آپ کا انتقال ۱۳۱۵ھ میں سمستی پور میں ہوا۔ گھر کے قریب دفن کیے گئے۔

غفرلہ (۱۳۱۵ھ) مادہ سال وفات ہے۔ حاجی جامی بدایونی مرید وخلیفہ حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں مارہروی نے آپ کی وفات پر مندرجہ ذیل نظم کہی جس میں آپ کی زندگی کا خاکہ ہے

دارِ فانی سے اٹھ گئے افسوس — حیدر و فاطمہ کے نور نگاہ
میر معصوم کے سعید پسر — رضوی و رفاعی والا جاہ
رہے تا غدر نوکر شاہی — پائے عہدے بڑے بڑے دل خواہ
غدر کے سانحات کو دیکھا — خاص کر مسلموں کا حال تباہ
ستم و جور بے گناہوں پر — قتل پیر وصغیر و زن سر راہ
کوچہ کوچہ گلی گلی برباد — خانہ خانہ بہر طریق تباہ
کہیں بلوائیوں کا فریادی — کوئی نالاں بدست ظلم سپاہ
کہیں ویرانیوں سے عالم ہو — کہیں شور و بکا و نالہ آہ
تھی جوہر جیسی قدر کی مادر[1] — ملکہ خور حشم ثریا جاہ
رہے ان کے مہم میں سینہ سپر — تھی حفاظت حرم کی پیش نگاہ
شیر کے سامنے ٹھہر نہ سکے — تھے مقابل میں سینکڑوں روباہ
بصد آرام و بصد اعزاز — لائے نیپال میں قبیلہ شاہ
رکھ کر ان کو وہاں سمستی پور — ہوئے گوشہ نشیں بعشق اِلٰہ
کارِ دنیا سے بے غرض ہوکر — رہے راحت رسانِ خلق اللہ
ایسے عامل ہزاروں جن و پری — کر دیے دم کے دم میں خاکِ سیاہ
با اثر تھے عمل دعا تعویذ — دافع ہر مرض تھی ان کی نگاہ
رات دن فیض بخشیوں سے کام — شغل خیر و رفاہ شام و پگاہ
ہوئے جس دن وہ راہِ دِعدم — دارِ دینا سے موت کے ہمراہ
غم کدہ بن گیا سمستی پور — تھا بہر سمت شورِ نالہ و آہ

بر زباں آ گیا یہ مصرع سال
غم احمد علی ولی اللہ
۱۵ھ ۱۳

حاشیہ (۱) حضرت محل بیگم نواب واجد علی شاہ والی اودھ

بود فرزند حیدر و زہرا آل پاک پیمبر امّی
ثبت کن بر مزارش ایں تاریخ تربت احمد علی قمی
۱۵ھ ۱۳
(گوہرستانِ تواریخ ص ۱۳،۱۴)

آپ کی قبر جامع مسجد کے سامنے سڑک کے کنارے بجلی کے ٹرانس فارمر سے پچاس گز کے فاصلہ پر جانب مغرب ہے۔ ۱۹۶۵ء تک قبر کا نشان موجود تھا۔ حالات نے کروٹ لی، ایمان والوں نے اس جگہ دوکانیں تعمیر کرلیں اب قبر کا نشان موجود نہیں ہے۔ رہے نام باقی اللہ کا۔

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
(مرزا غالبؔ دہلوی)

بر مزارِ ماغریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزدنے صدائے بلبلے
(شہزادی زیب النساء)

آپ کی قبر پر ایک پرانا درخت تھا جو کھلا تھا، اس میں کالے رنگ کا سانپ رہتا تھا، جس کی لمبائی دو گز کے قریب تھی، اس کے جسم پر سیاہ بال تھے۔ یہ سانپ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا تھا۔ جب آندھی میں درخت گر گیا وہ غائب ہو گیا کسی نے اس کو جاتے نہ دیکھا۔ خدا جانے وہ سانپ تھا یا سانپ کی شکل میں کوئی مخلوق۔ والدہ مخدومہ بیان کرتی تھیں کہ ہم نے بچپن میں سانپ دیکھا تھا۔

آپ کے اولاد نرینہ نہ تھی۔ دو صاحبزادیاں تھیں دونوں نیک عابدہ اور پارسا تھیں ساری زندگی خدمت خلق میں مشغول رہیں سینکڑوں لڑکیوں کو قرآن مجید پڑھایا اور دینی تعلیم دی۔ سینکڑوں کی دعا تعویذ کے ذریعہ مصیبت دور کی اور بلا و آسیب سے نجات دلائی۔ بڑی صاحبزادی کا نام بی بی ولین النساء عرف ولین اور چھوٹی صاحبزادی کا نام بی بی امتہ اللہ عرف اللہ باندی تھا۔ بڑی صاحبزادی کی شادی قطب سہرسا شاہ جعفر علی فریدی اور چھوٹی صاحبزادی کی شادی حافظ شیخ الٰہی بخش قادری بن شیخ قدرت اللہ صدیقی گورکھپوری سے ہوئی۔ ولین اور اللہ باندی مشہور ہونے کی یہ وجہ تھی کہ عقیدت مند عورتوں نے آپ کی

عبادت، ریاضت، خدا ترسی اور بزرگی دیکھ ولین (ولیہ) اور اللہ باندی (اللہ والی) کہنا شروع کر دیا اس طرح یہ نام مشہور ہو گیا۔ بی بی ولی النساء یاغفور یا اللہ کا ورد ہر وقت کرتی تھیں حسن اتفاق کہ ان کا سال وفات بھی یاغفور یا اللہ سے ۱۳۷۴ء نکلا۔ ان کے وفات پر حاجی جامی بدایونی نے مندرجہ ذیل نظم کہی جس میں ان کے خاندان اور بزرگی کا ذکر ہے۔ اخیر میں مادۂ سال وصال بھی ہے۔

اتوار کا دن شب ذی الحجہ کی بست و پنج کو
تھی چودھویں ماہ اگست اس کے مطابق
احمد علی کی لخت دل اولاد امجاد رضا
تقی رفاعی سیدہ دنیا سے جنت کو گئیں
مہماں نواز و مہرباں ہمدرد و جملہ بیکساں
بی بی ولین پارسا ہر لحظہ ہر ساعت رہیں
تھی خوش عقیدت قادری قربان غوث دوسرا
کرتی تھیں باصدق و صفا ہر ماہ میں وہ گیارہویں
حد سے سوا تھیں عابدہ تھیں بے نہایت زاہدہ
سب زندگی کی ساعتیں ذکر خدا میں کاٹ دیں
ہیں ان کے شوہر باخدا صوفی منش صاحب نظر
ان کے پسر والا گہر ہیں مفتی شرع متیں
جنت میں جب داخل ہوئیں مسعود، یہ سال ورود
کہنے لگیں حورِ جناں ہو <u>زینت خلد بریں</u>

۱۳۷۴ھ

والدہ مشفقہ کا تا دمِ نزع ورد تھا یا غفور یا اللہ
فال بخشش سمجھ کر سالِ وفات کہہ دیا <u>یا غفور یا اللہ</u>

۱۳۷۴ھ

(شاہ مفتی محمد ابراہیم فریدی)

اللہ باندھی کے نام سے مشہور سیدہ عارفہ حقیقت ہیں
میر احمد علی کی لخت جگر رضوی تقی صاحب تمکیں
بست و ہفتم مہ ستمبر کو پیر کی صبح تھی کہ فوت ہوئیں
یا محرم کی بست و ہشتم تھی کر دیا جس نے گھر کا گھر غمگیں
تھیں حسب میں نسب میں سیدانی یعنی اولاد بنت سرورِ دیں
نیکیوں میں گذار دی سب عمر نیک کردار تھیں بہر آئیں
ان کی شفقت بھری ہوئی باتیں دل فگاروں کا مرہم تسکیں
تھا محبت کا آئینہ دل صاف دور تھی ان سے گرد بغض وکیں
کیا مبارک تھی تربیت ان کی چھوڑی دختر وہ قابل تحسیں
ان کو جنت ملے اور ان کی نسل رہے دنیا میں تا بیوم الدیں
ان کی تاریخ کی ہوئی جب فکر بول اٹھا دل و<u>خوش صفات اٹھیں</u>

(حاجی جامی بدایونی) ۱۹۵۴ء

حضرت سید احمد کبیر رفاعی اپنے ملفوظات کے آئینے میں

پروفیسر ڈاکٹر فاروق احمد صدیقی، سابق صدر شعبۂ اردو و ڈین فیکلٹی آف آرٹس، ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر یونیورسٹی، مظفر پور، بہار

پانچویں صدی ہجری کے نصف آخر اور چھٹی صدی ہجری کے نصف اوّل میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم رضی المولیٰ تعالیٰ (۴۷۰ھ تا ۵۶۱ھ) کی قطبیت اور غوثیت کا پرچم تمام بلاد عرب وعجم میں پوری شوکت وسطوت کے ساتھ لہرا رہا تھا اور آپ سارے اکابر ملت واخیار امت کے شیخ وامام تھے۔ بقول سیّدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرّہ:

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

اسی عہد مسعود میں حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ (۵۱۲ھ تا ۵۷۸ھ) کا بھی آفتاب ولایت چمکا اور بہت جلد نصف النہار پر پہنچ گیا، خاصان خدا اور عامتہ الخلائق سب کی نگاہیں آپ کی محمود الصفات شخصیت پر مرکوز ہوگئیں اور سب نے آپ کی بارگاہ ولایت میں سر عقیدت خم کیا اور بڑے اعزاز واکرام کی بات یہ ہے کہ خود حضرت غوث اعظم نے آپ کے بلند روحانی مرتبے کا اعتراف کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ:

کذا ابن الرفاعی کان منّی
فیسلک فی طریقی واشتغالی ا ھ
(اس طرح ابن رفاعی میرے مقربین میں سے ہیں، میرے طریقے پر گامزن ہیں اور میرے مشاغل پر عمل پیرا ہیں)

مندرجہ بالا شعر سے نگاہ غوثیت مآب میں حضرت سیّدنا احمد رفاعی علیہ الرحمہ کی غیر معمولی پذیرائی اور محبوبیت کا اندازہ ہوتا ہے آپ کے روحانی مقام ومرتبے کی تعین وتفہیم کے لیے بس یہی ایک سند کافی ہے۔ ویسے تمام معاصر اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے آپ کی روحانی عظمت وکرامت کا خطبہ پڑھا ہے اور آپ سے حسن عقیدت رکھنے کو اپنے لیے باعث خیر وبرکت سمجھا ہے اور سب سے بڑے شرف وسعادت کی بات یہ کہ آپ نے اپنے جدّ کریم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار پر حاضر ہوکر سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزار پاک سے اپنا دست مبارک باہر کرکے آپ کو مصافحہ اور دست بوسی کی عزت بخشی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپ کی شہرت ومقبولیت اور آپ کے سلسلۂ رفاعیہ کی اشاعت جس بڑے پیمانے پر مصر وشام کے ملکوں میں ہوئی برّصغیر اس کے فیضان سے محروم رہا، یہاں آپ کے سلسلہ کا تعارف کافی تاخیر سے ہوا، یہاں ہمیشہ قادریہ، چشتیہ اور نقشبندیہ یا مجددیہ سلاسل کی عمل داری رہی۔ جس میں فوقیت ہر دور میں سلسلۂ قادریہ کو حاصل رہی اور آج بھی ہے، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف، خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف، خانقاہ قادریہ بدایوں شریف، خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف، خانقاہ قادریہ امجھر شریف، اورنگ آباد اور خانقاہ رضویہ بریلی شریف یہ سب سلسلۂ قادریہ سے ہی وابستہ ہیں اور ان کی اہمیت بھی جگ ظاہر ہے۔

سلسلۂ رفاعیہ کے یہاں دیر سے متعارف ہونے کے کئی اسباب ہیں لیکن سردست اس تفصیل میں جانے کی چنداں ضرورت نہیں، برّصغیر کے طبقۂ خواص میں حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ کی بلند وبالا شخصیت کبھی محتاج تعارف نہیں رہی، اور اب تو خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، گجرات نے محض قلیل مدت میں کافی سرگرمی دکھلائی ہے اور یہ مبارک سلسلہ مغربی ہند اور جنوبی ہند میں مسلمانوں کے سواد اعظم کو اپنی طرف متوجہ اور متاثر کرنے میں کامیاب ہے۔ خدائے پاک اس کے فیوض وبرکات سے تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو مستفیض فرمائے۔ (آمین)

ان تمہیدی کلمات کے بعد اب اصل موضوع ''حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی اپنے ملفوظات کے آئینے میں'' کے تعلق سے حسب توفیق اِک اجمالی گفتگو کی جائے گی، لیکن اس سے پہلے ملفوظات کا تعارف ضروری ہے۔

مشائخین کرام، صوفیائے عظام اور علمائے اعلام، اپنی نجی صحبتوں اور خاص مجلسوں میں اپنے مریدین و متوسلین کی اصلاح و تربیت کے لیے جو دینی اخلاقی اور عملی باتیں بتلاتے تھے، انھیں ارشادات و فرمودات کو ملفوظات کا نام دیا گیا۔ ان حاضر باشوں میں بعض ایسے دوراندیش صاحب قلم بھی ہوتے تھے جو ان مقدس تعلیمات کو غیر موجودین اور آئندہ نسلوں کے لیے زیب قرطاس کر لیتے تھے تاکہ وہ ان سے بقدر ذوق وظرف استفادہ کر سکیں، پھر ان کو کتابی صورت میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لینے کی ضرورت محسوس کی گئی، اس طرح ملفوظاتی ادب وجود پذیر ہوا۔ سچ پوچھیے تو ملفوظات نگاری کی براہ راست سند بارگاہ رسالت مآب علیہ الصلاۃ والسلام سے ملتی ہے وہ اس طرح کہ صحابۂ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشادات کو جو محفوظ کر لیتے تھے وہ آپ کے ملفوظات ہی تو تھے جن کے لیے بعد میں علم حدیث کی اصطلاح رائج ہوئی یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے جو کچھ فرمایا وہ حدیث ہے اور بزرگان دین نے اپنے مریدین و متوسلین کو جو زندگی افروز باتیں کہیں وہ ملفوظات ہیں۔

ملفوظات نگاری کی عربی و فارسی میں بڑی قدیم اور معتبر روایت ملتی ہے۔ فارسی ملفوظات میں حضرت مولانا روم کے مجموعۂ ملفوظات ''فیہ ما فیہ'' اور حضرت نظام الدین اولیا کے ملفوظات کے مجموعہ ''فوادالفواد'' کو آفاقی شہرت حاصل ہوئی، اردو میں کسی ایسے مجموعۂ ملفوظات کو عوامی یا دوامی شہرت حاصل نہیں ہو سکی، اس سلسلہ میں اردو کے ممتاز محقق و دانشور پروفیسر مختارالدین احمد مرحوم کی یہ رائے ملاحظہ ہو:

> ''اردو میں ملفوظات نویسی کا سلسلہ کب سے شروع ہوا افسوس ہے کہ اس مسئلہ کی طرف اب تک توجہ نہیں کی گئی ہے، اٹھارہویں اور انیسویں صدی عیسوی میں اگر ملفوظات لکھے گئے تو وہ منظر عام پر نہیں آئے۔ بیسویں صدی کے اوائل کا مرتب کیا ہوا ملفوظات کا پہلا مجموعہ جو میری نظر سے گذرا ہے وہ حضرت سیّد غوث علی شاہ قلندر پانی پتی (۱۲۱۹ھ/۱۲۹۷ھ) کے ملفوظات ہیں، جن کی ترتیب ان کے خادم طریق و وصی بالتحقیق سیّد گل حسن شاہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے یہ ملفوظات تذکرۂ غوثیہ کے نام سے مشہور ہیں''۔ [۲]

بیسویں صدی کے نصف آخر میں اردو کا پہلا مجموعۂ ملفوظات جو بڑے اہتمام سے شائع ہوا وہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ملفوظات ہیں جن کے مرتب حضور مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری علیہ الرحمہ ہیں۔ حق یہ ہے کہ برصغیر ہند و پاک میں ایسی ہمہ گیر مقبولیت کسی اور شخصیت کے ملفوظات کو نہیں حاصل ہو سکی اس کا سال اشاعت ۱۳۳۸ھ اور صاحب ملفوظات حضرت فاضل بریلوی کا وصال ۱۳۴۰ھ میں ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی حیات پاک میں ہی ملفوظات کی اشاعت ہو چکی تھی اور یہ بڑی بات ہے، پروفیسر مختارالدین احمد رقم طراز ہیں:

> ''چودھویں صدی کے ملفوظاتی ادب میں بہت اہم حیثیت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے.... کوئی پچاس علوم وفنون کے ماہر تھے ایسی جامع ہستی ہمیں اس عہد میں اور کوئی نہیں ملتی یہی وجہ ہے کہ یہ ملفوظات معلومات کا سرچشمہ ثابت ہوئے ہیں اور تشنگان علم برابر ان سے مستفیض ہو رہے ہیں یہ ملفوظات صرف دو سال کے کچھ مہینوں کے ہی ہیں''۔ [۳]

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ کے ملفوظات کا کوئی مجموعہ کتابی شکل میں راقم الحروف کی نظروں سے نہیں گذرا ہے۔ تلاش بسیار کے باوجود بھی کسی ایسے مجموعے کا سراغ نہیں مل سکا، ہاں حضرت مولانا سید کمال الدین آفندی حسینی رفاعی دمشقی صاحب سجادۂ رفاعیہ کی ایک تالیف بزبان فارسی بنام ''الاصول الاربع فی طریق غوث الرفاعی الارفع'' ملتی ہے اسی کا اردو ترجمہ راقم الحروف کے پیش نظر ہے اس میں صفحہ نمبر ۱۱۱ تا صفحہ نمبر ۱۲۷ میں سیدنا احمد رفاعی کے ملفوظات کے عنوان سے ۷۱ ملفوظات مرقوم ہیں پہلے عربی عبارت ہے، پھر اس کا اردو ترجمہ،

میں ان میں سے محض چند منتخب ملفوظات تک ہی اپنی گفتگو کو محدود رکھوں گا کیونکہ تمام ملفوظات کا مفصل جائزہ طول بحث کا باعث ہوگا۔

بہر کیف آپ نے ارشاد فرمایا ہے

''انسان کے حال کی جانچ اس کے دوستوں سے ہوتی ہے۔''

اس قول کی حقانیت وصداقت کسی دلیل وشہادت کی محتاج نہیں واقعی آدمی ہمیشہ اپنے دوستوں سے پہچانا گیا ہے اور پہچانا جاتا ہے، حدیث پاک، ''المرء علی دین خلیله''(یعنی آدمی اپنے دوست کے طریقے پر ہوتا ہے) کا بھی یہی مفاد ومدعا ہے اور اسی حقیقت کو ایک فارسی شعر کے قالب میں یوں ڈھالا گیا ہے۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

اس لیے ہمیشہ صالحین کی صحبت اختیار کرنی چاہیے۔

آپ نے فرمایا:

''سب سے افضل عمل یہ ہے کہ علم کے ساتھ ہو''

بلاشبہ عمل کا ہمالیہ پہاڑ ہی کیوں نہ کھڑا کر دیا جائے اگر اس کے ساتھ مناسب مقدار میں علم نہیں ہے تو گمرہی کے خطرات لازمی ہیں اس لئے حدیث پاک میں بھی کہا گیا ہے۔

''فقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد'' یعنی ایسے ہزار عابدوں پر جو علم کی دولت سے محروم ہوں ایک عالم وفقیہ بھاری ہے کیوں کہ یہاں علم بھی ہے اور عمل بھی ہے، علم ہی کی بدولت سیّدنا آدم علیہ السّلام کو فرشتوں پر برتری حاصل ہوئی، اور چرخ ولایت کے آفتاب عالمتاب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی علم ہی کو اپنی قطبیت کا سبب قرار دیا ہے وہ اپنے قصیدہ لامیہ میں فرماتے ہیں:

درست العلم حتی صرت قطبا
و نلت السعد من مولی الموالی

میں نے علم حاصل کیا یہاں تک کہ قطبیت کے درجہ پر فائز ہوگیا اور مولیٰ تعالیٰ کے کرم سے میں نے بہت ساری سعادتیں حاصل کیں۔

اس طرح حضرت امام رفاعی علیہ الرحمہ نے اپنے اس ارشاد میں بڑی اہم اور توجہ کش تعلیم دی ہے جس کی صداقت مسلم ہے۔

اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا:

''جو راستہ شریعت کے خلاف ہے وہ گمرہی ہے''

اس ارشاد کی اہمیت بھی محتاج وضاحت نہیں از سلف تا خلف تمام علمائے کرام اور مشائخ عظام کا اس پر اجماع ہے۔ حضرت شیخ سعدی نے جو صرف ایک شاعر نہیں عارف باللہ بھی تھے کیا خوب فرمایا ہے:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

یعنی اصل چیز شریعت مطہرہ ہے اس کے خلاف جو بھی راہ اختیار کی جائے گی وہ ضلالت وبے دینی کی راہ ہوگی اس راہ کا مسافر کبھی منزل آشنا ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی طرح اپنے وقت کے ایک بڑے خدا رسیدہ بزرگ اور مرشد طریقت حضرت ابوالحسین نوری میاں مارہروی نے اپنے مشہور کتاب ''سراج العوارف'' میں واجب دوم کے تحت جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اتباع شریعت ہی اصل چیز ہے جو لوگ اس کی اہمیت کو گھٹانے اور نظر انداز کرنے والی ذہنیت رکھتے ہیں ان کو کبھی ہدایت کی روشنی نہیں مل سکتی کچھ نام نہاد صوفیوں اور ناخدا ترسوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ جو منزل حقیقت تک پہونچ گیا اس کو شریعت کی ضرورت نہیں ہے حضرت فرماتے ہیں کہ یہ انداز فکر ضلالت وبے دینی پر مبنی ہے اور یقیناً ایسا شخص اغوائے شیطانی کا شکار ہے۔ اتباع شریعت کے بغیر منزل تک پہونچنے کی تمنا کرنا سراسر خود فریبی ونادانی ہے۔"

آج کل کے کچھ نام نہاد سجادہ نشینوں اور جاہل صوفیوں نے شریعت کے مقابلے میں طریقت کی بالادستی کا ڈھونگ رچا رکھا ہے انھیں حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ کے ایمان افروز اور چشم کشا ارشادات کے آئینے میں اپنے کردار وعمل کا جائزہ لے کر فکر عاقبت کرنی چاہیے اسی میں ان کی اور ان کے مریدوں کی خیریت ہے۔ اپنے اس ارشاد میں حضرت رفاعی علیہ الرحمہ نے شریعت مطہرہ کا پرچم بلند کر کے امت مرحومہ پر بڑا احسان کیا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

''تھوڑا ادب بہتر ہے ایسے علم وعمل سے جس میں ادب نہ ہو''

اس قول کی بھی گراں مائیگی روز روشن کی طرح آشکارا ہے ایسا علم

وعمل جس کو ادب کی پشت پناہی اور سرپرستی حاصل نہ ہو وہ ایسے پھول کی طرح ہے جس میں نہ رنگ ہو اور نہ بو، یہی وجہ ہے کہ قرآن واحادیث کا ذخیرہ ادب واحترام کی اہمیت سے مملو ہے اور اسی سے استفادہ کرتے ہوئے فارسی کے ممتاز ادیب ملا واعظ حسین کاشفی نے اپنی مشہور و معروف تصنیف اخلاق محسنی میں کہا ہے:

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم گشت از فضل رب

آج امت میں عقیدہ ومسلک کے تعلق سے جو شدید اختلافات پائے جارہے ہیں، ان کی جڑ میں بھی دیکھا جائے تو یہی بے ادبی کی منفی قوت کارفرما ہے محروم ادب لوگوں نے شان الوہیت اور شان رسالت میں ایسے الفاظ وکلمات کا استعمال کیا ہے جو سراسر قرآن کے تصور ادب و احترام کے منافی ہے، اس لیے علمائے عرب وعجم نے ان کی تکفیر کی ہے۔ حالانکہ ان میں سے بعضوں کی علمی حیثیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن ان کے بے باک وادب نا آشنا قلم نے رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد عظمتوں کا اعتراف واحاطہ کرنے میں سخت ٹھوکریں کھائی ہیں، اور یہیں سے بات بگڑتی ہے۔

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:

''مرد وہ ہے کہ اس کا مرشد اس پر فخر کرے نہ وہ کہ شیخ کے علو مرتبت پر فخر کرے۔''

ایسے خوش نصیبوں کی اچھی خاصی تعداد ہو سکتی ہے جن کے علو مرتبت پر ان کے مرشدوں نے فخر ومسرّت کا اظہار کیا ہو، یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جارہی ہیں، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں وہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے مرید خاص تھے وہ مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھتے ہیں

''شیخ احمد (حضرت مجدد الف ثانی) ایسے آفتاب ہیں جن کے سائے میں ہم جیسے ہزاروں تارے چھپے ہوئے ہیں۔۵''

ایک اور موقع پر حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا:

''ہماری پیری مریدی کا مقصد صرف آپ (یعنی مجدد الف ثانی) کا ظہور تھا اس لیے اب ہم نے مشیخیت ترک کردی۔''۶

مزید حضرت خواجہ فرماتے ہیں:

''ہم نے اِس تین چار سال میں پیری مریدی نہیں کی بلکہ ہم تو کھیل کرتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم واحسان ہے کہ ہمارے کھیل اور دکانداری میں گھاٹا نہیں ہوا کیونکہ ہم کو ان (حضرت مجدد الف ثانی) جیسے بزرگ مل گئے۔۷''

اسی طرح امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی المولیٰ تعالیٰ کے متعلق ان کے پیر ومرشد سیّد آل رسول احمدی قدس سرہ نے فرمایا:

''میں متفکر تھا کہ اگر قیامت کے دن رب العزت مجدہ نے ارشاد فرمایا کہ آل رسول تو دنیا سے میرے لیے کیا لایا تو میں کیا جواب دوں گا۔ الحمد للہ آج وہ فکر دور ہوگئی مجھ سے رب تعالیٰ جلّ واعلیٰ جب یہ پوچھے گا تو دنیا سے میرے لیے کیا لایا تو میں مولانا احمد رضا کو پیش کردوں گا۔''۸

مندرجہ بالا حوالوں سے مظہر ہے کہ امام سیّد رفاعی کے مندرجہ بالا ارشاد میں بڑی گہرائی اور تہہ داری ہے اور یہ کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے اس پر فارسی کا یہ مشہور مقولہ ''قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید'' بھی پوری طرح منطبق ہوتا ہے۔

بہر کیف آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

''تیرا حاسد ہرگز تجھ سے راضی نہ ہوگا۔''

یہاں آپ نے دریا کو کوزے میں سمو دیا ہے، چشم حسود کی تنگی اپنی ذات کے علاوہ اور کسی کو مسرور وشاد ماں دیکھ ہی نہیں سکتی چنانچہ ہر قرن و ہر صدی میں بڑے بڑے صاحبانِ کمال اس کے شکار ہوئے ہیں۔ حضرت سعدی نے بجا ارشاد فرمایا ہے کہ:

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است

(یعنی کسی کی خوبی وصلاحیت حاسدوں کی نظر میں سب سے بڑا عیب ہے۔)

اردو کے ممتاز شاعر مرزا غالب نے بھی اس کو شدت سے محسوس

کرتے ہوئے کہا،

حسد سزائے کمال سخن ہے کیا کہیے
ستم بہائے متاع ہنر ہے کیا کہیے

اوراسی لیےقرآن پاک میں بھی حاسدوں کے شر سے پناہ مانگنے کی تاکید آئی ہے چنانچہ صاحب ''خزائن العرفان'' حضرت مولانا سیّد نعیم الدین مرادآبادی نے لکھا ہے کہ ''حسد بدترین صفت ہے اور یہی سب سے پہلا گناہ ہے جوآسمان میں ابلیس سے سرزد ہوا اور زمین میں قابیل سے۔''۹

اس لیے ہر قیمت دل کوحسد سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا :

''مردوہ ہے کہ اس کے آثار اس کے بعد باقی رہیں۔''

یہاں آپ نے یہ مخلصانہ پیغام دیا ہے کہ خموشی کے ساتھ جی لینا اور پھر دنیا سے رخصت ہو جانا کوئی خاص بات نہیں۔ زندگی تو ایسی ہونی چاہئے کہ وہ ارشادِ رسالت مآب ''خیر الناس من ینفع الناس'' کی نقیب اور علم بردار ہو۔ یعنی وہ ایسا کارنامہ انجام دے جائے جس سے خلق خدا مستفیض ہوتی رہے اور ساتھ ہی صدقۂ جاریہ کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں ذخیرہ ہوتا رہے اِسی لیے اردو کے ایک مشہور شاعر ذوق دہلوی نے کہا ہے:

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

آپ نے ارشاد فرمایا:

''برائی سے قریب کرنے والی شئی خود بینی ہے۔''

حضرت امام رفاعی کی یہ تعلیم بھی بڑی زندگی آموز اور زندگی آمیز ہے مشہور ہے کہ

تکبر عز از یل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

وہ ابلیس لعین کی خود بینی وخود پسندی ہی تھی جس نے اس کوسجدہ آدم سے باز رکھا اور مردود بارگاہ بنایا۔

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا
(ذوق دہلوی)

علمائے اہل سنت کے حریفوں کواسی خود بینی اور پندارعلم نے برباد کیا اگر وہ اپنے ان گستاخانہ جملوں کو جواُنھوں نے اپنی کتابوں میں شان الوہیت و رسالت میں لکھے ہیں واپس لے لیتے تو آج برّ صغیر ہندوپاک و بنگلہ دیش میں عقیدہ ومسلک کی جنگ نے اس قدر شدت اختیار نہیں کی ہوتی۔ ان کی کتابیں صحف آسمانی نہیں ہیں، جن میں کسی ایک لفظ یا جملے کے بدلنے کی گنجائش نہیں ہو۔ لیکن برا ہوضد اور ہٹ دھرمی کا۔ وہ جو نہ گل کھلائے۔

حضرت امام رفاعی نے اپنی اسی بات کو دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے کہ ''جس میں انانیت پیدا ہو جاتی ہے وہ بندہ مراتب کمال پر نہیں پہونچتا ہے۔'' آپ کا یہ ارشاد بھی بڑا قیمتی ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ذرہ سی لغزش گڑھے میں ڈال دیتی ہے۔'' اہل سنت کے حریفوں اور سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی کے مخالفوں کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے یعنی غلط بات پران کے بے جا اصرار نے ان کو قعر مذلت میں ڈال دیا ہے۔

حضرت امام رفاعی نے ارشاد فرمایا :

''جو آدمی لوگوں سے سختی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اپنی دشمنی ان کے دل میں ڈالتا ہے اگر چہ وہ زبردست ہو اور جو آدمی لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ اپنی محبت ان کے دلوں میں ڈالتا ہے اگر چہ وہ بڑے مرتبے والا ہو یا چھوٹے مرتبے والا ہو''

حضرت امام رفاعی کی یہ تعلیم بھی لعل و جوہر سے زیادہ پیش بہا ہے کیونکہ خود رب تعالیٰ نے اپنے حبیب انور ﷺ کو مخاطب کر کے قرآن پاک میں یہ کہا ہے کہ ''آپ ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تندمزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے''
(آل عمران آیت ۱۵۹)

قرآن پاک ہی میں ایک مقام پر دعوت وتبلیغ کے کاموں میں لگے لوگوں کو بڑا حکیمانہ انداز واسلوب اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ہے ''اُدع الی سبیل ربک (بقیہ صفحہ نمبر ۱۷۰)

مکتوب رفاعی کا سیاسی و تاریخی جائزہ

ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی، علی گڑھ

"نحمده و نصلي و نسلم علىٰ رسوله الكريم

مکتوب رفاعی بنام مستنجد باللہ عباسی مرقومہ ۵۵۷ھ کا سیاسی و تاریخی جائزہ لینے سے قبل یہ ضروری ہے کہ نبی آخر الزماں، فخر آدم، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اسلام کی تجدید نو اور قیام خلافت کا پس منظر اس دور کے سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی حالات پیش نظر رکھے جائیں نیز مسلمانوں میں پیدا ہونے والے انتشار و افتراق کا بھی جائزہ لیا جائے۔

اسلام کی تجدید نو چھٹی صدی عیسوی میں ہوئی اس وقت عرب کے دونوں بازوؤں، ایران و روم میں قیصر و کسریٰ کی دور دور تک پھیلی ہوئی انتہائی منظّم اور با قاعدہ حکومتیں تھیں اور دونوں ہی اس دور کی سپر پاور تھیں جن کی شان و شوکت اور رعب و دبدبہ مثالی تھا۔ ان کے برعکس جزیرہ نمائے عرب میں منظّم اور با قاعدہ حکومت تو کیا کوئی حکومت ہی نہ تھی۔ تمام قبائل آزاد اور خود مختار ہی نہیں برسر پیکار بھی تھے۔ ہر قبیلہ اپنا انتظام خود کرتا تھا، ہر قبیلہ کے اپنے کچھ اصول وضوابط تھے، انھیں کے مطابق قبائل کا نظم ہوتا تھا۔ خود عرب کے مرکزی شہر مکہ میں مختلف قبائل کے سپرد مختلف خدمات تھیں لیکن کسی ایک حکمراں کے تحت کوئی منظّم اور با قاعدہ حکومت نہ تھی۔ اسی انتشار اور بدانتظامی کے ماحول میں مکہ میں ہی اسلام کی تجدید نو کا اعلان انتہائی کسمپرسی اور بے چارگی کے عالم میں ہوا۔ ۳۶۰ بتوں کی پوجا کرنے والے اہل مکہ کے لیے الہ واحد کا تصور اور صرف اسی کی عبادت ان کو کھی بات تھی۔ اس لیے اہل مکہ اس اعلان، اعلان کنندہ اور اس کی آواز پر لبیک کہنے والوں کے سخت دشمن ہو گئے۔ تیرہ سال اسی عالم میں گزر گئے لیکن ظلم وستم اور شدید مخالفت کے باوجود اس اعلان پر لبیک کہنے والوں کی تعداد بڑھتی ہی گئی۔ ادھر اہل مکہ کے غم وغصہ اور اس کے نتیجے میں ہونے والے ظلم وستم میں اضافہ ہوتا گیا۔ مجبور ہو کر الہ واحد کے ماننے والوں نے پہلے حبشہ اور پھر یثرب کی طرف ہجرت کی۔ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی یثرب چلے گئے اور پھر یثرب مدینۃ الرسول کے نام سے موسوم ہو گیا۔

مدینہ کے دس سالہ قیام میں آپ کو نہ صرف ہر طرف سے یورش کا خطرہ بنا رہا بلکہ اہل عرب سے جو کئی لڑائیاں بھی لڑنی پڑیں لیکن ان لڑائیوں نے فتوحات اور کامیابیاں ہی عطا کیں۔ یہاں تک کے دس سال کے مختصر عرصہ میں مرکز مدینہ کے تحت ایک منظّم اور با قاعدہ حکومت قائم ہو گئی۔ اس حکومت الٰہیہ کے سربراہ اور خلیفۃ اللہ فی الارض بھی خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے۔

آپ کے وصال کے وقت یہ سوال زور شور سے ابھرا کہ آپ کا جانشین اور خلیفہ کون ہو؟ اس ابتدائی دور میں اور اسلام کے سادہ ماحول میں کسی شان و شوکت اور عیش وعشرت کا تو تصور اور سوال ہی نہ تھا لیکن آپ کی جانشینی بجائے خود سب سے بڑا اعزاز تھا جسے بہت سے لوگ حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اس وقت واضح طور پر تین گروپ بن گئے تھے۔ ایک طرف انصار مدینہ تھے جو اپنی زمین پر اپنی حکمرانی چاہتے تھے دوسری طرف مہاجرین مکہ تھے لیکن خود ان میں دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک گروہ ہاشمی مہاجرین کا تھا جو حضرت علی مرتضیٰ کو آپ کا وارث مانتے ہوئے جانشین وخلیفۂ رسول بنانا چاہتا تھا تو دوسرا گروہ بزرگی اور خدمت اسلام کی بدولت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس منصب کا حقدار سمجھتا تھا۔

آپ کی تجہیز و تدفین سے قبل ہی انصار مدینہ نے ثقفیۂ بنی سائدہ میں جمع ہو کر اپنے رہنما حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفہ مقرر کرنے کی تیاری کر لی تھی۔ اس اطلاع پر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح جیسے جلیل القدر اصحاب اور مہاجرین کے رہنما، وہاں پہنچے اور انصار کو سمجھایا کہ اہل عرب ہرگز تمہاری خلافت وحکمرانی پر راضی نہ ہوں گے۔ تم بدستور انصار (مددگار)

اورخلیفۂ رسول کے وزیر کی حیثیت سے رہو،تمہارے حقوق برقرار رہیں گے اوران کی حفاظت کی جائے گی۔

انصار کی غالب اکثریت کی سمجھ میں یہ بات آگئی اورسب نے اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق کو بحیثیت خلیفۂ رسول اللہ تسلیم کرلیا البتہ حضرت سعد بن عبادہ اور کسی حد تک ہاشمی بھی ناراض رہے لیکن یہ ناراضی نظری تھی، عملی نہیں۔ دلوں میں رہی کسی خطرناک صورت میں ظاہر نہیں ہو پائی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنا جانشین حضرت عمر فاروق کو مقرر کیا جنھوں نے اپنے دس سال دور خلافت میں حکومت الٰہیہ کو بڑی وسعت دی اور اس میں چار چاند لگادیئے۔ حضرت عمر فاروق نے اپنے بعد چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی مقرر کی جس نے حضرت عثمان غنی کو خلیفہ ثالث مقرر کیا۔ان کے آخری دور میں انتشار وافتراق کی آندھیاں چلیں جنھوں نے بالآخر حضرت عثمان کی شمع حیات کو ہی گل کر دیا۔اسی انتشار وافتراق کے درمیان حضرت علی مرتضی کو خلیفۂ چہارم تسلیم کیا گیا لیکن کچھ لوگوں نے خصوصاً بنوامیہ اوران کے رہنما امیر معاویہ والیٔ شام نے حضرت علی کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کردیا اورشام میں اپنی متوازی حکومت قائم کرکے ان سے برسرپیکار ہوگئے۔ حضرت علی مرتضی کو اپنے پانچ سالہ دورخلافت میں اپنوں ہی سے تین جنگیں لڑنی پڑیں اور اسی مخالفت کی بدولت بالآخر آپ کی شہادت ہوئی۔آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے اور جانشین حضرت امام حسن نے امیر معاویہ سے صلح کرکے حکومت اوراقتدار انھیں کوسونپ دیا۔اس طرح تیس (۳۰) سالہ دورخلافت کا خاتمہ ہوگیا جسے خلافت راشدہ کہا جاتا ہے۔خود زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلافت راشدہ کے قیام کی پیشن گوئی فرمائی تھی اوراس کی تعریف بھی فرمائی تھی۔آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس کے بعد دور ملوکیت ہوگا اور ملک عضوض (کاٹ کھانے والے خلیفہ اور خلافت یا ملوک وملوکیت) ہوں گے اورایسا ہی ہوا۔

امیر معاویہ کو مسلمانوں کا پہلا ملک (بادشاہ) کہا جاتا ہے۔ انھوں نے اس ملوکیت کو موروثی بھی بنادیا اوراپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو جانشین مقرر کیا جوان کا بدترین جانشین ثابت ہوا جس کے ساڑھے تین سال دور ملوکیت میں کربلا کا حادثہ فاجعہ پیش آیا اورمقدس شہروں مکہ و مدینہ کی بھرپور بے حرمتی کی گئی۔ یزید کے بعد کچھ عرصہ تک انتشار و افتراق رہا۔حجاز میں حضرت عبداللہ بن زبیر نے حکومت قائم کی اورشام میں امویوں نے مروان کو اپنا حکمراں بنالیا۔مراون وہی شخص تھا جس کی بدولت حضرت عثمان کے دور میں انتشار وافتراق کا آغاز ہوا، ان کی شہادت ہوئی اور مسلمانوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔

مروان کے بعد اس کی اولاد میں سے دس حکمراں ہوئے اورانھوں نے ۶۹ سال تک حکومت کی۔ امیر معاویہ و یزید اور مروان وآل مروان کی حکومت مجموعی طور پر ۹۲ سال تک قائم رہی جسے اموی دور خلافت کہا جاتا ہے۔خلافت راشدہ کے برعکس یہ دور خلافت ان تمام خامیوں سے مملوتھا جوملوکیت کا خاصّہ ہیں۔

امویوں کے دور میں ہاشم میں سے اولادعلی نے کئی باران کی حکومت کے خلاف بغاوت کی اوراس کے خاتمے کی کوشش کی لیکن ہر بار ناکامی ہوئی اوراس کی پاداش میں انھیں سخت مصائب وآلام سے گذرنا پڑا لیکن بنوفاطمہ اورآل علی خلافت پر بہرحال اپنا حق سمجھتے تھے اوراسے ہرممکن طریقہ سے حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جب اموی حکومت کے خلاف ان کی علی الاعلان بغاوتیں مسلسل ناکام ہوتی رہیں تو پھر انھوں نے خفیہ طور سے اپنی خلافت وحکومت کے لیے زمین ہموار کرنی شروع کی۔ایران وخراسان اورعراق میں ان کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ بنوعباس بھی قرابت قریبہ کی وجہ سے ان کے معین و مددگار بن گئے۔ادھر انھوں نے عالم اسلام کے ایک بڑے علاقے کو اپنا ہمنوا بنالیا تو ادھر آخری اموی حکمراں اپنی نااہلی اور بداخلاقی کی وجہ سے زیادہ سے زیادہ غیر مقبول اور ناکام ہورہے تھے۔ بنوعباس بظاہر تو بنو فاطمہ کی خلافت کے لیے کام کررہے تھے لیکن درپردہ اپنی ہی خلافت کے لیے کوشاں تھے۔ بہرحال دونوں خانوادوں کی مشترکہ کوششیں رنگ لائیں اور بالآخر ۱۳۲ھ، ۷۵۰ء میں ایک زبردست خونی انقلاب کے بعد ۹۲ سالہ اموی حکومت کا خاتمہ ہوگیا لیکن اس موقع پر عباسیوں نے تمام وعدوں اورعہد وپیمان کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حکومت واقتدار پر خود قبضہ کرلیا اور بنوفاطمہ کے حصے میں وہی ناکامی و نامرادی اورظلم و بربریت آئے جو پورے دور میں ان کا مقدر رہے تھے۔

عباسیوں کے رہنما ابوالعباس سفاح نے ایرانیوں وخراسانیوں اور ان کے سردار ابومسلم خراسانی کی مدد وحمایت سے تقریباً چھ لاکھ انسانوں کا خون بہا کر حکومت حاصل کی تھی۔اموی قبیلہ کے چند لوگوں

کے علاوہ سبھی ان کے ہاتھوں مارے گئے، دمشق میں امویوں کا قتل عام کرنے کے بعد ان کی لاشوں اور زخمیوں پر دسترخوان بچھائے گئے، کھانے کھائے گئے اور جشن منائے گئے۔ یہاں تک کہ اموی حکمرانوں کی قبروں کو اکھاڑ پھینکا گیا اور ان کی ہڈیوں کو نکال کر جلایا گیا۔ ہشام کی لاش صحیح حالت میں نکلی تو اس پر کوڑے برسائے گئے۔ غرض یہ کہ اس خونی انقلاب میں بربریت وسفاکی اور برادرکشی کی شاندار روایت شروع کی گئی اور اسلام وانسانیت کی تمام قدروں کو بری طرح پامال کردیا گیا۔

ابومسلم خراسانی جو اس انقلاب کے لانے والوں میں پیش پیش تھا اور جس کی گردن پر لاکھوں انسانوں کا خون تھا، ایک طاقتور شخصیت بن کر ابھرا تھا۔ یہ طاقت ہی اس کے زوال واستیصال کا سبب بنی اور موقع ملتے ہی دوسرے عباسی حکمراں منصور نے اس کے احسانات اور کارناموں کو پس پشت ڈالتے ہوئے بدعہدی کرکے اسے بری طرح سے قتل کرادیا۔ عباسیوں اور خصوصاً منصور نے عربوں کی خاص وصف ''ایفائے عہد'' کو بھی پامال کردیا اور اپنی ضرورت ومصلحت کے مطابق خوب بدعہدی کی۔

عباسی حکومت یوں تو تقریباً سواپانچ سوسال (۱۳۲ھ، ۷۵۰ء، ۶۵۶ھ ۱۲۵۸ء) تک قائم رہی لیکن اس طویل عرصہ میں اس نے عروج وزوال کے کئی دور دیکھے۔ اس کا پہلا دور عروج ۱۳۲ھ، ۷۵۰ء سے ۲۴۷ھ ۸۶۱ء تک کے ۱۱۵ سال پر محیط ہے، اس دور میں دس حکمراں ہوئے۔ ابوالعباس سفاح، منصور، مہدی، ہادی، ہارون الرشید، امین الرشید، مامون الرشید، معتصم باللہ، واثق باللہ اور متوکل علی اللہ۔ ان سب کے دور میں حکومت وسیع وعریض علاقے میں پھیلی ہوئی تھی، شان وشوکت کی حامل تھی، ترقی وخوش حالی کا گہوارہ تھی، علمی وادبی میدانوں میں نمایاں کام ہورہے تھے، ان کی قیادت وسیادت کو عالم اسلام کا بڑا حصہ تسلیم کرتا تھا لیکن امویوں کی طرح پورا عالم اسلام کبھی ان کے زیر نگیں نہیں رہا کیونکہ اموی شہزادوں میں سے ایک عبدالرحمٰن الداخل نے کسی طرح بچ کر اندلس میں اپنی حکومت قائم کرلی تھی اندلس نے کبھی بھی بغداد کی قیادت کو تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کا روایتی حریف رہا۔ چوتھے عباسی حکمراں موسیٰ ہادی کے دور میں امام حسن کی اولاد میں سے ایک شخص ادریس نے المغرب یا مراکش میں ادریسی حکومت کی بنا ڈالی جو ۱۴۰ سال تک (۱۶۹ھ، ۷۸۵ء ۳۰۹ھ، ۹۲۰ء) قائم رہی۔ پانچویں حکمراں ہارون الرشید کے دور میں افریقی علاقوں میں اغلبی حکومت قائم ہوئی جو (۱۸۴ھ، ۸۰۰ء/۲۹۲ھ، ۹۰۹ء) ۱۱۲ سال تک قائم رہی۔

دسویں حکمراں متوکل علی اللہ کے دور (۲۳۲ھ، ۸۴۷ء؛ ۲۴۷ھ، ۸۶۱ء) سے عباسی حکومت کا زوال شروع ہوگیا۔

اس کے دور میں ترکوں میں اسلام تیزی سے پھیلا۔ ترک فطرتاً بہادر اور جنگجو تھے اس لیے متوکل نے ایرانیوں وخراسانیوں کا زور توڑنے کے لیے ترکوں کو بڑی تعداد میں فوج میں داخل کیا۔ جب ان کی تعداد اور قوت بہت زیادہ ہوگئی تو ان کی خودسری اور حکم عدولی بھی بہت بڑھ گئی یہاں تک کہ خود متوکل ان کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے زوال وادبار کا دور شروع ہوگیا اور ۲۴۷ھ، ۸۶۱ء سے ۳۳۴ھ ۹۴۶ء تک گیارہ حکمراں ترکوں کے رحم کرم پر رہے۔ ان کا عزل ونصب انھیں کے ہاتھ میں تھا وہ جب اور جسے چاہتے مقرر کرتے اور ناراض ہوجاتے تھے تو معزول کردیتے یا قتل بھی کردیتے تھے۔ مرکز خلافت کی اس ابتری کو دیکھتے ہوئے بہت سے علاقے آزاد وخودمختار ہوگئے اور مختلف امرانے اپنی اپنی حکومتیں قائم کرلیں، ان مین سے کچھ رسماً اور برائے نام عباسی حکمراں کی قیادت وسیادت کو تسلیم کرتے تھے اور کچھ نے یہ تکلف بھی گوارا نہیں کیا۔

مستکفی باللہ (۳۳۳ھ سے ۳۳۴ھ) کے دور میں بنی بویہ کے امیر معزالدولہ نے بغداد پر قبضہ کرکے عباسی خلیفہ کو اپنے ماتحت کرلیا۔ انھوں نے عباسی خلافت کو برائے نام باقی رکھا لیکن عملاً حکومت واقتدار انھیں کے ہاتھ میں رہا یہ لوگ عقیدتاً شیعہ تھے اور انھوں نے بغداد میں وہ تمام عقائد ومراسم جاری کیے جو ان کے خیال میں ضروری تھے۔ بغداد میں یہ بنی بویہ کی حکومت ۳۳۴ھ سے ۴۴۷ھ/؛ ۹۴۵ء سے ۱۰۳۶ء تک رہی ۱۱۳ سال کے عرصہ میں وہی اصل حکمراں تھے لیکن برائے نام پانچ عباسی خلیفہ بھی ہوئے۔

قائم بامراللہ (۴۴۲ھ سے ۴۶۷ھ؛ ۱۰۳۱ء سے ۱۰۷۴ء) کے دور میں سلجوقی امیر طغرل نے بنی بویہ کو بغداد سے بے دخل کرکے سلجوقیوں کا اقتدار قائم کیا اور عباسی خلفا کو اپنے زیرسایہ لے لیا۔ سلجوقی ترک سنی العقیدہ تھے اس لیے انھوں نے عباسی خلفا کا اعزاز واکرام زیادہ کیا لیکن بہرحال اصل حکومت واقتدار انھیں کا تھا۔ ان کے دور میں بھی پانچ خلفا ہوئے۔ ۵۴۷ھ، ۱۱۵۲ء میں سلجوقیوں کا بھی زوال ہوگیا۔

ان کے زوال کے بعد عباسی خلفا ایک بار پھر آزاد خود مختار ہو گئے لیکن ان کی حکومت محدود علاقے میں ہی رہ گئی تھی۔ اکثر و بیشتر علاقوں میں مختلف امرا کی آزاد اور خود مختار حکومتیں تھیں جو بغداد کے حکمراں کی قیادت و خلافت کو برائے نام تسلیم کرتی تھیں اور انھیں تحائف بھیج کر اپنے لیے سند حکومت حاصل کرتی تھیں۔

خلفائے عباسیہ کی آزادی و خود مختاری کا یہ دور ۵۴۷ھ سے ۶۵۶ھ، ۱۱۵۲ء سے ۱۱۵۸ء تک رہا۔ اس عرصہ میں چھ حکمراں ہوئے یہاں تک کہ ہلاکو خاں کے ہاتھوں بغداد کی تباہی اور حکومت کا خاتمہ ہوا۔ سینتسویں (۳۷) اور آخری خلیفہ مستعصم باللہ تھے جن کی نااہلی اور ناعاقبت اندیشی نے نہ صرف ان کی خاندانی حکومت کا خاتمہ کیا بلکہ عالم اسلام کو بھی منگولوں کے ہاتھوں زیر کرایا اور خاک و خون میں غلطاں کرادیا۔

عہد عباسی جہاں شان و شوکت اور قوت و طاقت کے لئے مشہور ہے وہیں اپنے مخالفوں کے لیے ظلم و بربریت اور آزادئی رائے پر قدغن کے لیے بھی معروف ہے۔ حکمراں اور ان کے امرا کسی قاعدے قانون کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی مرضی اور خواہش ہی قانون تھی اور ان کی طاقت اسے نافذ کرنے والی تھی۔ عقائد و روایات کو پامال کیا جاتا تھا۔ رقص و سرور اور شراب و شباب کی محفلیں سجتی تھیں۔ ناجائز طریقوں سے لوٹ کھسوٹ اور رشوت کا بازار گرم تھا۔ اس دور کے اہم عہدے دار کاتب بہت ہی راشی ہوتے تھے۔ محکمۂ مال انتہائی ابتر حالت میں تھا۔

اسلم جیراجپوری مصنف ''تاریخ الامت'' کہتے ہیں: ''کس قدر حیرت ہے کہ ان کاتبوں کی دست درازی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ خود خلیفہ کے بھائی سے وظیفہ جاری کرانے کے لئے رشوت لیتے تھے۔ اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ دوسرے لوگوں سے کیا کچھ نہ وصول کرتے ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کے پاس بہت جلد دولت جمع ہو جاتی تھی۔'' (حصہ پنجم ص ۸)

اسی لیے یہ عہدے بڑے اہم اور قیمتی ہو گئے تھے اور بڑی رقمیں دے کر خریدے جاتے تھے۔ خلفا سب کچھ جانتے تھے اور جب موقع ملتا تھا تو اس پر خیانت و بددیانتی کا الزام لگا کر اس کا سب مال و دولت ضبط کر لیتے تھے، اکثر قید و بند اور قتل و غارت گری کا بھی شکار ہوتے تھے لیکن یہ سب کسی اصول اور قاعدے قانون کے مطابق نہیں ہوتا تھا، بلکہ یہ عمل خلیفہ کی ناراضگی کی وجہ سے ہوتا تھا اگر وہ خوش رہتا تو سب معاف تھا۔ ہر طرف ظلم و زیادتی کی گرم بازاری تھی اور کوئی اس کے خلاف آواز اٹھانے والا نہ تھا۔ علما عموماً ان مسائل نظری میں بحثیں کرتے تھے جن کا عملی زندگی سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ کچھ علما و صوفیا ضرور امر بالمعروف کا فریضہ انجام دیتے تھے لیکن بیشتر حالات میں ان کی آواز صدا بہ صحرا ہی ثابت ہوتی تھی یا بہت کم لوگوں پر اس کا اثر ہوتا تھا۔

سیاست اور نظریاتی بنیادوں پر مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوا۔ رفتہ رفتہ اس میں شدت آتی گئی اور باقاعدہ الگ الگ گروہ، ملک اور فرقے بن گئے۔ سب سے پہلے حضرت علی کے پُر جوش حامی شیعان علی کہلائے۔ ابتدا میں یہ حضرت علی کو سب صحابہ سے افضل اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث و خلیفہ مانتے تھے، پھر آپ سے قبل کے تینوں خلفا کی خلافت کو غلط اور غصب مانتے ہوئے انھیں غاصب کہنے لگے اور پھر سب و شتم اور تبرا ہونے لگا۔ جنگ صفین کے بعد واقعہ تحکیم نے ایک گروہ کو حضرت علی کا شدید مخالف بنا دیا۔ یہ گروہ انھیں تحکیم کی وجہ سے کافر تک قرار دینے لگا اور حروری اور خارجی کہلایا۔ یہ دراصل شیعیت کا ردعمل تھا۔ رفتہ رفتہ اختلاف عقائد کی بنا پر شیعوں اور خارجیوں میں بھی بہت سے گروہ بن گئے۔ حضرت علی کی موجودگی میں ہی کچھ لوگوں نے تقدیر و تدبیر یا جبر و قدر کے مسئلے میں طرح طرح کے سوالات شروع کر دیے تھے۔ رفتہ رفتہ جبریہ و قدریہ دو گروہ بن گئے تھے۔

عباسی دور میں یونانی فلسفہ و منطق کی آمد نے اختلاف عقائد کو بہت ہوا دی اور معتزلہ کا طاقتور گروہ وجود میں آیا جس نے اپنے عقائد و نظریات کو بزور قوت منوانے کی کوشش کی۔ تین عباسی خلفا مامون الرشید، معتصم باللہ اور واثق باللہ کو معتزلی عقائد خصوصاً عقیدۂ خلق قرآن میں بہت غلو تھا۔ انہوں نے اس عقیدے کی ترویج و اشاعت میں ہر قسم کے ظلم و زیادتی کو روا رکھا۔ امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کو اس عقیدے کے نہ ماننے کی بنا پر سخت ترین آزمائش سے گزرنا پڑا۔ ایک بار عہد واثق میں رومیوں سے قیدیوں کا تبادلہ ہو رہا تھا، اس وقت قاضی احمد بن ابی داؤد نے اپنا ایک آدمی اس غرض سے وہاں بھیجا کہ جو مسلمان قیدی خلق قرآن کا اقرار نہ کرے تو اسے رومیوں کی قید سے نہ چھڑایا جائے حالانکہ غیر مسلم ذمی قیدیوں کو بلا شرط چھڑایا جا رہا تھا۔

متوکل علی اللہ کو شیعوں، اہل بیت کرام اور آل علی سے اس قدر دشمنی تھی کہ اس نے کربلا میں بنے ہوئے تمام مزارات کو منہدم کرا کے وہاں دریائے فرات کا پانی چھوڑوا دیا تھا اور کھیتی کرنے کا حکم دیا تھا۔اسی طرح مختلف خلفا و امرا اپنے اپنے عقائد کو بزور قوت منوانے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ اس لیے مسلمان درجنوں گروہوں اور فرقوں میں منقسم ہو گئے تھے بلکہ ان کی بنیاد پر اکثر برسر پیکار بھی رہتے تھے۔

دراصل اسلام کی سادہ، ایماندارانہ، فسق و فجور سے دور اور نیکی و پرہیزگاری کی خشک زندگی ہمیشہ کم ہی لوگوں کو راس آئی ہے۔ انسانوں کی اکثریت تو ہر دور میں عیش و عشرت، رقص و موسیقی، شراب و شباب اور دولت و ثروت کی رسیا ہوتی ہے۔ عرب، ایرانی، رومی، مصری، افریقی، ترک، بربر وغیرہ بہت سی قومیں اسلام میں داخل ہوئیں لیکن ان کی غالب اکثریت صحیح اسلامی زندگی اختیار نہ کرسکی۔ وہ اُس دنیا (آخرت) سے زیادہ اِس دنیا کو سجانے وسنوارنے اور عیش و آرام کی خواہش مند رہی ہے۔ دولت و ثروت یہی سکھاتی ہے اور حکمراں و امرا میں سے چند کو چھوڑ کر سب اسی کے دل دادہ رہے ہیں۔ انھیں کی نقل عوام کرتے ہیں۔ ”الناس علٰی دین ملوکھم“ (عوام اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں) کا اصول ہر دور میں جاری رہا ہے۔ حکمراں و امرا اپنے مفاد اور تن آسانی و عیش کوشی کے لیے دینی اصول و ضوابط کو توڑتے رہے ہیں اور انھیں اپنے مفید مطلب بناتے رہے ہیں۔

عہد اموی و عباسی ہی کیا عثمانی و مغل اور دیگر مسلم حکومتوں کا بھی کم و بیش یہی حال رہا۔ اس طرح طویل عرصہ میں کبھی کبھی اور خال خال نیک دل حکمراں بھی نظر آتے ہیں مگر ان کی حیثیت آٹے میں نمک یا صحرا میں نخلستان جیسی ہے۔ ان ادوار کا اگر خلافت راشدہ سے موازنہ کیا جائے تو نور و ظلمت کا فرق نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ان ادوار میں اگر بعض معاملات میں ترقی و خوش حالی نظر آتی ہے تو بحیثیت مجموعی پورا نظام اندر سے فاسد، ابتر و پراگندہ حالت میں ہی رہا۔ اگر کسی ایک بات سے خوشی ہوتی ہے تو دوسرا پہلو قابل نفرت نظر آتا ہے۔

ان ہی حالات و ماحول میں بعہد مسترشد باللہ عباسی (۵۱۲ھ سے ۵۲۹ھ تک، ۱۱۱۸ء سے ۱۱۳۴ء تک) حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت باسعادت (۵۱۲ھ، ۱۱۱۸ء) میں ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اصل حکومت و اقتدار سلجوقی ترکوں کے ہاتھ میں تھا اور عباسی خلیفہ ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ مسترشد باللہ کے بعد راشد باللہ اور مقتفی لامراللہ کا بھی یہی حال رہا۔ آخر الذکر کے دور ۵۴۷ھ، ۱۱۵۲ء میں سلجوقیوں کا زوال ہو گیا اور عباسی خلیفہ آزاد خود مختار حکمراں بن گئے لیکن بغداد کی حکومت سمٹ کر عراق میں ہی محدود ہو گئی تھی۔ اسی دور میں حضرت والا نے شعور کی منزلیں طے کیں اور سلوک و عرفان کے اس بلند مقام پر فائز ہوئے کہ خود خلیفۂ وقت آپ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ سے رشد و ہدایت اور پند و نصیحت کا طالب ہوا۔ بتیسویں (۳۲) خلیفہ مستنجد باللہ (۵۵۵ھ سے ۵۶۶ھ، ۱۱۶۰ء سے ۱۱۷۰ء) نے آپ کے نام ایک مکتوب ارسال کیا اور آپ سے ہدایت و رہنمائی کا طالب ہوا اس وقت عالم اسلام درجنوں حریف اور باہم برسر پیکار حکومتوں میں منقسم تھا، مسلمان فکری و عملی زوال کے دور سے گزر رہے تھے۔ حرب عقائد شدت سے جاری تھی۔ یہود و نصاریٰ کی فتنہ انگیزیاں بھی جاری تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ منگولیا میں چنگیز خاں کی رہنمائی میں منگولوں کا طوفان بلا خیز اٹھنے کی تیاری کر رہا تھا جس نے بالآخر عالم اسلام کو تہہ و بالا کر دیا۔

مستنجد باللہ عباسی کی ولادت ۵۱۰ھ میں ہوئی تھی۔ اپنے والد مقتفی لامراللہ کی وفات کے بعد ۲، ربیع الاول ۵۵۵ھ میں آپ کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ گیارہ سال تین ماہ سات دن تک آپ نے امور خلافت انجام دیئے۔ ۹ ربیع الاول ۵۶۶ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ نیک دل، متقی اور پابند شریعت تھے۔ علما و صوفیا کا احترام کرتے تھے اور ان کی صحبت سے مستفیض ہوتے تھے اسی عادت نے آپ کو حضرت رفاعی کی طرف متوجہ کیا۔ انھوں نے اپنے اتالیق نصر بن عماد کو ۵۵۷ھ میں اپنا ایک مکتوب دے کر حضرت رفاعی کی خدمت میں بھیجا اور ان سے نصیحت و رہنمائی کی درخواست کی۔ حضرت رفاعی اگرچہ حکومت و سیاست اور حکمراں و امرا سے بہت دور رہتے تھے لیکن طالب نصیحت کو نصیحت کرنا اور خط کا جواب دینا اخلاقی فریضہ تھا، اس لیے آپ نے اپنے مرید و کاتب علی طری کو حکم دیا کہ وہ جواب تحریر کریں۔ آپ کا جواب پند و وعظ اور حکمت و دانائی سے بھرپور ہے۔ اس کے درج ذیل نکات ہر دور میں نصیحت و رہنمائی کے لیے مفید ہیں۔

(۱) آپ نے حمد و ثنا اور صلوٰۃ و سلام کے بعد تحریر کرایا۔ ”حدیث میں وارد ہوا ہے۔ الدین النصیحۃ الدین النصیحۃ، الدین

النصیحة (رواہ بخاری عن ثوبان) یعنی دین نصیحت وخیر خواہی کا نام ہے۔ اسی حدیث کے پیش نظر پند ونصیحت کی جرأت کر رہا ہوں۔ دراصل نصیحت کے لیے دو باتیں بہت ضروری ہیں۔ ناصح کے اندر اخلاص ہو اور وہ خلوص ومحبت وخیر خواہی کے جذبے سے نصیحت کر رہا ہو، اسی طرح سامع کے اندر اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کا جذبہ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی توفیق سے نوازے۔

(۲) امیر المومنین! اگر آپ کتاب اللہ کے احکام اپنے اوپر نافذ کریں گے تو اللہ کی زمین اور اس کی دی ہوئی حکومت میں آپ کے احکام نافذ ہوں گے۔

(۳) اگر آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اتباع کر کے اللہ کے احکام کی تعظیم کریں گے اور اس کی عظمت وشان کا پاس ولحاظ کریں گے تو عوام بھی آپ کے کارکنوں اور مقرر کردہ حکام کی تعظیم کریں گے اور مناسب مقام دیں گے۔

(۴) امیر المومنین! آپ شاہان روم اور آتش پرست سلاطین کی خدا بیزاری اور بے دینی کے باوجود قوت وشوکت پر نظر نہ فرمائیں اور اس سے متاثر نہ ہوں۔ چونکہ وہ حق نا آشنا ہے اس لئے حق سے انھیں دور کر دیا گیا۔ انھیں دنیا سے اور دنیا کو ان سے قریب کر دیا گیا ہے اور مخلوق کے ایک حصے پر انھیں حاکم بنا دیا گیا ہے۔ اب اگر وہ مخلوق کی دلجوئی کرتے ہوئے اور ان کا خیال رکھتے ہوئے حکومت کرتے ہیں اور حکمت عملی ونرم خوئی سے ان کے معاملات فیصل کرتے ہیں تو برقرار رہتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر عمل کرتے ہیں اور مخلوق پر بارگراں بنتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر دوسروں کو مسلط کر دیتا ہے اور ایک قوم کی دنیاوی آرائیش دوسری قوم کے ہاتھوں چھین لیتا ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ حکومت کفر کے ساتھ تو چل سکتی ہے لیکن ظلم کے ساتھ نہیں۔ کفار کا ٹھکانا تو بہرحال جہنم ہی ہے۔

(۵) امیر المومنین! آپ ان سرحدوں کے محافظ اور ان جانوں و مالوں کے نگراں ہیں جن کے لیے اسلامی تلواریں دشت وصحرا میں لہرائیں۔ یہ آپ کے لیے نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول کے راستے پر چل کر ہوا اور ان کی خوشنودی کے لیے ہوا۔

(۶) آپ بھی تمام معاملات میں اللہ کی طرف رجوع کریں اور تمام مسائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعظیم کریں۔ تب آپ بھی اللہ کی حفاظت اور اس کے نبی کے سائے میں اس انداز سے ہوں گے کہ ہر طرف آپ کا حکم جاری ہوگا، آپ کی سلطنت پائدار ہوگی اور خدائی لشکر آپ کا پشت پناہ ہوگا۔ اس کے فیصلے آپ کے حق میں ہوں گے اور خدائی فیصلے کبھی بدل نہیں سکتے۔

(۷) امیر المومنین! ہر وہ چیز جو آپ کے شکم میں پہنچتی ہے۔ کھانا جو آپ تناول فرماتے ہیں، لباس جو آپ زیب تن فرماتے ہیں۔ سایہ جس سے آپ راحت وسکون حاصل کرتے ہیں، ان سب کو پرکھیے اور دنیا کی طرف طبعی میلان بقدر ضرورت رکھیے۔

(۸) میں آپ کو بندوں پر ظلم کرنے سے ڈراتا ہوں۔ جب شیطان آپ کو اپنا معاون بنانے اور ظلم پر آمادہ کرنے کی کوشش کرے تو اس وقت آپ اپنے آپ سے سوال کیجیے کہ اگر آپ مقید ہوتے یا مظلوم ہوتے یا ناجائز دباؤ آپ پر ہوتا تو ایسے موقع پر خود بادشاہ وقت سے کس چیز کے خواہاں ہوتے۔ پس لوگوں کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیجیے جیسا آپ اپنے لیے پسند کرتے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو انصاف اور انسانیت کا حق ادا کریں گے۔

(۹) معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کو جو کچھ سلطنت وحکومت حاصل ہے وہ اللہ کی بادشاہت کا ایک معمولی حصہ اور آپ خود اس کا ایک ادنیٰ جزو ہیں۔ اگر آپ اپنی ذمہ داری اور خود سے متعلق کاموں اور فرائض کو دیکھ کر نظر انداز کر دیں گے۔ اگر حقوق اللہ کو پس پشت ڈال دیں گے، اس کی مخلوق سے غداری کریں گے اور ان سے متعلق ذمہ داریوں کو ادا نہ کریں گے تو وہ بھی اپنی مدد ونصرت روک دے گا۔ گزری ہوئی قوموں میں آپ کے لیے عبرت موجود ہے۔

(۱۰) امیر المومنین! آپ اللہ کے ان مخصوص ومقرب بندوں پر نظر رکھیں جن کو اللہ نے دنیاوی مشاغل سے دور رکھا۔ بعض صحابہ کرام سے لوگوں نے جھگڑا کیا اور دنیاوی حکومت ان سے چھین لی حالانکہ وہ لوگ ایسے تھے جن کو اللہ نے اپنا بنا لیا تھا۔ اس لیے لوگوں پر ایسے حاکم مقرر کیے گئے جو عملاً ان ہی جیسے تھے۔ ہر ایک اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا۔ ولا یظلم ربک احداً (سورہ کہف آیت ۴۹، پارہ ۱۵) تمھارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

(۱۱) امیر المومنین! آپ کا سایہ صرف وہ ہے جو آپ کو دھوپ سے بچائے اور چادر وہ ہے جو آپ کی پردہ پوشی کرے اور کھانا وہ جو آپ کو

آسودہ کرے اور مال اتنا ہی ہے جتنا تمھارے مقدر میں ہے لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْئٌ (سورہ آل عمران ۱۲۸، رکوع ۱۳، پارہ ۴) امر خداوندی میں آپ کو کچھ بھی اختیار نہیں۔ ہاں میرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔

(۱۲) آپ تقدیر کی ایک مہر ہیں جو ظاہری شکلوں پر ثبت کر دی جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ کسی کو بلند کرتا ہے اور کسی کو پست اور جس کے ذریعہ اللہ جوڑ توڑ کا کام لیتا ہے۔

(۱۳) اگر آپ کارساز مطلق کے ساتھ ادب واحترام کا دامن اس حق کا لحاظ کرتے ہوئے جس کو شارع حقیقی نے اپنے بندوں کے لئے بطور قانون بنایا ہے، مضبوطی سے پکڑیں گے تو اس کا بدلہ آپ کو ملے گا اور عطا وبخشش کا سلسلہ آپ پر اور آپ کے بعد آپ کے اہل وعیال پر جاری رہے گا۔ اگر آپ کے عمل میں اس کے احکام سے لاپرواہی پائی جائے گی اور اس کے بندوں کی عزت وآبرو کو آپ سے نقصان پہنچے گا تو آپ ظالموں کی صف میں شامل ہو جائیں گے (وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ) (سورہ بقرآیت ۲۷۹، پارہ ۳، رکوع ۳۷) اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

(۱۴) امیر المومنین! صحیح فہم وذوق سلیم کے مالک اپنے احوال وکوائف میں حق پر متحد وایک ہوتے ہیں وہ حق وانصاف اور احسان وللّٰہیت و خداترسی کی فراخ وکشادہ سرزمین پر جیتے ہیں اور ان کا چھوٹا بڑا حاکم و محکوم آزاد وغلام دین کے معاملہ میں سب یکساں ہوتے ہیں۔ ان میں ہر ایک کا مخصوص مقام ومرتبہ ہوتا ہے باہم اختلاف وانشقاق کی آگ نہیں بھڑکتی اور نا ہی ان پر بداخلاقی ورشوت ستانی کی فرماں روائی ہوتی ہے۔ ان کے فیصلے اللہ کے نازل کردہ آسمانی احکام کے مطابق ہوتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اللہ کی طرف سے امن وامان میں رہتے ہیں۔ ان کے برعکس جو لوگ فیصلوں میں حیلہ وسازش کرتے ہیں۔ حق کا ایک رُخ پیش کرکے درون خانہ باطل کو پوشیدہ رکھتے ہیں، ان کے بارے میں انصاف پرور حاکم یہ حکم سناتا ہے۔

وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُوْلٰئِکَ ھُمُ الْفَاسِقُوْنَ (سورہ مائدہ ۴۷، پارہ ۶) ''جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے دراصل وہی فاسق ہیں۔''

جب یہ لوگ باطل کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنی حکومت کی شان و شکوت سے شریعت کی راہ ہموار نہیں کرتے تو اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُلٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُون (سورہ مائدہ ۴۵ پارہ ۶) جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی ظالم ہیں۔ جب باطل کا مظاہرہ کرکے اس کے جواز کے لیے اپنی من گڑھت رائے سے حکمت شریعت کو حقیر سمجھ کر اپنی حکومت کی طاقت پر بھروسہ کرکے کوئی راہ تلاش کرتے ہیں اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں تو زبردست انتقام لینے والا اللہ ان کو مخاطب کرکے ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُلٰئِکَ ھُمُ الکَافِرُوْنَ (سورہ مائدہ ۴۴، پارہ ۶) (جو لوگ اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی کافر ہیں)

(۱۵) امیر المومنین! عمل کے محل خیال کے ہاتھوں تعمیر نہیں ہو پاتے اور نہ کسی ذی روح کی حفاظت بغیر ہمہ گیر قانون کے ممکن ہے۔ جو دونوں کو یکجا ومتحد کرے اور نزاع واختلاف کو مٹائے وہ بخدا صرف انصاف پر مبنی شریعت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ ہے۔ یہی اللہ کا حکم ہے اور اسی کے ذریعہ ایک کمزور اپنے طاقتور مقابل سے اپنا حق حاصل کرنے پر سکون وراحت محسوس کرتا ہے۔

(۱۶) امیر المومنین! آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے سید الخلائق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے لن تقدس امة لایوخذ للضعیف فیھا حقه من القوی غیر متنع (طبرانی وابن ماجہ) ''وہ قوم معزز وبابرکت نہیں ہو سکتی جس میں کمزور کو زبردست مدمقابل سے اس کا حق نہ دلایا جاتا ہو'' بخدا یہی حقیقت ہے۔

(۱۷) امیر المومنین! آپ کو بزرگ وبرتر صحابی رسول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت بھی خوب معلوم ہے کہ انھوں نے فارس وروم، مغرب وچین اور ہندو بربر کے دلوں پر ریشمی قالینوں اور نرم و گداز گدوں، اعلیٰ نسل کے گھوڑوں، فلک بوس عمارتوں اور سنہری محرابوں کے ذریعہ رعب ودبدبہ نہیں بٹھایا بلکہ بے لاگ انصاف سے مرعوب کیا اور ان کے دلیر، قدآور اور پُرنخوت لوگوں کو بے پایاں حکمت سے زیر کیا اور معلوم ہو کہ وہ حکمت سید الحکما، دانشوروں کے سرتاج امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے۔

(۱۸) امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کے دل پر مبارک الہام وتوفیق کا

ابر باراں برسائے اور آپ کی سلطنت نیک و دانا معاونین کے ذریعہ پائدار بنائے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ عوام ہوں یا خواص، حق پسند ہوں یا باطل پرست، حق ہر ایک کی پسلیوں میں پوشیدہ ہے۔ بسا اوقات آپ کا غلام آپ کے ناحق امور میں اپنے دست و بازو اور زبان و بیان سے حالات کی مجبوری کے تحت آپ کا معاون و مددگار ہوگا لیکن اپنی تنہائی میں آپ کو باعث مذمت سمجھے گا اور اس کے دل میں آپ کے حق میں بُرائی ہی ہوگی۔ آپ اس کے نزدیک نیک نام اور پاک سیرت نہیں ہوسکتے چاہے آپ اس کو آزاد کر کے بلند مقام پر فائز ہی کیوں نہ کر دیں یا اس کو اپنا وزیر ہی کیوں نہ منتخب کر لیں۔ یہی نہیں بلکہ چاہے وہ باطل میں آپ سے بڑھ کر ہی کیوں نہ ہو۔ یہی حق کے سلسلے میں اللہ کا پوشیدہ راز ہے۔

(۱۹) بادشاہوں کا لشکر عدل وانصاف پروری ہے اور ان کے محافظ ان کے اعمال ہیں اور ان کے حالات وکارناموں کے رجسٹر ان کے ہم نشیں وکارندے ہیں اور یہ رجسٹر رعایا کے ہاتھوں میں اور ان کے سامنے ہیں۔ لہٰذا اپنے حالات وکارناموں کا رجسٹر درست رکھیے اور اچھے کاموں اور نیک نامیوں سے بھر دیجیے۔ اپنا محافظ دستہ مضبوط کیجیے۔ اپنی فوج اور لشکر کو طاقتور بنائیے۔ دانشمند اور دین دار لوگوں کو اپنا دوست بنائیے۔

(۲۰) باخبر رہے کہ سخت گیر، خائن اور گمراہ لوگ آپ کے پاس نہ آنے پائیں کیوں کہ درحقیقت وہ آپ کے دشمن ہیں۔

(۲۱) اپنی سلطنت کو عورتوں، نوخیز لڑکوں اور بدتمیز لوگوں کا کھلونا بننے سے بچائیے کیوں کہ یہ سب کمزوری و بربادی لانے والے اسباب ہیں۔

(۲۲) جب آپ کوئی چیز پسند فرمائیں تو اپنے کام میں انصاف کو پیش نظر رکھیں، کسی غیر مستحق کو ہرگز ترجیح نہ دیں اور بغیر استحقاق کے کسی کو نہ بڑھائیں اور جب کچھ ناپسند ہو تو خوف خدا پیش نظر رہے اور اسی کی یاد سہارا دے۔

(۲۳) اپنا ضمیر خیانت کی کمزوری سے پاک رکھیے کیوں کہ آپ کی ذات لوگوں کی جان ومال کے لیے جائے امن وامان ہے۔ قابل اطمینان وہی ہوسکتا ہے جس کی گردش حق کے دائرے میں ہو نہ کہ غرض کے دائرے میں۔

(۲۴) جب آپ ناراض ہوں تو عفوو درگذر سے کام لیں۔ اس میں آپ کی کمزوری سزا دینے میں غلطی سے بہتر ہے۔

(۲۵) اپنی داد و دہش دیندار، صاحب علم و فضل، عقیل و فہیم اور اسلام کے لیے غیرت منداشخاص کے لیے مخصوص رکھیے اور ان میں سب سے زیادہ شریف الطبع، سب سے بڑے دانشمند، کم گو، دلائل و براہین پیش کرنے میں پختہ، صاحب الرائے اور اللہ و رسول کے سب سے زیادہ جاننے والے کو منتخب کیجیے۔

(۲۶) عدل وانصاف کے موقع پر نیک و بد، مومن و کافر سب کو برابر سمجھیے، سب سے مساوی سلوک کیجیے۔

(۲۷) دین اور دینداروں کی عزت وحرمت کی حفاظت کیجیے ور ایسے کام کیجیے جن کی بدولت اللہ کے یہاں آپ کا انجام کار بہتر ہو۔ توفیق بہر حال اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ ہم سب اللہ ہی کے ہیں اور سب کو اسی کے پاس واپس جانا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

روایت ہے کہ مکتوب الیہ اس پند وموعظت اور حکمت و دانائی سے بھرپور مکتوب سے بہت متاثر ہوئے، ان پر رقت طاری ہوگئی۔ انھوں نے حضرت والا کے احوال وکوائف بھی بڑی دلچسپی اور تفصیل کے ساتھ سماعت فرمائے اور ان سے بھی بہت متاثر ہوئے۔ انھوں نے یہ اقرار واعتراف کیا کہ ''احمد کی زبان میں ان کے نانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شیرینی وترنم ہے اور بلاشبہ اس دور میں یہ شخص اللہ کی اس سرزمین میں باعث برکت وسعادت ہے۔'' (بحوالہ ''مجلس رفاعیہ'' مرتب شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی ندوی ص ۱۵)

معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں قبول وعمل کا جذبہ تو تھا، لیکن عمل کی توفیق نہ مل سکی، عمل کا خانہ خالی ہی رہا۔ اس لیے کہ تاریخ اس سلسلہ میں خاموش ہے کہ انھوں نے اپنے گیارہ سالہ دور حکومت میں مذکورہ نصائح میں سے کسی ایک بات پر عمل کرنے کے لیے مثبت اقدام کیے ہوں۔ اس کے برعکس دیرینہ زمانہ سے قائم فاسد نظام اپنے تمام فسادات کے ساتھ قائم رہا اور بالآخر اس حکومت کے خاتمے کا باعث بنا جو پانچ صدیوں سے قائم تھی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار. (اے صاحبان بصیرت! اسی سے نصیحت پکڑو)

عمل سے قطع نظر یہ مکتوب بہر حال پند ونصیحت، حکمت و دانائی، بہترین سیاست وحکومت کے اصول وضوابط، بہترین زندگی گذارنے اور بہترین حکومت کے قواعد سے بھرپور ہے۔ اس کے نصائح پر عمل

کرکے 'خسر الدنیا والاخرة'' سے بچا جاسکتا ہے اور دین و دنیا دونوں کو حسنات و برکات سے آراستہ کیا جا سکتا ہے، لیکن آپ نے ابتدائے مکتوب میں ہی ایک شرط بیان فرمادی ہے جو بظاہر آسان ہے مگر عملاً بہت مشکل ہے لیکن ناگزیر بھی۔ وہ یہ کہ نصیحت کے وقت'' ناصح میں خلوص و خیر خواہی اور سامع میں قبول و عمل کا جذبہ ہونا چاہیے۔ یہ آسان نہیں، خصوصاً آخر الذکر میں عمل کا مرحلہ بہت ہی کٹھن ہوتا ہے اور جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

﴿تمام نصائح کا خلاصہ یہ ہے کہ﴾

❁ اتباع شریعت وسنت کو شعار بنایا جائے، اللہ و رسول کے احکام کی مکمل پابندی کی جائے۔

❁ حکومت کے کام باہمی مشورے سے کیے جائیں۔مشیروں کا انتخاب ان کی ایمانداری و دیانت داری، فہم و فراست، ہمت و جرأت، اصابت رائے، شرافت و سنجیدگی، کم گوئی، معاملہ فہمی اور سب سے بڑھ کر ان کے حب اللہ و حب رسول کو دیکھ کر کیا جائے۔ بددیانت، ظالم و خائن، گمراہ و بے دین لوگوں سے دور و نفور رہا جائے کہ ایسے لوگ اللہ و رسول کے دشمن اور خود آپ کے اور آپ کی حکومت کے دشمن ہیں۔

❁ اپنی پسند و ناپسند سے قطع نظر مستحق کو اس کا حق دینا، عفو و درگزر سے کام لینا اور خوف خدا کو بہر حال پیش نظر رکھنا ہی ہمت و حوصلہ کا بلند مقام ہے اور حکمراں کے لیے خصوصاً ضروری ہے۔

❁ دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو آپ اپنے لیے پسند کرتے ہیں۔

آپ نے قرآن و حدیث اور تاریخ کے حوالوں سے نیز بزرگوں کے کارناموں سے یہ ثابت کیا کہ وہی لوگ کامیاب و کامران رہے جنھوں نے ان باتوں کو اختیار کیا۔

حکمت و موعظت کے یہ اصول پنچگانہ اور جواہر پارے ہر دور کے لیے اور صرف مستنجد باللہ العباسی کے لیے ہی نہیں ہر حکمراں کے لیے بلکہ ہر شخص کے لئے مفید و کارآمد ہیں، آپ کے اس فرمان ذیشان کے ساتھ کہ'' سامع میں قبول و عمل کا جذبہ ہو''۔ رہی عمل کی توفیق تو وہ جذبہ کے ساتھ اس کے حکم پر موقوف ہے، وہ جس سے خوش ہوتا ہے اور جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔وما توفیقی الا باللہ البتہ اس کی خواہش، طلب اور کوشش ہونی چاہیے۔ یہ ہر مومن، صالح اور متقی شخص پر فرض ہے۔

﴿تفصیلی مطالعہ کے لیے کتب﴾

(۱) البرہان المؤید، اردو ترجمہ البنیان المشید، مترجم مولانا ظفر احمد عثمانی۔
(۲) تذکرۃ المحققین، اردو ترجمہ ''عظمت رفاعی'' مترجم مولانا محمد ابراہیم آسی۔
(۳) تذکار النفع، حضرت سید محمد کمال الدین آفندی الحسینی الرفاعی۔
(۴) مجالس رفاعیہ، مرتب شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی ندوی۔
(۵) تذکرہ حضرت رفاعی، مرتب شاہ قادری سید مصطفیٰ رفاعی ندوی۔
(۶) سید الاولیاء، مفتی جلال الدین احمد امجدی۔
(۷) شان رفاعی، الحاج سید رضی الدین رفاعی۔
(۸) تاریخ الامت، مولانا اسلم جیراجپوری۔
(۹) تاریخ الاسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی۔
(۱۰) تاریخ الاسلام، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی۔
(۱۱) خلافت و ملوکیت، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی۔
(۱۲) ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، ثروت صولت۔

☆☆☆☆☆

سلام بحضور سلطان الاولیاء

از سید زاہد رفاعی

امِ عبیدہ والے میرا سلام لیجئے
ماہ عرب کے ہالے میرا سلام لیجئے
سرکارِ غوثِ اعظم یا قطب عالم
بگڑی بنانے والے میرا سلام لیجئے
احمد کبیر ہو تم، روشن ضمیر ہو تم
بے مثل شان والے میرا سلام لیجئے
ڈوبوں کا آسرا ہو کشتی کے ناخدا ہو
ڈوبی ترانے والے میرا سلام لیجئے
مایوں غمزدوں کی، ٹوٹے دلوں کی
فریاد سننے والے میرا سلام لیجئے
کس گھر میں تجھ کو ڈھونڈوں کس جاء پہ جاؤں
گھر دل میں کرنے والے میرا سلام لیجئے
لے کر سلام آیا، زاہد غلام آیا
اے آن بان والئے میرا سلام لیجئے

قلادة الجواهر فی ذکر الغوث الرفاعی و اتباعه الاکابر

ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

مولانا کمال احمد علیمی، استاد دار العلوم علیمیہ، جمدا شاہی بستی، یوپی

چھٹی صدی ہجری کے معروف بزرگ حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کی عبقری شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ اقطاب اربعہ میں سے ایک جلیل القدر قطب، فقہ شافعی کے رمز شناش محقق، علم حدیث کے ماہر شناور اور میدان رشد وہدایت کے عظیم شہ سوار ہیں۔ ماں کے شکم میں گفتگو کرنا، شیر و سانپ کو مسخر کرنا، دنیا ہی میں جنت فروخت کرنا اور فضا میں قیام کرنا یہ اور اس طرح کی بے شمار کرامتیں ہیں، جو آپ کی طرف منسوب ہیں مگر سب سے بڑا شرف آپ کو یہ ملا کہ ۵۵۵ھ میں سفر حج کے دوران ہزاروں کے مجمع میں بحالت بیداری حضور تاجدار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کو اپنی دست بوسی کے اعزاز سے نوازا، اس عظیم کرامت کی عظمت شان کا اندازہ اس سے لگائیے کہ علامہ سیوطی کی تصریح کے مطابق اس کا انکار برے خاتمہ کا باعث بن سکتا ہے، اسی دست بوسی کا فیضان ہے کہ آج بھی آپ کی اولاد کا لعاب دہن کامیاب مرہم کا کام کرتا ہے، اور کسی زخم یا بیماری پر لگا دینے سے فوراً شفا ملتی ہے۔

حضرت رفاعی قدس سرہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مظہر اور ان سے فیض یافتہ ہیں، ہر نبی ورسول نے آپ کو ایک خصوصی وصف سے نوازا ہے، یہی وجہ ہے آپ بیک وقت ریاضت ومجاہدہ، صبر و عطا، فراست وحکمت، ایثار وقربانی، اور توکل وتواضع جیسے نادر اوصاف کا جامع نظر آتے ہیں، یقیناً یہ ساری خوبیاں آپ کو انبیائے کرام اور رسولوں کی برکت سے حاصل ہوئی ہیں۔

آپ کے سلسلۂ عالیہ کو شرق وغرب میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، اس سلسلۂ مبارک سے عالم اسلام کی بڑی بڑی شخصیتیں جڑیں، چنانچہ سلسلۂ رفاعیہ سے فیض یافتہ لوگوں میں جہاں دنیاوی امرا و سلاطین نظر آتے ہیں وہیں علامہ سیوطی، امام شعرانی، علامہ جزری سیدی احمد بدوی اور شیخ ابراہیم دسوقی جیسی عبقری شخصیتیں بھی نظر آتی ہیں جن کے دم قدم سے عالم اسلام میں عظیم انقلاب برپا ہوا، حضرت رفاعی قدس سرہ اور ان کی سوانح حیات پر متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آئیں، اب تک جن کتابوں کے بارے میں مجھے علم ہوا ان کی تعداد بیس سے متجاوز ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ بہت ساری تحریریں اور کتابیں پردہ خفا میں ہیں اور ان سب پر وہ تعریفی وتوصیفی تحریریں مستزاد ہیں جو علامہ ذہبی، امام ابن اثیر، علامہ شعرانی، ابن خلکان، علامہ تاج الدین سبکی، علامہ عینی، علامہ نبہانی، علامہ شاذلی اور علامہ سیوطی وغیرہ نے آپ کی شان میں اپنی کتابوں میں درج کی ہیں۔

حضرت کی سیرت وسوانح سے متعلق تمام دستیاب کتابوں میں زیر نظر کتاب:

قلادة الجواهر فی ذکر الغوث الرفاعی واتباعه الاکابر سب سے جامع اور مفصل کتاب ہے، اس کا ایک بہت پرانا نسخہ جسے محبّ گرامی حضرت مولانا سید حسام الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، گجرات) نے مجھے دستیاب کرایا تھا، کچھ دنوں کے بعد اسی کتاب کا ایک اور نسخہ حاصل ہوا، جو ۲۰۰۴ء میں مکتبہ رفاعی قاہرہ سے جدید کتابت کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ بروقت میرے سامنے یہی نیا نسخہ ہے، ۶۶۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب حضرت رفاعی کی سیرت وسوانح کی تمام کتابوں کا نچوڑ اور ان کا خلاصہ ہے، یہ کتاب مشہور رفاعی بزرگ علامہ محمد ابو الہدی آفندی صیادی رفاعی (ولادت ۱۲۶۶ھ وفات ۱۳۲۷ھ) کی تصنیف ہے، علامہ موصوف جید عالم دین اور کثیر التصانیف بزرگ گزرے ہیں، حلب میں سجادہ رفاعیہ کے شیخ، اور وہاں کے اشراف کے مقتدیٰ ونقیب رہے ہیں، سلسلہ رفاعیہ کے متاخرین

بزرگوں میں غالباً آپ سب سے زیادہ کتابوں کے مصنف و مولف ہیں، سیکڑوں کتابیں یادگار ہیں، جن میں صراط مستقیم، ضوء الشمس، حقیقت محمد یہ، روح الحکمۃ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ان کتابوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے آپ ایک زبردست محقق و مصنف، لائق مفسر و محدث، اور متعدد علوم وفنون میں گہری لیاقت وصلابت کے حامل عالم دین تھے۔

زیر نظر کتاب حضرت رفاعی قدس سرہ کی حیات و خدمات سے متعلق تقریباً تمام گوشوں کو محیط ہے، یہ کتاب دس ابواب اور ایک خطبہ پر مشتمل ہے، بہتر ہوگا کہ ہر باب کے مشمولات کا الگ الگ اجمالی ذکر کر دیا جائے تا کہ قارئین کتاب کے جملہ مندرجات سے آگاہی حاصل کر لیں۔

خطبۃ الکتاب: کتاب کا آغاز ایک شاندار دیباچے سے ہوتا ہے، اس خطبہ میں حمد وصلاۃ کے بعد مصنف علام نے مقام عبودیت اور توکل علی اللہ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ان سے وابستگی کی ترغیب دی ہے، دنیائے ولایت کے شہبازوں کی خدمت میں ایک طویل قصیدے کے ذریعہ خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ چونکہ اہل اللہ کی جماعت میں حضرت رفاعی قدس سرہ ایک انفرادی شان اور ممتاز مقام پر فائز ہیں، اسی لیے میں نے چاہا کہ آپ کے مناقب واحوال، کرامات و اقوال اور آپ کے سلسلہ سے متعلق مفید معلومات قلم بند کروں، اس حصۂ کتاب میں مصنف نے ان نادانوں پر تازیانۂ عبرت بھی برسایا ہے جو بلاعلم و آگہی کے محض تعصب وعناد کے ناتے اولیا کرام کو ایک دوسرے سے افضل ثابت کرتے ہیں۔

باب اول: اس باب کا بنیادی موضوع حضرت کے حسب ونسب کا ذکر ہے، آپ کے نام اور جائے ولادت سے متعلق نفیس تحقیق اس باب کی زینت ہے، آپ کو رفاعی کیوں کہتے ہیں؟ اس سلسلے میں مصنف محترم نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ آپ کے ساتویں نمبر کے جد امجد حضرت رفاعہ کی طرف نسبت کر کے آپ کو رفاعی کہا جاتا ہے، ماں اور باپ دونوں کی طرف سے آپ کا سلسلۂ نسب بیان کرتے ہوئے مصنف نے آپ کی ولادت کے وقت اور مدت شیر خوارگی سے جڑے ہوئے چند محیر العقول واقعات وکرامات بھی بیان کیے ہیں۔ان میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ بعد ولادت آپ کی ماں چونکہ پاک صاف نہیں تھیں، اس لیے آپ نے ان کا دودھ نہیں پیا، پھر جب ایک پاک صاف مرضعہ لائی گئی تب آپ نے اس کا دودھ پیا۔

متعدد بزرگوں کے اقوال وارشادات اس باب کی زینت ہیں جو آپ کی ولادت کی بشارت اور آپ کی عظمت وفضیلت پر شاہد ہیں۔

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے تعلق سے کچھ لوگوں نے یہ شگوفہ چھوڑا ہے کہ آپ سید کے بجائے شتبری نسل سے تھے، اس باب میں مصنف مکرم نے اس نظریے کے حاملین پر زبردست تنقید کرتے ہوئے ثابت فرمایا ہے کہ شیخ جیلانی اور حضرت رفاعی دونوں صحیح النسب سادات میں سے ہیں۔

باب دوم: اس باب کا بنیادی موضوع آپ کی ولادت اور نشو ونما کی کیفیت کا بیان اور ان اقوال وارشادات کا ذکر ہے جو آپ کے ظہور کی بشارت سے متعلق ہیں۔اس باب کا آغاز اس نبوی بشارت سے ہوتا ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ماموں شیخ منصور سے فرماتے ہیں کہ تمہاری بہن کے شکم سے چالیس روز بعد ایک فرزند کی ولادت ہوگی، جس کا نام احمد رفاعی ہوگا، جب وہ بڑا ہو جائے گا تو تربیت کے لیے شیخ علی قاری کے حوالے کر دینا۔

ارشاد نبوت کے مطابق حضرت کے ماموں نے آپ کو حضرت علی قاری کی تربیت کے حوالے کر دیا، حضرت رفاعی آپ سے ابھی تعلیم و تربیت کا جام پی ہی رہے تھے کہ ایک حیران کن واقعہ پیش آ گیا، ایک بار شیخ موصوف کے ہمراہ ایک دعوت میں گئے، وہاں کھانے کے بعد قوالی کا آغاز ہوا، دوران قوالی حضرت رفاعی کھڑے ہو گئے، اور جھپٹ کر قوال کا دف چھین کر پھینک دیا، اہل محفل کو یہ بات ناگوار گزری، آپ سے اس حرکت کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ قوال ہی سے استفسار کر لیں، قوال نے کہا کہ اس بچے نے جو کچھ کیا ہے صحیح کیا ہے، دراصل گزشتہ رات میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس تھا جو شراب کے نشے میں جھوم رہے تھے، جب آپ حضرات میری قوالی پر جھومنے لگے تو مجھے یہ خیال آیا کہ آپ لوگ بھی انھیں شرابیوں کی مانند جھوم رہے ہیں، بس اسی خیال پر اس بچے نے مجھ سے دف چھین کر پھینک دیا۔ یہ سن کر تمام مشائخ و حاضرین محفل نے آپ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

ظاہری تعلیم وتربیت کے بعد بحکم الہی آپ کے ماموں شیخ منصور

بطائحی نے آپ کو خلافت واجازت سے نوازا آپ کے سر پر دستار مشیخیت باندھی۔

اس باب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ بچپن ہی سے شرافت و کرامت، کشف و الہام اور اخلاق عالیہ کے پیکر جمیل تھے، سیدی احمد بن زنگی فرماتے ہیں "کان احسن اھل زمانہ طفلا" بچپن ہی سے آپ اپنے زمانے میں سب سے اچھے تھے، عہد طفولیت ہی سے علم دوستی کا یہ حال تھا کہ سوائے فقیہ ابوالليث کے اور کسی کے پاس بیکار بیٹھتے ہی نہیں تھے۔

باب سوم: اس باب میں حضرت رفاعی قدس سرہ کے اخلاق عالیہ اور سیرت طیبہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن وحدیث اور اقوال صالحین کے ذریعہ اخلاق حسنہ کی اہمیت وفضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے مصنف علام نے فرمایا کہ حضرت رفاعی اخلاق رسالت کا پرتو جمیل اور اسوۂ نبوت کا حسین نمونہ ہیں، خوش خلق، پابند عہد، اوروں کے خیر خواہ تھے، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے، اپنوں اور غیروں کی خطاؤں کو درگذر کرتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، مریض چاہے کتنی دوری پر ہو خبر لگتی تو عیادت کے لیے ضرور جاتے، سلام میں پہل کرتے، ذاتی کام خود اپنے ہاتھ سے کرتے، صلہ رحمی، صبر وشکر اور غریبوں کی خبر گیری کرتے، تواضع وانکساری، اور عاجزی وفروتنی کا اظہار فرماتے، نادانستگی میں اگر کسی سے ایذا پہنچتی تو درگزر کردیتے، ایک دن آپ ہی کے مرید ایک فقیر نے دوسرے فقیر سے جھگڑا کیا اور رات کے وقت غلطی سے آپ کو فقیر سمجھ کر خوب مارا، پیٹا، حقیقت حال معلوم ہوئی تو بے ہوش ہوگیا، حضرت نے نہ صرف اس کی مار برداشت کی بلکہ اس کے ہوش آنے پر اس سے معذرت خواہ بھی ہوئے کہ میرے ڈر سے تم بے ہوش ہوگئے تھے، اس کے لیے مجھے معاف کردو۔

آپ کی رافت و رحمت انسانوں تک محدود نہ تھی، جانور اور حشرات الارض بھی آپ کے ابر کرم سے مستفید ہوتے، ایک بار ایک باغ میں آپ کے دامن پر ٹڈی آکر بیٹھ گئی آپ رونے لگے کہ نہ جانے یہ ٹڈی کہاں سے آئی، صد افسوس کہ میری وجہ سے اس کا گھر چھوٹا۔

اس طرح متعدد واقعات ہیں جن سے آپ کے اخلاق پر اطلاع وآگاہی حاصل ہوتی ہے۔

باب چہارم: اس باب میں آپ کی کرامتوں اور ان نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو بارگاہ الٰہی سے آپ کے حصے میں آئیں۔

اس باب کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رفاعی کی ذات سراپا کرامت تھی، مگر پابند شریعت ہونا اور طہارت کے ساتھ متبع سنت ہونا آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے۔

متعدد کرامات اس باب کی زینت ہیں جن میں سے چند کرامتیں ہدیۂ قارئین ہیں۔

- آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ و السلام نے آپ کو بحالت بیداری دست بوسی کے شرف سے نوازا۔
- ایک بار ایک آدمی نے آپ سے تعویذ لکھنے کے لیے عرض کیا، آپ بغیر روشنائی کے لکھتے تھے، تعویذ لکھ کر دیدیا، کچھ دن کے بعد بغرض امتحان اس آدمی نے اسی کاغذ پر پھر تعویذ لکھنے کی گزارش کی، حضرت نے فرمایا کہ اس پر پہلے ہی سے تعویذ لکھا ہے۔
- فاطمہ نامی معذور لڑکی کو آپ کے دست اقدس نے چھولیا تو وہ صحیح و سالم ہوکر چلنے لگی۔
- اپنی خانقاہ میں وعظ فرماتے تو قریب ہی کی طرح دور کے لوگ بھی آپ کی بات سنتے۔
- شیر نے ایک نوجوان کو پھاڑ دیا آپ کی دعا سے وہ صحیح وسالم ہوگیا۔

علاوہ ازیں بیماری کو شفا میں بدل دینا، شقی کو سعید بنا دینا، عام انسان کے ہاتھ پر جنت فروخت کردینا، پگھل کر پانی بن جانا پھر اصلی حالت میں آجانا، اور فضا میں کئی دن معلق رہنا یہ سب آپ کی تابندہ کرامتیں ہیں جو آپ کی عظمت وولایت کی روشن دلیل ہیں۔

باب پنجم: اس باب کا بنیادی موضوع حضرت رفاعی کی شان عبودیت کا اظہار اور اس امر کا بیان ہے کہ آپ ہر حال میں آداب رسالت پر کاربند، اور تحمل وبردباری، تواضع وانکساری اور عاجزی وفروتنی میں غرق رہتے تھے۔

چنانچہ مصنف علام نے فرمایا کہ آپ کے اندر وہی اوصاف تھے جو ایک عام غلام اور نوکر کے اندر ہوتے ہیں، ولایت کے منصب جلیل اور قطبیت کے مرتبہ عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود غلام کی مانند اپنا کام خود کرتے، خانقاہ کی صفائی اور کپڑوں کی دھلائی خود فرماتے، آپ ہی کا

قول ہے کہ میں نے ہر دروازے سے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر سب پر بھیڑ دیکھا، مگر ذلت وانکساری کا دروازہ مجھے خالی ملا، تو اسی سے میں اپنی منزل تک پہنچ گیا۔

آپ کی رحم دلی اور شان عفو کا اندازہ اس سے لگائیے کہ ایک بار ایک یہودی نے آپ کو عام مسلمان سمجھ کر رات کے وقت پکڑ لیا اور خوب مارا پیٹا، سپیدۂ سحر نمودار ہوا تو حقیقت حال دیکھ کر بے ہوش ہو گیا، حضرت نے اسے ہوش میں لاکر اس کے گھر بھیج دیا اور اپنے گودام سے ایک سال کا غلہ بھی اس یہودی کے گھر بھجوا دیا یہودی آپ کا یہ سلوک دیکھ کر مع اہل وعیال مسلمان ہو گیا۔

سخاوت کا عالم یہ تھا کہ علامہ بدرالدین عینی کے مطابق ایک شیخ کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک رات خانقاہ میں گزاری، وہاں لاکھ سے زیادہ لوگ تھے، حضرت نے سب کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا انتظام کیا تھا۔

باب ششم: اس باب میں حضرت کے کلمات طیبات، آپ کی مجلس وعظ اوران سوالات کے جوابات مذکور ہیں جو آپ سے کیے گئے۔

مرتبۂ ولایت پر فائز ہونے کے بعد انسان کی زبان سے نکلنے والے کلمات اس کے اپنے نہیں ہوتے ہیں بلکہ اللہ رب العزت کے کلمات ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک ولی کی زبان میں جو تاثیر اور شیرینی پائی جاتی ہے عام آدمی کی زبان اس سے خالی ہوتی ہے، حضرت رفاعی ولایت کے عظیم منصب پر فائز تھے اس لیے آپ کی زبان سے نکلنے والے کلمات بھی رشد و ہدایت کا سرچشمہ اور علم وحکمت کا بیش بہا خزانہ ہیں۔ چند اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

زہد احوال مرضیہ اور مراتب عالیہ کی بنیاد ہے، فقیر اپنے لیے غضب ناک ہوگا تھک جائے گا اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر دے گا تو مامون رہے گا، فقرا کی صحبت سے یقین میں اضافہ ہوتا ہے، فکر نور عقل، ذکر نور قلب، اخلاص نور روح، اور تقوی چہرے کا نور ہے۔ حسد گناہوں کی ماں ہے، سب سے معزز وہ ہے جسے طاعت الٰہی معزز بنائے، اور سب سے ذلیل وہ ہے جسے معصیت الٰہی ذلیل بنائے۔

ان اقوال کے علاوہ چند محیر العقول سوالات کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔ ایک بار آپ سے کسی نے پوچھا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدفن نجد میں ہے، کچھ لوگ دیارِ بکر میں اور کچھ حضرات مشہد کرخی میں بتاتے ہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ سب صحیح کہتے ہیں، حدیث شریف ہے کہ مومن کی قبر سال بھر کی مسافت کے بقدر کشادہ ہوتی ہے، عام مومن کا جب یہ حال ہے تو حضرت علی کی قبر کا کیا حال ہوگا، آپ کی قبر تو اور زیادہ وسیع اور عریض ہوگی اور سال بھر کی مسافت کے تحت نجف، مشہد کرخی اور دیار بکر سب آ جائیں گے۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ حضور محبت کا کیا رنگ ہوتا ہے؟ فرمایا کہ ہرا، کیوں کہ جس طرح طبیعت ہرا رنگ دیکھ کر مطمئن اور خوش ہوتی ہے اسی طرح محبت سے بھی دل کو اطمینان وسکون اور مسرت ملتی ہے۔

اس باب کے اخیر میں آپ کے کچھ اشعار بھی دیے گئے ہیں جن کی تعداد دوسو کے آس پاس ہوگی، ان اشعار کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نثر کی طرح نظم میں بھی قادر الکلام تھے، چند اشعار ملاحظہ ہوں:

لا تغفل من الاحسان یوما
مما تدری السکون متی یکون
لیس التصوف بالخرق
من قال هذا ما صدق
ان التصوف یا فتی
حرق کان بها قلق
اذا رأیت ملوک الارض اجمعها
فانظر الی ملک فی زی مسکین

باب ہفتم: اس باب میں حضرت کے اوراد و وظائف، ادعیہ مبارکہ اور آپ کی طرف منسوب درود واحزاب کا ذکر کیا گیا ہے، یہ سب اوراد و احزاب سادات رفاعیہ کے یہاں معروف ومشہور اور دفع بلیات و حصول مقاصد کے لیے مجرب ومعمول ہیں۔ ہر حزب ودعا کی ایک سند ہے جو حضرت رفاعی قدس سرہ پر جا کر منتہی ہوتی ہے، خود مصنف نے بھی بیان فرمایا کہ یہ سب اوراد و وظائف آپ کو تین سندوں سے ملے ہیں۔ ۱۹ سے زائد اوراد، ۱۰ سے زائد احزاب اور درود پاک کے متعدد صیغوں پر مشتمل یہ باب ایک گنج گراں مایہ ہے، جن احزاب کا مصنف نے ذکر فرمایا ہے ان میں حزب الحصن، حزب الستر، حزب البرکات، حزب الاسرار، حزب کبیر، حزب صغیر اور حزب فیوضات قابل ذکر ہیں۔

اصحاب سلوک اور اہل طریقت کے لیے اس باب کا مطالعہ حد درجہ سودمند رہے گا۔اخیر میں مصنف نے کتاب کے تمام قارئین کو باب میں مذکور تمام اوراد و وظائف کے پڑھنے کی عام اجازت عطا کی ہے۔

باب ہشتم: اس باب میں مصنف نے حضرت کے مشائخ کرام، آپ کی طریقت کے آداب، آپ کے مسلک و جماعت کی نمایاں علامات، اور آپ کے طریقہ کا ذکر کیا ہے۔

اس باب کا آغاز حضرت کے سلسلۂ طریقت و خلافت کے تذکرے سے ہوتا ہے، مصنف نے ان تمام رجال طریقت کا ذکر کیا ہے، جن کے واسطے سے حضرت کو طریقت و خلافت اور خرقۂ مشیخت حاصل ہوا۔

مرشد کامل سے وابستگی پر مصنف نے بہت زور ڈالا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں ''مرشد کامل کا دامن تھامنا طالب کے لیے سب سے اہم کام ہے، کیوں کہ مرشد ہی منزل تک پہونچنے کی رسی اور ترقی کا زینہ ہوتا ہے۔''

ایک مرشد پر اس کے پیر کے کیا حقوق ہیں، اس کا ذکر کرتے ہوئے مصنف ایک جگہ فرماتے ہیں ''وہ آداب جو مرید سے شیخ کے حق میں مطلوب ہیں، ان میں سے ضروری آداب یہ ہیں کہ مرید ظاہر و باطن دونوں میں شیخ کی تعظیم بجالائے، اس کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرے، جب شیخ کسی کام میں مشغول ہو تو اس سے سلام کے لیے ہاتھ نہ بڑھائے وغیرہ۔''

ایک طالب صادق شیخ سے کس طرح اکتساب فیض کرے، اور شیخ مرید کو کس طرح منزل بہ منزل تربیت کے مراحل سے گزارے اس کا بیان اس باب کی جان ہے، مصنف نے بڑی تفصیل سے بتایا ہے کہ شیخ مرید کو کس طرح ریاضت و مجاہدہ اور خلوت کے مراحل سے گزارے، کس طرح اسے چاؤسی نقابت اور خلافت و سجادگی سے نوازے، علاوہ ازیں اس باب میں محبت رسول، اطاعت الٰہی، اخلاص نیت، ذکر الٰہی، فنا فی الشیخ اور فنافی الرسول جیسے اہم عناوین پر اچھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

باب نہم: اس باب میں حضرت کی اولا دو ذریت، مشاہیر اصحاب و متبعین اور اہل خرقہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

باب کا آغاز آپ کی اولا د امجاد اور ان کی ذریت کے تذکرے سے ہوتا ہے۔حضرت کی ذریت میں سیدی علی بن عثمان، سید قطب الدین صالح رفاعی، سید عبد الرحیم رفاعی، اور سید ابراہیم اعزب رفاعی وغیرہ کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے، ان کے علاوہ جن حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ان میں سید احمد نجم الدین، سید عزالدین رفاعی، سید صدرالدین، سید علی خزام صیادی رفاعی، سید محمد بہاءالدین مہدی رواس رفاعی، شیخ عمر فاروثی، شیخ شمس الدین جزری، علامہ سیوطی، علامہ عبدالوہاب شعرانی اور سیدی علی ابوکلوک بغدادی قابل ذکر ہیں۔

اس باب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کی ذریت مبارکہ اور اصحاب سلسلہ کس قدر عظیم الشان اور رفیع المرتبت تھے، ساتھ ہی ساتھ ان متعصب لوگوں کی تردید بھی ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ سلسلہ رفاعیہ جاہلوں کا سلسلہ ہے، ظاہر ہے جس سلسلہ سے فیض اٹھانے والوں میں علامہ سیوطی، علامہ شعرانی، اور علامہ جزری جیسی عبقری شخصیتیں ہوں اس سلسلہ کو جہلا کا سلسلہ قرار دینا بجائے خود جہالت و نادانی نہیں تو اور کیا ہے؟

باب دہم: حضرت رفاعی سے محبت عقیدت اور ان کے دامن کرم سے وابستگی کس قدر برکت وسعادت کا باعث ہے یہی امر اس باب کا بنیادی موضوع ہے۔

اس باب کے ابتدائی حصے میں مصنف نے اللہ و رسول اور صالحین سے محبت و عقیدت کے حوالے سے بڑی قیمتی باتیں بیان فرمائی ہیں، اور بتایا ہے کہ جس طرح ایک عام محبت کرنے والے کو اپنے محبوب سے فیض ملتا ہے اور محبوب کے اخلاق و عادات کی چھاپ اس محبّ پر پڑتی ہے۔اسی طرح سے اللہ و رسول اور صالحین سے محبت کرنے والے بندے کو بھی ان ذوات قدسیہ کے دربار سے فیض ملتا ہے۔۔چونکہ حضرت رفاعی عظمت و ولایت کے تاجدار اور قربت الٰہی سے سرشار تھے، اس لیے جو بھی آپ سے عقیدت و محبت رکھے گا اسے آپ سے ضرور فیض ملے گا۔

حضرت رفاعی اپنے مریدین کو کس قدر چاہتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں کہ ایک بار آپ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، ہاتف غیبی نے ندا دی کہ آج رب تعالیٰ آپ کی تین دعائیں قبول فرمائے گا، آپ جو مانگنا چاہیں مانگ لیں، آپ نے

عرض کیا کہ رب کریم! میری پہلی دعا یہ ہے کہ میرے ہر مرید کو بخش کر اس پر رحمت نازل فرما، دوسری دعا یہ ہے کہ جو میری اولاد کی غم خواری کرے اس پر رحم فرما، تیسری دعا یہ ہے کہ جو مجھ سے اور میرے اہل بیت سے محبت کرے اس پر رحم فرما، ہاتف غیبی نے آواز دی کہ ہم نے تیری تینوں دعائیں قبول کر لی ہیں۔ اپنے مریدین سے حضرت کی محبت ورأفت کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ دعا میں سب سے پہلے اپنے مریدین کے لیے مغفرت ورحمت طلب کیا اس کے بعد اپنے اہل بیت کا ذکر کیا۔

اسی باب میں خطیب بغدادی کے حوالے سے بغداد اور اطراف بغداد کے ان مقابر کا ذکر کیا ہے جو اہل اللہ اور معروف ائمہ دین کا مدفن ہیں جو مقابر باب الشام، مقبرہ باب الیقین، مقبرہ باب حرب وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس آخری باب کا اختتام ان نفوس قدسیہ کے تذکرہ پر ہوتا ہے جو جملہ فیوض وبرکات کا مصدر اور کشور ولایت، وقطبیت کے بے تاج بادشاہ سمجھ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس باب میں حضرت حسن بصری، جنید بغدادی، سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، سید ابراہیم دسوقی جیسی عظیم ہستیوں کا ذکر جمیل موجود ہے مصنف کا یہ عمل ایک طرف تمام اولیائے کرام سے ان کی محبت کا روشن اشارہ ہے تو دوسری طرف اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ وہ تعصب کے موذی مرض سے پاک ہیں، وہ جس طرح سے اپنے سلسلہ کے بزرگوں سے عقیدت رکھتے ہیں اسی طرح سے دیگر سلاسل کے بزرگوں سے بھی محبت کرتے ہیں۔

کتاب کا اختتام ان تقاریظ وتاثرات پر ہوتا ہے جو مصنف کے معاصر اہل علم ودانش نے ان کے اس عظیم کارنامے کو سراہتے ہوئے تحریر کیا ہے، تقاریظ وتاثرات سے اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ تو ہوتا ہی ہے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف علام اپنے معاصرین میں امتیازی عظمت شان کے حامل تھے۔ تبصرہ کے اختتام پر عرض کرتا چلوں کہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور راقم الحروف حضرت مولانا سید حسام الدین رفاعی کی فرمائش پر زیر نظر کتاب کا اردو ترجمہ کر رہا ہے، ۴۰۰ صفحات کا ترجمہ ہو چکا ہے، دعا فرمائیں کہ جلد از جلد ترجمہ مکمل ہو جائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور علمِ حدیث

محمد عرفان محی الدین قادری ربانی، ریسرچ اسکالر، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

اس خاکدان گیتی پر جن بلند و بالا شخصیتوں نے اپنے اقوال و افعال سے خدمت اسلام کا عظیم فریضہ انجام دیا، ان میں نمایاں اور روشن ترین نام سید العارفین ابوالعباس حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کا ہے۔ آپ کا شمار ممتاز و مشہور صوفیا و عارفین، مستند و مقدس اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔ حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ جس دور میں تشریف لائے وہ خلافت عباسیہ کا دور تھا۔ خلیفہ مستظہر باللہ کا زمانہ تھا۔ عصر عباسی کو اسلام میں سنہرا دور کہا گیا کیونکہ خلافت عباسیہ میں مفسرین و محدثین، فقہا و حکما، فصحا و بلغا، ادبا و شعرا کا دور تھا تو کہیں یونانی کتب کے تراجم ہو رہے تھے۔ مفسرین میں امام فخر الدین رازی اور صاحب تفسیر کشاف علامہ زمخشری کے نام ملتے ہیں۔ محدثین میں ابن اثیر کا نام ملتا ہے، ادبا میں الحریری، ابن حاجب اور شعرا میں عمر بن الفارضی، بہاؤالدین زہیر، ابوالعتاہیہ، ابوتمام متنبّی کے نام ملتے ہیں۔ صوفیا و اولیا میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت شہاب الدین سہروردی، محی الدین ابن عربی، حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ ملتا ہے۔

ولادت با کرامت :

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کتب تواریخ و تصوف میں مستند انداز سے ملتی ہے۔

صاحب اقطاب التصوف الثلاثہ تحریر کرتے ہیں:

وولدالامام احمد الرفاعی و کان ذلک فی ام عبیدة وھی جزیرة قریب واصل من محافظة البصرة بالعراق فی عام ۵۱۲ ایام عھد خلافة مستظھر باللّٰہ من العصر العباسی الثانی و تمت فی بیت خالہ القطب الربّانی الشیخ منصور البطائحی اذ تو فی والدہ و ھو حمل فی بطن امہ. (۱)

حضرت امام رفاعی کے والد گرامی کا انتقال ولادت سے قبل ہو چکا تھا۔ حضرت رفاعی کا گھر غم میں ڈوبا ہوا تھا اور حضرت رفاعی کی ولادت سے ہی اس گھر میں خوشیوں کا ماحول پیدا ہوا۔

وکان لمولد الرفاعی من فرحة فی البیت الحزین (۲)

خلیفہ مستظہر باللہ کا عہد خلافت ۴۶۷ھ تا ۵۱۲ھ تا ۵۲۹ھ خلیفہ مسترشد باللہ کا دور تھا (۳)

"قدم ابوہ العراق و سکن البطائح بقریة اسمھا ام عبیدة فتزوج بأخت الشیخ منصور الزاھد ورزق منھا اولاد منھم الشیخ احمد بن الرفاعی رحمة اللہ." (۴)

حضرت امام رفاعی کے والد ماجد عراق سے آکر بطائح کے امّ عبیدہ نامی قریہ میں سکونت اختیار فرمائی، شیخ منصور کی بہن سے رشتۂ ازدواج منسلک ہوئے ان سے کئی اولاد ہوئیں ان میں حضرت امام رفاعی ہیں۔

حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ کے وفات کے حالات ابن اثیر لکھتے ہیں:

تو فی ابو العباس احمد بن علی بن الرفاعی من سواد واسط و کان صالحا ذاقبول عظیم عندالناس ولہ من التلامذة مالا یحصی. (۵)

وفات پائی ابوالعباس امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے جو واسط کے بزرگوں میں سے تھے لوگوں کے نزدیک ان کی بڑی مقبولیت تھی وہ نیک تھے ان کے تلامذہ (مریدین) ان گنت ہیں۔

حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ کو علم حدیث کی سند حضرت علی قاری واسطی سے حاصل تھی۔ "حالة اھل الحقیقة مع اللہ" اور "الکلیات الاحمدیہ" میں چالیس احادیث موجود ہیں جو احادیث

حالة اهل الحقیقة مع اللّٰہ میں ہیں وہ احادیث الکلیات الاحمدیة میں موجود ہیں۔

حضرت سیدنا امام رفاعی رضی اللہ عنہ کا زمانہ شرانگیزی وفتنہ پروری اورعقائد میں بگاڑ کا زمانہ تھا چنانچہ اعمال ظاہرہ کی اہمیت گھٹ رہی تھی ،حدود شرع سے تجاوز ہو رہا تھا ،فرق مراتب سے نظر اندازی، احکام شرعیہ سے بے توجہی اور ارکان اسلام سے بے رخی، اعمال صالحہ اور اخلاق عالیہ سے بے التفاتی علما وفقہا کی بے حرمتی زوروں پر تھی۔ چونکہ یہ شرانگیزیاں اور فتنہ سامانیاں نام نہاد صوفیوں کی طرف سے ہو رہی تھی اس لیے علما ان سے خفا اور تصوف وطریق تصوف سے بدظن ہو گئے تھے۔

حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے اس ماحول میں ایک طرف صوفیا کو مخاطب کر کے شریعت مطہرہ کی تعظیم، علما وفقہا کی توقیر، اخلاق عالیہ کی اہمیت، فرقِ مراتب و حفظ حدود اور پابندیٔ احکام کی ضرورت، عجز وانکسار کی توصیف، کبر وغرور اور عجب وخود پسندی کی تحقیر فرمائی تو دوسری طرف علما وفقہا کو مخاطب کر کے زہد وقناعت کی فضیلت، دنیا و دنیاوی علائق کی مذمت، دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی حیاتِ جاودانی کے ساتھ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ کے اسرار و معارف کو ارشاد فرمایا۔اس کتاب حالة اهل الحقیقة مع الله (اولیاء اللہ کا حال اللہ کے ساتھ) میں حضرت سیدنا امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے منتخب چہل حدیث کو جو انہیں مضامین پر مشتمل ہیں بیان فرمایا ہے۔(٦)

یہ چالیس احادیث حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے چالیس مجالس میں بیان فرمایا:

القی برواق ام عبیدة عام تسعة واربعین و خمسئة للقوم کتاب ''حالة اهل الحقیقة مع الله''اعنی الکتاب الجلیل والسفر العدیم المثیل الذی انتظم من اربعین مجلسا کل یوم خمیس مجلس اولها اول خمیس من شهر رجب من ذلک العام. (٧)

اس کتاب ''حالة اهل الحقیقة مع اللّٰہ'' میں چالیس احادیث ذکر کی گئی ہیں جس کی تحقیق وتخریج شیخ یوسف بن محمود الحاج احمد نے کی ہے جو مکتبۃ علم الحدیث دمشق سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی بعد تحقیق وتخریج ان کتب حدیث کا ذکر ملتا ہے۔صحیح البخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابو داؤد، سنن ابن ماجہ، سنن نسائی، صحیح ابن حبان، مسند ابی یعلی، مسند احمد، سنن دارمی، جامع صغیر، مستدرک حاکم، ترغیب وترھیب، طبرانی فی الاوسط، مصنف ابی شیبہ، مشکل الآثار، سنن بیہقی، مؤطا امام مالک وغیرہ۔

حضرت سیدنا امام رفاعی رضی اللہ عنہ اپنے دور کے عالم باعمل تھے۔تمام علوم میں آپ کو تبحر حاصل تھا۔ خاص طور سے تفسیر وحدیث میں۔فن تفسیر میں آپ کی تصانیف **سورة القدر، الصراط المستقیم فی تفسیر بسم الله الرحمن الرحیم** مشہور ہیں۔ فن حدیث میں آپ کی کتاب **الروایة** مشہور ہے اور یہ کتاب ''اولیاء اللہ کا حال'' بھی چہل احادیث ہی کی توضیح وتشریح ہے۔

حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے باطنی وعرفانی علوم، معارف و اسرار اور حکم پر مشتمل چالیس احادیث شریفہ کا انتخاب کر کے مع رواۃ ان کی قرأت فرمائی۔ اور ان کے معانی ومطالب اور مفاہیم پر آپ نے اپنے علوم وھبیہ وعلوم لدنیہ سے ایسی روشنی ڈالی کہ ان کے اصل معنی و مفہوم واضح وعیاں ہو گئے۔ ان چالیس احادیث میں سے زیادہ تر روایت آپ نے اپنے پیرومرشد اور استاذ حضرت علی قاری واسطی علیہ الرحمہ سے ہی فرمائی ہے۔(٨)

حدیث شریف تمام علوم دینیہ میں نہایت ہی قدر ومنزلت والا علم ہے اس مقدس علم کی خدمت واشاعت کرنے والوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفا کے لقب سے معزز فرمایا اور خصوصی دعاؤں سے نوازا۔(٩)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نضر اللّٰہ عبدا سمع مقالتی فحفظها و وعاها واداها فرب حامل فقه غیر فقیه ورب حامل فقه الی من هو افقه منه.

اللہ تعالیٰ اس بندے کو خوش رکھے جو میرا کلام سن کر یاد رکھے اور دل کی گہرائیوں میں محفوظ کرتے ہوئے دوسروں تک پہنچا دے پس بعض حامل خود فقیہ نہیں ہوتے اور بعض فقیہ اپنے سے بڑے فقیہ تک لے جاتے ہیں۔(١٠)

حضرت امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص رضائے الٰہی کا متمنی ہو میرے علم کے مطابق اس کے لیے علم حدیث سے افضل کوئی علم نہیں، حدیث وہ علم ہے جس کی طرف

لوگ اپنے کھانے پینے اور شب و روز کی تمام ضروریات میں محتاج ہوتے ہیں۔(۱۱)

چنانچہ محدثین کرام نے اشاعت احادیث شریفہ کی غرض سے مختلف النوع کتابیں تالیف فرمائیں۔ جامع، سنن، مسند، معجم اور اربعین وغیرہ کسی ایک عنوان یا مختلف عنوانات کے تحت چالیس احادیث شریفہ کا مجموعہ اربعین کہلاتا ہے۔

امام یحیی بن شرف الدین نووی کی صراحت کے بموجب سب سے پہلے اربعین ترتیب دینے والے محدث عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ہیں پھر حضرت محمد بن اسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ پھر حسن بن سفیان نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

امام نووی علیہ الرحمہ اپنے مقدمے میں فرماتے ہیں:

وقد صنف العلماء رضی اللّٰہ عنهم فی هذا الباب مالا یحصی من المصنفات فاول من علمته صنف فیه عبد اللّٰہ بن المبارک ثم ابن اسلم الطوسی العالم الربانی، ثم الحسن بن سفیان النسائی. (۱۲)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

من حفظ علی امتی اربعین حدیثا فی امر دینها فبعثه اللّٰہ فقیها و کنت له یوم القیامة شافعا و شهیدا. (۱۳)

جو کوئی شخص میری امت کے لیے اس کے دین کے معاملہ میں چالیس حدیثیں یاد کرے اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ کی شان کے ساتھ اٹھائے گا اور میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔

امام نووی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب الاربعین النوویة کے مقدمہ میں چہل حدیث کے متعلق چند روایات کا تذکرہ کیا ہے:

ان رسول اللّٰہ علیه وسلم قال "من حفظ علی امتی اربعین حدیثا من امر دینها بعثه اللّٰہ یوم القیامة فی زمرة الفقهاء والعلماء" وفی روایة "بعثه اللّٰہ فقیها عالما" وفی روایة ابی الدرداء "کنت له یوم القیامة شا فعا وشهیدا" و فی روایة ابن مسعود "قیل له: ادخل من ای ابواب الجنة شئت" وفی روایة ابن عمر "کتب فی زمرة العلماء وحشرفی زمرة الفقهاء. (۱۴)

امام نووی فرماتے ہیں:

ثم من العلماء من جمع الاربعین فی اصول الدین و بعضهم فی الفروع و بعضهم فی الجهاد و بعضهم فی الزهد و بعضهم فی الاداب و بعضهم فی الخطب.

علمائے کرام میں سے جس نے اربعین احادیث کو جمع فرمایا، ان میں بعض نے اصول دین میں، فروع میں، جہاد کے متعلق، زہد و تقوی کے متعلق، آداب کے متعلق اور بعض نے خطبات کے متعلق احادیث جمع فرمائیں۔

بعض مؤلفین جنھوں نے چالیس احادیث جمع فرمایا:

- امام ابو عبد الرحمٰن محمد السلمی (متوفی ۴۱۲ھ) جن کی الاربعون الصوفیة ہے۔
- امام ابو محمد حسین البغوی (وفات ۵۱۶ھ) جن کی تالیف الاربعون حدیثا مشہور ہے۔
- امام محدث شام حافظ ابن عساکر (وفات ۵۷۱ھ) ان کی کتاب الاربعون البلدانیة ہے۔
- امام یحیی بن شرف الدین النووی (وفات ۶۷۶ھ) الاربعون النوویة۔
- امام حافظ زین الدین عراقی (وفات ۸۲۶ھ) الاربعون الجهادیه.
- امام بن حجر عسقلانی (وفات ۸۵۲ھ)
- امام شمس الدین سخاوی (وفات ۹۰۲ھ) الاربعینات
- امام جلال الدین سیوطی (وفات ۹۱۱ھ)

الاربعون المتبانیة، اربعون حدیثا فی رفع الیدین فی الدعاء، الاربعون حدیثا فی فضل الجهاد۔

- امام ابن حجر ہیتمی (وفات ۹۲۴ھ) الاربعون حدیثا فی العدل.
- امام حافظ نجم الدین مصری (وفات ۹۸۲ھ) اربعون حدیثا فی تارک الصلوة و مانع الذکوة
- امام ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ) اربعون حدیثا فی فضائل القرآن، اربعون حدیثا فی جوامع الکلم، اربعون حدیثا فی النکاح.
- امام یوسف بن اسماعیل النبھانی (۱۳۵۰ھ)

الاحادیث الاربعین فی وجوب طاعة امیر المؤمنین ، الاربعون من احادیث سید المرسلین (۱۵)
❁ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی نے
الذبدة الزکیة لتحریم سجود دالتحیة
میں چالیس احادیث حرمت سجدۂ تعظیمی پر پیش فرمایا۔
❁ امام انوار اللہ فاروقی بانیٔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد نے ''مقاصد الاسلام'' میں فضیلت علم دین پر چالیس احادیث جمع فرمائی ہے۔
❁ محدث عبدالوہاب عندلیب نے اصول دین میں چالیس چالیس احادیث جمع فرمایا جو ''اربعین عندلیب'' سے مشہور ہیں حضرت عبد الوہاب عندلیب کا تعلق جامعہ نظامیہ سے ہے۔ان احادیث اربعین کا انگریزی ترجمہ پروفیسر بدیع الدین صابری حفظہ اللہ سابق صدر شعبۂ عربی جامعہ عثمانیہ حیدرآباد نے کیا ہے۔

''حالة اهل الحقیقه مع الله'' میں حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ نے زیادہ تر گفتگو اہل حقیقت کے متعلق فرمایا ہے وہ اس لیے کہ اس وقت کے نام نہاد صوفیا اپنی قوم کو گمراہ کر رہے تھے تو حضرت امام رفاعی نے عوام کو آگاہ بھی کر دیا اور جو اہل حقیقت نہ ہوتے ہوئے اہل حقیقت ہونے کا دعوی کر رہے تھے، انھیں یہ کتاب لکھ کر یہ فرمادیا کہ اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال اس طرح ہوتا ہے جس طرح میں نے چالیس احادیث نبویہ کے درس میں اسرار و معارف کا دریا بہادیا اہل حقیقت کے لیے کہ وہ اس طرح اپنی زندگی زہد وتقوی، خشیت الٰہی میں رہ کر گذارے، یہ کہنا بے جانہ ہوگا یہ اربعین کا مجموعہ قرآن کریم کی آیت کریم ''هو معکم اینما کنتم والله بصیر بما تعملون '' کی تفسیر ہے اس مجموعے میں اللہ کے ساتھ رہنے کی تاکید فرمائی کہ اللہ کی ذات بندے کے ہر عمل کو دیکھ رہی ہے اور جب یہ تصور بندے کے دل و دماغ میں جم جاتا ہے تو وہ بندہ اللہ سے ڈرنے لگتا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ یہ کتاب تبشیر وتحذیر کی غرض سے لکھی گئی۔اہل حقیقت کے لیے یہ کتاب تبشیر ثابت ہوئی، نام نہاد صوفیہ کے لئے تحذیر ثابت ہوئی۔۲۳ ویں حدیث ''خیرکم من تعلم القرآن و علمه '' کے تحت حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

هذا الحدیث الشریف یفید ان الخیریة قد صحت لمن تعلم القرآن و علمه (۱۶) یہ حدیث پاک بتارہی کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے اور پڑھاتا ہے وہ نیک اور صالح ہے۔وهو حبل اللّٰه الأعظم به یهتدی المهتدون ویصل الواصلون وهو خلق رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و باب اللّٰه تعالٰی والمعجزة الدائمة (۱۷) قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی رسی ہے ہدایت پانے والے اسی سے ہدایت پاتے ہیں، وصل چاہنے والے اسی سے واصل بحق ہوتے ہیں۔قرآن پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ہے، دربارِ خداوندی کا دروازہ ہے اور دائمی معجزہ ہے۔

''حالة اهل الحقیقة مع اللّٰه'' کا ترجمہ سید مصطفیٰ رفاعی ندوی صاحب نے ''اللہ کے ساتھ اولیاء کا حال'' کے نام سے کیا ہے مذکورہ ترجمہ اس کتاب سے نقل کیا گیا ہے جب کہ مصطفیٰ رفاعی ندوی صاحب نے ''خلق رسول اللہ'' کا ترجمہ ''رسول اللہ کا حق'' کیا ہے جب کہ اس کا ترجمہ ''رسول اللہ کے اخلاق'' ہے۔کیوں نہ ہو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیا تھے تو فرمایا ''کان خلقه القرآن''، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن کریم ہے اور اور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے ''انک لعلی خلق عظیم'' کہ اللہ رب العزت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند و بالا اخلاق پر فائز فرمایا۔

•اویں حدیث ''آتی یوم القیامة الجنة فأستفتح فیقول الخازن من انت؟ فأقول : محمد ، فیقول : بل امرت ان لاافتح لاحد قبلک. (۱۸)

حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آوں گا اور دروازہ کھولنے کے لیے کہوں گا جنت کا فرشتہ (خازن) دریافت کرے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں وہ یہ کہتے ہوئے دروازہ کھول دے گا کہ ہاں میں اس پر مامور ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی کے لیے بھی دروازہ نہ کھولوں۔

امام رفاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وقدعلم اهل العلم باللّٰه ان الجنة التی هی باب الخیر الالهی الابدی لا تفتح الا بفتح محمد صلی الله علیه

وسلم لها فهو الفاتح لكل خير دنيوى واخروى والعلم بشأنه هو سر العلم بالله تعالى فمن أراد ان يفتح له ابواب الخير الدنيوى والاخروى فعليه ان يتعلق باذياله فان فى نفحاتها علم المعرفة (۱۹)

عارفین کو یہ علم عطا کیا گیا ہے کہ اس جہان میں جنت کا دروازہ جو ابدی خیر الٰہی کا دروازہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہی کھلے گا آپ ہی دنیاوی واخروی خیر کے کھولنے والے ہیں، آپ کے ذریعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ علم معرفت ہے جو شخص اپنے لیے خیر دنیوی واخروی کے دروازے کھلوانا چاہتا ہے، اس پر ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرے، آپ ہی سے علم معرفت کا حصول ہوتا ہے۔

حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ شریعت وطریقت کا آئینہ تھی، اپنے معاصرین میں نمایاں مقام حاصل تھا حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ کی وفات ۵۷۸ھ میں ہوئی۔ نوصدیاں گذر جانے کے باوجود ان کے طریقہ رفاعیہ کی اشاعت میں جو سرگرم ہیں یہ حضرت رفاعی کا فیضان ہے کہ آج بھی یہ طریقہ وسلسلہ مشہور ومعروف ہے۔

اس ناچیز نے اپنی بے علمی و بے بضاعتی کے مدنظر رکھتے ہوئے اس مضمون کو قلم بند کیا ہے اور حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حقیر نذرانہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے حضرت امام رفاعی کی حیات طیبہ اور علم حدیث کو مستند حوالہ جات سے مزین کیا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بصدقہ وطفیل اور حضرت امام رفاعی رضی اللہ عنہ کے فیضان سے دنیاوی واخروی زندگی کامیاب بنادے آمین۔

مراجع ومصادر

(۱) اقطاب التصوف الثلاثة : صلاح عزام ص:۱۹، مؤسسة دار الشعب القاهرة۔

(۲) نفس مصدر۔

(۳) تاریخ ادبیات عربی: ڈاکٹر ابوالفضل باب عصر عباسی۔

(۴) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال : سید احمد کبیر رفاعی مترجم سید مصطفٰی رفاعی ندوی ص:۲، فرید بک ڈپو دہلی ۲۰۰۴۔

(۵) حالة اهل الحقيقة مع الله السید احمد کبیر الرفاعی تحقیق: یوسف بن محمود ص:۹ مکتبۃ علم الحدیث دمشق ۲۰۰۰ء

(۶) اللہ کے ساتھ اولیاء کا حال: مترجم مصطفٰی رفاعی ندوی ص:۲

(۷) كنزل العمال: علی متقی ہندی حدیث نمبر ۲۹۲۰۹ بحوالہ اربعین ابی الحسنات: سیدہ نفیس النساء۔

(۸) مشکوۃ شریف: کتاب العلم ص:۲۵

(۹) مقالات کاظمی: علامہ سعید کاظمی ج۱ص ۲۱۳

(۱۰) الاربعين النووية :امام یحیی بن شرف الدین نووی مترجم عزالدین ابراہیم ص:۲۱

(۱۱) زجاجۃ المصابیح: محدث دکن عبداللہ نقشبندی ج۱ص ۶۴

(۱۲) مقدمۃ الاربعین النوویہ ص ۲۱

(۱۳) الاربعون المنيرة : عبادہ بن ایوب ص ۲۴، ۲۵، ۲۶

(۱۴) حالة اهل الحقيقة مع الله :الشیخ السید احمد کبیر الرفاعی حدیث ۲۳۰ ص:۱۰۸ مکتبۃ علم الحدیث دمشق ۲۰۰۰ء

(۱۵) مصدر سابق

(۱۶) صحیح مسلم، کتاب الایمان حدیث ۱۹۷

(۱۷) حالة اهل الحقيقة ص ۵۰

☆☆☆☆☆

تحقیقات النورالملقب بہ تحفۂ رفاعیہ: ایک تحقیقاتی وتجزیاتی مطالعہ

مفتی محمد عیسیٰ رضوی قادری، خادم الحدیث والافتاء الجامعۃ الرضویہ، مظہر العلوم گرسہائے گنج ضلع قنوج، یوپی

چھٹی صدی ہجری کے مشائخ واولیا میں سلطان العارفین حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مشہور وممتاز صاحب کرامت بزرگ ہیں، فیضان رسالت سے انھیں ایسا شرف و کمال ملا کہ عالم عرب اور دیگر ممالک اسلامیہ میں ان کے فیوض وکرامات کی دھوم مچ گئی اور وہ یکتائے روزگار کی حیثیت سے جانے پہچانے گئے۔ وہ ایسے باکرامت بزرگ ہیں کہ ان کی زندگی میں تو بیشمار کرامتیں ظاہر ہوتی ہی تھیں ان کے وصال کے بعد بھی یہ فیض جاری ہے۔ یہاں تک کہ ان کی بعض کرامتوں کا ظہور ان کی اولاد اور ان کے سلسلے کے بزرگوں میں آج بھی ہورہا ہے۔ اہل سلسلہ کو تو اس بات کا اعتراف واقرار ہے ہی ان کے ساتھ دیگر اطراف وجوانب کے لوگ بھی اس بات کے قائل و معترف ہیں۔

علما فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ کے ولی سے جب کوئی کرامت و خرق عادت بات صادر ہوتی ہے تو وہ درحقیقت رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔ امت کو راہ راست پر ثابت وقائم رکھنے کے لیے اولیائے امت سے یہ بات جاری ہوئی تاکہ دین وایمان کی راہ میں کسی کو شک وتردد نہ ہو۔ اس میں شک نہیں کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد دین وسنّت اور احکام وشرائع کا فروغ واستحکام اولیا وعلما کے ذریعہ ہوا اور ہوتا رہے گا۔ علمانے علمی جاہ وجلال کے ذریعہ دین کو مستحکم کیا، اولیا نے روحانی کمال اور ظاہری کرامتوں سے دین کو فروغ بخشا۔ درسگاہوں اور دینی مراکز سے قال اللہ وقال الرسول کی دل نواز صدائیں بلند ہوئیں۔ مکتب ومدرسہ کے فیضان اور دینی درسگاہوں کی آغوش عافیت سے ارباب علم و دانش اور صاحبان فضل وکمال پیدا ہوئے۔ خانقاہوں کی مسند اور ان کی ٹوٹی ہوئی بوریا سے روحانی طبیب و معالج اور سلوک ومعرفت کے نکتہ داں پیدا ہوئے۔ ان دونوں گروہوں کی مساعی جمیلہ اور فکر وتدبیر سے اسلام کا قافلہ سیل رواں کے مثل آگے بڑھا، انہیں دونوں گروہوں کی نکہت وجمال سے بے چین دنیا کو تسکین وتسلی کا سامان ملا۔ یہ ماننا پڑے گا کہ اہل اسلام کے لیے دینی درسگاہوں اور روحانی خانقاہوں کا وجود ایک نعمت عظمیٰ اور دولت لازوال ہے، ان دونوں شفاخانوں کے نظام تربیت واصلاح سے مسلمانوں کو علم وفضل اور عرفان وعبودیت کی جو سوغات ملی وہ قوم مسلم کا قابل افتخار عظیم سرمایہ ہے۔ فکر ونظر کے اجالے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سرمایہ جب تک ہمارے ساتھ رہے گا ہم غیروں کے محتاج ودست گیر نہیں ہوں گے، نہ دنیا کی کوئی طاقت ہمارے ثبات واستحکام میں لغزش ڈال سکے گی۔ دنیا جانتی ہے کہ جو قوم اپنے اسلاف واکابر کی روایات کو فراموش کردے گی تاریخ کے صفحات سے اس کا نام مٹا دیا جائے گا، وہ زوال آشنا ہوجائے گی زمانے میں اس کا وقار وتشخص بگڑ جائے گا۔ یاد رکھو درسگاہوں اور خانقاہوں سے مسلمانوں کی جودیرینہ روایات قائم و باقی ہیں انھیں سینے سے لگا کر رکھنا ہی ہماری کامیابی اور روشن مستقبل کی ضمانت ہے۔ درسگاہوں اور خانقاہوں کا حسین امتزاج واتحاد اور ان کا نظام ہمہ گیری جو پہلے تھا وہ اگر اس دور میں بھی برپا ہوجائے تو جنید وبایزید جیسے افراد ورجال ہماری جماعت میں آج بھی پیدا ہوسکتے ہیں اور ان کی خوشبوؤں سے ہمارے چمن زار میں ایسے گلاب کھلیں جن سے سارا عالم مہک جائے۔

یہ امر مسلم ہے کہ حضرت سلطان العارفین سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں کا ایک طویل سلسلہ ہے، ان پر لکھی جانے والی کتابوں میں ان کے تذکرۂ جمیل کی ایک رنگین وحسین دنیا آباد ہے مگر مجھے فی الوقت ان کی حیات وخدمات یا ان کی کرامات کا بیان وتذکرہ مقصود نہیں بلکہ مجھے عرض یہ کرنی ہے کہ ان کے سلسلے اور راتب رفاعیہ

میں کچھ سچے واقعات ومعمولات ایسے ہیں جنھیں دیکھ کر زمانے کی عقلیں حیران وششدر ہیں،علم وفہم والے حیرت واستعجاب میں ڈوبے ہوئے ہیں۔لیکن جہاں یہ باتیں محیر العقول اور حیران کن ہیں وہیں بعض لوگوں نے انھیں نشانہ تنقید بنایا،ان پر انگشت نمائی کی اور بے جا اعتراضات کئے مگر سلسلہ رفاعیہ کے ایک مشہور بزرگ حضرت مولانا مفتی سید ابوالحسن شاہ جہاں المعروف سید نورالدین سیف اللہ رفاعی علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ رفاعیہ بڑودہ گجرات نے راتب رفاعیہ پر ہونے والے تمام اعتراضات کا پیش نظر کتاب "تحقیقات النور الملقب به تحفۂ رفاعیه" میں مدلل ومحقق انداز میں جواب تحریر فرمایا ہے جس سے اعتراضات کے نتیجے میں پیدا ہونے والے تمام شکوک وشبہات زائل ودور ہو جاتے ہیں اور اوہام وخیالات کی وادیوں میں بھٹکنے والوں کو سمت منزل کا نشان وسراغ ملتا ہے۔اس جہت سے دیکھا جائے تو "تحقیقات النور الملقب به تحفۂ رفاعیه" اہل سلسلہ کے لئے واقعی ایک عظیم واہم تحفہ ہے۔

حاصل یہ کہ زیر نظر کتاب "تحقیقات النور الملقب به تحفۂ رفاعیه" میں حضرت مولانا مفتی سید نورالدین سیف اللہ رفاعی علیہ الرحمہ نے راتب رفاعیہ کے معمولات سے متعلق بارہ سوالات کا تحقیقی طور پر جواب دیا ہے اور ہر بات کو دلیل سے ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ایسا نہیں ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ نے اپنی باتوں کو مدلل ومستحکم کرنے کے لئے صرف اپنے ہی سلسلے کی کتابوں کے حوالے دیے ہوں بلکہ کتب حدیث اور فقہ وفتاوے کے بھی حوالے دیے ہیں۔حقائق کو دیکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب درحقیقت ان لوگوں کے لیے تازیانۂ عبرت اور دعوت فکر ہے جو راتب رفاعیہ پر بے جا اعتراضات کرتے اور غلط افواہوں، پروپیگنڈوں کے ذریعہ سلسلہ رفاعیہ کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔اعتراض اگر برائے تفہیم وتعلیم ہو تو کوئی حرج ومضائقہ نہیں ورنہ اگر اعتراض بدنام کرنے یا کسی اور غرض سے ہو تو وہ عقل ونقل کی رو سے مذموم وبرا ہے اور اگر جہالت ولاعلمی کی بنا پر کوئی شخص اعتراض کرے تو میرا خیال ہے کہ مجیب کے دلائل وشواہد اگر اطمینان بخش ہیں تو انھیں دیکھ کر اسے خاموش ومطمئن ہو جانا چاہیے۔میرا وجدان واحساس کہتا ہے کہ راتب رفاعیہ کے معمولات پر جو لوگ اعتراض کرتے یا مغالطہ دینے کی نازیبا کوشش کرتے ہیں اگر وہ "تحفہ رفاعیہ" کا مطالعہ کریں گے تو ان کے تمام اوہام وشکوک دور ہو جائیں گے اور انہیں ایک طرح کا اطمینان قلبی حاصل ہوگا۔ہمارا معیار وکسوٹی چونکہ شریعت مطہرہ ہے اسی لیے معترض اگر بغض وحسد سے پاک ہو کر خالص شرعی نقطۂ نظر سے "تحفہ رفاعیہ" کا مطالعہ کرے تو وہ شک وریب کی منزل سے نکل کر حق وصداقت کی منزل پا لے گا۔جب تک حق کا آفتاب سحاب ظلمت میں رہتا ہے تو دنیا کی تاریکیاں کافور وزائل نہیں ہوتیں لیکن جب سچائیوں کا سورج طلوع ہوتا ہے تو عالم کے ظلمت کدوں میں نور سحر پھیل جاتا ہے۔ایسی صورت میں اگر کوئی آفتاب حق کے وجود کا انکار کرے تو وہ ارباب عقل وفہم کا مخاطب نہیں ہو سکتا۔

اعتراض کرنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ سلسلہ رفاعیہ میں جو راتب رفاعیہ یعنی حلقۂ ذکر ہوتا ہے اس میں دف بجایا جاتا،لوگ وجد ورقص کرتے اور شمشیر وگرز وسیخ وغیرہ سے اپنے جسموں کو زخمی کرتے ہیں، زہریلے سانپوں سے خود کو ڈسواتے اور زہر پی لیتے ہیں،تو کیا اپنے کو یا کسی دوسرے کو ایذا وتکلیف دینا شریعت اسلامیہ میں جائز ودرست ہے؟

ویسے تو کتاب ہذا کے مصنف حضرت مولانا مفتی سید نورالدین سیف اللہ رفاعی علیہ الرحمہ نے ان تمام باتوں اور دیگر سوالات واعتراضات کا علمی وتحقیقی جواب دے دیا ہے پھر بھی ہم چاہتے ہیں کہ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے اس کے چند اقتباسات تسہیل وتلخیص کے ساتھ پیش کریں تا کہ اس کتاب سے استفادہ کرنے والوں کو مصنف علیہ الرحمہ کے زور بیان،قوت استدلال،اسلوب نگارش اور طرز فکر کا اندازہ ہو جائے۔یہ کتاب بارہ سوالات اور ان کے مدلل جوابات کا حسین ودلکش مجموعہ ہے۔ہم ذیل میں تمام سوالات وجوابات کا خلاصہ پیش کر رہے ہیں،ملاحظہ فرمائیں۔

❁ پہلے، دوسرے، تیسرے اور چوتھے سوال کا ماحصل یہ ہے کہ نکاح، ولیمہ، ولادت فرزند، عقیقہ، روز عیدین، کسی خوشی وسرور دینی اور کسی کے سفر سے آنے کے موقع پر، یا یونہی دف بجانا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح راتب رفاعیہ میں ذکر واذکار حمد ونعت اور قصائد حسنہ وغیرہ پڑھے جاتے ہیں تو اس میں بھی دف بجایا جاتا ہے یہ درست ہے یا نہیں؟

ان تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ سوالات میں جو امور و مواقع مذکور ہیں ان میں دف بجانا جائز و مباح ہے جب کہ منکرات شرعیہ اور فواحش سے خالی ہو، یہاں تک کہ اگر اہم موقع کے علاوہ کوئی شخص یونہی دف بجائے تو یہ بھی جائز ہے جب کہ لہو ولعب، شہوت انگیزی اور کوئی بری بات نہ ہو۔ عہد رسالت میں بھی نکاح وعیدین وغیرہ اہم مواقع پر دف بجا کر مسرت وشادمانی کا اظہار کیا جاتا تھا۔

دف ایک قسم کا ساز جس میں صرف ایک طرف سے چمڑا ہوتا ہے اس کے برخلاف ڈھول، ڈھولک اور ڈگڈگی میں دونوں طرف چمڑا ہوتا ہے۔ پہلے زمانے میں دف میں گھونگرو وغیرہ بھی نہیں ہوتے تھے۔ بعض خانقاہوں کے مشائخ اور صاحب سلسلہ بزرگ حضرات اعراس ومحافل ذکر وغیرہ میں دف کا استعمال کرتے تھے، علما نے بھی شرائط کے ساتھ دفوف کے استعمال کو جائز ومباح قرار دیا ہے۔ جواز دف کے بارے میں ''تحفۂ رفاعیہ'' کے مصنف نے جو دلائل وحوالہ جات پیش کیے ہیں ان کا منشاء ومحور بھی یہی ہے کہ اہم امور ومواقع اور اوقات خوشی وسرور یعنی نکاح، ولیمہ، ختنہ، عقیقہ، عیدین وغیرہ میں شرائط کے ساتھ دف کا بجانا جائز ودرست ہے۔

۞ پانچویں اور بارہویں سوال میں یہ کہا گیا ہے کہ قصائد حسنہ، اچھے اشعار اور ذکر واذکار کے وقت شوق ومحبت میں وجد ورقص کی حالت پیدا ہوتی ہے اس کیفیت میں کبھی کھڑے ہوتے اور کبھی بیٹھتے ہیں تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ ایسی مجلس کو بعض لوگ شیطان وبھوت پلید وغیرہ سے تشبیہ دیتے اور ایسا کرنے والوں کو برا سمجھتے ہیں۔ حالت بے اختیاری میں وجد ورقص کرنے والوں کو برا کہنا کیسا ہے؟

اس سوال کے تحت تحفۂ رفاعیہ کے جواب کا ماحصل یہ ہے کہ حمد باری تعالیٰ، نعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پند وموعظت اور مشائخ وصالحین کے ذکر وکرامات سننے کے سبب سے غایت ذوق وشوق میں اگر وجد ورقص کی حالت پیدا ہوا اور وجد واستغراق کی کیفیت میں کھڑے ہوں یا بیٹھیں تو یہ جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب کہ یہ وجد ورقص بے اختیاری میں ہو، دکھاوے کے لیے نہ ہو، یا طوائف مخنثوں کی طرح لچکے توڑے کے ساتھ نہ ہو۔ ایسی صورت میں صوفیہ کے طریقہ ذکر، ان کی مجالس ذکر اور ان کے ذاکرین وشاغلین پر طعن وتشنیع کرنا، انہیں بے جانشانہ تنقید بنانا موجب فسق وگناہ ہے۔

قصائد حسنہ وغیرہ سنتے وقت جو وجد کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کے لئے علما تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ کسی کو اگر وجد نہ آئے اور وہ حقیقی وجد کا سرور پانے کے لیے اہل اللہ اور مغلوبین صادقین سے تشبہ کا ارادہ کرے تو یہ کوئی بری ومعیوب بات نہیں بلکہ اس کے لیے سراسر بہتر ہے کیونکہ اللہ والوں کی مشابہت وپیروی اللہ عزوجل کو پسند ومحبوب ہے۔

۞ چھٹے اور ساتویں سوال میں یہ کہا گیا ہے کہ راتب رفاعیہ میں بعض اوقات محفل کے بعض شرکاء بے اختیاری میں گرز، تلوار وسیخ وغیرہ سے اپنے جسموں پر مارتے ہیں جس سے اپنی تکلیف وایذا کا خوف ہوتا ہے، اس فعل میں اگر کوئی زخمی ہو جائے تو اس کے زخموں پر صاحب سلسلہ بزرگ یا حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی کوئی اولاد، یا صاحب اجازت خلفا میں سے کوئی لعاب لگاتے ہیں تو شفا مل جاتی ہے۔ یوں ہی راتب میں زہریلے سانپوں سے ڈسواتے، زہر پی لیتے، شیر اور درندوں کی سواری کرتے ہیں جس سے نقصان وایذا کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہذا ایسا کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ کیا لعاب دہن سے کسی مریض یا راتب رفاعیہ میں زخمی ہونے والے کو شفا مل سکتی ہے؟

تحفۂ رفاعیہ کے مصنف مولانا مفتی سید نور الدین سیف اللہ رفاعی علیہ الرحمہ نے اس سوال کے جواب میں انتہائی حزم واحتیاط سے کام لیا اور لکھا ہے کہ تلوار وغیرہ سے ضرب کرنا اس وقت منع ہے جب کہ اس سے تکلیف وایذا ہو ورنہ ضرب شمشیر وغیرہ کرنے سے اگر صاحب سلسلہ کی کرامت سے نقصان وضرر کا اندیشہ نہ ہو اور یہ بات بار بار کے تجربہ ومشاہدہ سے ثابت بھی ہو چکی ہو تو اب یہ ممانعت باقی نہ رہے گی کیونکہ راتب رفاعیہ میں جو لوگ بے اختیاری میں ضرب شمشیر، گرز اور سیخ وغیرہ سے زخمی ہوتے ہیں انہیں اس کا احساس بھی نہیں اور تکلیف بھی نہیں ہوتی مگر جب سید احمد کبیر رفاعی کی اولاد سے کوئی، یا سلسلہ رفاعیہ کے کوئی جانشین، یا کوئی صاحب اجازت خلیفۂ کامل زخموں پر اپنا لعاب لگا دیتے ہیں تو فوراً شفا مل جاتی ہے اور نشان زخم بھی اس طرح مٹ جاتا ہے جیسے کبھی زخم ہوا ہی نہیں۔ اور اگر بے اعتدالی کے سبب سے کسی کے زخم سے خون بہنے لگے تو صاحب سلسلہ بزرگ اس کے بہتے ہوئے خون پر صاحب سلسلہ بزرگ اپنا لعاب لگاتے اور مخصوص ورد کرتے ہیں تو

خون رک جاتا اور زخم مندمل ہو جاتا ہے۔اسی طرح راتب میں فرط وجد اور غلبۂ شوق میں جب راتب کرنے والے زہر پی لیتے یا زہریلے سانپ سے ڈسواتے ہیں تو اس سے بھی انھیں کوئی ضرر نہیں ہوتا، زہر اثر نہیں کرتا، یوں ہی اگر شیر اور دیگر درندوں کی سواری کریں اور ان سے ایذا وضرر کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو اس کی بھی کوئی ممانعت نہیں ہوگی کیونکہ شیر اور درندوں کی سواری وغیرہ دیگر بزرگوں سے بھی ثابت ہے۔ پھر یہ کہ یہ باتیں اگر راتب رفاعیہ میں سلطان العارفین حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی اولاد یا ان کے سلسلے کے کسی بزرگ کی کرامتوں سے صادر ہوں تو اس میں کیا حرج و مضائقہ ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اولیائے کرام اور خاصان خدا کی کرامتیں ایسی چیز ہیں جن کے آگے انسانی عقل اسیر ہو جاتی اور فکر کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ ماننا پڑے گا کہ جس بات کا تعلق بزرگوں کی کرامات سے ہو اس پر انگشت نمائی فضول اور اسے نشانۂ تنقید بنانا اپنا انجام خراب کرنا ہے۔اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اس سوال کے جواب میں مجھے دلائل سے زیادہ وثوق واعتماد کرامتوں پر ہے۔

اور یہ کہ کسی باکمال شخصیت کے لعاب لگانے سے مرض، زہر وغیرہ سے شفا ملنا تو احادیث و آثار سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں صالحین کی روایات و واقعات بھی بکثرت ہیں۔لہٰذا لعاب دہن سے شفا ملنے کا واقعہ مرض و زہر سے ہو یا راتب رفاعیہ میں زخمی ہونے والوں سے متعلق ہو بہر حال اس کے جواز و وقوع میں کوئی قدغن و کلام نہیں ہے۔ جو لوگ بزرگوں کی عظمت و تقدیس کے قائل و معترف ہیں ان کے لئے یہ تسلیم کر لینا کچھ مشکل نہیں ہے۔اللہ والے تو تنکے کو پہاڑ اور ذرے کو آفتاب کر سکتے ہیں۔

۞ آٹھواں سوال انبیا و اولیا کو لفظ ''یا'' کے ذریعہ پکارنے اور ان سے توسل واستمداد کرنے کے بارے میں ہے۔

جواب کا پہلو یہ ہے کہ لفظ ''یا'' کے ذریعہ ابنیا و اولیا اور دیگر بزرگوں کو پکارنا جائز و درست اور اہلسنت و جماعت کے معمولات میں سے ہے جیسے یارسول اللہ، یانبی اللہ، یاعلی مشکل کشا، یاولی اللہ، یاشیخ عبد القادر جیلانی شیاً للہ المدد، یاشیخ احمد الکبیر الرفاعی شیاً للہ المدد وغیرہ الفاظ ندائیہ کہنا بلاشبہ درست و صحیح ہے۔اسی طرح انبیا علیہم الصلاۃ والسلام و اولیائے کرام سے توسل واستمداد کرنا، ان کے وسیلے سے خدا کی بارگاہ میں دعا کرنا بھی جائز و مستحسن ہے۔ جو لوگ بزرگوں سے عقیدت والفت رکھتے ہیں وہ اپنے مشائخ و پیر کو لفظ یا سے ندا کرتے اور ان سے توسل واستمداد کرتے ہیں اس سے ان کی حاجت برآری ہوتی اور اللہ والوں سے قرب و نزدیکی بڑھتی ہے۔شریعت مطہرہ میں اس کی کہیں پر کوئی ممانعت وارد نہیں لہٰذا یہ فعل یعنی یا کے ذریعہ ندا کرنا جائز و روا ہے کیونکہ شریعت میں کسی چیز کا منع نہ ہونا ہی اس کے جائز و غیر ممنوع ہونے کی دلیل ہے۔شریعت کے اس قانون و اصول کو اگر نہ مانا جائے تو بہت ساری چیزیں اہل اسلام کے معمولات سے خارج وجدا ہو جائیں گی اور زندگی کا دائرۂ عمل تنگ تر ہو جائے گا۔

۞ سوال نہم و دہم میں کہا گیا ہے کہ علم و نشان بنانا، رکھنا، اسے عیدین کے دن، اعراس مشائخ یا کسی خوشی و مسرت کے وقت مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ دفوف بجاتے ہوئے شہر کے اندر گھمانا درست ہے یا نہیں؟ یوں ہی مشائخ و صالحین یا کسی بزرگ کی آمد کے موقع پر شہر سے باہر جانا اور دف بجاتے ہوئے عزت واحترام کے ساتھ انھیں شہر میں لانا اس طرح ان کا استقبال کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

اس کے جواب میں یہ فرمایا گیا ہے کہ علم یعنی نشان بنانے رکھنے اور اس کے گھمانے میں شرعی اعتبار سے کوئی ممانعت وقباحت نہیں ہے چونکہ اس سے مسلمانوں کی شوکت و سربلندی ظاہر ہوتی اور غیروں کے دلوں میں خوف ورعب پیدا ہوتا ہے لہٰذا ایسا کرنا جائز و درست ہے، اسی طرح مشائخ میں سے کسی کے استقبال کے لیے نشان اٹھانا یا اسے جماعت مسلمین کے ساتھ ان کے استقبال کے لیے اسے شہر سے باہر لے جانا بھی جائز ہے ایسے موقع پر فرحت وخوشی کے باعث اگر دف بجایا جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ آثار سلف اور روایات صالحین سے ایسا کرنا ثابت ہے۔

۞ گیارہواں سوال بھی نویں اور دسویں سوال کے مثل ہے کہ نشانوں پر کلمہ طیبہ یا اسماء متبرکہ لکھنا، انہیں تعظیم و تکریم کے ساتھ رکھنا اور ان کا پھرانا درست ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نشانوں پر کلمہ طیبہ یا اسمائے متبرکہ

لکھنا اور انہیں گھمانا درست و جائز ہے جبکہ ان کی بے تعظیمی اور ناقدری نہ ہو۔

زیر نظر کتاب "تحقیقات النور الملقب به تحفۂ رفاعیه" بارہ سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل سلسلۂ رفاعیہ کی ایک اہم و مفید کتاب ہے اس کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر و آشکارا ہو جاتی ہے کہ رفاعی سلسلے کے راتب یا حلقۂ ذکر و اذکار وغیرہ میں جن معمولات و رسوم کا رواج ہے وہ ناروا و غیر شرعی نہیں ہیں بلکہ بعض معترضین نے جو راتب رفاعیہ کے معمولات پر انگشت نمائی یا حرف زنی کی ہے تو وہ ان کی جہالت و لاعلمی ہے یا پھر بغض و حسد کا نتیجہ چونکہ راتب رفاعیہ کی اکثر باتیں سلسلہ کے مخصوص طریقۂ ذکر پر محمول ہیں یا پھر صاحب سلسلہ کی کرامتوں کی پیداوار ہیں۔مگر سلسلے کا جو مخصوص طریقۂ ذکر و اذکار ہے وہ حدود شریعت کے اندر ہے اس پر شرعی استدلال موجود ہے اور جو باتیں کرامات و فیضان سے متعلق ہیں ان کے لیے کسی دلیل و سند کی حاجت نہیں کیونکہ اولیائے امت کی کرامات کے سامنے عقلیں حیران اور زبانیں خاموش ہو جاتی ہیں۔اسی لیے کرامات اولیا پر یقین و اعتماد رکھنے والے اگر کسی بزرگ کی اور چند کرامتوں کو تسلیم کرلیں تو اس سے ان کی صبح یقین مسکرا اٹھے گی، نقصان کچھ نہ ہوگا۔ دنیا لاکھ چاہے مگر سچائیوں کے سورج کا انکار نہیں کر سکتی۔ جب حق و صداقت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے تو باطل کی ظلمت و تاریکی کافور ہو جاتی اور ذہن و فکر کے دریچے میں اجالوں کا سویرا مسکرانے لگتا ہے۔

اخیر میں یہ کہہ کر میں اپنی بات سمیٹ لوں گا کہ حضرت مولانا مفتی ابوالحسن شاہ جہاں عرف سید نورالدین سیف اللہ رفاعی علیہ الرحمہ کی یہ کاوش سراہنے کے لائق ہے کہ انہوں نے "تحقیقات النور الملقب به تحفۂ رفاعیه" کی شکل میں اصحاب رفاعی کو عظیم سوغات پیش کی اور راتب رفاعیہ میں ہونے والے معمولات کو استدلال کی قوت بخشی۔ اس سے ان کی فکر و بصیرت، علمی جاہ و جلال اور قلمی انتخاب کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا کمال احمد صاحب علیمی بھی مبارکباد و حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں کہ انھوں نے تحفۂ رفاعیہ کے حسن و بانکپن کو نکھارنے اور اس کی تزین و آرائش میں اہم خدمت انجام دی ہے، ان کا اسلوب تحریر یہ ہے کہ انھوں نے اپنے الفاظ میں سوال و جواب دونوں کی تشریح فرمائی اور مصنف کے پیش کردہ دلائل کے علاوہ مزید دلائل و شواہد پیش کیے ہیں جس سے کتاب کی افادیت مزید بڑھ گئی اور کثرت دلائل کے باعث تشنگی کا احساس مٹ گیا ہے۔سلسلہ رفاعیہ میں جو حلقۂ ذکر ہوتا ہے اسے راتب یا راتب رفاعیہ کہا جاتا ہے مولانا موصوف نے حسین و دلکش انداز میں اس کی تاریخی حیثیت کی منظر کشی فرمائی اور اس کے معمولات و رسوم کی کمال دیانت سے وضاحت و صراحت کی ہے۔

اپنے مقالے کی آخری سطریں لکھتے ہوئے مجھے اس بات سے فرحت و شادمانی حاصل ہو رہی ہے کہ خانقاہ رفاعیہ بڑودہ گجرات کے ایک ہونہار فرزند حضرت مولانا سید حسام الدین رفاعی صاحب نے سلطان العارفین حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف و تالیفات اور ان پر لکھی جانے والی کتابوں کی تسہیل و ترجمہ اور ان کی طباعت و اشاعت کی طرف توجہ دی ہے جس کے نتیجے میں اب تک کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، کئی کتابیں ترجمہ و تسہیل اور تحقیق و تشریح کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق تقریباً پچاس کتابیں منتظر اشاعت ہیں۔ سید حسام الدین رفاعی صاحب کا یہ اقدام و عملی پیش رفت اہل سلسلہ کے لئے ایک خوش آیند بات اور تابناک مستقبل کا پیغام ہے۔ خدا کرے کہ منظر نگاہ میں آسمان حسن کا آفتاب طلوع ہو اور اس کی روشنی شرق و غرب تک پہنچے۔ مولائے کریم کی بارگاہ میں استدعا ہے کہ سلسلۂ رفاعیہ کی تشہیر و اشاعت میں جو لوگ کوشاں و معاون ہیں رب کائنات ان کی عمر و علم میں برکتیں عطا فرمائے، آمین!

☆☆☆☆☆

بانی سلسلہ رفاعیہ امام الاولیاء قطب الاقطاب

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی

محمد فرحت علی صدیقی اشرفی، فاضل دینیہ، ایم ایس سی، ایم اے، پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، حیدرآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی بِاَنْ تُصَلِّیَ عَلَیْہِ

مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ کو جہاں یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں سے حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین حق اسلام کا آفتاب صداقت طلوع ہوا، اور پھر ساری دنیا میں پھیل گیا۔ وہیں عراق و بغداد کو بھی یہ توفیقیں حاصل ہیں کہ یہاں سے اہل بیت اطہار کے تصدق اسلام زندہ ہوا اور دین حنیف کو ایک نئی زندگی عطا ہوئی۔

چنانچہ مسلمانوں کا وہ کونسا باشعور بچہ ہے جو یہ نہیں جانتا کہ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جسم و جان و جگر سے جام شہادت نوش فرما کر اسلام کی آبیاری کی۔ اور ایسی مثال قائم کی کہ امام کا نام نامی تو کیا مقام کربلا کا ذکر آتے ہی اہل ایمان کی زبانوں پر یہ شہرۂ آفاق شعر زبان پر آجاتا ہے:

کتنے مہکے ہوئے ہیں مدینے کے پھول
کربلا تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

اسی طرح جب دین اسلام پر گمراہوں اور بدعقیدوں کے غلبہ کی وجہ سے مسلمانوں کے دین و ایمان میں کمزوری آگئی تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے شہر خداداد، بغداد میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی پاک ہستی اور متشرع و روحانیت پر مبنی زندگی کی یہ دولت دین کو دور رسالت کے مثل کر دیا۔ اس کو علما و عرفا نے ''دین اسلام کو زندہ'' کرنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ دین اسلام نے عالم مثال میں متشکل ہوکر جو اعتراف کیا ہے اس کو بہجۃ الاسرار میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔ یا شیخ عبدالقادر الجیلانی۔ انا الدین۔ کنت قدمت و دثرت فاحیانی اللہ تعالٰی بک بعدموتی۔ اے شیخ عبدالقادر جیلانی! میں آپ کے نانا کا دین ہوں۔ لوگوں کی بے عملی سے میں مردہ ہوگیا تھا۔ اللہ نے مجھے آپ کے قدموں کی برکت کی وجہ سے پھر زندہ کر دیا ہے۔

اس طرح یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کو زندہ کیا ہے... تو... بغداد شہر خداداد میں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے تصدق دین زندہ ہوا اور یہ دونوں مقدس مقامات سرزمین عراق ہی کے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جس مسلک میں یہ دونوں ہستیاں موجود ہیں ان ہی میں اسلام بھی ہے اور دین بھی۔ اسی مسلک حق کو اہل سنت و جماعت کہا جاتا ہے۔

یہی دین اسلام اور مسلک حق کا پیغام قادری، چشتی، سہروردی اور نقشبندی کے نام سے ساری دنیا میں اسلام کی اشاعت کا زبردست سبب بنا۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان تمام سلسلوں میں ایک اور سلسلہ تصوف نے بھی اسلام کی بے پناہ خدمت کرنے کی توفیق پائی ہے جسے ''سلسلہ رفاعیہ'' کہلانے کا شرف حاصل ہے۔ جس کے بانی مبانی بھی سرزمین عراق کے ہی متوطن ہیں۔ جنھیں گروہ اولیا صوفیہ میں سلطان العارفین، قطب الآفاق، شمس العراق سیدی شیخ احمد کبیر الرفاعی حسینی معشوق اللہ رضی اللہ عنہ کے نام سے جانا و پہچانا جاتا ہے۔

لیکن ہندوستانی عوام میں آپ کا چرچا قدرے کم پایا جاتا ہے جس میں علاوہ دیگر وجوہات کے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت احمد رفاعی کی عظمت کے چرچے زیادہ تر عرب ممالک میں رہے اور آپ کی خدمات بعد میں فتح ہونے والے یورپی ممالک سے متعلق رہی ہیں۔ شاید اس لیے مع مشرق وسطی یورپی ممالک و افریقہ میں مشرب رفاعیہ کافی وسیع

رہا ہے بلکہ آج بھی یمن، مصر، افریقہ میں یہ سلسلہ دین کی خدمت میں منہمک ہے۔ ترکی میں باوجودے کہ اہل تصوف پر پابندی لگی ہوئی ہے پھر بھی وہاں یہ مسلک تصوف تعلیمات رفاعیہ کی معرفت اسلام کی خدمت میں مصروف ہے۔

سلسلہ رفاعیہ کی تعلیمات اور اس کی خدمات آج بھی بڑے مخلصانہ انداز سے دیگر ممالک میں جاری ہیں۔ لہٰذا حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمہ کی عظیم صوفیانہ ذات ستودہ صفات کی معلومات اور ان کی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ عوام اہل سنت تک پہنچانے کی سعی کی جائے۔

کئی ایک بزرگان دین کے علاوہ حضرت شیخ احمد رفاعی علیہ الرحمہ جو اہل بیت اطہار میں شہید اعظم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد مطہرہ میں ''سرخیل علم و ولایت'' کی حیثیت سے ایک نمایاں ہستی مبارک ہیں۔ آپ کی سوانح وسیرت کا بیشتر مواد وذکر عربی یا فارسی زبان میں موجود ہے۔ مگر چونکہ ابھی تک آپ کی مکمل سیرت و خدمات اردو زبان میں منتقل نہیں ہوئی ہیں، شاید اسی لیے برصغیر کی عوام کا ایک بڑا طبقہ ابھی تک آپ کی خدمات سے واقف نہیں ہوسکا ہے۔ اگرچہ خواص اور سبھی بزرگان دین آپ کی جلالت ولایت اور شان قطبیت وغوثیت سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ وہ اپنے متوسلین و مریدین نیز مواعظ، ارشادات وملفوظات میں آپ کا ذکر بھی فرماتے رہے ہیں۔

برصغیر کا علاقہ بالخصوص فرخندہ بنیاد حیدرآباد اور اس کے اطراف واکناف کا حصہ معہ دیگر سلسلوں کے حضرت احمد رفاعی کے سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے بزرگان دین کے وجود مسعود سے آراستہ اور عوام وخواص نیز متوسلین کی ایمانی وعرفانی ترقی کا نورانی ذریعہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ ان اوراق میں سلسلہ رفاعیہ کے بانی سمیت چند دیگر اولیائے سلسلہ عالیہ رفاعیہ کو ذکر کرنے کی توفیق حاصل کی جاتی ہے تاکہ رفاعی بزرگان دین کی سیرت وخدمات سے مسلمانوں کے قلوب مجلّٰی ومزین ہوں اور قطب الاقطاب شیخ احمد رفاعی سے بھی ملت اسلامیہ ہند پر فیوض وبرکات مزید جاری ہوں۔

اسی مقصد کے پیش نظر کہ ہماری عوام اہل سنت آپ رحمتہ اللہ علیہ کے تعارف اور آپ کے سوانح ووقائع کی معلومات سے دور اور اکثر نوجوان تو محروم ہیں، بہت دنوں سے دل میں یہ بات رہی تھی کہ آپ رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق کچھ لکھنے کی کوشش کی جائے۔ نیز میرے پہلے استاد محترم حضرت سید شاہ احمد اللہ حسینی قدس سرہ النورانی جن کے دامن علمیت سے اکتساب فیض کے سلسلہ میں یہ حقیر کم وبیش دو دہوں تک وابستہ رہا اور اس مدت میں میں نے کبھی کسی مسئلہ کی معلومات میں ان سے نا نہیں سنا بلکہ جب بھی حاضر ہوتا وہ زیر مطالعہ کتاب لے کر حاضر ہوتے اور عرض کرتے جاتے۔ دوران بیان یا اپنی گفتگو میں حضرت پیران پیر غوث اعظم دستگیر اور حضرت احمد رفاعی رضی اللہ عنہما کے تذکروں سے اپنے شاگردوں کے دلوں میں روحانیت کے چراغ روشن کرتے اور محبت حضور غوث اعظم سے قلوب کو معمور کرتے جاتے۔ چنانچہ اس وقت سے ہی یہ خیال قائم رہا کہ ان اجلہ پیرانِ اہل بیت کے متعلق کچھ لکھ کر ہمارے نوجوان طبقہ تک پہنچانے کی سعی کی جائے اور اپنے لیے کچھ سامان آخرت بھی جمع کیا جائے۔ چنانچہ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دو تذکرے لکھنے کا شرف پایا جس میں سے ایک زیور طبع سے آراستہ ہو چکا ہے اور اب حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ کے متعلق کچھ لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

اس کی سبیل یوں نکل آئی کہ مولانا محترم حضرت سید حسام الدین رفاعی فاضل جلیل کا حضرت مولانا سید یوسف حسینی دامت برکاتہم لکچرر اینڈ ہیڈ عربی ڈپارٹمنٹ بیجاپور کالج سے غائبانہ تعارف ہوا۔ بعد میں مولانا موصوف نے کچھ ایسی نورانی انداز کی خواہش کی کہ میں نے اسی میں اپنی سعادت مندی سمجھی کہ چند اوراق پر حضرت رفاعی کے مختصر حالات مستند انداز سے ضبط کرنے کی توفیق پاؤں۔ چنانچہ اس تذکرہ کی ترقیم میں نے صرف ایک ہفتہ کے اندر کرلی جو رفاعی تصرف کی ایک ادنیٰ سی مثال سمجھی جاسکتی ہے۔

اللہ اس تذکرہ کو مقبول عام بنائے تاکہ دارین میں حسنی وحسینی بزرگوں کا چرچا ہوتا رہے اور دنیا اہل دنیا ان پاک باز ہستیوں سے فیض یاب ہوکر فائز المرام ہوں۔

رہ گئی بات ہمارے نوجوانوں کی جانب سے اٹھائے جانے والے اس سوال کی جو کہ انھوں نے گمراہ لوگوں کی صحبتوں سے سیکھے ہیں وہ یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین یا کتاب وسنت کے ہوتے

ہوئے اولیا کی کیا ضرورت ہے...؟ اس فضول سوال کا کارآمد جواب مختصراً یہ ہے کہ اولیائے کرام کی مقدس سیرتوں میں کئی ایک ایسے معرفتی اور نورانی بلکہ عمیق روحانی پہلو مضمر ہوتے ہیں جو قرآن وحدیث کا عین مقصود ومطلوب قرار پاتے ہیں جن کو اپنا لینے کے تصدق ایک مسلمان اور سالک طریقت، مقصد راہ سنت اور قرب خداوندی کی نعمت حاصل کر لیتا ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ سنت رسول اور راہ سلوک کی برکتوں سے مالا مال ہو کر دارین کی حکمرانی اور رسول عربی کی سچی غلامی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ اولیائے کرام کے تذکرے دراصل طاعت وتقلید نبوی ہی پر دلالت کرتے ہیں :

دنیا کی غلامی سے دشوار ہے آزادی
تقلید نہ ہو جب تک مختار دو عالم کی

علاوہ اس کے مصطفی جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ کے بعد کتاب وسنت اور اس کے احکام کی حفاظت ان ہی کی وجہ سے قائم رہتی اور اس پر عمل درآمد کی ذمہ داری ونگہبانی بھی ان ہی حضرات قدس کی وجہ سے انجام پاتی رہی ہے۔

اس سے بھی وقیع اور اہم بات یہ ہے کہ قرآن وسنت کے احکام اور اس کا مکمل عملی نظام اولیا وصوفیہ کی زندگی میں ہمیشہ جلوہ گر رہتا ہے۔ جس کی پہلی اور مستند ترین مثال صحابہ کی ہے اور بعد کے ادوار میں صوفیہ اور اولیا اتقیا کی، جن کی جلوہ گری صبح قیامت تک ہوتی رہے گی۔

اسی طریق کی ظاہری وباطنی علوم کے حوالے سے اخلاص وللّٰہیت پر مبنی عملی مشق ومشقت کا نام ''تصوف'' ہے۔ پس انہی صوفیہ اور خاصان خدا کے تصدق عامۃ المسلمین کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں صراط مستقیم پر چلنا نہایت آسان ہو جاتا ہے۔

اسلام کا ہر دور شاہد ہے کہ امت مرحومہ کی جتنی مشاہیر ذوات قدسیہ ہوتی ہیں اور نامور فرزندان اسلام یا مرد خدا قرار پائے ہیں ان سب کی تعلیمات وعبادات کا مرکز ذات رسول ہی رہا ہے۔ اسی سنت نبوی کے طفیل صوفیہ کی روش وطریقہ ہی ان کا محور زندگی قرار پایا۔ حق کی بات یہ ہے کہ اکثر ابوالوقت یا صاحب تاج وتخت کسی نہ کسی درویش وصوفی کی خانقاہ کا اسیر ضرور رہے ہیں۔

حضرت سلطان العارفین سید احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ اولیائے کبار میں ایک بلند مرتبہ اور خاص مقام کے حامل بزرگ ہوئے ہیں۔ جو عالم گیر سلسلہ رفاعیہ کے بانی ہیں۔ آپ کی ولایت کے چرچے اور فیوض وبرکات اور کرامات کے بیش بہا واقعات پوری دنیا میں مشہور ہیں خصوصاً سارا عرب آپ کی خدمات اور نور ولایت سے بھرپور بلکہ دنیا کا چپہ چپہ آپ کے خلفا کے وجود سے معمور ہے۔

مناقب بہ ضمن القاب مبارک :

آپ کے القابات میں رفاعی، سلطان الاولیا والعارفین، معشوق اللہ، قطب الاقطاب، غوث العالم، احسن المشائخ، سلطان السلاطین وغیرہ مشہور ہیں۔ قدوۃ المحققین حضرت مولانا سید غلام علی قادری حیدرآبادی قدس سرہ نے آپ کو سید السادات، قطب عالم، سلطان الثقلین جیسے وقیع القاب سے بھی یاد کیا ہے (مشکوۃ النبوۃ)

رفاعی کی وجہ تسمیہ :

آپ کے لقب ''رفاعی'' کہلانے کی وجہ تسمیہ کے متعلق حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک دن حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے خود شیخ احمد رفاعی سے اس کی وجہ پوچھی کہ اے سید احمد کبیر رفاعی آپ حسینی، ابن عم نبی ہاشمی، قریشی، ابراہیم مرتضی اور ابن موسیٰ کاظم کی نسل پاک سے ہو۔ پھر کس وجہ سے آپ رفاعی کہلاتے ہیں۔! آپ نے فرمایا کہ میرے جدّ کریم حضرت ابوعلی یحییٰ ابن ثابت، ابن حازم حسینی، مکی، موسوی نے فقر کی توبہ شیخ ابوالفوارس بطائحی کے دست حق پرست پر کی تھی اور حضرت بطائحی جس شخص کی طرف منسوب تھے ان کا نام ''رفاعہ'' تھا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: چونکہ آپ موسوی، حسینی، فاطمی اور علوی ہو اس لیے آپ نے فقر کو چنا اور شیخ ہو گئے۔ آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے اور آپ نور علی نور ہیں۔ مزید یہ خوشخبری بھی دی کہ آپ کی نسل پاک میں جو بھی ظاہر ہوگا قیامت تک لوگ اسے ''رفاعی'' کہیں گے۔ کیوں کہ آپ ''رفاعی اور ابن رفاعی'' دونوں ہیں۔ (تذکرۃ المحققین)

''رفاعی'' کہلانے کی ایک اور وجہ شیخ زنگی رحمتہ اللہ علیہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے ''رفاعی'' میرے جدّ امجد حضور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے ملا

ہے، جب کہ ایک مرتبہ ہم لوگ جبل عرفات پر کھڑے تھے۔ میں نے شیخ یعقوب کراز علیہ الرحمہ کے مثل چالیس شیوخ کو دیکھا وہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے احمد کبیر! "**رفعت درجتک فی الدنیا والآخرۃ**" یعنی اے احمد کبیر میں نے دنیا وآخرت میں تمھارے مرتبہ کو بلند کیا۔ سرکار ابد کے اسی فرمان "رفع" سے مجھے رفاعی کہا جانے لگا۔ چنانچہ آج بھی اسی مشرب صوفیہ کو ساری دنیا میں سلسلہ رفاعیہ کے نام سے شہرت ووسعت اور عظمت حاصل ہے۔

لقب احسن المشائخ کی بشارت :

آپ کا ایک لقب "احسن المشائخ" بھی ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ تاج العارفین بغداد شریف میں دریائے دجلہ کے قریب تشریف فرما تھے کہ حضرت شیخ احمد زاہد کنز العارفین بھی وہاں تشریف لائے معاً لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اے شیخ! آج مشائخ میں سب سے بہتر کون بزرگ ہیں تو تاج العارفین نے جواب دیا کہ اے کنز العارفین تمھارے وصال فرمانے کے چالیس سال بعد شہر دجلہ سے ایک بزرگ ظاہر ہوں گے جن کا نام ولقب سلطان السلاطین، قطب الاقطاب سید احمد کبیر رفاعی ہوگا، وہی احسن المشائخ ہوں گے۔

ولادت شیخ :

حضرت شیخ احمد رفاعی کی ولادت باسعادت بہ وقت شب جمعرات، ماہِ رجب کی چاندرات کو، ۵۱۲ھ میں عراق کے مشہور شہر واسط میں ام عبیدہ کے قریب مقام حسن میں ہوئی۔ یہ وقت تھا جب کہ بغداد میں بادشاہان عباسیہ میں مسترشد باللہ کی حکومت تھی۔ حضرت ابراہیم اعرب علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ تولد ہوتے ہی آپ کا داہنا ہاتھ سینہ پر تھا اور بایاں ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو چھپالیا تھا۔ (ملخصا)

فائدہ :

آپ کی ہیئت ولادت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ تولد ہوتے ہی خدا کی عبادت (نماز) میں مصروف ہوگئے۔ نیز اپنا ایک دست مبارک سینہ پر رکھ لینا یہ اشارہ دیتا ہے کہ آپ بڑے ہوکر فروعات دین میں مسلک شافعی کی پیروی کرنے والے ہوں گے۔ ہوا بھی ایسا ہی آپ تقلید میں حضرت امام شافعی کی پیروی فرماتے تھے۔ اور بایاں ہاتھ زیر ناف رکھنا آپ کی حیاداری کی نشانی کا مظاہرہ ہے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے چوں کہ نماز میں ستر پوشی فرض ہے اس لیے آپ نے ہاتھ کو اس جگہ رکھا کہ جس حصہ جسم کو بڑے ہوکر چھپایا جاتا ہے۔ بے شک جو غیر معمولی شرافت حسبی ونسبی کے حامل بزرگ ہوتے ہیں ان کی دینی عادتیں تولد ہوتے ہی دنیا پر ظاہر ہونے لگتی ہیں۔

شکم مادر میں سلام :

حضرت صوفی علی سوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ آپ نے شکم مادر ہی سے اپنی والدہ کو سلام عرض کیا تھا۔ اس سے یہ اندازہ ہوا کہ احمد رفاعی علیہ الرحمہ شکم مادر ہی سے صاحب ادب اور اہل شعور تھے۔ نیز یوں سلام عرض کرنا آپ کے مادرزاد ولی کامل ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے۔

بچپن شریف :

حضرت سید یحیٰ علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا بچپن اور پوری زندگی ایک ہی نہج (یعنی بچپن کی آپ کی عادتیں ایک جیسی تھیں) سنت رسول پر گزری آپ بچپن کے کھیل کود سے یکسر محفوظ رہے اور کمسنی ہی سے سخی اور ہمدرد واقع ہوئے تھے۔ اس طرح بچپن میں آپ غریبوں کو روٹی خرید کر دیتے، پیاسے کو پانی پلاتے، مسجدوں میں چراغ روشن کرتے۔ کم عمری میں بھی اولیا وصوفیا کے مزارات کی زیارت فرماتے۔

نعمت علوم عرفان:

یوں تو آپ میں پیدائش ہی سے علوم عرفاں ودیعت کردیے گئے تھے مگر تکمیل علوم دینیہ کے بعد جب آپ نے خود درس وتدریس کا سلسلہ شروع فرمایا تو اس کے ساتھ ساتھ آپ علوم باطنی کی طرف باقاعدہ متوجہ ہوئے۔ جس کی برکت سے اللہ نے آپ کو علم لدنی سے بھی نواز دیا۔ چنانچہ سید سیف الدین علی بن عثمان علیہ الرحمہ اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ آیت کریمہ "**وعلم آدم الاسماء کلھا**" کے تصدق سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کو تمام اسما کے ناموں اور خصوصیات کی علمیت وفراست بھی عطا ہوئی تھی۔ اس کے باوجود آپ ہمیشہ تعلیم کے حصول میں لگے رہتے تھے۔

آپ کے حصول علم لدنی کے متعلق حضرت سیدا کبر دوراقی (مقام کا نام دوراق) قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ سے ان کی تعلیم کے بارے میں پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میں نے اسم اعظم کے ذریعہ مختلف علوم حاصل کیے۔ جب کبھی میں اسم اعظم کے ذریعہ سوال کرتا تو اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام سے میری مدد فرماتا اور وہ تشریف لاکر مجھے مطلوبہ علوم سکھا دیتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کو یہ علوم سکھا دیے تھے چنانچہ قرآن ان کی شان میں ارشاد فرماتا ہے۔ **واٰتیناہ من لدنا علما.**

حضرت شیخ عثمان تبع الرحمٰن بھی آپ علم لدنی اور عرفان ربانی سے بہرہ مند ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ نے علم ربانی کو پایا تو آپ کی ذات اس میں گم ہوگئی۔ اور آپ خلوت گاہ رب العالمین سے ہر قسم کی سرشاری وجسم وجان کی آبیاری پانے لگے۔ (تفصیل دیکھئے عظمت رفاعی ص ۱۳۷)

نکاح :

لوگوں نے آپ کے تزوج کے متعلق یہ بے اصل بات مشہور کر رکھی ہے کہ آپ نے کوئی نکاح نہ کیا تھا۔ حالاں کے آپ نے ایک تو کیا دو نکاح فرمائے تھے۔ چنانچہ آپ کی بڑی زوجہ محترمہ کا نام سیدہ خدیجہ اور دوسری زوجہ مکرمہ کا نام سیدہ رابعہ تھا۔ یہ دو نکاح اس طرح منعقد ہوئے تھے کہ آپ کی پہلی زوجہ محترمہ کا جب وصال ہوا تو پھر آپ نے دوسرا نکاح فرمایا تھا۔ یہ دونوں ازواج جو یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئی تھیں آپ کے ماموں شیخ منصور بطائحی کی صاحبزادیاں ہی تھیں۔ (تذکرۃ المحققین)

اولاد مطہرہ :

شجرۃ الاحمدیہ رفاعیہ کے حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کثیر العیال بزرگ تھے چنانچہ آپ کی بڑی زوجہ محترمہ سے بارہ (۱۲) فرزند اور دو (۲) صاحبزادیاں تھیں ان میں سے چار صاحب زادوں سے آپ کی اولاد کا سلسلہ چلا۔ جس کا تفصیلی ذکر تذکرۃ المحققین میں دیکھا جا سکتا ہے۔

ہریالی کا تسبیح پڑھنا :

ایک اور موقع پر آپ کی ذہانت اور فراست یوں آشکارا ہوئی کہ آپ کے وہی ماموں محترم نے اپنے بیٹے اور آپ دونوں کو ایک ایک درانتی دے کر کہا کہ تھوڑی گھاس کاٹ لانا۔ آپ کے صاحب زادے تو گھاس کاٹ لائے، مگر شیخ رفاعی بغیر گھاس کاٹے واپس چلے آئے۔ ماموں نے خالی ہاتھ آنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کیسے کاٹتا۔ میں گھاس کے جس پودے کو کاٹنا چاہتا اس پودے سے خدا کی تسبیح کی آواز آتی اور گھاس کہہ رہی تھی **یاخالق کل شئی** (اے تمام چیزوں کے پیدا کرنے والے اے تمام اشیا کے رب)۔

ایسا لگتا ہے کہ اس واقعہ سے قدرت کی جانب سے آپ کی ولایت سے دنیا کو آشنا کرا دینا مقصود تھا۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ بچپن ہی سے جمادات ونباتات کی تسبیح کو سننے اور سمجھنے کے لائق تھے۔ جس کو آپ کی کرامتوں میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہاں سے یہ شعور فراہم ہوا کہ جو لوگ اپنا وقت تسبیح و درود میں گزارتے ہیں وہ زمانے کے ہاتھوں کٹنے سے بچ جاتے ہیں۔

نباتات کی تسبیح سننے کے متعلق حضرت غوث العالم حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی ثم کچھوچھوی رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام اغواث زمانہ نباتات اور جمادات کی تسبیحات سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (لطائف اشرفی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت احمد رفاعی بچپن شریف ہی سے صفت غوثیت مآبی کی طرف متوجہ کر دیے گئے تھے۔

سجادہ نشینی:

مذکورہ واقعہ سن کر آپ کے ماموں آپ کے ہاتھ پر طالب ہوئے۔ باوجود یہ کہ شیخ منصور علیہ الرحمہ کے پیر ومرشد حضرت علی قاری علیہ الرحمہ تھے۔ اور خود شیخ احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ نے بھی اپنے ماموں کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ان واقعات کے پیش آنے کے بعد شیخ منصور بطائحی قدس سرہ نے اپنی جانشینی اور سجادگی کے لیے آپ کو منتخب فرمایا۔

چنانچہ خود حضرت شیخ احمد رفاعی سے منقول ہے کہ جب آپ کی عمر مقدسہ ۱۷ سال کی ہوئی تو آپ کے ماموں حضرت سید منصور قدس سرہ نے اپنے تمام مریدوں سے فرمایا کہ میرے بعد میری سجادگی پر سوائے احمد کبیر کے کوئی اور نہ بیٹھے گا۔ حضرت سید احمد رفاعی بھی حضرت علی قاری علیہ الرحمہ کے مرید اور اجلہ خلفا میں تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت منصور

بطائحی قدس سرہ تو اس وقت سے ہی آپ کے مقام و مرتبہ سے واقف ہو گئے تھے جب کہ حضرت رفاعی اپنی والدہ مخدومہ کے شکم اطہر میں موجود تھے۔ اغواث زمانہ اور اجلۂ صوفیہ کی زندگیوں کے واقعات ایسے ہی حقائق و وقائع سے عبارت ملتے ہیں۔

خرقہ پوشی :

شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ علی قاری قدس سرہ سے خرقہ پہنا، جس کی سند یوں ہے... حضرت شیخ علی قاری واسطی نے شیخ ابوالفضل محمد کا مخ سے انھوں نے شیخ ابوعلی علام بن ترکان سے انھوں نے شیخ علی بازیاری سے انہوں نے شیخ علی عجمی سے انھوں نے حضرت شیخ ابوبکر شبلی سے انھوں نے حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی سے انھوں نے شیخ سری سقطی سے انہوں نے حضرت شیخ معروف کرخی سے انھوں نے حضرت شیخ داؤد طائی سے انھوں نے حضرت شیخ حبیب عجمی سے انھوں نے حضرت شیخ حسن بصری سے انھوں نے منبع ولایت امیرالمومنین علی کرّم اللہ وجہہ سے اور مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ نے سیدالابرار محبوب پروردگار حضور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

نورالدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت احمد رفاعی علیہ الرحمہ کے حصول خلافت کے تعلق سے لکھا ہے کہ آپ کو کوئی پانچ واسطوں سے نسبت خرقہ حاصل تھی۔ جس کی سند کو شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ تک یوں بیان کیا ہے شیخ شبلی سے شیخ علی عجمی ان سے شیخ علی قاری ان سے شیخ ابوعلی بن ترکان سے شیخ ابوالفضل بن کا مخ ابوعلی سے حضرت احمد رفاعی نے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ (نفحات الانس)

فائدہ : ''خرقہ'' بزرگان دین کے اس لباس کو کہتے ہیں جو انھیں اپنے پیر طریقت کی جناب سے بوقت مریدی عطائے خلافت کے موقع پر عطا ہوتا ہے جس کے بہت سے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ... مرشد کے مستعملہ پیرہن کو زیب تن کرنے کی برکت سے سالک یا طالب میں بھی مرشد کی وہ عادات پیدا ہو جاتی ہیں بلکہ ان میں رفتہ رفتہ اس بزرگ اور سلسلہ کے انوار بھی سما جاتے ہیں۔

احادیث کی مستند کتب میں کئی ایک ایسی روایت درج ہیں جس میں سرکار سیدالابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مختلف موقعوں پر اپنا جبہ شریف یا عبا مبارکہ عطا فرمایا۔ جیسا کہ حضرت کعب بن زہیر کو اپنی ردا عطا فرمایا جب کہ انہوں نے شان رسالت میں قصیدہ مبارکہ سنا تھا۔ حضرت عباس اور ان کے شہزادہ عبداللہ رضی اللہ عنہما کو عبا مبارک مرحمت فرمانا۔ (ترمذی) حضرت ام خالد رضی اللہ عنہ کو اپنی سیاہ ردا شریف پیش فرمانا۔ اسی طرح حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قلعہ خیبر کی فتح کے لیے عمامہ زیب سر اقدس کر کے دست اقدس میں پھر یرا عطا کرنا۔ علاوہ ان تمام کے حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نورانی جبہ سیدالعشاق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پہنچانے کے لیے حضرت قدس عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور منبع نور ولایت حضرت مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ کو تفویض کرنا وغیرہ سب مشہور معلوم ہیں جو کتب بزرگان دین میں مرقوم ہیں۔

الحاصل ان تمام احادیث سے خرقہ پوشی کی اہمیت اور اس کی برکت نیز عطائے خلافت وخلعت کے ضمن میں اپنے مرید و سالک کو خرقہ سے نواز جانے کے اس اہتمام کی اصل دور رسالت، تابعین و تبع تابعین سے ثابت ہے۔ ہاں اس پر کسی کا معترض ہونا کہیں ثابت نہیں۔

خانقہ رفاعیہ:

طلب علم میں اور تزکیہ باطن کی غرض سے آنے والے طالبین و سالکین کا ایک جم غفیر جب آپ کی بارگاہ میں جمع ہونے لگا تو ان اہل سلوک وحق کے متوالوں کے قیام و طعام اور روحانی و عرفانی تعلیمات کے لیے خانقاہ رفاعیہ کا قیام عمل میں لایا۔ اس خانقاہ میں جتنے لوگ سالکین و مریدین قیام پذیر رہتے ان سب کے خورد نوش کا انتظام آپ ہی کی جانب سے ہوتا۔ صاحبان صدق وصفا کا بیان ہے کہ بسا اوقات خانقاہ میں دس دس ہزار معتقدین و مریدین کا مجمع ہوتا، سب کے طعام کا انتظام آپ ہی کے اہتمام سے ہوتا۔ خانقاہی نظام اور سلوک کی تعلیم پانے کے متمنی حضرات کے ذوق واشتیاق کا عالم یہ ہو گیا تھا کہ ملک و بیرون ملک میں بھی آپ کے سلسلہ کی خانقاہیں وجود میں آ گئی تھیں۔ چنانچہ حضرت شیخ تادنی قدس سرہ رقم طراز ہیں: آپ علوم طریقت میں اپنے دور کے استاد کامل تھے۔ قوم کے پورے احوال آپ پر روشن تھے۔ (یعنی علوم غیبیہ آپ پر منکشف تھے) ہر دیہات اور ہر شہر میں آپ کے بے شمار شاگرد موجود ہیں۔ ممالک اسلامیہ میں کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں آپ کی خانقاہ نہ ہو۔ (قلائدالجواہر)

شب قدر کو ملاحظہ فرمانا:

یہ واقعہ بھی آپ کی شان ولایت کا مظہر ہے کہ ایک دن آپ کے شہزادے نے شب قدر پانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ماہ رمضان کی ۲۷ ویں تاریخ کو شب قدر پانے کی خبر دی۔ یہ سن کر آپ کے شہزادے حضرت حبیب عالم سید صالح رفاعی علیہ الرحمتہ والرضوان نے کہا اے کاش! میں بھی یہ توفیق پالیتا۔اس نورانی خواہش کو آپ نے پوری فرمانے کے لیے کہا کہ تم ذرا آسمان کی طرف نظر اٹھا کر تو دیکھو۔ جب آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا تو میں نے ان تمام عجائبات کا مشاہدہ کیا جو عرش کے نیچے موجود ہیں اس نورانی معائنہ کے بعد میں نے والدگرامی کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی۔

اس واقعہ سے چند امور کو سمجھا جاسکتا ہے:

- بزرگان دین شب قدر کی نعمت ضرور بہ ضرور پالیا کرتے ہیں۔
- اولیائے کاملین شب قدر کی نورانیت کو نہ صرف ملاحظہ فرماتے ہیں بلکہ انھیں یہ قدرت بھی حاصل رہتی ہے کہ جو اہل ہوں انھیں مشاہدہ بھی کرادیتے ہیں۔
- قیام شب قدر ۲۷ رویں تاریخ کو متحقق ہے۔ چنانچہ احناف کا بھی یہی موقف ہے۔
- یہ بھی معلوم ہوا کہ شب قدر عالم انوار میں موجود مانی جاسکتی ہے جس کو اللہ کی جانب سے ہر سال شب قدر میں نازل کیا جاتا ہے۔
- نعمتوں اور رحمتوں کے حصول پر والدین اور صالحین کی قدم بوسی کرنا صوفیہ اور اولیا کا مبارک طریقہ ہے۔ والدین کی قدم بوسی کے طفیل نعمتوں کے حصول میں اضافہ ہوتا ہے۔

احمد کبیر رفاعی درجہ قطب الاقطاب پر فائز:

چنانچہ سبھی بزرگان دین اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ ایک نہایت ہی بلند مرتبہ بزرگ عارف باللہ اور علوم غیب سے آشنا ذات گرامی ہیں۔آپ کے شہزادے حضرت سید نورالدین علی سکران رفاعی قدس سرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بغیر مانگے بلند و بالا مقام عالم غیب سے عطا فرمایا ہے۔

اقطاب زمانہ کے متعلق حضرت ابوبکر ہواری قدس سرہ کے استفسار پر ایک مرتبہ شیخ احمد زاہد نے مفصلاً یہ بیان کیا کہ اقطاب کی تعداد چارسو پینتالیس (۴۴۵) ہے اور ان سب پر ایک قطب ہے جسے قطب الاقطاب کہا جاتا ہے۔ اسی مرتبہ پر حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمتہ اللہ علیہ فائز ہیں۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ حضرت احمد زاہد کنز العارفین بھی اقطاب میں شامل ہیں۔کیوں کہ ایک قطب ہی کو قطب الاقطاب کے مرتبہ کا علم و عرفان حاصل ہوتا ہے۔

کنز العارفین شیخ زاہد قدس سرہ مزید فرماتے ہیں کہ مشائخ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ جو مختلف مقامات و شہروں میں موجود ہیں۔ان سب میں شیخ رفاعی اعلیٰ مقام پر متمکن ہیں۔اس سلسلہ میں شیخ ابوبکر ہواری قدس سرہ کا بیان ہے کہ ''طبقات ظاہری'' کے مشائخ میں سب سے پہلے درجہ پر حضرت سید احمد رفاعی ہیں۔(عظمت رفاعی)

سلطان روم کی دنیا بدل گئی :

صاحب ''نور احمدی'' لکھتے ہیں کہ سلطان محمد رومی جو حاجی رجب رفاعی سے مشہور تھے۔اپنے والد کے انتقال کے بعد قطب عالم سید احمد رفاعی سے بیعت ہونے کی غرض سے واسط اور بطائح سے ہوتے ہوئے ام عبیدہ آئے اور معشوق اللہ حضرت احمد رفاعی رحمتہ اللہ علیہ سے جب مشرف بہ بیعت ہوئے اور پھر دولت خلافت سے بھی مالا مال ہو گئے تو سلطان محمد رومی کی دنیا ایسی بدلی کہ انھوں نے اپنا ملک و مال کو چھوڑ کر فقر و درویشی کی زندگی اختیار کی۔ سلطان محمد (حاجی رجب) کے اخلاص کے ساتھ بیعت ہونے کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ ان کے روحانی تصرفات بھی مذکورہ درویشوں کے مثل ہو گئے تھے

حقیقت کی کسوٹی شریعت ہے :

جس حقیقت کو شریعت رد کرے وہ بے دینی (زندقہ) ہے۔اگر تم کسی کو ہوا میں چارزانو بیٹھا ہوا بھی دیکھو تو ہرگز اس کی طرف توجہ نہ کرو جب تک کہ شریعت کے امرونہی میں اس کی حالت کو نہ جانچ لو۔(البرہان)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا مختصر تعارف

مولانا ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی، ایم، اے۔ پی ایچ ڈی (استاد)، مرکز اہل سنت جامعہ رضویہ منظر اسلام، بریلی شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

اس فرش گیتی پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے یکے بعد دیگرے انبیا کرام کو بھیجا تبلیغ و ہدایت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبین سید الانبیا سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک جاری رہا خاتم النبین کے بعد تبلیغ و ہدایت کے لیے نبیوں اور رسولوں کی آمد ختم ہوگئی۔ ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ جب نبیوں اور رسولوں کی آمد ختم ہوگئی تو کیا اب اس فرش گیتی پر معصیت و گمراہی کا شکار انسان نہیں ہوگا؟ کیا انسان راہ حق سے دور نہیں ہوگا؟ کیا شیطان انسان کو صراط مستقیم سے بھٹکانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ جب کہ قرآن فرماتا ہے ''ان الشیطان للانسان عدو مبین'' شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، شیطان انسان کو راہ حق سے دور کرنے کی کوشش کرے گا، انسان معصیت و گمراہی کا شکار ہوگا جب یہ سب کچھ ہوگا تو پھر انسانوں کی ہدایت کون کرے گا؟ حبیب خدا سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متفکر انسانوں کے سوال کا جواب یوں ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمھاری تشویش اور پریشانی برحق ہے۔ اب میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن تبلیغ و ہدایت کا کام بدستور جاری و ساری رہے گا، نبی نہیں آئے گا لیکن نبی کا نائب ضرور آئے گا، رسول نہیں آئے گا لیکن رسول کا نائب ضرور آئے گا۔ اب میرے بعد میری امت کے علما رشد و ہدایت کا کام انجام دیں گے لوسنو ''علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل'' میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات کے بعد سرکار دو عالم کے صحابہ نے رشد و ہدایت کا کام انجام دیا صحابہ کے بعد تابعین پھر تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے تبلیغ و ہدایت کا فریضہ انجام دیا جب سے اب تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے انشاءاللہ تا قیامت جاری رہے گا۔

''علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل'' کی کڑیوں میں سے ایک اہم کڑی سید احمد کبیر رفاعی بھی ہیں جن کو دنیا سید الاولیا کے نام سے جانتی و پہچانتی ہے۔ آپ وہ با کرامت بزرگ ہیں کہ آپ کی ولادت کی خبر پیدائش سے پہلے ہی سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے ماموں حضرت باز اشہب منصور بطائحی علیہ الرحمہ کو دی تھی۔

اس بشارت عظمیٰ سے صاف ظاہر ہے کہ آپ مادرزاد ولی تھے۔ آپ کی تعریف و توصیف اور حالات و واقعات مجھ جیسا کم علم کیا بیان کر سکتا ہے، یہ میری خوش بختی اور خوش نصیبی ہے کہ محترم جناب مولانا سید حسام الدین رفاعی صاحب (خانقاہِ رفاعیہ، بڑودہ، گجرات) نے آپ کی شخصیت پر ایک مقالہ لکھنے کے لیے میرے نام کا انتخاب کیا پیہم اصرار کہ میں سید احمد کبیر رفاعی پر مقالہ تحریر کروں ساتھ ہی ساتھ مقالہ نویسی کے لیے موصوف نے کچھ کتابیں مہیا کرا دیں اور وعدہ لے لیا۔

لٰہذا ایفائے وعدہ کے لیے میں کچھ لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں، اس امید پر بارگاہ سید الاولیا میں خراج عقیدت پیش کر رہا ہوں کہ میرے لیے یہ مقالہ ذریعۂ نجات بن جائے۔

فضائل و مناقب

آپ کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں انہیں احاطہ تحریر میں لانا میرے بس کی بات نہیں بزرگوں نے جو فضائل و مناقب بیان کیے ہیں، ان ہی کو اجمال کے طور پر یہاں پیش کر رہا ہوں۔

حضرت علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی بڑی شان کے بزرگ ہیں آپ کا مقام بہت بلند اور

آپ کے احوال بہت مشہور ہیں۔منقول ہے کہ آپ ان چار بزرگوں میں سے ایک ہیں جو بحکم الٰہی اندھوں کو آنکھ والا، کوڑھیوں کو تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ ہر شہر اور دیہات میں آپ کے بیشمار شاگرد موجود ہیں ممالک اسلامیہ میں کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں آپ کی خانقاہ نہ ہو کثرت مجاہدات کی وجہ سے اپنے احوال پر غالب اور اپنے باطن پر حاوی تھے علوم طریقت میں اپنے دور کے استاذ کامل تھے قوم کے پورے احوال آپ پر روشن تھے (یعنی آپ غیب کی باتیں جانتے تھے) لوگوں کی مشکلات کو آسانی سے حل فرما دیتے۔آپ کا کلام بہت پاکیزہ ہوتا۔اور صوفیہ میں آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ بہت متواضع اور وسیع القلب تھے۔(قلائد الجواہر ص ۲۸۹)

علامہ ابن جوزی کے صاحبزادے شیخ شمس الدین نے اپنی تاریخ میں لکھا کہ ابو العباس حضرت سید احمد کبیر رفاعی ام عبیدہ میں مقیم تھے جہاں آپ سے بیشمار کرامتوں کا ظہور ہوا۔آپ کے اصحاب ایسے مقامات پر فائز تھے کہ درندوں پر سوار ہو کر سانپوں کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں رکھتے تھے، ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو بہت بلند درخت پر چڑھ کر نیچے کود جاتے تھے اور انھیں کوئی ضرر نہیں پہنچتا تھا (قلائد الجواہر ص ۲۸۹)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عراق کے مشہور مشائخ اور بڑے عارفین اور بڑے محققین وصدر مقربین میں سے ہیں۔صاحب مقامات عالیہ، جلالت عظمیہ کرامات جلیلہ، احوال منورہ، افعال خارقہ، انفاس صادقہ، صاحب فتح روشن چمکتے ہوئے قلب روشن، سر اظہر قدا کبر، صاحب معارف غالبہ، حقائق منورہ اور اشارات عالیہ تھے۔قرب میں ان کا مکان مضبوط تھا، حضور میں ان کی مجلس اعلیٰ تھی تمکین میں ان کا ظہور بلند تھا قوت میں ان کا مقام اعلی تھا، تعریف نافذ میں ان کا قدم راسخ تھا (بہجۃ الاسرار ص ۲۳۵)

شہرت اور خلق خدا کا ہجوم

درس و تدریس کے ابتدائی دور میں تو علوم ظاہری میں آپ کی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے شہرہ ہوا اور بڑے بڑے علما وفضلا آپ کے درس میں استفادہ کے لیے حاضر ہونے لگے۔ پھر جب آپ نے نصاب طریقت اور سلوک ومعرفت کے مدارج عالیہ کو طے کر لیا اور آپ کے تقویٰ و پرہیز گاری کا خاص و عام میں شہرہ ہو گیا اور آپ کے ماموں نے خرقۂ سجادگی پہنا کر خانقاہ ام عبیدہ میں آپ کو بلا لیا تا کہ آپ وہاں رہ کر لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کر سکیں اور اپنے علوم ظاہری و باطنی سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔تو آپ سے استفادہ کے لیے خلق خدا ٹوٹ پڑی اور خانقاہ ام عبیدہ میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں علما اور فقرا تحصیل علم اور تزکیۂ نفس کے لیے رہنے لگے۔خانقاہ شریف میں جتنے آدمی رہتے تھے سب کے کھانے پینے کا انتظام آپ ہی کی طرف سے ہوتا تھا تا کہ سالکین اور طلبہ فراغ قلب اور اطمینان سے حصول مقصد میں لگے رہیں اور معاش کی فکر میں مبتلا ہو کر تحصیل علم اور ذکر خداوندی سے غافل نہ ہوں۔بعض مستند اور ثقہ اہل علم کا بیان ہے کہ بعض دنوں میں ہم نے دیکھا کہ دس دس ہزار آدمیوں کا مجمع خانقاہ میں رہتا تھا اور سب کی مہمانی آپ کے لنگر خانہ سے ہوتی تھی (البیان المشید ص ۷)

شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شیخ یوسف عسقلانی ام عبیدہ میں ایک حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت سید احمد رفاعی کی زیارت کے لئے میں ام عبیدہ حاضر ہوا آپ کے اردگرد ایک لاکھ زائرین تھے جن میں علما وشیوخ امرا وعوام سبھی تھے حضرت ان سب کے قیام وطعام اور حسن سلوک کا اہتمام وانتظام فرماتے تھے۔(تذکرہ حضرت رفاعی ص ۴۲)

آپ کے زمانے میں بھی لوگ دین اسلام سے کٹے ہوئے تھے اور کچھ لوگ داخل اسلام ہو کر بھی دین سے لاپروائی اور شریعت سے غفلت برتتے تھے اور غلط رسم ورواج پر عمل کرتے تھے۔ بناوٹی صوفیا اپنے غلط کردار سے دین کا چہرہ بگاڑ رہے تھے اس لیے آپ نے خانقاہی تربیت کے علاوہ مجالس وعظ کا سلسلہ بھی جاری فرمایا مجالس وعظ میں آپ کا زور اس پر ہوتا کہ سنت وشریعت پر عمل کر کے اپنی زندگی میں اجالا پیدا کیا جائے، اس کے بغیر نہ ولایت ملتی ہے نہ خدا ملتا ہے۔

مریدوں کے لیے دوزخ سے آزادی کا پروانہ

حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کے دو مرید جنگل میں گئے اور ایک جگہ بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگے ایک نے دوسرے

سے کہا تم اتنی مدت تک سیدی احمد کبیر کی خدمت میں رہے کیا تم کو کچھ حاصل ہوا؟ دوسرے نے کہا کہ تم کو اگر کچھ آرزو ہو تو حاصل کرو۔ اس نے کہا کہ اے میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ اسی وقت دوزخ سے ہماری آزادی کا پروانہ آسمان سے اترے دوسرے نے یہ سن کر کہا کہ خدائے تعالیٰ کا کرم بے انتہا ہے اور اس کا فضل بے پایاں ہے

ابھی یہ دونوں باتیں کر ہی رہے تھے کہ دفعتاً ایک سفید کاغذ آسمان سے آکر گرا تو اس کاغذ کو ان لوگوں نے اٹھا لیا جس پر بظاہر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا۔ وہ دونوں اس کاغذ کو لے کر حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی باتوں کو ان سے بیان نہیں کیا صرف وہ کاغذ آپ کو دے دیا۔ جب حضرت نے اس کاغذ کو دیکھا تو فوراً سجدہ کیا۔ جب سجدے سے سر اٹھایا تو فرمایا کہ قدرت کے ہاتھ سیاہی سے نہیں لکھا کرتے، اس پر خط نور سے لکھا ہوا ہے۔ اور کہا "الحمد لله الذی ارانی عتق اصحابی من النار فی الدنیا قبل الاخرة" یعنی سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے میرے مریدوں کی دوزخ سے آزادی مجھے دنیا میں آخرت سے پہلے دکھا دی۔ (نفحات الانس ص ۷۸۶)

باغ کے عوض جنت

شیخ عزالدین ابن عمر قریشی بغدادی کا بیان ہے کہ سلطان سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کے دوستوں میں سے شیخ جمال الدین خطیب نے ایک دن حضرت سلطان کے پاس آکر عرض کیا کہ مقام آدینہ میں ایک باغ شیخ اسمٰعیل بن عبدالمنعم کا ہے مجھے اس کی ضرورت ہے خریدنا چاہتا ہوں مگر شیخ اسمٰعیل بیچنے کو تیار نہیں ہیں۔ اگر حضرت کرم فرمائیں اور شیخ اسمٰعیل سے بات کریں تو آپ سے وہ انکار نہ کریں گے۔ اور میرا مقصد حاصل ہو جائے گا، یہ سن کر حضرت تیار ہو گئے اور شیخ جمال الدین کو لے کر شیخ اسمٰعیل کے گھر گئے اور باغ کے خرید و فروخت کی بات کی مگر شیخ اسمٰعیل تیار نہ ہوئے۔ سلطان العارفین کی بات اور بار بار زیادہ کہنے پر شیخ اسمٰعیل نے کہا یا حضرت! جو چیز میں چاہتا ہوں وہ اگر مجھے مل جائے تو البتہ آپ خرید لیں اور میں دے دوں گا۔ سلطان نے فرمایا ہاں ہاں بتاؤ جو قیمت بھی چاہو گے میں دینے کو تیار ہوں۔ انھوں نے کہا یا سیدی اگر جنت کا ایک محل مل جائے تو دے دوں گا۔ حضرت سلطان نے فرمایا۔ اسمٰعیل! جنت کے علاوہ دنیا کی کوئی چیز مانگ لو شیخ اسمٰعیل نے کہا مجھے جنت ہی چاہیے اور کچھ بھی نہیں اگر لینا ہے تو جنت کے بدلے لے لیجیے۔ حضرت سلطان کا چہرہ زرد ہو گیا۔ مراقبہ میں سر جھکا لیا۔ تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا تو چہرہ سرخ اور بشاش تھا فرمایا اے اسمٰعیل! تم جو چاہتے ہو وہ ہم نے دیا یعنی تمھارے باغ کی قیمت میں جنت کا ایک محل دیا۔ شیخ اسمٰعیل نے کہا اگر ایسا ہے تو ایک تحریری دستاویز عطا فرمائیں اس پر سلطان العارفین نے یہ تحریر لکھ کر ان کے حوالے کر دی۔

بسم الله الرّحمن الرّحیم

هذا ما اشتریٰ اسمٰعیل بن عبد المنعم من عبد الفقیر الحقیر احمد بن ابی الحسن الحسینی الرفاعی ضامنا علی کرم الله تعالیٰ قصراً فی الجنة بجهته اربعة حدود الاول الی جنة العدن والثانی الی جنة المأویٰ و الثالث الی جنة الخلد و الرّابع الی جنة الفردوس بجمیع جواره و والدانه وغلمانه و اسرته و انهارهٖ واشجارهٖ عوض بستانه فی الدینا و لهٗ الله عز و جل شاهد و کفیل.

ترجمہ:۔ یہ تحریر اس بات کی ہے کہ خریدا اسمعٰل بن عبدالمنعم نے اس بندۂ فقیر حقیر احمد بن ابوالحسن علی الحسینی الرفاعی سے اللہ کے کرم کی ضمانت پر جنت کا ایک محل جس کے چاروں جانب کی حد یہ ہے پہلا جنت عدن تک دوسرا جنت الماویٰ تک تیسرا جنت الخلد تک چوتھا جنت الفردوس تک مع اس کی تمام حور و غلماں وفرش و تخت و جملہ اس کی نہروں و درختوں کے اپنے باغ کے بدلے میں اور اس کا گواہ وکفیل اللہ تعالیٰ ہے۔

یہ تحریر لکھ کر شیخ اسمعیل کو دے دی اور فرمایا اے اسمعیل! اس فقیر اور اپنے ہاتھ کو دیکھو پھر جنت کو دیکھو اس کے تمام حور و غلماں وغیرہ کے ساتھ شیخ اسمٰعیل کہتے ہیں کہ ابھی سلطان العارفین کی بات پوری بھی نہ ہو پائی تھی کہ میں نے وہ جنت اس کے تمام حور و غلماں کے ساتھ دیکھ لیا اور وہ مجھے سلام کر رہے ہیں اور اس کا فرش و تخت و نہروں و درختوں غرض سب کو دیکھ لیا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد شیخ اسمٰعیل اپنے بیٹوں کے پاس آئے جو باغ میں کام کر رہے اور پانی دے رہے تھے۔ ان بیٹوں سے کہنے لگے تم سب لوگ باغ چھوڑ کر نکل آؤ کیوں کہ میں نے اسے سلطان العارفین سید احمد کبیر الرفاعی کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے بیٹے

راضی نہ ہوئے کہ ہماری ضرورت کی چیز ہے۔ بیچا نہ جائے گا۔ شیخ اسمعیل نے انھیں پورا واقعہ سنا دیا، پھر بھی وہ راضی نہ ہوئے مگر اس بات پر کہ ہم کو بھی اس قصر جنت میں شریک وشامل کرلیا جائے۔ آخر باپ نے بیٹوں کو اس میں حصہ دار بنا کے مشتر کہ حق کا اقرار کرلیا اور قول پر حق تعالیٰ کو وکیل اور گواہ بنا دیا۔ تب وہ لوگ راضی ہو کر باغ سے نکل آئے اور شیخ جمال الدین کو اس پر قبضہ مل گیا خوش ہو گئے۔ عرصہ بعد شیخ اسمعیل بن عبدالمنعم نے وفات پائی۔ ان کے بیٹوں نے ان کی وصیت کے مطابق جو پہلے وہ کر گئے تھے اس تحریر کو ان کے کفن میں رکھ دیا۔ دفن کے بعد دوسرے دن قبر کے اوپر ایک سفید نورانی کاغذ کا پرزہ ملا جس میں لکھا ہوا تھا کہ جو کچھ سلطان سید احمد الکبیر الرفاعی نے لکھ کر دیا تھا وہ سچ ہوا اور مجھے مل گیا۔ (کبیر الاولیا رفاعی ص، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹)

حضرت رفاعی علما کی نظروں میں

امام اہل سنت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ایک استفتا کے جواب پر ۱۳۳۶ھ میں سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ کے لیے ایک پورا رسالہ "طــــرد الافاعی عن حمی هاد رفع الرفاعی" لکھ دیا تھا۔ جس کے چند اقتباسات میں یہاں پیش کر رہا ہوں۔ جن سے ان کی عظیم المرتبت علمی وعبقری شخصیت کا اندازہ لگانا قارئین کو آسان ہو جائے گا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا احمد کبیر رفاعی قدسنا اللہ بسرہ الکریم اکابر اولیا واعاظم محبوبان خدا سے ہیں امام اجل اوحد سیدی ابوالحسن علی بن یوسف نور الملۃ والدین شطنوفی قدس سرۂ العزیز کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں فرماتے ہیں:

''الشيخ احمدبن ابی الحسن الرفاعی رضی الله تعالیٰ عنه من اعيان مشائخ العراق واجلاء العارفين و عظماء المحققين و صدار المقربين صاحب المقامات العالية والجلالة العظيمة والكرامات الجليلة و الا حوال السنية و الا فعال الخارقة و الانفاس الصادقة صاحب الفتح الموفق و الكشف المشرق والقلب الا نور و السر الاظهر و القدر الا كبر''.

یعنی حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران مشائخ واکابر عارفین واعاظم محققین وافسران مقربین سے ہیں جن کے مقامات بلند اور عظمت رفیع اور کرامتیں جلیل اور احوال روشن اور افعال خارق عادات اور انفاس سچے عجیب فتح اور چمکا دینے والے کشف اور نہایت نورانی دل اور ظاہر تر سر اور بزرگ تر مرتبہ والے ہیں دو ورق میں اس جناب رفعت مآب کے مراتب عالیہ ومناقب سامیہ وکرامات بدیعہ و فضائل رفیعہ ذکر فرماتے ہیں حضرت ممدوح قدس سرہ الشریف کا روضۂ انور سید اطہر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حاضر ہونا اور یہ اشعار عرض کرنا۔

في حالة البعد روحي كنت ارسلها
تقبل الارض عني وهي نائبتي
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامد د يمينك كي تحظى بها شفتي

زمانہ دوری میں میں اپنی روح کو حاضر کرتا تھا۔ وہ میری طرف سے زمین بوسی کرتی۔ اب جسم کی نوبت ہے کہ حاضر بارگاہ ہے حضور دست مبارک بڑھائیں کہ میرے لب سعادت پائیں۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک روضۂ انور سے باہر کرنا اور حضرت احمد رفاعی کا اس کے بوسہ سے مشرف ہونا مشہور وماثور ہے۔

مذکورہ بالا اقتباسات پڑھنے کے بعد قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت رفاعی کا کیا مقام ورتبہ تھا؟

مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم اعلی ندوۃ العلماء لکھنو

اہل علم سیر وسوانح کی کتابوں اور دعوت الی اللہ اور تزکیۂ نفس کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے اشخاص کو معلوم ہے کہ امام احمد الرفاعی (ولادت ۵۱۲ھ وفات ۵۷۸ھ) سرخیل صوفیائے کرام اور ممتاز ومشہور ترین عارفین اور اولیائے امت میں گزرے ہیں جن کی صحبت تعلیم و تربیت دعوت الی اللہ اور تزکیۂ نفوس کی برکت سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں اشخاص عارف باللہ واصل الی اللہ اور مخلصین ومقبولین کے گروہ میں شامل ہو گئے، سیر وسوانح کی کتابوں میں ان کی ایسی کرامات، مقبولیت عند اللہ کی نشانیاں اور انعامات خداوندی کے واقعات ملتے ہیں جو ممتاز ترین خواص امت کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اب جب ایسے برگزیدہ نفوس اپنے جسمانی وجود کے ساتھ سطح زمین پر اور لوگوں کے درمیان موجود نہیں۔ ان کی تعلیمات، ملفوظات،

اورتحریروں سے ہی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔اوراس کا سلسلہ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں جن کواللہ تعالیٰ نے قبولیت سے نوازا۔ان کی وفات کے بعدصدیوں تک جاری رہااورآج بھی طالبین خدااورشائقین اصلاح نفس ان سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں۔اوران کے ملفوظات، مکتوبات وصایا،اورتعلیمات اوران کے احوال رفیعہ اور حکایات صادقہ اب بھی لوگوں میں رجوع الی اللہ کا جذبہ،معرفت صحیحہ کا ولولہ اوراصلاح وتربیت نفس کی ضرورت کا احساس اورتقاضا پیدا کرتی رہتی ہیں۔

راقم الحروف کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ عزیز گرامی قدر مولوی سید مصطفیٰ رفاعی ندوی نے اپنے روحانی پیشوابزرگ احمدالرفاعی کےارشادات کے مجموعہ ''حالة اهل الحقيقة مع الله ''کوجس میں منتخبہ احادیث کی شرح میں حضرت امام احمد الرفاعی کی زبان وقلم سے نکلے ہوئے ملفوظات وارشادات جمع کر دیئے گئے اور جن میں ان کی عارفانہ شرح ودعوت وتزکیہ کے وہ اہم نکات آگئے ہیں جوان کے مقام کے شایان شان ہیں۔اردوترجمہ کے لیے منتخب کیا اوراس طرح یہ بیش قیمت مضامین اورعلوم ومعارف اس اردو داں طبقہ کے لیے جوعربی زبان سے واقف نہیں ہے یا اس کو اصل کتاب مہیا نہیں ہے۔ایک سامان موعظت اوروسیلۂ علم ومعرفت مہیا کر دیا،اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کونفع پہنچائے اورمترجم وناشرکوبہترین جزاعطا فرمائے ۔والسلام،ابوالحسن علی ندوی ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۴۱۲ھ/۲۱/دسمبر۱۹۹۱ء (اللہ کے ساتھ اولیاءاللہ کا حال ص،۶،۷)

مولانا مجاہدالاسلام قاسمی امارت شرعیہ بہارواڑیسہ

حدیث شریف کے بارے میں بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ حدیث رسول کے ساتھ مشغولیت،اصحابیت اورصحبت رسول کی نسبت پیدا کرتا ہے جوشخص جتنا زیادہ رسول کی احادیث میں اپنے کومشغول رکھے گا اتنا ہی زیادہ اس کوان کیفیات میں حصہ ملے گا جورسول کی صحبت میں صحابہ کوملا کرتا تھا۔

بلا شبہ یہی صورت حال اولیاء اللہ اوراصحاب نسبت بزرگوں کی ہے میرا ذاتی تجربہ اورمشاہدہ بھی یہی ہے کہ اگر چہ بزرگوں کی صحبت حاصل نہ ہوسکی ہولیکن ان کے ملفوظات کے مطالعہ سے قلب پر وہ کیفیات پیدا ہوتی ہیں اورانسانی زندگی میں وہ تبدیلی پیدا ہوتی ہے جو اہل نظر کی صحبت سے خاص نسبت رکھتی ہے میں نے دیکھا ہے کچھ ایسے لوگوں کوجنھوں نے اپنے کومکتوبات مجدد الف ثانی میں گم کر دیا ہے کہ باوجودمجدد صاحب کی صحبت نہ پانے کے انھیں ظاہری علم کی کمی کے باوجود حکمت دین خشوع وخضوع اخلاص واتباع سنت کی زبردست دولت حاصل ہوئی۔یہی حال امام غزالی کے کلام اورمولانائے روم کے کلام کی تاثیر کا ہے،پس اولیاءاللہ کے ملفوظات اوران کی مجالس ان کی وفات کے بعد بھی انسان کی قلبی حالت اوراس کی زندگی پرایک حدتک اسی طرح اثرانداز ہوا کرتی ہیں جس طرح ان کی زندگی میں ان کی صحبت وہم نشینی اثرانداز ہوا کرتی تھی۔

حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی ان اولیاءاللہ بزرگوں میں سے ہیں جونہ صرف یہ کہ اسلام کی حقانیت کا ثبوت ہیں بلکہ ان کی صحبت میں بیٹھ کر ہزاروں ہزار کی زندگی کا رخ بدل گیا ہے، میں ہرگز اس لائق نہیں ہوں کہ حضرت کے مقام اورمرتبہ کے بارے میں کچھ کہہ سکوں۔ان بزرگوں کے مدارج،ان کے کمالات اوران کی قوی التاثیرصحبت کا تصور ہی ہم جیسے کوتاہ ہمتوں کومبہوت کر دیتا ہے۔میں توبس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ حضرت کی یہ''مجالس''جوآج شائع ہونے جارہی ہیں،اپنے عزیز دوست مولانا سید مصطفیٰ رفاعی ندوی(خلیفہ ومجاز حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ العالی)کی عنایت سے مجھے مطالعہ کرنے کوملیں اور میں نے اس کے چند حصے پڑھے توایسا محسوس کیا کہ حضرت کی وفات کے بعد بھی ان کی مجالس اوران کے ملفوظات قلوب کی تبدیلی میں نہایت مؤثر ہیں مجھے یقین ہے کہ اپنی اصلاح کی خاطر جولوگ ان مجالس سے استفادہ کریں گے انہیں غیرمعمولی فائدہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ اتنی بڑی نسبت رکھنے والی اس کتاب پر میں یہ چندسطریں لکھوں مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں بےادبی کررہا ہوں لیکن اپنے عزیز دوست مولانا سید مصطفیٰ رفاعی ندوی،جن کوخود حضرت سے روحانی نسبت ہے کے اصراراورحکم کو میں ٹال نہیں سکتا تھا،اس لیے اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی نسبت کا کچھ بھی حصہ ہم ناکاروں کی طرف منتقل فرمادے یہ تحریرلکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ ان مجالس کی اشاعت کوخلق اللہ کی ہدایت کا ذریعہ بنادے۔مجاہدالاسلام قاسمی۔
۷محرم الحرام ۱۴۱۲ھ ۲۰ جولائی ۱۹۹۱ء(مجالس رفاعیہ ص ۶،۷)

مولانا قاری محمد طیّب ناظم اعلیٰ دارالعلوم دیوبند

الحمد لله وسلام علی عباده الّذین اصطفےٰ امّا بعد !

رسالۂ "ارشادات حضرت رفاعی"

مرتبہ جناب محترم مولانا سید مصطفےٰ رفاعی زید مجدہٗ (مجاز حضرت مولانا علی میاں صاحب) نگاہوں کے سامنے ہے جو علوم و معارف کا ایک امنڈتا ہوا سمندر ہے، جس کے الفاظ تو عرفی ہیں مگر معانی عرفانی ہیں ہر ہر ملفوظ میں ایک عجیب حیرت انگیز کشش، دل پذیری اور دل کشی کے جو ہر رچے ہوئے ہیں۔ جو پیشانی کی آنکھوں کو بند کر کے دل کی آنکھیں کھول دیتے ہیں اور ہر پہلا ملفوظ اپنی باطنی کشش سے دوسرے ملفوظ کی دعوت لئے ہوئے سامنے آتا ہے، پہلے سے سیری نہیں ہو پاتی کہ دوسرے کا شوق ابھر آتا ہے اور اس طرح ان ملفوظات کے مرتب سلسلہ سے مجموعی کتاب ایک مسلسل سنہری زنجیر کی طرح پڑھنے والے کو اپنے سے باندھ لیتی ہے اور اس کے دل و دماغ کو اپنا اسیر بنا لیتی ہے۔ مگر آدمی اس قید و بند میں مقید ہو کر باطنی آزادی کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے ایمان میں تازگی، قلب کے عشقی جذبات میں بالیدگی اور عمل وطاعت میں جو کشش ابھر رہی ہے اور وہ آزاد ہو کر کسی غیر محسوس جہاں میں پہونچ گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ اور ارباب قلوب کے الفاظ محض الفاظ نہیں ہوتے، بلکہ معانی اور حقائق کا مصدر، مشاہدات کا سرچشمہ اور محبتِ خداوندی کا منبع ہوتے ہیں۔ جن سے ایک ذی استعداد انسان علم و معرفت کی گہرائیوں اور قوت یقین کی گہرائی کے دریا میں غرق ہو کر تھپیڑے کھانے لگتا ہے، جسے نہ اپنی خبر رہتی ہے نہ اپنی عقل و دانش، بلکہ محبت و عشق کی ربودگی اور اس میں محویت اس پر چھا کر اسے غرق حیرت کر ڈالتی ہے۔ پس اگر قوت یقین ہی ایمان ہے اور جوش معرفت ہی مشاہدات غیبی کا دروازہ ہے تو کون ہے کہ یقین و مشاہدات کی سرحدوں تک پہنچ کر لفظی علم یا رسمی معانی میں الجھا ہوا رہ جائے اور حقیقت کا جمال جہاں آرا سامنے آنے پر کون ہے کہ رسمیات کی قید و بند کا اسیر بنا رہے۔

یہی صورت حال ملفوظات کے مطالعہ کے وقت کچھ اپنی بھی ہوئی کہ ملفوظات کے عرفی معانی سے بڑھ کر صاحب ملفوظات کی حقیقی تصویر نگاہوں میں گھومنے لگی اور ایسا محسوس ہوا کہ جیسے میں خود حضرت صاحب ملفوظ کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور وہ اپنے مخفیات قلبی کے ساتھ مجھ سے مخاطب ہیں، گویا میں ان کی سخن ہائے معرفت کے پردے میں ان کے دیدار سے مشرف ہو رہا ہوں۔

در سخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل
ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

ملفوظات کا کلام نہایت سادہ مگر معانی نہایت رنگین، لباس معمولی مگر ملبوس نہایت آبدار، صدف ادنیٰ مگر مغز کی طرح اندر موتی بھرے ہوئے، ہر ہر لفظ سونے سے لکھنے کے قابل بشرطیکہ سونا ان کے سامنے کوئی حقیقت رکھتا ہو، ورنہ تار نگاہ کے قلم سے صفحۂ دل پر لکھنے کے لائق ہیں۔

پھر ان الفاظ سے علوم و معارف کا جو دریا ابلتا ہوا سامنے آتا ہے اس کا دھارا کسی ایک ہی سمت میں نہیں بہہ رہا ہے بلکہ ظاہر و باطن کی شش جہت۔ یمین و یسار امام و خلف اور فوق و تحت۔ اور سچ پوچھیئے تو شش جہات سے گزر کر ساتویں جہت "غیب" میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے جو ان سب جہات سے بالاتر ہے جہاں عقل محض کی رسائی اور فہم محض کی پرواز نہیں۔

عقل گوید شش جہت راہیست حد بیش نیست
عشق گوید ہست راہے بارہا من رفتہ ام

پس حضرت رفاعی قدس سرہٗ کے معارف کا مقام شش جہت تک محدود نہیں جو عقلی تگ و تاز کا میدان ہے بلکہ بالائے شش جہت عالم غیب کی جہت ہے جو عشق کا مقام ہے جہاں زبانیں گنگ عقلیت متحیر اور فہم وذکا معطل ہو جاتے ہیں۔

بوئے او دلبر چوں پرّاں می شود
ایں زبانہا جملہ حیراں می شود

پس جیسے ذات حق جل مجدہٗ ہر مدح و توصیف سے بالاتر ہے اور انت کما اثنیت علیٰ نفسک کہے بغیر چارہ نہیں اسی طرح خاصانِ حق اور ان کے کلمات طیّبات۔ جن میں حضرت رفاعی کا ایک امتیازی مقام ہے۔ ہر مدح و توصیف اور تقریظ و تائید سے مستغنی اور بالاتر ہیں اس لیے اس بیش بہا خزانۂ معانی کا تعارف نطق و کلام کا کام نہیں بلکہ سکوت عجز کا کام ہے، اور جیسے (بقیہ صفحہ نمبر ۱۴۹)

تذکرۂ حضرت رفاعی: ایک مطالعہ

پروفیسر سید شاہ طلحہ رضوی برقؔ، سابق صدر شعبہ اردو و فارسی، ویر کنور سنگھ یونیورسٹی، آرہ (بہار)

گدائے میکدہ ام لیک وقت مستی بیں
کہ ناز بر فلک و حکم بر ستارہ کنم

شہرہ آفاق نعت گو عاشق رسول مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؔ قدس سرہ نے حضرت مولانا جلال الدین رومیؔ کی مثنوی شریف سے متعلق اپنی عقیدت کا اظہار یوں کیا ہے:

مثنوی معنوی مولوی
ہست قرآں درزبان پہلوی

دنیائے فقر و جہان طریقت میں مولانا رومی کا مقام و مرتبہ اظہر من الشمس ہے۔ وہ اپنی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

اولیا را ہست قدرت از الہ
تیر جستہ باز گرداند زراہ
گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور کیوں نہ ہو جب کہ بقول مولانا:

کرد ہر کہ ذات مرشد را قبول
ہم خدا آید بذاتش ہم رسول

شریعت و طریقت کے خوبصورت انضمام کی طرف ان کا یہ شعر واضح اشارہ ہے:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مدینۃ العلم تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان پر دین کی تکمیل کی ساتھ اپنی نعمتیں تمام کر دیں، ان کی امت میں دو جماعتیں نمایاں ہیں، ایک علمائے ربانین کی دوسری اولیاء اللہ کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے کرام سے متعلق فرمایا:

"علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل"

اور "العلماء ورثۃ الانبیاء"، اللہ جل شانہ نے اپنے اولیا کے لیے سورۂ یونس میں فرمایا:

"الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون"

شریعت و طریقت دراصل ایک دوسرے سے الگ نہیں گویا یہ ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں۔

بہر حال چار پیر چودہ خانوادہ سے جو سلاسل طریقت ساری دنیا میں جاری و ساری ہیں ان میں اللہ کے برگزیدہ محبوب بندوں (اولیاء) کا شمار ممکن نہیں۔ پیران پیر غوث الاعظم دستگیر سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ قادریہ ہندوستان میں خوب پھیلا اور پروان چڑھا۔ اس کے علاوہ دیگر سلاسل چشتیہ، سہروردیہ، فردوسیہ، نقشبندیہ، شطاریہ، ابوالعلائیہ وغیرہ کا کیا کہنا!

ہندوستان سے باہر بھی کچھ نہایت اہم سلسلوں نے بڑا فروغ پایا جو یہاں نسبتاً بہت کم ہیں۔ مثلاً سلسلہ مولویہ ترکی، دمشق اور شام میں، سلسلہ نعمت اللہیہ ایران میں، سلسلہ شاذلیہ افریقہ، رومانیہ اور ترکیہ میں، سلسلہ عالیہ رفاعیہ حجاز و شام میں۔

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو معجزے عطا فرمائے تھے۔ اکثر کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ید بیضائے موسوی، عصائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سانپ بن جانا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نابینا کو بصارت دینا، مبروص کو شفا بخشنا، مٹی کا پرندہ بنا کر اڑا دینا، حضرت سلیمان علیہ السلام کا چیونٹی کی باتیں سننا، سمجھنا اور اس پر تبسم فرمانا، واقعہ موسیٰ و خضر میں بھنی مچھلی کا زندہ ہو کر دریا میں چلی جانا وغیرہ۔

جہاں تک سید الانبیاء ختم الرسل سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ہے تو حق یہ ہے کہ:

حسن یوسف دمِ عیسٰی ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جو مدینۃ العلم ہیں (''**وعلمک مالم تکن تعلم**'') فرماتے ہیں: ''**العلماء ورثة الانبیــــاء**''، علما انبیا کے وارث ہیں۔ کس چیز کے وارث ہیں؟ سوا رسالت و نبوت کے وہ تمام اوصاف حمیدہ، خصائل ستودہ و اخلاق کریمانہ جس کی تبلیغ اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے وہ مبعوث ہوئے تھے۔ ان ورثا کو دیکھیے تو ان میں صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، صدیقین، شہدا، صلحا، علما، فقرا اور اولیا ہی تو ہیں۔ انبیا کے معجزات ان کے ورثا میں کرامت وخوارق بن گئے۔

یہ کرامت ہی تو ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اور اسی درمیان نہاوند کی جنگ کا مشاہدہ فرماتے ہوئے حضرت ساریہ کو جو محاذ جنگ پر کمان کر رہے تھے، آواز دی ''**یا ساریہ الجبل یا ساریہ الجبل**'' یہ آپ کا کمانڈ ہی تو تھا۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین کا حکم سنا، اس پر عمل کیا اور فتح یاب ہوئے۔ یہ کرامت وخرق عادت اور تصرف ان ورثائے رسول اللہ کو اللہ تعالیٰ کی دین ہے جن کا صدور وظہور وقتاً فوقتاً ہوتا رہا ہے، کبھی منشاے ایزدی ورضاے حق کے تحت ضرورۃً بھی اس کا اظہار ہوا کیا ہے۔ ویسے اللہ والوں نے اس عطا شدہ نعمت کرامت کا اظہار بہت کم ہونے دیا ہے اور اس کے اخفا واستتار کو ہی پسند فرمایا بلکہ اسے عورتوں کے کرسف سے تشبیہ دیتے ہوئے اس کی پوشیدگی پر زور دیا ہے۔

اب اگر اولیاء اللہ کی ذات بابرکات سے بمشیت الٰہی کرامات کا ظہور ہوتا ہے تو اس کا ذکر خیر عقیدت مندوں اور مریدوں میں کوئی تعجب یا عیب کی بات تو ہے نہیں۔ وہ بھی ایسے ثقہ ارباب علم وفضل وصاحبانِ لوح وقلم کے ذریعہ جن کے نام ہی صداقت وامانت کی ضمانت ہیں۔ مثلاً مصنف نفحات الانس، صاحب مراۃ الاسرار، مولف تذکرۃ الاولیاء، مرتب اخبار الاخیار، مولف اعجاز غوثیہ وغیرہم، ان کے عشق رسول، رجو الی اللہ، فنائیت وبقائیت میں کلام نہیں۔

شیخ طریقت، شمع ارباب ہدایت، سلطان العارفین حضرت سید احمد کبیر ابن سید ابی الحسن رفاعی قدس سرہ اس پایہ کے بزرگ ہیں جن کا سلسلۂ طریقت ارض حجاز وشام میں اس طرح فروغ پذیر اور مقبول و مفید عام ہوا جس طرح سلسلہ عالیہ قادریہ ہندوستان میں۔ سلسلہ عالیہ رفاعیہ سرزمین ہند میں بہت دیر سے پہنچا۔ گجرات کے شہر بڑودہ میں خاندانِ رفاعیہ کے تاجدار حضور پرنور فخر الاولیا حضرت مولانا سید فخر الدین غلام حسین عرف امیر میاں رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے خانقاہ رفاعیہ کی بنیاد ڈالی۔ جس کے موجودہ سجادہ نشین حضرت سید شاہ کمال الدین مظہر اللہ رفاعی مدظلہ ہیں اور اب وہاں سے اس سلسلے کی اشاعت کامیاب طور پر ہو رہی ہے۔

سلسلۂ رفاعیہ کے چند نامور بزرگ ومشائخ کی عربی و فارسی تصنیفات کے تراجم بھی شائع ہو رہے ہیں جو وقت کی ایک اہم ضرورت اور بڑی علمی خدمت ہے۔ مثلاً کنز العارفین سید احمد زاہد رفاعی کی عربی تصنیف ''**تذکرۃ المحققین**'' کا ترجمہ اردو بنام ''عظمت رفاعی''، ''**الفخر المخلد فی منقبته مدالید**'' کا ترجمہ بنام ''حضور کی دست بوسی'' وغیرہ۔

فی الوقت میرے پیش نظر جناب شاہ قادری سید مصطفٰی رفاعی ندوی کی کتاب ''تذکرۂ حضرت رفاعی'' ہے۔ یہ کتاب عرض مولف، مقدمہ از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، پیش لفظ از سید عبدالرب اناوی اور مکتوب گرامی از مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے ساتھ ۱۳۳ صفحات پر مشتمل ہے جو اپریل ۱۹۷۴ء میں شائع ہوئی۔ یہ تذکرہ درج ذیل ابواب پر ہے۔

(۱) بحیثیت معلم ومدرس — (۲) بحیثیت واعظ وخطیب
(۳) بحیثیت ذاکر وعابد — (۴) بحیثیت شاعر وسخن ساز
(۵) بحیثیت مرد مومن — (۶) بحیثیت حق بین وحق گو
(۷) بحیثیت مکرم ومحمود — (۸) بحیثیت انسانِ کامل
(۹) بحیثیت منصور من اللہ۔

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کے حالات میں متواتر جو واقعات بیان ہوئے ہیں ان میں ایک کرامت مدید کی بھی ہے:

''ایک دن آپ اولیاء اللہ کی جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ آپ شاداں فرحاں پکار اٹھے کہ اللہ عزوجل نے مجھے الہام فرمایا ہے کہ

اے احمد اپنے نانا جان محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت کرو، وہاں ایک امانت ہے جو تمہیں عنایت کی جائے گی۔

آپ در اقدس سے حجاز مقدس کے لیے تیار ہو گئے...(لوگ) اطراف و اکناف سے اکٹھا ہو گئے۔ اس مقدس قافلہ میں اپنے وقت کے جلیل القدر مشائخ عظام موجود تھے۔ ان بزرگ ہستیوں میں شیخ جلیل احمد زعفرانی، شیخ معظم حیوۃ ابن قیس الحرانی، شیخ اکمل زاہد ابن شیخ منصور بطائحی ربانی، شیخ مکرم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور شیخ ابوالبرکات اور ان حضرات کے علاوہ دوسرے مشائخ عظام بھی موجود تھے.... جب گنبدِ خضریٰ پر نظر پڑی سواری سے اتر کر برہنہ پا چلنے لگے.... چہرۂ اقدس کو حضور اقدس ﷺ کی مقدس چوکھٹ پر رکھا اور کھڑے ہوکر، قبر انور کی جانب متوجہ ہوکر عرض کیا ''السلام علیک یا جدی'' روضہ انور سے آواز آئی ''وعلیکم السلام یا ولدی''.... جب سنا تو مارے خوشی کے آپ کی آواز بندھ ہو گئی اور دو زانو بیٹھ گئے....درود وسلام کے بعد دو شعر پڑھے۔

ترجمہ : یا رسول اللہ میں دور دراز مقام سے اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر آپ کی خدمت میں بھیجتا تھا جو آپ کے دراقدس کو بوسہ دیتی تھی، اب میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، آپ اپنے دست مبارک باہر کیجیے تا کہ میں اپنے لبوں سے بوسہ دوں۔

جب آپ نے شعر مکمل کر لیے تو قبر انور سے چادر مبارک ہٹ گئی، آنکھیں چندھیا گئیں، دل مدہوش ہو گئے، غیب کے دروازے کھل گئے، نور و نکہت کی بارش ہونے لگی، قبر انور شق ہوگئی، غوث اعظم سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس کو باہر نکالا، جس کی روشنی پورے حرم میں پھیل گئی۔ سید احمد کبیر رفاعی نے بصد خلوص دست اقدس کو بوسہ دیا، تمام لوگ مشاہدہ فرما رہے تھے۔'' (حضور کی دست بوسی صفحہ ۳۳،۳۴)

اس عظیم البرکت شخصیت سے منسوب ایسی بیشتر کرامتیں جو ظاہر ہوئیں محیرالعقول ہوتی ہی ہیں، کثرت سے بیان کی گئی ہیں۔ مولف تذکرہ سید مصطفیٰ رفاعی ندوی نے صفحہ ۱۲۲ پر ''کرامات کی حقیقت'' کے عنوان سے اپنے استاد مولوی ابوالحسن علی ندوی صاحب کا ایک قول نقل کیا ہے:

''کشف و کرامت نہ ولایت و قبولیت کا جز ہیں نہ ان کی دلیل، محققین نے وضاحت کی ہے کہ دین متین پر استقامت کا مرتبہ کرامت سے بہت بلند ہے، اس کے باوجود اللہ پاک اپنے مخلص بندوں کے ہاتھوں خرقِ عادت چیزوں کو صادر فرماتے ہیں....اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامت حق ہیں۔ کتاب و سنت اس کی تائید کرتی ہیں۔'' (صفحہ ۱۲۲)

اور مرتب تذکرہ اس اقتباس کے بعد ''حضرت رفاعی کی بڑی کرامت'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''حضرت رفاعی کی سب سے بڑی کرامت دین و شریعت پر استقامت ہی ہے۔ اور شریعت و طریقت کو توازن سے نصف صدی تک نبھانا ہے جو ہر کے بس کا نہیں۔

درکفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے نداند جام و سنداں باختن

اس طرح حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کی اکثر کرامتیں شیخ نورالدین عبدالرحمٰن جامی، شیخ طریقت محمد صادق شیبانی اور صاحبان علم و عرفان مصنف خزینۃ الاصفیا و مراۃ الاسرار وغیرہم نے مشاہدے کی صداقت کے ساتھ نہایت ثقہ و معتبر روایوں کے حوالے سے تحریر فرمائی ہیں:

اب یہاں پر میں شاہ قادری جناب سید مصطفیٰ رفاعی ندوی کی اس کتاب ''تذکرہ حضرت رفاعی'' کے مقدمہ سے ماخوذ یہ عبارت پیش کرتا ہوں:

''عام شہرت و قبولیت کا ایک نتیجہ تاریخ اسلام میں ان مبالغہ آمیز واقعات اور بے سروپا روایات و حکایات کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جو غالی معتقدین نے یا غیر محتاط مصنفین نے ان بزرگوں کی طرف منسوب کر دی ہیں۔

ان بزرگوں کا کوئی تذکرہ پڑھیے تو بقول ایک مورخ (؟) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نا لوازم بشریہ سے ان کو کوئی سروکار تھا۔ نہ تدریس و تصنیف کا کوئی ذوق نہ اصلاح و تبلیغ کا کوئی جذبہ، نہ خدمت خلق کا کوئی مشغلہ۔ بس ان کا محبوب ترین مشغلہ قانونِ قدرت کا توڑنا اور موالید ثلاثہ اور عناصر اربعہ پر اپنی حکومت اور فرماں روائی قایم

کرتا تھا اور گویا قضا وقدر کے فیصلوں سے ان کو کوئی ضد تھی کہ وہ ہمیشہ ان کو بدلنے اور عالمِ تکوینی میں مداخلت کرتے نظر آتے ہیں۔

اس باب میں بھی حضرت سید احمد رفاعی کی مظلومیت بڑھی ہوئی ہے۔ خال خال بزرگ ہی اس بارے میں ان سے بڑھے ہوئے نظر آئیں گے۔'' (مقدمہ تذکرہ حضرت رفاعی صفحہ ۱۱،۱۲)

مجھے سخت حیرت اور افسوس ہے کہ سید مصطفیٰ رفاعی نے اس کتاب کا مقدمہ مولوی ابوالحسن علی ندوی سے کیسے لکھا لیا جن کے خیالات مشاہیر اولیاء اللہ سے متعلق اس طرح کے ہیں۔ ابوالحسن علی ندوی صاحب نے خود سید مصطفیٰ رفاعی ندوی کی کتاب پر جو ریمارک دیا وہ دیکھیے:

''یہ کہنا تو مشکل ہے کہ پوری کتاب افراط وتفریط سے پاک ہے اور کہیں عقیدت مندی کا غلو نہیں پایا جاتا... امید ہے کہ عمر و قلم دونوں کی پختگی کے بعد کتاب ارتقا کے منازل سے گذرے گی اور نقش ثانی نقش اول سے بہتر اور تابندہ ہوگا۔'' (صفحہ ۳۱)

مولوی ابوالحسن علی ندوی کے بھانجے مولوی محمد رابع حسنی ندوی نے ایک کتاب لکھی بعنوان ''ابوالحسن علی ندوی: عہد ساز شخصیت''۔ اس کتاب پر مولانا سید عبداللہ عباس ندوی پھلواروی مرحوم کا ایک تعارفی مضمون شائع ہوا جس میں لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا (علی ندوی) کی شخصیت کی تشکیل میں جن عناصر نے کام کیا اس پر تمام سوانح نگاروں کا اتفاق ہے... کہ والدہ کی تربیت، مولانا احمد علی لاہوری کی تعلیم، حضرت مدنی مولانا حسین احمد (ٹانڈوی) کی دعائیں، حضرت اشرف علی تھانوی کا جوہر پاک کو پہچان لینا اور دعائیں دینا، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مجدد دعوت وتبلیغ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا (کاندھلوی) شیخ طریقت مولانا عبدالقادر رائے پوری کی روحانی توجہات نے ایک انسانی مجسمہ کو عنایت الٰہی کا مورد وآماجگاہ بنا دیا۔''

اور بہت صحیح بات تو یہ لکھ دی کہ:

''مولانا نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے آپ کو حضرت سید احمد کے خاندان کا ایک فرد پایا... مولانا نے یہ صفات وراثت میں پائیں۔'' (پندرہ روزہ ''تعمیر حیات''، لکھنو ۲۵ فروری، ۲۰۰۶ء، صفحہ ۱۲)

سید احمد بریلوی اور ان کے مرید ومجاز مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان نے توحید اور اسلام کے نام پر کیا کارنامے انجام دیے اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کے چچا صاحبزادۂ شیخ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس کتاب کو ''تفویت الایمان'' ایمان کو فوت کرنے والی کہا۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ تاریخ کے اوراق روشن ہیں۔

ان دونوں پیر ومرید کو مولوی علی ندوی کا خراج عقیدت ملاحظہ ہو:

''اس ملک کے لئے سب سے زیادہ بہتر منہج اور اصول حضرت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے... ان کے باکمال فرزندوں نے جن میں سے ہر ایک نابغۂ روزگار اور مجتہدانہ فقہی وعلمی بصیرت کا حامل تھا ان کا مشن جاری رکھا پھر اس علمی خانوادہ کے تربیت یافتہ اور خوشہ چین شاگرد رشید امام المسلمین سید احمد بن عرفان شہید (ش: ۱۳۶۴ھ) جیسے داعی ومجاہد... دینی غیرت وحمیت میں بھی نمایاں اور ممتاز تھے... یہی حال ان کے جانشین اور قوت بازو مجاہد کبیر مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید (ش: ۱۳۶۴ھ) صاحب تقویت الایمان کا تھا، جن کی کتاب توحید خالص کے بیان اور شرک و بدعات کی تردید میں سب سے طاقتور اور موثر کتاب شمار کی جاتی ہے اور جسے پڑھ کر بڑے سعودی عالم (نادندارد) نے کہا تھا کہ یہ کتاب (تقویت الایمان) تو توحید کی منجنیق ہے۔'' (تعمیر حیات، لکھنو، ۲۵ مئی، ۲۰۰۷ء صفحہ ۶ بعنوان مسلکی نزاعات سے اجتناب)

سید احمد بریلوی کے مرید، جانشین اور قوت بازو مولوی اسماعیل دہلوی ''صراط مستقیم'' میں لکھتے ہیں:

''سید احمد بریلوی بچپن سے ہی کمالات نبوت پر فائز تھے۔'' (صفحہ ۱۶۲)

''اللہ نے ان (احمد بریلوی) سے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا۔'' (صفحہ ۱۴۴)

''احمد بریلوی کی اللہ تعالیٰ سے قصہ گوئی اور گپاسٹک بھی ہوتی تھی۔'' (صفحہ ۱۲)

''تقویت الایمان'' میں مولوی اسماعیل دہلوی مقتول کی ہرزہ سرائی دیکھیے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے۔'' (صفحہ ۳۰)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفیع نہیں ہیں اور اس پر ایمان رکھنے والا ابوجہل کی طرح مشرک ہے۔'' (صفحہ ۶)

''نبی کی قوت تصرف نہیں ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے۔'' (صفحہ ۸)

محبوبان خدا کو اللہ کی عطا سے بھی متصرف جاننا شرک ہے۔'' (صفحہ ۸)

مولوی ابوالحسن علی ندوی بھی شدت سے اس کے قائل ہیں کہ

''اللہ کے یہاں شرک کسی حال میں معاف نہیں اور اس کے علاوہ جتنے گناہ ہیں انھیں رحمت حق چاہے تو معاف کر سکتی ہے۔'' (تعمیر حیات، ۸/جون، ۲۰۰۸ء، صفحہ ۶)

ان کے ممدوح مصنف تقویت الایمان کی دریدہ ذہنی دیکھیے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے۔'' (صفحہ ۵۲)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بھائی کے برابر ہیں۔'' (صفحہ ۵۱، ۵۲)

''ہر چھوٹی بڑی مخلوق خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔'' (صفحہ ۱۳)

''جو کوئی کسی (انبیا اولیا) کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے اور نذر و نیاز کرے گو اس کو اللہ کا بندہ اور مخلوق ہی سمجھے
سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے۔'' (صفحہ ۸)

''سو اب بھی جو کوئی مخلوق کو عالم میں متصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے۔'' (صفحہ ۲۷)

مولوی اسماعیل دہلوی مقتول کی ایک اور گندی اور کفری عبارت ''صراط مستقیم'' کے صفحہ ۵۷ پر ہے:

''نماز میں پیر اور اس کے مانند اور بزرگوں کی طرف خیال لے جانا اگرچہ جناب رسالت مآب ہوں کتنے ہی درجوں اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔''

مصنف تقویت الایمان مولوی اسماعیل دہلوی مقتول جیسے ہرزہ سرا کے ہم نوا اور ہم خیال مداح کے لیے مولانا عبداللہ عباس ندوی پھلواروی مرحوم کی محولہ بالا تحریر کہیں ہجو ملیح تو نہیں کہ یہ بھی زباندانوں کا ایک پیرایۂ بیان ہے کیونکہ اکابر علمائے اہل سنت والجماعت نے علمی سطح پر مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی منظور نعمانی، مولوی عاشق الٰہی میرٹھی، مولوی ثناء اللہ امرتسری کی بکواس، خرافات اور بدعقیدگی کی طرح مولوی حسین احمد ٹانڈوی کی الشہاب الثاقب، مولوی اشرف علی کی حفظ الایمان اور مولوی محمد الیاس کے ملفوظات ومکاتیب کو بھی حق وداریت کی دار پر چڑھا کے اس کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔

مولوی ابوالحسن علی ندوی آخر اسماعیل دہلوی گستاخ رسول کے مدح سرا کیوں نہ ہوں کہ وہ اپنے پیر ومرشد اور ان کے بزرگ خاندان سید احمد بریلوی کو سلوک نبوت حاصل ہونے کے بھی قائل ہیں۔ ''صراط مستقیم'' میں اس طرح درج ہے:

''حصول بیعت کے یمن اور آنجناب کی توجہات کی برکت سے آپ کو نہایت عجیب عجیب معاملات ظاہر ہوئے کہ نھیں وقایع عجیبہ کے سبب طریق نبوت کے کمالات جو ابتدائے فطرت میں مجملاً درج تھے، ان کی اب تفصیل اور شرح کو نوبت پہنچی اور مقامات طریق ولایت بھی اچھی وجہ پر جلوہ گر ہوئے۔ ان سب معاملات سے اول اور بہتر یہ ہے کہ آپ نے رسالت مآب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کو خواب میں دیکھا اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عدد چھوہارے اپنے ہاتھ مبارک سے لے کر سید صاحب کے منہ (میں) رکھے تھے اور بعد ازاں آپ بیدار ہوئے۔ اس رویائے حق کا اثر ظاہر باہر اپنے نفس میں پاتے تھے اور اس خواب کی بدولت ابتدائے سلوک نبوت حاصل ہو گیا۔'' (صراط مستقیم، اردو ص ۱۸۹، فارسی ص ۱۶۴)

آگے اور لکھتے ہیں:

''ایک دن جناب ولایت مآب (سید احمد بریلوی) نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا پس جناب علی مرتضی رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے غسل دیا اور آپ کے بدن کو خوب اچھی طرح شست وشو کی جس طرح والدین اپنے بیٹوں کو نہلاتے اور شست وشو کرتے ہیں اور جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے نہایت عمدہ اور قیمتی لباس اپنے ہاتھ مبارک سے پہنایا، پس اس واقعہ کے سبب سے کمالات طریق

نبوت جلوہ گر ہوئے۔''(صراط مستقیم اردو ص۱۸۲)

آخر کچھ تو سبب تھا ایک مومن رسالت مآب کی اس قدر بڑھ چڑھ کے مداحی کا۔

''تذکرۂ حضرت رفاعیؒ'' کا مقدمہ پڑھ کے، اس کے مصنف مولوی ابوالحسن علی ندوی کو لاکھ ''دریائے علم وفضل کا شناور''، ''بحر حقیقت کا غواص'' اور ''راہ درویشی کا مربی و رہنما'' لکھا جائے نیز ''اکابر صوفیا وعلما کا فرزند و جانشین اور عظیم الشان شیخ طریقت کا مجاز و خلیفہ'' کہا جائے، احکام شریعت اور آئین طریقت کے رو سے اگر سلسلہ ہی سوخت و منقطع ہو تو کیسی اجازت اور کہاں کی خلافت۔

کیا ''دریائے علم و فضل کے شناور'' شان احدیت اور باب رسالت پناہی میں اپنے مخدومین و مرشدین کی مطبوعہ گندی تحریروں سے رجوع کرنے کی ہمت رکھتے تھے یا ان کی طرف سے ارباب ندوہ یہ جرات دکھا سکتے ہیں؟

سیدالانبیا وختم المرسلین ﷺ کی شان میں کافرانہ و گستاخانہ عبارتیں لکھنے والوں سے اپنی محفوظ عقیدت اور مضبوط ارادت رکھنے والے یہ دنیادار مفاد پرست عالم و فاضل کہے جانے کے مستحق ہیں؟ فلاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آخر یہ حدیث کن لوگوں پر صادق آئے گی کہ

''اگر کوئی کسی کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو کفر کہنے والے کی طرف لوٹتا ہے۔''

یہ سلسلۂ قادریہ اور دیگر سلاسل کے اہل اللہ اور پیران عظام و مشائخ کرام جو ''یاشیخ عبدالقادر شیئًا الله''کا ورد و وظیفہ کرتے رہے اور اس کے عامل ہیں، ان سب کو اگر بیک قلم کفر و شرک کا مرتکب اور ابوجہل جیسا کہا جائے تو کہنے اور لکھنے والا خود کہاں ٹھہرے گا؟

مولوی ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''اس ملک کے لیے سب سے زیادہ بہتر منہج اور اصول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ہے۔''

تو وہی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو صاحب تقویت الایمان کے جدامجد اور ہمارے سند مستند ہیں اپنی تصنیف ''الانتباہ فی سلاسل اولیاء'' میں اذکار اولیاء اللہ مجربہ کی اجازت اپنے کابر سے نقل فرماتے ہیں۔ ختم قادریہ کے طریقہ میں لکھتے ہیں:

''کلمہ تمجید اور درود شریف پڑنے کے بعد ایک ہزار بار **شیخ عبدالقادر شیاءً للہ** پڑھے۔''صفحہ۶۲

(بحوالہ ''احقاق حق'' مولفہ سیف اللہ المسلول شاہ فضل رسول قادری بدایونی ترجمہ مولانا اسیدالحق قادری)

کہا گئی دریائے علم وفضل کی شناوری اور بحر حقیقت کی غواصی؟

حق ہے **ختم اللّٰہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم غشاوۃ**

ہر آبروے کہ اندوختم نہ دانش و دیں
نثارِ خاکِ رہِ آن نگار خواہم کرد

☆☆☆☆☆

(صفحہ نمبر ۱۴۳ کا بقیہ)

حق جل مجدہٗ کی معرفت کی انتہا حیرت اندر حیرت پر ہوتی ہے۔ ایسے ہی ان عشاق خداوندی اور فنا فی اللہ بزرگوں کے عرفانی مقامات کے تعارف کی انتہا بھی حیرت اندر حیرت ہی پر ہوتی ہے، اس لیے بجز اس کے چارۂ کار نہیں کہ آدمی ان ارباب قلوب اور روحانیوں کے نقش پاسے لگ کر اور ان کے جمال باطن میں گم ہو کر کلام کے بجائے سکوت اور معنی خیز اشاروں سے ان کی نشاندہی کرے اور ان کی پاکیزہ زندگی کی طرف بلائے۔ بنابریں اس سکوت عجز اور اشاراتی نشاندہی کو ہی خاموش تقریظ یا پیش لفظ سمجھ لیا جائے کہ ان کیفی اور کیف آور مقامات میں نطق و کلام کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی۔

کس نداند کہ منزل گہ معشوق کجا است
ایں قدر ہست کہ بانگِ جر سے می آید

و باللہ التوفیق احبّ الصّالحین و لست منھم لعل اللہ یرزقنی صلاحا. محمّد طیّب

رئیس جامعہ دارالعلوم دیوبند

۱۴ر شوال ۱۳۹۹ھ

(ارشادات حضرت رفاعی ص ت، ٹ، ث)

☆☆☆☆☆

تذکرہ سید رفاعی

پروفیسر اختر الواسع، وائس چیئر مین: دہلی اردو اکادمی (حکومت قومی راجدھانی دہلی)
ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی، صدر: اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

صوفیا کے سلاسل تاریخ اسلامی کے وہ درخشاں و تابندہ ستارے ہیں وہ ایسے آفتاب و ماہتاب ہیں جنہوں نے علم و عرفان اور حکمت و شریعت کی قندیل کو ہر زمانے میں روشن رکھا، ان کی روشنی نے نہ صرف مرکزی مقامات کو رشد و ہدایت سے منور کیا بلکہ وہ خود جہاں گئے وہاں مرکز رشد و ہدایت بن گئے۔ علما اور حکومت کی رسائی جن دور دراز علاقوں تک نہیں پہنچتی تھی ان صوفیہ نے ان علاقوں اور لوگوں میں بھی شریعت و طریقت کی تبلیغ و تلقین کی۔ اصحاب ثروت کی ظاہر داری اور طالع آزما علما کی تقرب خسروانہ کی کوششوں کے درمیان جب جب شریعت کی روح مجروح ہوئی اور رسوم کو حقیقت پر ترجیح دی گئی یا رسم بے حقیقت کو دین کی حقیقت سمجھا گیا۔ تب تب یہی صوفیہ کے زریں نگینے تھے جنہوں نے اپنے وجود کی ضیاباری سے علم شریعت کے اسرار ہائے سربستہ کی کشود کی اور لوگوں کو رسم کی حقیقت اور حقیقت رسم سے آگاہ کیا۔

صوفیائے کرام کے سلاسل سینکڑوں کی تعداد میں ہیں پورے عالم اسلام میں ان کی سرگرمیاں رہی ہیں۔ مختلف علاقوں میں مختلف سلاسل سرگرم عمل ہوئے۔ برصغیر کے وسیع و عریض خطے میں سلاسل کی تعداد بھی زیادہ ہے اور وسعت بھی بہت ہے۔ اس خطہ کا سب سے مشہور سلسلہ چشتیہ ہے جس نے ایک طویل عرصہ تک پورے شمالی ہند اور ہندوستان کے مشرقی گوشوں کو منور رکھا۔ اس سلسلے کے علاوہ قادریہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور مداریہ کی بھی یہاں بہت اشاعت ہوئی۔ ان سلسلوں میں ایک اہم ترین سلسلہ رفاعیہ ہے۔ یہ سلسلہ بلاد اسلامیہ میں خاص طور پر عراق و شام میں خوب پھیلا اور ہندوستان میں بھی اس کی بہت اشاعت ہوئی۔ جنوبی ہند بنگلور و کرناٹک اور گجرات و ممبئی میں اب بھی اس سلسلہ کی خانقاہیں موجود ہیں۔

سلسلہ رفاعیہ کے بانی سید العارفین، ابوالعباس احمد بن علی الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جو سید احمد کبیر الرفاعی کے نام سے مشہور ہیں۔ سید احمد کبیر رفاعی اپنے وقت کے جید عالم، ممتاز مرشد، ایک داعی اور ایک سچے عاشق رسول تھے۔ ان کی دعوت و تبلیغ اور تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں ہزار ہا نفوس نے توبہ کی اور راہ حق پر گامزن ہو گئے۔ آج کی اصطلاح میں کہا جائے تو وہ ایک سچے سماجی خدمتگار تھے۔

ایسی جلیل القدر شخصیت کے بارے میں واعظوں کی بے احتیاطی اور بعض مریدوں کے غلو اور عقیدت کی وجہ سے اساطیری واقعات کا ایک ایسا ہالہ تشکیل پا جاتا ہے کہ ان کے درون میں ہمیں کوئی انسان نہیں بلکہ کوئی ملکوتی وجود نظر آتا ہے جو پلک جھپکتے غائب ہو جاتا ہے، کبھی چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس عقیدت کے نتیجہ میں ان بزرگوں کے اصل کمال اور ان کی اصل خدمات بھی اس پردہ نور میں گم ہو جاتی ہیں اور سید احمد کبیر رفاعی کی شخصیت تو اس میدان میں اوروں سے ممتاز نظر آتی ہے۔ آپ ایک مرشد تھے، جو ہر انسانیت کا مجموعہ تھے، بلا تفریق مذہب و ملت لوگوں کی خبر گیری کرتے تھے۔ اتباع شریعت کے نمونہ تھے، دشمن نوازی اور خاکساری کا پیکر تھے حسن ظن، دل نوازی اور احترام انسانیت کے جذبات سے پر تھے۔ مخلوق خدا کی دل جوئی، غم گساری اور غم خواری جن کا امتیاز تھا۔

مستند تذکروں اور تاریخ کی معتبر کتابوں میں ان کے حالات دیکھے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ محاسن اخلاق کا نمونہ تھے۔ ان کی شان اور علو مرتبت، ان کا ایمان و ایقان ان کے سبق آموز واقعات اور ان کی ایمان افروز شخصیت، ہمدردی اور غم گساری کے اوصاف ان کی شخصیت میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

حضرت احمد کبیر رفاعی کا تعلق حسنی حسینی سادات کے خانوادے

سے تھا۔ یہ خانوادہ پہلے سے ہی علم ومعرفت کے لیے مشہور تھا۔ ان کے ماموں سید منصور بطائحی رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے جید عالم اور مرشد تھے۔

سید احمد کبیر رفاعی کی ولادت بصرہ کے ایک گاؤں ''قریہ حسن'' میں ہوئی۔ بعض روایتوں کے مطابق آپ کے والد کا انتقال آپ کی پیدائش سے قبل ہی ہو گیا اور آپ کی ولادت بھی آپ کے نانا کے گھر ہوئی۔ لیکن اکثر مورخین یہ لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر سات کی تھی اس وقت آپ یتیم ہوئے۔ آپ کی پرورش نانا کے گھر ہوئی ظاہری علوم کی تحصیل ایک شافعی عالم ابوالفضل علی الواسطی سے حاصل کی، ان کے علاوہ شیخ ابوبکر الواسطی سے بھی مختلف علوم میں اجازت حاصل کی۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد اپنے ماموں اور اپنے وقت کے مرشد سید منصور بطائحی کی نگرانی میں کی۔ ۲۷ سال کی عمر تک آپ مختلف ظاہری اور باطنی علوم کی تکمیل سے فارغ ہو گئے تھے۔

علوم کی تکمیل اور خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے ماموں اور مرشد منصور بطائحی کی ہدایت پر ام عبیدہ نام کی ایک جگہ میں قیام پذیر ہوئے۔ جہاں ان کے نانا یحییٰ النجاری الانصاری کی جاگیر تھی اور وہ وہیں دفن تھے لیکن ایک سال بعد ہی ماموں کا انتقال ہو گیا۔ انتقال سے قبل ماموں سید منصور بطائحی نے اپنے بیٹے کی جگہ سید احمد کبیر رفاعی کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔

سید منصور بطائحی کا جانشین بننے کے بعد ان کی مسند ارشاد پر آپ متمکن ہوئے اور سلسلہ رفاعیہ کی بنیاد ڈالی۔ رفاعہ دراصل ان کے دادا کا نام تھا۔ اسی نسبت سے یہ سلسلۂ رفاعیہ کہلاتا ہے اور ام عبیدہ گاؤں جس علاقے میں واقع ہے اس کو بطائح کہا جاتا ہے اس لیے اس سلسلے میں البطائحی کی نسبت بالعموم استعمال کی جاتی ہے۔

سید احمد کبیر الرفاعی نے ایک طویل عرصہ تک علوم کی تحصیل کی تھی ان کو علوم عقلیہ اور نقلیہ میں ایسا درک وکمال حاصل تھا جو شاید و باید ہی کسی کے حصہ میں آیا ہوگا۔ آپ نے مسند ارشاد کے ساتھ مسند درس وتدریس پر تمکن حاصل کیا اور دور دراز سے تشنگان علوم ان کی محفل میں علوم کی تحصیل کے لیے شریک ہوتے تھے۔ ان کو علوم میں مہارت کے ساتھ افہام وتفہیم اور درس کا ایک ملکہ تھا کہ مشکل مضامین اور ادق عبارتو ں کو بھی چٹکیوں میں حل کر دیا کرتے تھے اور مشکل موضوعات کو سہل بنا کر طلبہ کے ذہن نشین کرا دیا کرتے تھے۔ اور ظاہری علوم کی تعلیم کے ساتھ باطنی معنی اور حقائق ومعارف کو بھی بیان کرتے تھے۔

درس وتدریس میں ان کا انداز بیان بڑا نرالا اور انوکھا ہوتا تھا۔ اپنے مسلک کے اثبات کے لئے بڑے قوی دلائل اور مضبوط براہین لاتے، طریق استدلال بڑا منطقی ہوتا تھا۔ اس لیے بہت جلد ان کے درس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ اور مختلف بلاد وامصار سے تشنگان علوم اس چشمہ صافی سے سیرابی کے لئے آنے لگے۔ سید احمد کبیر رفاعی کے ایک سوانح نگار سید عزالدین احمد نے آپ کے درس کے فضائل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''آپ کے درس کا سلسلہ شروع ہوا تو نہ صرف عام طلبہ بلکہ متبحر علما اور جید فضلا، اور مختلف مکاتب فکر کے شیوخ واساتذہ بھی آ کر آپ کی مجلس میں زانوئے تلمذ تہہ کرنے لگے۔'' (**المعارف المحمدیہ**)

علوم ظاہری کی تدریس کے علاوہ باطنی علوم کی تلقین اور لوگوں کے رشد وہدایت کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری تھا۔ بعض تذکروں میں آپ کے خلفا و متبعین کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر لکھی ہے۔ جب بغداد شریف میں سیدنا غوث الاعظم کی مسند ارشاد کا فیضان جاری تھا، اس وقت بھی اس علاقے میں سید احمد کبیر رفاعی کی مسند ارشاد سے ہزارہا نفوس نے پیغام رشد وہدایت حاصل کیا اور اپنی زندگی کو معنویت عطا کی اور گناہ و لذت کوشی کی زندگی ترک کر کے انابت اور رجوع الی اللہ کی زندگی کا آغاز کیا۔

درس کے علاوہ آپ عوامی وعظ بھی کہتے تھے اور آپ کے وعظ اتنے مسحور کن ہوتے تھے کہ لوگ گھنٹوں بیٹھے سنتے رہتے اور الفاظ کو اپنی زندگی کا رہنما بناتے۔ وعظ کا آپ کو ایسا ملکہ تھا کہ ممبر پر رونق افروز ہونے کے بعد مسلسل دریا کی روانی کی طرح علم وحکمت کے موتی لٹاتے رہتے اور تشنگان معرفت ان جواہر پاروں کو اپنے دامن میں سجاتے رہتے۔

درس وتدریس اور وعظ وخطابت کے ساتھ ساتھ آپ کی طبیعت میں بلا کی موزونیت تھی۔ نہایت اعلی مضامین کو بڑی شستہ زبان میں بڑی خوبی سے پروتے تھے۔ آپ کے بہت سے قصائد ہنوز اس کا ثبوت ہیں۔

سماجی اور مذہبی نوعیت کی ان سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ آپ کے اندر رجوع الی اللہ اور انابت کا بڑا جذبہ تھا۔ خاص طور پر خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد اس میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ ذکر وعبادت، مجاہدہ و ریاضت، شب بیداری، تقویٰ و طہارت، فروتنی و انکساری اوراد و وظائف کا اہتمام اور حسن سلوک اور حسن معاشرت آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھا اور آپ کی ان خوبیوں کا بہت جلد دور دراز علاقوں تک شہرہ ہوگیا۔ اس لیے مختلف علاقوں سے لوگ آپ کی صحبت میں فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے آنے لگے اور آپ کی صحبت میں رہ کر آپ کی نظر کیمیا کے اثر سے کندن بن کر اس فیض کو دوسروں تک پہنچانے لگے۔ اور چند سال میں ہی آپ کا یہ سلسلہ بلاد اسلامیہ کے مختلف حصوں میں پھیل گیا۔

حضرت احمد کبیر رفاعی کی شخصیت کے یہ چند پہلو تھے جن کی وجہ سے وہ ایک بہترین مدرس اور باکمال مرشد، ایک صاحب عزیمت بزرگ اور خلق خدا سے محض خدا کے لیے محبت کرنے والے ایک بے غرض خادم کی حیثیت سے اپنی زندگی میں ہی مشہور ہوگئے تھے۔ حتیٰ کہ سیدنا غوث الاعظم نے بھی ان کے دیدار کی تمنا کی اور متعدد مواقع پر ان کی شخصیت کو اچھے انداز میں ذکر کیا اور اپنے قصیدۂ غوثیہ میں ان کی تعریف کی۔

۵۷۸ھ میں ام عبیدہ میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی مقبولیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے وصال کی خبر سنتے ہی پورا عراق آپ کے جنازے میں شرکت کے لیے امڈ آیا۔ بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کے جنازے میں شریک ہونے والوں کی تعداد ۹ لاکھ لکھی ہے۔

حضرت کبیر الاولیا، سید احمد کبیر رفاعی کثیر الاولاد تھے۔ آپ کی اولاد میں بارہ فرزندوں اور دو صاحبزادیوں کا ذکر ملتا ہے۔ سب سے بڑے بیٹے سید قطب الدین صالح الرفاعی کا انتقال آپ کے سامنے ہی ہوگیا تھا۔ باقی چار فرزندوں سے آپ کا سلسلہ فیضان جاری ہوا اور آٹھ فرزند لاولد رہے۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ سید قطب الدین صالح رفاعی ۲۔ سید محمد معدن اسرار اللہ رفاعی
۳۔ سید ابراہیم نقیب رفاعی ۴۔ سید علی سکران رفاعی
۵۔ سید اسماعیل المجذوب رفاعی ۶۔ سید یوسف رفاعی
۷۔ سید عبدالفتاح رفاعی ۸۔ سید ابوالمحامد حسن رفاعی
۹۔ سید حسین رفاعی ۱۰۔ سید موسیٰ رفاعی
۱۱۔ سید محمود رفاعی ۱۲۔ سید عبدالحسین رفاعی

ان بارہ فرزندوں کے علاوہ دو بیٹیاں بھی تولد ہوئیں ان کے نام ہیں سیدہ خدیجہ اور سیدہ فاطمہ۔ آپ کی اولاد آپ کی معنوی جانشین بھی ہے اس نے سلسلہ رفاعیہ کو مختلف بلاد اسلامیہ میں پھیلایا، آپ کی اولاد کے کارنامے اور ان کی خدمات بھی مختلف تذکروں میں تفصیل سے درج ہیں۔ خاص طور پر شجرۃ الاحمدیہ رفاعیہ، تحققات النور الملقب بہ تحفۂ رفاعیہ، سفینۂ احمدی اور روضۃ الانساب میں اس کی بڑی تفصیلات ہیں۔

سید احمد کبیر رفاعی کے سلسلۂ رفاعیہ کی اصل تعلیمات پورے طور پر قرآن وسنت کے موافق ہیں، امام سلسلہ نے اتباع شریعت پر بہت زور دیا ہے اور فرمایا کہ ظاہری اور باطنی احکام میں شریعت کی پابندی کرو۔ دل کو اللہ کے ذکر سے آباد رکھو، درویشوں کی خدمت کو لازم سمجھو اور نیک کاموں میں ہمیشہ سبقت کرو اور اپنے نفس کو رات کی عبادت کا عادی بناؤ۔ ہر ظاہر باطن کا آئینہ دار ہوتا ہے اور باطن ظاہر کے بغیر موجود نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہر صورت میں ظاہر و باطن دونوں میں شریعت کی مکمل پابندی ضروری ہے۔

اس سلسلہ کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اس میں کسب معاش پر بہت زور ہے۔ کسب حلال ضروری ہے، اسباب کو ترک کر کے کوئی توکل نہیں ہوتا۔ اسباب اختیار کیے جائیں لیکن ان اسباب پر کلیتہً تکیہ کرنا غلط ہے۔ البتہ معاش کو ضرورت ہی سمجھنا چاہئے مقصد نہیں۔

سید احمد کبیر رفاعی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''جسمانی عبادتوں اور نفل نمازوں سے صدقہ افضل ہے۔'' آپ کا یہ قول بھی دراصل ان کے اس رجحان کا غماز ہے کہ ترک دنیا نہیں کرنی چاہئے بلکہ دنیا کو بطور ضرورت ضرور اختیار کرنا چاہئے۔ آپ کی دیگر تعلیمات میں خدمت خلق، بیواؤں اور یتیموں کی حاجت روائی، خوش خلقی، اخلاص، صحبت اولیائے اکرام، ظلم و زیادتی سے اجتناب، حکام وقت اور امرا و اغنیا سے دوری، دل کو ظاہری چیزوں میں نہ لگانا وغیرہ شامل ہیں۔

☆☆☆☆☆

واقف اسرارِ طریقت، حامل علوم شریعت، مالک گنجینۂ معارف، غریقِ دریائے عوارف، ولیٔ کامل، عارفِ واصل، الغوث الفرد، سلطان الاولیاء، برہان الاصفیاء، القطب المکرّم والغوث المعظم، تاج الرجال، قبلۂ اہل الحال، سیدالاولیاء، سلطان العارفین، برہان الواصلین، محی الدین ابوالعباس حضرت

حیات طیبہ ایک نظر میں

ازقلم : احقر العباد، عبدہٗ المذنب اسیرحضور اشرف العلماء **سید عبداللہ علوی بخاری اشرفی** (ممبئی) (ایم اے، بی ایڈ، ایم فل)

اسم مبارک : سید احمد کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کنیت : ابولعباس

لقب : محی الدین

شہرت بنام رفاعی: آپ کے اجداد میں سے آٹھویں پشت میں ایک بزرگ کا اسم گرامی ''سید اصغر رفعت الہاشمی المکی'' تھا، ان کی طرف نسبت کے سبب آپ رفاعی مشہور ہوئے۔

والدمحترم کا اسم گرامی : حضرت سید علی ابوالحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بن سید یحییٰ نقیب بصرہ بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

والدۂ محترمہ کا اسم گرامی: ام الفضل سیدہ صالحہ عائشہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا بنت شیخ ابوبکر بن یحییٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ولادت شریفہ : بروز پنجشنبہ، مؤرخہ یکم رجب المرجب ۵۱۲ھ میں ہوئی۔

مقام ولادت شریفہ : آپ مقام ''حسن'' میں پیدا ہوئے جو عراق میں ''ام عبیدہ'' کے قریب واقع ہے۔

زمانہ ولادت : خلافت عباسیہ کے دور میں خلیفۃ المسلمین مسترشد باللہ سریرآرائے کا زمانۂ خلافت تھا۔

ولادت شریفہ اور آپ: آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے ماموں شیخ وقت حضرت باز اشہب منصور بطائحی علیہ الرحمہ کے پیدائشی ولی ہونے کی : کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے آپ کی پیدائش کی بشارت عطا فرمائی۔ آپ کی ولادت شریفہ

بشارت : سے چالیس روز قبل ایک رات آپ کے ماموں نے خواب میں دیکھا کہ حضور سید عالم نورِ مجسم ﷺ فرمارہے ہیں ''اے منصور! چالیس دن بعد تیری بہن کے یہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس کا نام ''احمد'' رکھنا۔ اولیائے کرام کا وہ سردار ہوگا اور جب وہ ہوشیار ہو جائے تو تعلیم کے واسطے اسے شیخ علی قاری واسطی کے یہاں بھیج دینا اور اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنا۔''

اِس خواب کے چالیس دن بعد آپ کی ولادت باشریفہ ہوئی۔

بطن مادری میں آپ کی شان: آپ کی والدہ جب شیخ وقت ابو محمد شنبکی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں تشریف لے جاتیں تو حضرت شیخ انھیں دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ایک بار جب آپ کی والدہ نے وجہ پوچھی تو فرمایا: ''میں اس بچے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوتا ہوں جو تمہارے شکم میں ہے کیوں کہ وہ مقربین میں سے ہے۔''

آپ کا سلسلہ نسبِ اطہر: آپ نجیب الطرفین سادات ہیں۔ والد گرامی کی جانب سے نسباً حضرت سرکار سیدنا عالی مقام امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے واسطے سے ''حسینی'' سادات ہیں اور والدۂ مشفقہ کی جانب سے نسباً حضرت سرکار سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے واسطے سے ''حسنی'' سادات ہیں۔

والد کی جانب سے آپ کا: شجرۃ الرفاعیہ کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

شجرہ نسبِ اقدس : حضرت سید احمد کبیر بن سید سلطان علی بن سید یحییٰ نقیب بصرہ بن سید ثابت، بن سید ابولفوارس حازم علی بن سید احمد مرتضےٰ بن سید علی اشبیلی بن سید رفاعۃ الحسن المکی بن سید مہدی بن سید محمد ابوالقاسم بن سید حسن بن سید حسین بن سید احمد صالح، بن سید موسیٰ ثانی بن سید ابراہیم مرتضیٰ اصغر بن سید موسیٰ کاظم بن سید جعفر صادق بن سید محمد باقر بن سید علی بن سید زین العابدین بن سید امام حسین بن سیدنا امیر امؤمنین علی بن علی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

والدہ کی جانب سے آپ کا: شجرۃ الرفاعیہ کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

شجرہ نسبِ اقدس : ام الفضل سیدہ صالحہ عائشہ بنت شیخ سیدی ابی بکر بن سید یحییٰ بن سید رفیع الدین احمد بن سید عبداللہ بن سید محمد بن سید طاہر بن سید حمزہ بن سید قاسم بن سید محمد بن سید زید بن سید امام حسن بن سیدنا امیر امؤمنین علی بن علی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مسلک تقلید : آپ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تقلید کے سبب ''شافعی'' کہے جاتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم : شیخ عبدالسمیع الحربونی علیہ الرحمہ کے پاس قرآن کریم حفظ فرمایا۔

والدمحترم کا انتقال: آپ کی عمر مبارکہ کے ساتویں سال والد ماجد حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ کسی غرض سے بغداد مقدس تشریف لے گئے تھے وہیں انھوں نے انتقال فرمایا۔

علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل: والد ماجد کے وصال کے بعد ماموں جان حضرت بازالا شہب منصور بطائحی علیہ الرحمہ نے آپ کو آپ کی والدہ سمیت اپنے پاس بلوالیا تھا۔انھوں نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ فرماتے ہوئے حسب ہدایت رسول کریم ﷺ آپ کو حضرت شیخ ابوالفضل علی قاری واسطی کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لیے بھیج دیا۔بیس سال کی عمر مبارکہ تک آپ نے علوم عقلیہ ونقلیہ یعنی حدیث شریف، تفسیر، فقہ ومعانی اور منطق و فلسفہ وغیرہ تما علوم وفنونِ مروجہ کی تکمیل کر لی تھی۔

اجازت علوم عقلیہ ونقلیہ: حضرت شیخ ابوالفضل علی قاری واسطی، حضرت شیخ ابوبکر واسطی، حضرت شیخ عبدالملک الحربونی

علوم باطنی اور خرقہ خلافت واجازت : آپ کے ماموں جان شیخ وقت حضرت بازا شہب منصور بطائحی علیہ الرحمہ نے ۵۳۹ھ میں اپنے وصال سے ایک سال قبل آپ کو طریقت اور سلوک ومعرفت کے منازل ومدارج عالیہ طے کرائے اور خرقۂ سجادگی پہنا کر خانقاہِ ام عبیدہ میں آپ کو شامل شیوخ فرمایا۔

آپ کے اساتذہ کرام: حضرت شیخ بازا شہب منصور بطائحی (آپ کے ماموں جان)، شیخ محمد بن عبدالسمیع عباسی ہاشمی الحربونی، حضرت شیخ ابولفضل علی واسطی قاری، حضرت شیخ ابوبکر واسطی، شیخ ابوطالب محمد بن علی، شیخ سیف الدین عثمان (یہ آپ کے چچازاد بھائی اور آپ کے والد کے شاگرد بھی تھے)، شیخ ابوغالب عبداللہ بن منصور بن حسین حربونی واسطی، حضرت شیخ عبدالملک الحربونی، شیخ ابوالفتح محمد بن عبدالباقی، شیخ عارف باللہ سید عبدالملک بن حسین حربونی، شیخ ابومحمد احمد بن عبداللہ واسطی، شیخ بندار بن بختیار واسطی علیہم الرحمہ۔

شجرہ خلافت ومشیخت : آپ کو جوخلافت ومشیخت آپ کے ماموں حضرت شیخ حضرت بازاشہب منصور بطائحی علیہ الرحمہ سے عطا ہوئی اس کا سلسلہ زریں یوں ہے:

شیخ منصور بطائحی، شیخ یحییٰ الانصاری، شیخ موسیٰ ابوسعید انصاری، شیخ یحییٰ الکبیر، شیخ ابوبکر موسیٰ انصاری، شیخ جنید البغدادی، شیخ سری سقطی، شیخ معروف الکرخی، شیخ داؤد طائی، شیخ حبیب العجمی، شیخ حسن بصری، امیرالمؤمنین علی ابی طالب، سلطان المرسلین، حبیب رب العالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناَ۔

شجرہ خلافت ومشیخت: آپ کو جوخلافت ومشیخت حضرت شیخ علی القاری واسطی سے عطا ہوئی اس کا سلسلہ زریں یوں ہے: شیخ علی القاری واسطی شیخ الاعظم ابوالفضل محمد بن کامخ، شیخ علی بن علام بن ترکان، علی البازیاری، علی العجمی، ابوبکر شبلی، سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید البغدادی، سری السقطی، معروف کرخی، داؤد طائی، حبیب عجمی، ابوسعید حسن بصری، حضرت امام ام المشارق المغارب سیدنا علی بن ابی طالب، سلطان المرسلین، حبیب رب العالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناَ۔

مسند درس وتدریس: سیدالاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ نے اپنے اساتذہ وشیوخ سے اجازت وخلافت کے بعد وہیں مسند خلافت سنبھالا اور درس وتدریس کا آغاز فرمایا۔علوم ظاہری

میں آپ کی خداداد قابلیت وذکاوت کہ وجہ سے آپ کا بڑا شہرہ ہوا ۔ بڑے بڑے علماء وفضلاء آپ کی مجلس درس میں استفادہ کے لیے حاضر ہونے لگے ۔

آپ کے مشہور خلفا و تلامذہ: مؤرخین کے مطابق آپ کی حیات مبارکہ ہی میں آپ کے خلفاء اور خلفاء کے خلفاء کی تعداد ایک لاکھ اَسّی ہزار'' (۱,۸۰,۰۰۰) تھی۔مشہور خلفاء میں شیخ عمر فاروثی، شیخ ابوشجاع فقیہہ شافعی شیخ یوسف حسینی سمرقندی، عارف باللہ عبدالملک بن حماد موصلی، قطب کبیر ابوعبدالرحیم بن محمد بن حسن براعی، شیخ جمال الدین خطیب الحدادی، شیخ عبداللہ ابوالحسن بغدادی، شیخ فضل بطائحی، شیخ عمر ہروی انصاری، شیخ ابوحامد علی بن نعیم بغدادی، شیخ حیاۃ بن قیس حرانی، عارف باللہ شیخ تقی الدین، شیخ ہمام علی بن طری، شیخ یعقوب بن کراز رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین ۔

دریائے سلوک ومعرفت: سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ نے طریقت اور سلوک ومعرفت کی منازل جلیلہ ومراتب عالیہ طے فرمانے کے بعد لوگوں کی روحانی تربیت اور ہدایت ورہنمائی اپنے علوم باطنی کے ساتھ شروع فرمادی۔استفادہ کے لیے خلق خداوند ٹوٹ پڑی ۔ خانقاہ ام عبیدہ میں ہمہ وقت سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں علماء وفضلاء، فقراء و سالکین حصول علم ظاہری و باطنی اور تزکیہ نفس کے لیے موجود رہتے ۔

سید الاولیاء کی بارگاہ میں: حضرت علامہ ابن جوزی کے نواسے شمس الدین ابوالمظفر یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

علماء، سالکین، فقراء اور: '' میں حضرت شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شعبان کی پندرہویں تاریخ کو حاضر ہوا تو

طالبینِ تحصیل تزکیہ کا مجمع: دیکھا کہ آپ کے پاس ایک لاکھ کا مجمع ہے۔ میں نے کہا یہ تو بہت بڑا مجمع ہے۔''

خانقاہ میں لنگر عام: بعض مستند اور ثقہ اہل علم کا بیان ہے:''بعض دنوں میں ہم نے دیکھا ہے کہ دس دس ہزار آدمیوں کا مجمع خانقاہ میں تھا اور سب کی مہمانی آپ کے لنگر خانہ سے ہوتی تھی۔

آپ سے منسوب کتب: آپ کی اجازت وایماء پر آپ کے خدام آپ کی ارشادات وفرمودات اور پند ونصائح کو قلمبند کرلیا کرتے تھے۔ ان فرمودات کے نام یہ ہیں: ''مجالس الاحمدیہ، کتاب الحکم، آثار المنافعہ، الحکم الساطعہ اور البرہان المؤئد''

معتبر روایت کے مطابق آپ کثیر التصانیف تھے۔آپ کی کتابوں کی تعداد کل ''چھے سو باسٹھ'' (۶۶۲) ہے۔مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ آپ کی متعدد کتابیں تاتاریوں کے حملے میں ضائع ہوگئیں۔ البتہ آپ کی جن تصانیف کا ذکر آپ کی تصنیفات کے باب میں پایا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

تفسیر میں''معانی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''اور'' تفسیر سورۃ القدر''، حدیث میں'' الراویۃ''، ''علم تصوف میں''طریق الی اللہ''،''حالۃ اهل الحقیقۃ''اور فقہ شافعی میں''شرح النبیہ''،''حکم''،''احزاب''اور''برهان المؤئد''، ''الصر المصنون''

''راتب الرفاعی''۔ان میں جو کتابیں زیورطبع سے آراستہ ہوئیں ان مین سے چند کے نام یہ ہیں:''حالۃ اهل الحقیقۃ''، ''الصر المصنون''،''راتب الرفاعی''،''برهان المؤئد''

آپ کی ازواج واولاد امجاد: آپ کی پہلی شادی آپ کے ماموں جان حضرت شیخ منصور بطائحی کی صاحبزادی محترمہ سیدہ خدیجہ سے ہوئی جو نہایت نیک طبیعت اور عبادت گذار خاتون تھیں۔ اُن سے بارہ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہ اور حضرت زینب پیدا ہوئیں۔ پھر جب حضرت خدیجہ کا انتقال ہوگیا تو اس کے بعد آپ اُن کی بہن رابعہ سے نکاح فرمایا جن سے ایک فرزند رشید حضرت قطب الدین صالح کی ولادت ہوئی جو سترہ سال کی عمر ہی میں انتقال فرماگئے۔

صاحبزادی سیدہ خدیجہ: آپ کی شادی حضرت سید سیف الدین علی سے ہوئی آپ سے ایک صاحبزادے سید ابراہیم اعزب پیدا ہوکر انتقال فرماگئے۔آپ کی کوئی اولاد نہیں۔

صاحبزادی سیدہ فاطمہ: آپ کی شادی سید مذہب الدین عبدالرحیم سے ہوئی۔آپ کی کل آٹھ اولادیں تھیں جن میں چھے صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ آپ کے

صاحبزادوں کے اسما یہ ہیں:
سید شمس الدین محمد، سید قطب الدین علی، سید ایز الدین احمد، سید ابوالقاسم، سید ابوالحسن، سید ابوالقاسم، سید ابو سعادت اور صاحبزادیوں کے اسمائے گرامی سیدہ میمونہ، سیدہ مریم۔
حضرت سید احمد کبیر رفاعی: ۱۔سید مذہب الدین عبدالرحیم کے دونوں داماد : ۲۔سید علی احمد ان دونوں داماد کی والدہ صاحبہ سیدہ زینب حضرت سلطان سید ابوالحسن علی مکی کی صاحبزادی یعنی حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی کی بہن ہیں۔
سید احمد کبیر رفاعی کی دوسری شادی: آپ کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ خدیجہ کے انتقال کے بعد ان کی سگی بہن حضرت سیدہ رابعہ سے ہوئی اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سید قطب الدین صالح رفاعی' سیدہ رابعہ کے صاحبزادے تھے۔
آپ کی کل اولادوں میں سے چار (۴) صاحبزادوں کے ذریعے آپ کا نسب مبارک جاری ہو کر مختلف ملکوں میں پہنچا جن کے اسما بالترتیب یہ ہیں:
سید قطب الدین صالح: آپ کے فرزند اکبر''سید قطب الدین صالح رفاعی'' اپنے والد بزرگوار ہی کی موجودگی میں انتقال فرما گئے تھے البتہ ان کے صاحبزادے''سید محمد شمس الدین'' ان کے جانشین ہوئے جن کی نسل واسط، بصرہ اور سبیلیات و ہندوستان کے علاقے دکن (گلبرگہ شریف) میں آباد ہے۔
سید محمد معدنِ اسرار اللہ: دوسرے فرزند''سید محمد معدنِ اسرار اللہ الرفاعی'' والد گرامی کے پردہ فرما جانے کے بعد تخت سجادگی و تولیت و مسند رفاعیہ پر متمکن ہوئے۔آپ کا وصال ۶۳۹ھ میں''سعیدہ' مصر'' میں ہوا۔آج بھی وہیں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔آپ کی اولاد مصر و شام، سبیلیات و مدینہ منورہ عجم و اسینبول، امریکا اور ہندوستان کے شہر ممبئی، سورت، راندیر، بڑودہ، احمد آباد، شاہجہاں آباد اور پاکستان میں کراچی و لاہور میں آباد ہیں۔
سید ابراہیم النقیب علیہ الرحمہ: تیسرے فرزند''سید ابراہیم النقیب'' ہیں جن کے بیٹے''سید احمد صیاد'' سے آپ کا نسب''حونیرہ، بوشہر اور بندر ریک'' وغیرہ میں جاری ہے۔
سید علی سکران علیہ الرحمہ: چوتھے فرزند''سید علی سکران'' تھے جن کے بیٹے''سید شمسان رفاعی'' سے آپ کی نسلیں عراق و ماوراء النہر اور ہندو قندھار میں پھیلی ہوئی ہیں۔
بقیہ فرزندگان: آپ کے بقیہ آٹھ فرزندوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:''سید اسمٰعیل المجذوب رفاعی، سید یوسف رفاعی، سید عبدالفتاح رفاعی، سید ابوالمحامد رفاعی، سید حسین رفاعی، سید موسیٰ رفاعی، سید محمود رفاعی اور سید عبدالمحسن رفاعی'' رحمہم اللہ اجمعین، جو لاولد تھے۔
ہندوستان میں اولاد امجاد: حضرت سید کبیر احمد رفاعی علیہ الرحمہ کے دوسرے فرزند سید محمد معدنِ اسرار اللہ رفاعی علیہ الرحمہ کے حقیقی پوتے سید عمر جیش اللہ رفاعی کے فرزند سید نجیب الدین عبدالرحیم محبوب اللہ رفاعی اور سید عبدالرحیم رضوان اللہ محبت اللہ رفاعی سے آپ کی اولاد امجاد کا سلسلہ نسبِ مطہرہ ہندوستان میں جاری ہوا۔آج بھی ہندوستان میں سلسلہ رفاعیہ سید نجیب الدین عبدالرحیم محبوب اللہ رفاعی کے ذریعے جاری ہے۔آپ کا مزار مبارک احمد آباد کے علاقے''سلطان پوری'' میں زیارت گاہ عام و خاص ہے۔آپ کی اولادیں''جمال پُر احمد آباد، جمبوسر، راندیر و سورت میں آباد ہیں۔
سید عمر جیش اللہ رفاعی کے دوسرے فرزند سید عبدالرحیم رضوان اللہ محبت اللہ رفاعی جن کی ولادت ۱۰۶۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ اپنے اہل خانہ کے ہمراہ مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں ہندوستان کے شہر''سورت'' میں تشریف لائے۔آپ کا مزار مبارک''بریا بھاگل، سورت'' میں موجود ہے۔آپ ہی کی اولادوں سے سید فخر الدین غلام حسین المعروف امیر میاں رفاعی کی نسل پاک کے ذریعے''بڑودہ'' میں سلسلہ نسب آگے بڑھا۔ موجودہ صاحب سجادہ سید شاہ کمال الدین مظہر اللہ رفاعی (سجادہ نشین خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، سورت و ممبئی) سید شاہ جمال الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، سورت و ممبئی)۔
سید شاہ معین الدین رفاعی (خانقاہ رفاعیہ بڑودہ، سورت و ممبئی) اور

آپ کی نسل کے چشم و چراغ حضرت سید مولانا حسام الدین رفاعی ابن سید جمال الدین رفاعی سلسلہ رفاعیہ کا فیضان ظاہری و باطنی عام فرما رہے ہیں۔

سید الاولیاء محی الدین : سید الاولیاء محی الدین ابوالعباس حضرت سید احمد کبیر الرفاعی شافعی علیہ الرحمہ ۵۵۵ھ میں ابوالعباس حضرت سید: حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد جب مدینہ منورہ پہنچے اور سرکار مدینہ ﷺ کی بارگاہ احمد کبیر الرفاعی شافعی : میں روضہ انور پر حاضر ہوکر با آواز بلند اپنے نانا جان کی بارگاہ میں سلام پیش کرتے ہوئے علیہ الرحمہ کی مشہور زمانہ : عرض کیا ''السلام علیک یا جدی ''تو فوراً روضۂ اطہر سے آواز آئی ''وعلیک السلام یاولدی

کرامت: اس آواز مبارکہ کو سن کر آپ پر وجد طاری ہوگیا۔ کچھ دیر بعد آپ نے روتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

یعنی: '' دور ہونے کی حالت میں اپنی روح کو خدمت مبارکہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری نائب بن کر حضور کے آستانہ مقدسہ کو چوما کرتی تھی ۔ اور اب جسموں کی حاضری کا وقت آیا ہے لہذا اپنا دستِ اقدس کو عطا فرمائیے کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں ۔''

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ کی اس عرض پر سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ نے قبر مبارک سے اپنا دست انور باہر نکالا جس کو حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ نے چوما ۔ اس وقت روضہ اطہر پر روایت کے مطابق ''نوے ہزار'' (۹۰,۰۰۰) عاشقان جمال مصطفیٰ ومشتاقان روضۂ نبوی ﷺ کا مجمع تھا جنھوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے دست مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

آپ کی شان ولایت : علامہ شطنوفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں، آپ نے اپنی وفات سے پہلے فرمایا:

انا شیخ من لا شیخ لہ انا شیخ المنقطعین انا ما وی کل شاۃ غربا انقطعت فی الطریقۃ۔

یعنی: ''میں اس شخص کا شیخ ہوں جس کا کوئی شیخ نہیں، میں منقطعین کا شیخ ہوں۔ میں ہر اس مسافر بکری کا ٹھکانہ ہوں جو راستہ میں (ریوڑ سے) الگ ہوگئی۔''

آپ کے اصحاب کی کرامات : آپ کے اصحاب ایسے مقامات پر فائز تھے کہ درندوں پر سوار ہوکر سانپوں کو کوڑے کی طرح ہاتھ میں رکھتے تھے ۔ ان میں بعض تو ایسے تھے جو بہت بلند درخت پر چڑھ کر نیچے کود جاتے تھے پر انھیں کوئی ضرر نہیں پہنچتا تھا۔

آپ کا وصال اقدس : آپ نے ۶۶/ سال کی عمر مبارکہ میں اس دار فانی سے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ آپ کا وصال مؤرخہ ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ، بروز پنجشنبہ ، بوقت ظہر ہوا۔ آپ کی وفات کی خبر تھوڑی ہی دیر میں ام عبیدہ کے اطراف ونواح میں مشہور ہوگئی ۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ میں شرکت کی ۔ بعض مؤرخین کے مطابق آپ کی نماز جنازہ میں ۹/ لاکھ کے قریب مجمع تھا ان میں علما، مشائخین، اولیاء و صوفیاء، طالبین وسالکین موجود تھے۔

آپ کا مزار مبارک: آپ کی تدفین ام عبیدہ کی اسی خانقاہ میں عمل میں آئی جہاں آپ کے نانا جان حضرت شیخ یحییٰ انصاری علیہ الرحمہ کی قبر شریف موجود تھا۔ یہاں آج بھی آپ کا مزار مبارک مرجعِ خلائق ہے

کتابیات

- بیان المشید تحفہ رفاعیہ
- تذکرہ رفاعیہ
- تذکرہ حضرت رفاعی
- حیات سید کبیر احمد رفاعی
- سید الاولیاء
- سیرت سلطان الاولیاء
- سلطان العارفین
- چار بڑے اقطاب
- فیضان سید احمد کبیر رفاعی
- عظمت رفاعی
- شجرۃ الرفاعیہ

نوٹ : اس خاکے کی تیاری میں درج بالا کتب کے علاوہ خانقاہ عالیہ رفاعیہ (بڑودہ، (گجرات) ہند) کے چشم و چراغ حضور سید مولانا حسام الدین رفاعی دامت برکاتہم العالیہ کی معاونت و رہنمائی میں '' شجرۃ الرفاعیہ '' کے قلمی مخطوطہ (جو سونے کے پانی سے لکھا گیا ہے) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اس لیے اس خاکے کی تمام معلومات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہوئی مستند اور مدلل ومحقق ہیں۔

قطب عالم رفاعی کبیر: فضائل ومناقب

طارق انور مصباحی، مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

حضور سید احمد کبیر رفاعی حسینی (۵۱۲ھ-۵۷۸ھ-۱۱۱۸ء-۱۱۸۲ء) رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کا شمار عالم اسلام کے انتہائی مشہور ومعروف اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔آپ حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی (۴۷۰ھ-۵۶۰ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاصرین میں ہیں۔دونوں بزرگوں نے ایک دوسرے سے متعلق نیک خیالات کا اظہار فرمایا اور ایک دوسرے کے فضائل ومحاسن بیان فرمائے ہیں۔اسی طرح دونوں سلاسل طریقت، بلکہ تمام سلاسل طریقت کے مریدین ومعتقدین کو باہم شیر وشکر ہونا چاہئے۔تمام سلاسل طریقت کا مقصود اصلی اللہ ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رضا وخوشنودی کا حصول ہے۔

سب سے اچھا مرید وہ ہے جو خدا ورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر اور کوشش میں مستغرق رہے۔شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع ہے۔تمام اولیائے کرام نے اپنے مریدین ومعتقدین کو شریعت اسلامیہ پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔شرعی احکام کو ترک کرنا باطنی فیوض وبرکات سے محرومی کا سبب ہے۔جو بھی رب تعالیٰ تک پہنچا، وہ شریعت اسلامیہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کی برکت سے واصل الی اللہ ہوا۔اللہ تعالیٰ ہم تمام کو توفیق حسن عطا فرمائے: آمین

حسب ونسب

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسینی سادات کرام میں سے ہیں۔آپ کا نسب نامہ مرقومہ ذیل ہے۔

امام ابن ملقن: عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی، سراج الدین ابوحفص اندلسی قاہری (۷۲۳ھ-۸۰۴ھ-۱۳۲۳ء-۱۴۰۱ء) نے تحریر فرمایا: {ابو العباس احمد بن ابی الحسن علی، الرفاعی نسبۃ، ابن یحیی بن حازم بن علی بن ثابت بن علی بن الحسن الاصغر ابن المهدی بن محمد بن الحسن ابن یحیی بن ابراهیم بن الامام موسی الکاظم بن الامام جعفر الصادق ابن الامام محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الامام الشهید الحسین ابن الامام علی بن ابی طالب کرم اللّٰه وجهه} (طبقات الاولیاء ج۱ص۱۵-المکتبۃ الشاملہ)

سلسلہ طریقت

حضور غوث اعظم جیلانی اور حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں بزرگوں کا سلسلہ طریقت حضرت ابوبکر شبلی مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۲۷ھ-۳۳۴ھ-۸۱۶ء-۹۵۵ء) تک جاتا ہے۔حضرت ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۱۸ھ-۲۹۷ھ) کے خلیفہ ہیں۔اس طرح دونوں بزرگوں کا سلسلہ بالا ایک ہی ہوا۔

ابن ملقن: عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی، سراج الدین ابوحفص اندلسی قاہری (۷۲۳ھ-۸۰۴ھ-۱۳۲۳ء-۱۴۰۱ء) نے تحریر فرمایا: {طریقه فی الصحبة: صحب خاله الشیخ منصور، وهو صحب بها الشیخ علیا القاری الواسطی، وهو صحب بها الشیخ ابا الفضل بن کامخ، وهو صحب الشیخ علی بن ترکان، وهو صحب بها الشیخ ابا علی الروذباوی، وهو صحب بها الشیخ علیا العجمی، وهو صحب بها الشیخ ابا بکر الشلبی، وهو صحب بها الشیخ ابا القاسم الجنید، وهو صحب بها السری، وبقیة السند معروف} (طبقات الاولیا ج۱ص۱۵-المکتبۃ الشاملہ)

فضائل ومناقب

امام تاج الدین سبکی شافعی :عبد الوہاب بن ابوالحسن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام سبکی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ-۱۳۲۷ء-۱۳۷۰ء) نے رقم فرمایا:

{لو اردنا استیعاب فضائله لضاق الوقت}(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۶ ص ۲۴-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ :اگر ہم حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کے تمام فضائل بیان کرنے کا اراداہ کریں تو وقت تنگ ہو جائے گا۔

توضیح: رب تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اتنے فضائل وکمالات عطا فرماتا ہے کہ بیان کرنے والوں کو بیان کرنا مشکل ہوتا ہے۔ان تمام کا احاطہ تو بہت دور کی بات ہے۔آج بھی خداوند قدوس کی وسیع رحمت سے جو چاہے،اپنا دامن بھر لے۔

تیرے مے کدے میں کمی ہے کیا جو کمی ہے ذوق طلب میں ہے
جو ہوں پینے والے تو آج بھی وہی بادہ ہے وہی جام ہے

رمضان کے دنوں میں دودھ نہیں پیتے

حضرت سید محمد ابوالہدیٰ آفندی رفاعی خالدی صیادی علیہ الرحمہ نے رقم فرمایا:{ان السید عبد الرحیم والشیخ ابابکر العدنی وغیرهما ذکروا باتفاق المحققین من الرجال الرفاعية انه ولد رضی اللّٰه عنه فی النصف الاول من شهر رجب الذی هو من شهور سنة الخمس مأة واثنی عشر یوم الخمیس وکان یشرب اللبن الٰی ان قدم رمضان فتقید عن شرب اللبن نهارًا الٰی ان جاء العید فشرب اللبن}(قلادۃ الجواہر فی ذکر الغوث الرفاعی واتباعہ الاکابر، ص ۳۲: مطبع ادبیہ بیروت)

ترجمہ :حضرت سید عبد الرحیم اور شیخ ابوبکر عدنی وغیرہما نے سلسلہ رفاعیہ کے محققین کے اتفاق کے ساتھ ذکر فرمایا کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سال ۵۱۲ھ کے ماہ رجب کے نصف اول میں پیدا ہوئے،اور آپ دودھ پیتے تھے، یہاں تک کہ ماہ رمضان آ گیا تو آپ دن میں دودھ پینے سے رک گئے ،پھر عید آئی تو آپ (دن میں)دودھ پینے لگے۔

مریدین کی کثرت تعداد

حضرت سید محمد ابوالہدیٰ آفندی رفاعی خالدی صیادی نے تحریر فرمایا:{ومع اعراضه عن الخلق بلغت مریدوه الٰی مائتی الف فی حیاته وعم نفعه الخاص والعام}(قلادۃ الجواہر فی ذکر الغوث الرفاعی واتباعہ الاکابر، ص ۳۴۶: مطبع ادبیہ بیروت)

ترجمہ: حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لوگوں سے بے اعتنائی کے باوجود آپ کی زندگی میں آپ کے مریدین کی تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی،اور آپ کا فیض خاص وعام تک پہنچا۔

رفاعی کبیر کا تصوف

ابن قاضی شہبہ : احمد بن محمد بن عمر،ابوالعباس شہاب الدین اسدی شافعی دمشقی (۷۳۹ھ-۸۵۱ھ-۱۳۳۸ء-۱۴۴۸ء) اور امام تاج الدین سبکی شافعی نے تحریر فرمایا:{عن الشیخ احمد انه قال:سلکت کل الطرق الموصلة فما رأیت اقرب ولا اسهل ولا اصلح من الافتقار والذل والانکسار–فقیل:یا سیدی،فکیف یکون؟قال: تعظم امر اللّٰه وتشفق علی خلق اللّٰه وتقتدی بسنة سیدک رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم}

(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ: ج ۲ ص ۵-المکتبۃ الشاملہ-طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۶ ص ۲۵-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ:حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: رب تعالیٰ تک پہنچانے والے ہر راستے پر میں چلا تو میں نے سب سے قریب ،سب سے آسان اور سب سے بہتر راستہ افتقار (فقر اختیار کرنا) ذل (بارگاہ الٰہی میں خود کو بے وقعت بنا کر پیش کرنا) اور انکسار (مخلوق الٰہی سے عاجزی کے ساتھ پیش آنا) کے علاوہ کسی کو نہیں پایا۔عرض کیا گیا:اے میرے آقا!یہ کیسے حاصل ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا:اللہ تعالیٰ کے حکم کو عظیم سمجھو،اور مخلوق الٰہی پر شفقت کرو،اور اپنے آقا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو۔

توضیح: بارگاہ الٰہی کی قربت کے بہت سے ذرائع ہیں۔شیخ سلوک جو اپنے مریدین کو سلوک ومعرفت کی منزلیں طے کراتے ہیں،وہ اپنے مریدین کے حسب حال کسی طریقہ کو اختیار کر لیتے ہیں۔جس

طرح ایک مخلص طبیب حاذق اپنے مریضوں کو دواؤں کے ذریعہ اس کی صحت کو بحال کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے، اسی طرح شیخ سلوک بھی اپنے متبعین کو رب تعالیٰ تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ گرچہ آج ہماری رسائی ایسے صالحین تک نہیں ہو پاتی، لیکن ہر عہد میں خدا کے نیک بندے موجود ہوتے ہیں۔ آج ہم دنیاداری میں ایسے مستغرق ہو چکے ہیں کہ آخرت کی فکر کرنے والوں کی تعداد کم ہے اور دنیاداروں کی تعداد زیادہ۔ ایک زمانہ تھا کہ دنیادار قلیل التعداد تھے اور اکثر مومنین آخرت کی جانب متوجہ تھے۔ اہل اللہ کی تلاش اور اپنی آخرت کو سنوارنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ اپنے شیوخ کی تربیت سے بہت سی نعمتیں حاصل کر لیتے۔ آج تو دنیا کی فکر غالب ہے۔ آج بھی رجوع الی اللہ کیا جائے تو صفائے باطن کی دولت حاصل ہو سکتی ہے۔

ہم تو مائل بکرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

عبادت وریاضت

امام تاج الدین سبکی شافعی نے رقم فرمایا:{**عن یعقوب سئل عن اوراد سیدی احمد فقال: کان یصلی اربع رکعات بالف قل ھو اللّٰہ احد-ویستغفر کل یوم الف مرة-واستغفارہ ان یقول: (لا الہ الا اللہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین)عملت سوئا واسرفت فی امری ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم،یا حی یا قیوم لا الہ الا انت-وذکر غیر ذلک**}(طبقات الشافعیۃ الکبری ج۶ص۲۷-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: حضرت یعقوب علیہ الرحمہ سے حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوراد و وظائف کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: حضرت رفاعی قدس سرہ العزیز ایک ہزار بار سورۂ اخلاص کے ساتھ چار رکعت (نفل نماز) ادا کرتے، اور ہر دن ایک ہزار بار استغفار فرماتے۔ آپ استغفار میں کہتے: (لا الہ الا اللہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین)عملت سوئا :الخ ،اوراس کے علاوہ اذکار واوراد کا ذکر فرمایا۔

رفاعی کبیر: شافعی فقیہ

(۱)امام تاج الدین سبکی شافعی نے تحریر فرمایا:{**تفقہ علی مذھب الشافعی**}(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج۶ص۲۴)

ترجمہ: حضرت سید احمد رفاعی علیہ الرحمہ نے مذہب شافعی کے مطابق علم فقہ حاصل فرمایا۔

(۲) قاضی ابن شہبہ: احمد بن محمد بن عمر ،ابوالعباس شہاب الدین اسدی شافعی دمشقی (۷۳۷ھ-۷۹۰ھ-۱۳۳۷ء-۱۳۸۸ء) نے رقم فرمایا:{**قال ابن خلکان : کان رجلا صالحا شافعیا فقیھا**}(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ: ج۲ص۵-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: ابن خلکان: احمد بن محمد بن ابراہیم بن ابی بکر بن خلکان برمکی اربلی (۶۰۸ھ-۶۸۱ھ-۱۲۱۱ء-۱۲۸۲ء) نے فرمایا: حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیک انسان اور شافعی فقیہ تھے۔

(۳) قاضی ابن شہبہ نے لکھا:{**وکان فقیھا شافعیا**}(طبقات الشافعیۃ لابن قاضی شہبہ: ج۲ص۶)

ترجمہ: حضرت سید احمد رفاعی قدس سرہ القوی شافعی فقیہ تھے۔

(۴)ابن ملقن نے رقم فرمایا:{**استاذ الطائفة المشھورة: کان من حقہ التقدیم،فانہ اوحد وقتہ حالا وصلاحا ، فقیھا شافعیا**}(طبقات الاولیاج۱ص۱۵)

ترجمہ: حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان مشہور جماعت (رفاعیہ) کے استاد ہیں۔ ان کا ذکر پہلے لانا ان کے شایان شان تھا ،اس لیے کہ وہ عمدہ حال اور صلاح ونیکی میں یکتائے روزگار اور شافعی فقیہ تھے۔

توضیح : مذکورہ بالا حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان شافعی المسلک تھے ،اور سب سے اہم بات یہ کہ آپ شافعی فقیہ تھے، یعنی علم باطن کے ساتھ علم ظاہر سے بھی مزین وآراستہ تھے۔ حضرات اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے خلاف شرع کوئی فعل صادر نہیں ہوتا۔ عہد حاضر میں ملک ہند میں بعض لوگ خود کو رفاعی فقیر کہتے ہیں اور ان کا طریق کار خلاف شرع ہے۔ شریعت کے خلاف جو طریقے رائج ہیں، ان کی کوئی سند حضرت رفاعی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک نہیں۔ یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے

کہ ایک متبع شریعت ،واصل الی اللہ اور فقیہ زمانہ سے قصداً کوئی قول وفعل شریعت اسلامیہ کے خلاف صادر ہو۔

جب رب تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حبیب کبریا ،تاجدار انبیا حضور اقدس شفیع محشر علیٰ رسولنا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو دنیا میں مبعوث فرمادیا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تبلیغ اسلام اور اتمام دین کے بعد قرب خداوندی کو پسند فرمایا تو رب تعالیٰ نے تبلیغ دین اور تعلیم شریعت کے لیے علمائے کرام کو مقرر فرمادیا۔علمائے شریعت اپنے طریق کار کے مطابق خدمت دین انجام دیتے ہیں اور علمائے باطن اپنے طریق کار کے مطابق تبلیغ دین اور اسلام کی ترویج واشاعت کرتے ہیں۔

اسی حقیقت کو ظاہر فرماتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: {اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ}

(سنن ابی داؤد:باب الحث علیٰ طلب العلم-جامع الترمذی:ج ۲باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ -سنن ابن ماجہ:باب فضل العلماء والحث علیٰ طلب العلم-صحیح ابن حبان:ج اص ۲۸۹)

ترجمہ:علما ئے اسلام،حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

یہ بات بھی ذہن نشیں رہے کہ طریقت کے کسی بھی متصل سلسلہ میں بیعت جائز وسنت ہے،لیکن مرید جس فقہی مسلک کا مقلد ہے،اس کو اپنے امام مجتہد کے طریقے پر عمل کرنا ہے۔حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنبلی مسلک کے مقلد تھے،لیکن سلسلہ قادریہ کے مریدین میں حنفی ،مالکی ،شافعی اور حنبلی چاروں فقہی مذاہب کے مقلدین ہیں اور ہر ایک کو اپنے امام مجتہد کے فقہی مسائل پر عمل کرنا ہے۔ بیعت وارادت کا تعلق سلسلہ طریقت سے ہے۔فقہی امور سے بیعت وارادت کا تعلق نہیں۔

اگر کوئی حنفی سلسلہ رفاعیہ میں بیعت ہوتا ہے تو جس طرح تمام متصل سلاسل میں بیعت ہونا جائز وسنت اور حصول برکات کا ذریعہ ہے ،وہ تمام حسنات وبرکات اور باطنی فیوض اس سلسلہ سے بھی حاصل ہوں گے،لیکن فقہی مسائل میں حنفی مقلد کو حنفی مذہب پر عمل کرنے کا حکم ہوگا،گرچہ سلسلہ رفاعیہ کے بانی حضرت سیداحمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شافعی المسلک ہیں۔حنفی مسلک میں جو امور ناجائز ہیں،وہ حنفی مقلد کے لیے ناجائز ہی رہیں گے۔ہاں،چاروں فقہی مسالک کو حق ماننا لازم ہے،لیکن عمل ایک ہی فقہی مسلک پر ہوگا۔اسی کو تقلید شخصی کہا جاتا ہے اور علمائے اسلام نے تقلید شخصی کو واجب بتایا ہے۔

حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان سے بعض امور حالت سکر میں صادر ہوتے ہیں۔ایسے امور کو دلیل بنانا غلط ہے۔ حالت سکر میں وہ معذور ہوتے ہیں۔وہ خود کو فراموش کرکے فنا فی اللہ ہوجاتے ہیں،اور یاد الٰہی میں ایسے مستغرق ہوجاتے ہیں کہ انہیں اپنی ذات کا بھی خیال باقی نہیں رہتا۔اسی طرح حالت صحو کے تمام امور کی پیروی بھی مناسب نہیں،جب تک شیخ طریقت خود وہ کام کرنے کی اجازت نہ دیں۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صوم وصال کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی صوم وصال رکھنا شروع کیا۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع فرمادیا۔

شریعت اسلامیہ میں جن فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات کی تعلیم دی گئی ہے،ان پر عمل کریں۔حضرات اولیائے کرام کے خاص اعمال واشغال کو بلا اجازت اختیار نہ کیا جائے۔ایسے لوگوں کا ظاہر ہماری نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور باطن سے ہم ناآشنا رہتے ہیں۔

بعض حالات میں اولیائے کرام خود بھی اپنی تقلید واتباع سے منع فرماتے ہیں۔

امام عبدالغنی نابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ) نے اولیائے کرام کا قول نقل فرمایا:{من رأني الآن صار زنديقًا ومن رأني قبل صار صديقًا}(الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ ج اص ۲۳۷-استنبول ترکی)

〈ت〉جس نے اب ہمیں دیکھا،وہ زندیق ہوا،اور جس نے پہلے ہمیں دیکھا،وہ صدیق ہوا۔

توضیح:اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ اولیائے کرام نے فرمایا کہ جس نے ہمیں زمانہ ماقبل میں شریعت پر عمل کرتے ہوئے کثرت عبادات کے ساتھ دیکھا اور ہمارے طریقے پر عمل کیا،وہ صدیق ہوگا،اور زمانہ مابعد میں یعنی جذب وکیف طاری ہونے کے بعد ہمارے جذبی طریقے پر عمل کرنے والا زندیق ہوگا،کیوں کہ جذب وکیف طاری ہونے کے

بعد ظاہر و باطن میں موافقت نہیں ہوتی۔ بظاہر بعض اعمال خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں، لیکن وہ ولی عنداللہ مقبول اور اس کا یہ عمل اس کے حق میں درست ہوتا ہے، دوسرے کسی مرید و معتقد کو اس پر عمل کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس طرح کے بہت سے اعمال کا تذکرہ امام عفیف الدین یافعی شافعی یمنی (۶۹۸ھ-۷۶۸ھ-۱۲۹۸ء-۱۳۶۷ء) نے ''روض الریاحین فی مناقب الصالحین'' کے اخیر میں کیا ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کا قول ((سبحانی ما اعظم شانی)) اور ((لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ علیہ وسلم)) حالت سکر میں صادر ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ص ۱۹۷-ج ۶ص ۱۴۵-رضا اکیڈمی ممبئی)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ) نے فرمایا: ''کسی نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سیدی قضیب البان موصلی قدس سرہ کی شکایت کی کہ ان کو کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ ارشاد فرمایا: اس کو کچھ نہ کہو، اس کا سر ہروقت خانہ کعبہ میں سجود میں ہے''۔ (الملفوظ ج ۲ص ۹۱-قادری کتاب گھر بریلی)

توضیح: اہل اللہ کے بعض ظاہری حالات اگر خلاف شرع معلوم ہوں تو ان پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کرسکتے ہیں، کیوں کہ اگر وہ متبع شریعت نہیں ہوتے تو بارگاہ الٰہی میں انہیں قبولیت کیسے ملتی۔ شیطان لعین بھی بڑا عابد و زاہد، متقی و معلم الملائکہ تھا، لیکن بعض غلطی کے سبب اسے دربار الٰہی سے نکال دیا گیا۔ اہل اللہ کا مقبول بارگاہ الٰہی ہونا دلیل ہے کہ اس کا قول و فعل خلاف شریعت نہیں، گر چہ وہ ہماری سمجھ سے باہر ہو، جیسا کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قضیب البان موصلی قدس سرہ القوی کے بارے میں فرمایا۔

اہل اللہ کے بظاہر خلاف شرع امور میں پیروی بھی نہیں کی جاسکتی، ممکن ہے کہ ان کے رتبہ و منزل کے اعتبار سے وہ امر درست ہو، لیکن ہمارے لیے درست نہ ہو۔ وہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر حاضر بھی رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ ہمارے درمیان موجود بھی ہوں اور کسی مقام پر وہ مشغول عبادت بھی ہوں۔ بہت سے اولیائے کرام سے ثابت ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد مقامات پر حاضر ہوتے۔

امام رفاعی اور خدمت خلق

امام سبکی شافعی نے رقم فرمایا: {کان یجمع الحطب ویحمله الی بیوت الارامل والمساكين وربما يملأ الماء لهم}

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۶ص ۲۵-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکڑیاں جمع کرتے اور تنگ دست و مسکین لوگوں کے گھروں تک لے جاتے ، اور کبھی ان لوگوں کے لیے پانی بھرتے۔

توضیح: اکابرین امت کی خدمت خلق کو دیکھ کر ہمیں سبق حاصل کرنا چاہئے کہ وہ کس طرح ضرورت مندوں کی خدمت انجام دیتے تھے۔ خلق خدا کی خدمت بھی قرب الٰہی کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اپنے لیے اور اپنوں کے لیے ہر کوئی بھلائیاں کرتا ہے۔ کمال تو جب ہے کہ رب تعالیٰ کی عام مخلوق کے لیے بھلائیاں کرے۔ آج بھی ہم اپنے معاشرہ میں خدمت خلق کا جذبہ بیدار کردیں تو بہت سے حاجت مندوں کی حاجتیں آسانی سے پوری ہوسکتی ہیں۔

جیلانی ورفاعی کا باہمی اعزاز و اکرام

حضور سیدنا غوث اعظم جیلانی اور حضرت سید احمد رفاعی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دوسرے کا حد درجہ اعزاز و اکرام کرتے۔ اسی طرح زمانہ ماضی میں علمائے اسلام و مشائخ ملت میں اسلامی اخوت وملی محبت کی بہار اور حسن سلوک و ادب و احترام کے قابل رشک جذبات دیکھنے کو ملتے۔ رفتہ رفتہ مسلمان اسلامی تعلیمات سے دور ہوتا گیا اور آپسی اخوت ومحبت کے رشتے کمزور ہوتے چلے گئے۔

(۱) مشہور قصیدہ غوثیہ میں حضور سیدنا غوث اعظم بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شعر میں حضرت سید احمد رفاعی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر فرمایا۔ قصیدہ غوثیہ قریباً 35: اشعار پر مشتمل ہے۔ مقطع سے کچھ قبل یہ شعر ہے۔

كـذا ابـن الـرفـاعـي كـان مـنـي
فيسلک فـي طـريـقـي واشتغـالـي

ترجمہ: اسی طرح ابن رفاعی بھی مجھ سے ہے کہ میرے ہی طریقے اور میرے شغل پر عمل پیرا ہے۔

توضیح:حضور غوث اعظم اور حضور رفاعی کبیر علیہما الرحمۃ والرضوان کا بالائی سلسلہ طریقت ایک ہی ہے۔دونوں کا سلسلہ حضرت ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔

(۲)ابن ملقن:عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی،سراج الدین ابوحفص اندلسی قاہری (۷۲۳ھ-۸۰۴ھ-۱۳۲۳ء-۱۴۰۱ء) نے تحریر فرمایا:{قال الامام ابو عبد اللہ محمد البطائحی:انحدرت فی ایامی سیدی عبد القادر الٰی ام عبیدۃ،فقال لی الشیخ:اذکر لی شیئا من مناقب الشیخ عبد القادر و صفاتہ فذکرت منہا شیئا فجاء رجل فی اثناء حدیثی،فقال: مہ! لا یذکر عندنا مناقب ہذا ! فنظر الشیخ الیہ مغضبًا فرفع الرجل من بین یدیہ میتًا-ثم قال:ومن یستطیع وصف مناقبہ؟ ومن یبلغ مبلغہ؟ ذاک رجل بحر الشریعۃ علٰی یمینہ وبحر الحقیقۃ عن یسارہ ،من ایہما شاء اغترف،لا ثانی لہ فی وقتنا ہذا.

ووصی اولاد اخیہ واکابر اصحابہ،وجاء رجل یودعہ لانہ مسافر الٰی بغداد،فقال:اذا دخلتم بغداد فلا تقدموا علٰی زیارۃ الشیخ احدًا،حیا اومیتا،فقد اخذ لہ العہد-ایما رجل من اصحاب دخل بغداد فلم یزرہ سلب حالہ ولو قبیل الموت-الشیخ عبد القادر! حسرۃ من لم یراہ}(طبقات الاولیاج اص۱۵-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ:امام ابوعبداللہ محمد بطائحی نے بیان کیا کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے عہد میں ام عبیدہ گیا تو شیخ رفاعی قدس سرہ العزیز نے مجھ سے فرمایا:مجھے شیخ عبدالقادر جیلانی کے کچھ مناقب واوصاف بیان کرو،پس میں نے کچھ اوصاف ومناقب بیان کیے ،پھر میری گفتگو کے دوران ایک آدمی آیا اوراس نے کہا:رک جاؤ،ہمارے پاس ان (حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مناقب بیان نہ کیے جائیں،پس حضرت شیخ رفاعی نے غضبناک ہوکر اسے دیکھا تو وہ آدمی مردہ حالت میں ان کے پاس سے اٹھایا گیا، پھر حضرت شیخ رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ارشادفرمایا:کون حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مناقب بیان کرسکتا ہے؟اورکون شیخ عبدالقادر کے مرتبہ کوپہنچ سکتا ہے؟وہ ایسے مردکامل ہیں کہ شریعت کا سمندران کی دہنی جانب ہے اور حقیقت کا سمندران کی بائیں جانب ہے ۔دونوں میں سے جس سے چاہیں،وہ پانی لیں۔ہمارے عہد میں ان کا کوئی ثانی ونظیر نہیں۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے بھتیجوں اوراپنے اکابر اصحاب کو(حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں)وصیت فرمائی ،اور بغدادشریف جانے والا ایک شخص سے آپ سے رخصت لینے آیا تو آپ نے فرمایا:جب تم بغداد پہنچوتو سب سے پہلے شیخ عبدالقادر جیلانی کی زیارت کرو،خواہ وہ باحیات ہوں یاوصال فرما چکے ہوں۔رب تعالیٰ نے ان سے عہد لیا ہے کہ جو صاحب حال بغداد پہنچے اورشیخ کی زیارت نہ کرے تواس کا حال سلب کرلیا جاتا ہے،گرچہ موت سے کچھ پہلے ہی بغداد پہنچے۔شیخ عبدالقادر، افسوس ہےاس پرجس نے ان کی زیارت نہ کی۔

نوٹ:مذکورہ بالا واقعہ کو حضرت ابوالحسن شطنوفی شافعی (۶۴۴ھ-۷۱۳ھ)نے بھی ’’بہجۃ الاسرار‘‘میں ذکرفرمایا ہے۔

توضیح:مشائخ کا حال یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کااعزاز واکرام کرتے ہیں اورعہد حاضر میں مریدین نے سلاسل طریقت کے نام پر تفریق شروع کردی ہے ۔وہ تمام سلاسل حقہ جوحضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہیں،ان تمام میں بیعت وارادت جائز وسنت اور حصول برکات کا ذریعہ ہے،اورتمام کا مقصود اصلی خداورسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی رضا وخوشنودی ہے۔شریعت اسلامیہ نے شیخ طریقت کے لیے چارشرطیں مقرر کی ہیں۔ان شرطوں کا لحاظ بھی ضروری ہے۔وہ شرطیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)سنی صحیح العقیدہ ہو(۲)اتنا علم رکھتا ہوکہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔

(۳)فاسق معلن نہ ہو(۴)اس کا سلسلہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

(بہارشریعت:حصہ اول ص۲۷۸-مکتبۃ المدینہ کراچی)

وصال الی اللہ تعالیٰ

امام ابن ملقن:عمر بن علی بن احمد انصاری شافعی،سراج الدین

ابوحفص اندلسی قاہری (۷۲۳ھ-۸۰۴ھ-۱۳۲۳ء-۱۴۰۱ء) نے تحریر فرمایا:{كان مرضه بالاسهال،دام عليه اكثر من شهر،وكان يعاوده في اليوم والليلة اكثر ثلاثين مرة،وهو عقيب كل مرة يسبغ الوضوء ويصلي،واخبر ان الرب تعالىٰ وعده الا يعبر وعليه شئ من لحم الدنيا،ففنى لحمه باجمعه قبل خروجه من الدنيا،ولم يزل علىٰ تلك الحال الىٰ ان توفى}

(طبقات الاولیاج اص ۱۶-المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مرض اسہال ہوا، اور یہ ایک ماہ سے زیادہ رہا، اور ہر دن رات میں تیس بار سے زیادہ ہوتا، اور ہر اسہال کے بعد آپ کامل طریقے پر وضو فرماتے اور نماز (نفل) ادا کرتے ، اور آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے کہ آپ کو دنیا سے اس حال میں لے جائے گا کہ آپ (کے جسم) پر دنیا کا گوشت نہیں ہوگا، پس دنیا سے رخصت ہونے سے قبل آپ کا تمام گوشت ختم ہوگیا، اور آپ کی یہی کیفیت رہی ، یہاں تک کہ آپ وفات پاگئے۔

تصانیف وملفوظات

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی بہت سی تصانیف مشہور ومعروف ہیں، اسی طرح شیخ اکبر سید المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی :ابوعبد اللہ محمد بن علی بن محمد بن عربی حاتمی طائی اندلسی مرسی مکی دمشقی قدس سرہ العزیز (۵۶۰ھ-۶۳۸ھ-۱۱۶۵ء-۱۲۴۰ء) کی بھی بہت سی تصانیف ہیں۔حضرات اولیائے کرام میں سلطان المحققین حضرت سید مخدوم شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری (۶۶۱ھ-۷۸۲ھ-۱۲۶۳ء-۱۳۸۰ء) کو کثیر التصانیف تسلیم کیا جاتا ہے۔حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان زیادہ تر زبانی رشد وہدایت کا فریضہ انجام دیتے ۔اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان میں اتنی تاثیر رکھی ہے کہ ہماری تحقیقی تحریریں بھی ان کے چند ناصحانہ کلمات کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں۔کسی ضرورت کے سبب حضرات اولیائے کرام نے بھی خطوط ومکاتیب اور کتب ورسائل رقم فرمائے ہیں۔ اسی طرح ان کے ملفوظات بھی جمع کیے جاتے رہیں جوامت مسلمہ کے لیے انمول خزانہ کے مثل ہیں۔حضرت سید احمد رفاعی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصانیف کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱)البرہان المؤید (۲)الحکم الرفاعیہ (۳)الاحزاب الرفاعیہ (۴)النظام الخاص لا ہل الاختصاص (۵)البہجۃ الفقہ (۶)الوصایا (۷)الصراط المستقیم فی تفسیر معانی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۸)الرویۃ (۹)الطریق الی اللہ (۱۰)العقائد الرفاعیہ (۱۱)المجالس الاحمدیہ (۱۲) تفسیر سورۃ القدر (۱۳)حالۃ اہل الحقیقۃ مع اللہ (۱۴)الاربعین (۱۵)شرح التنبیہ (۱۶)رحیق الکوثر۔

سلسلہ رفاعیہ کے چند مشاہیر علما ومشائخ

بہت سے اکابر اولیائے کرام اور مشاہیر علمائے اسلام سلسلہ رفاعیہ سے منسلک ہیں۔چند مشاہیر کا اجمالی تذکرہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱)اولیائے کرام میں کافی شہرت یافتہ شخصیت ابوالعباس حضرت سید احمد بدوی حسینی: احمد بن علی بن ابراہیم (۵۹۶ھ-۶۷۵ھ-۱۲۰۰ء-۱۲۷۶ء) علیہ الرحمۃ والرضوان جن کی شہرت عرب وعجم میں یکساں ہے۔انہوں نے خرقہ خلافت حضرت شیخ بری قدس سرہ العزیز سے حاصل کیا، وہ شیخ علی بن نعیم بغدادی علیہ الرحمہ سے، اور انہوں نے حضرت سید احمد رفاعی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

(قلادۃ الجواہر ص ۳۹۸-مطبع ادبیہ بیروت)

حضرت سید محمد ابوالہدیٰ آفندی رفاعی خالدی صیادی نے تحریر فرمایا:{قال السخاوى رحمه الله : كان سيدى احمد البدوى اذا نظر المريد نظرة مخصوصة يوصله بتلك النظرة الى مقام الشهود}(قلادۃ الجواہر ص ۴۰۲-مطبع ادبیہ بیروت)

ترجمہ: امام شمس الدین سخاوی (۸۳۱ھ-۹۰۲ھ) نے فرمایا کہ حضرت سیدی احمد بدوی قدس سرہ العزیز جب کسی مرید پر خاص نظر فرماتے تو اسی نظر خاص سے اسے مقام شہود تک پہنچا دیتے۔

(۲) شیخ الاسلام امام القرا شیخ شمس الدین جزری عمری شافعی دمشقی شیرازی: محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف (۷۵۱ھ-۸۳۳ھ-۱۳۵۰ء-۱۴۲۹ء) قدس سرہ القوی بھی سلسلہ رفاعیہ کے خلفا میں سے تھے۔ یہ قرأت سبعہ کے امام ہیں۔انہوں نے شیخ زین الدین مراغی

سے، وہ شیخ عزالدین احمد فاروقی واسطی سے، وہ اپنے والد سے، وہ ان کے دادا سے، وہ حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی سے خرقہ خلافت حاصل کیے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) (قلادۃ الجواہر ص ۴۱۵، ۴۱۶۔ مطبع ادبیہ بیروت)

(۳) مجدد صدی دہم خاتم الحفاظ امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) بھی سلسلہ رفاعیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے خرقہ خلافت شیخ کمال الدین امام کاملیہ سے، وہ امام القرا شیخ شمس الدین جزری سے خرقہ خلافت حاصل کیے۔ (قلادۃ الجواہر ص ۴۱۶۔ مطبع ادبیہ بیروت)

(۴) امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) بھی سلسلہ رفاعیہ کے فیض یافتہ ہیں۔ انہوں نے امام جلال الدین سیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) سے سلسلہ رفاعیہ کی خلافت پائی۔ (قلادۃ الجواہر ص ۴۲۳، ۴۲۵۔ مطبع ادبیہ بیروت)

اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہم :: ونفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاتہم :: وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم :: والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم :: وآلہ العظیم

☆☆☆☆☆



حضرت رفاعی حیات وخدمات کے آئینے میں

مولانا سید سیف الدین اصدق چشتی، نالندہ، بہار شریف

اس خاکدان گیتی پر جن بلند و بام شخصیتوں نے اپنے اقوال و افعال سے خدمتِ اسلام کا عظیم فریضہ انجام دیا، ان میں ایک نمایاں اور روشن ترین نام ''سیّد العارفین ابوالعباس حضرت سیدنا احمد الکبیر رفاعی قدس سرّہٗ'' کا ہے۔ آپ کا شمار ان ممتاز و مشہور صوفیا و عارفین، مستند مقدس اولیائے کاملین اور سرخیلِ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی میں ہوتا ہے۔ جن کی دعوت وتبلیغ، تعلیم وتربیت، صحبت واثر اور تزکیہ نفوس کی برکت سے ہزارہا افراد راہِ حق پر صرف گامزن ہی نہیں ہوئے بلکہ راہِ نما اور تابندہ شانِ راہ بن گئے۔ تذکرہ وسوانح میں آپ کی علمی جلالت، تدریسی مہارت، شانِ خطابت اور شعری بلاغت جہاں آپ کو علم وفضل کا آفتاب جہاں تاب ثابت کرتی ہے وہیں عبادت، ریاضت، حق و صداقت، زہد و قناعت اور کرامات و انعاماتِ خداوندی کے ایسے واقعات ملتے ہیں جو ممتاز ترین خواص امت محمدیہ کے ساتھ ہیں۔ بلاشبہ آپ کی ذات ستودہ صفات علم شریعت وطرقت کی جامع اور ''در کفے جام شریعت در کفے سندانِ عشق'' کی مکمل تفسیر تھی۔ ان ہی بنیادوں پر ان کی شخصیت کی دل ربائی حدود زمان ومکان سے مقید نہ رہی بلکہ ان کی شہرت اپنے خطے اور علاقے سے نکل کر دنیا کے طول وعرض میں پھیل گئی۔ دور دراز گوشوں اور بعید ترین زمانوں میں آپ کو جو قبول عام اور بقائے دوام حاصل ہوا وہ مقبولیت کی کمالِ معراج ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :

> یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی کے بعد ایسی عام شہرت اور مقبولیت بہت کم بزرگوں کو حاصل ہوگی جو حضرت سید احمد رفاعی کو حاصل ہوئی۔ ان کا سلسلہ اب بھی زندہ ہے، اور جو حیثیت ہمارے مشرقی دیار میں چشتیہ کو حاصل ہے وہ بلادِ عربیہ میں سلسلۂ رفاعیہ کو حاصل ہے، کرامات وخوارق کے ظہور میں بھی ان کا پایہ بہت بلند اور سیدنا عبدالقادر جیلانی سے ان کو بہت مناسبت ہے۔ (مقدمہ تذکرۂ حضرت رفاعی، مؤلف سید مصطفٰی رفاعی ندوی)

قرآن وحدیث اور تاریخ وسیر میں برگزیدہ شخصیتوں کے متعلق حیرت انگیز واقعات اس کثرت سے موجود ہیں کہ ارباب عقل و دانش کے لیے چوں وچرا کی گنجائش نہیں۔ اللہ رب العزت اپنے کار کے لیے جنھیں منتخب فرماتا ہے ان کے بچپنے کے ایام بھی انتہائی پاکیزہ ہوتے ہیں۔ وہ مالک الملک لہولہب اور کھیل تماشہ کی ذرا رغبت قلوب میں پیدا نہیں فرماتا بلکہ وہ نابغۂ روزگار ہستیاں اس کی دعوت دینے والوں کو ''مَا خُلِقْنَا لِهٰذا'' (ہم اس کے لئے نہیں پیدا کیے گئے) کہہ کر اپنے مقام ومنصب کی معرفت اور دنیا کو اپنی حقیقتوں سے متعارف کراتی نظر آئی ہیں۔ تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت رفاعی نے نوعمری سے ہی خدمتِ خلق کو اپنا شعار بنالیا تھا۔ جس عمر میں بچے کھیل کود، وشرارت اور غیر ذمہ دارانہ زندگی گذارتے ہیں، آپ اس عمر میں کمالِ ذمہ داری سے عوام الناس کے چھوٹے چھوٹے مسائل حل فرماتے نظر آئے۔

وعظ ونصیحت : حضرت سیدنا رفاعی کو یوں تو درسی وتربیتی امور سے ایسا شغف تھا کہ دیگر امور کی جانب کم ہی توجہ فرماتے مگر آپ کی سوانح میں وعظ وخطابت کا ثبوت ملتا ہے اور کیا ہی خوب ملتا ہے۔ جب آپ منبر خطابت پر جلوہ فگن ہوتے تو گھنٹوں تسلسل وروانی کے ساتھ علم وفن کے جواہر پارے لٹاتے۔ ادیبانہ زبان، ناصحانہ انداز، اچھوتے مضامین کا وُرود۔ معلوم ہوتا کہ فصاحت وبلاغت کا ایک سیل رواں ہے جو بڑی سبک خرامی سے جانب منزل چلا آرہا ہے۔ یہ مواعظ سامعین کی ضروریات، عوام میں پھیلی بیماریوں اور خواص کے مغالطوں کے دفاع پر مشتمل ہوتا۔

پھر چونکہ یہ ایک نبض شناس معالج وخطیب کے ساتھ ایک مخلص بندۂ مومن کے دل سے نکلے ہوئے الفاظ وکلمات ہوتے بقول شاعر:

حدیث بندۂ مومن دل آویز
جگر پر خوں نفس روشن نگہ نیز

دلوں میں کس قدر گھر کرتی اور قلوب پر کیسی رقت طاری ہوتی، اس کا حال ان مجلسوں کا مشاہدہ کرنے والی شخصیت حضرت شیخ عبدالرحیم سے سنیے:

نماز ظہر کے بعد سید احمد کبیر کرسی پر تشریف لائے، عصر کے وقت کرسی سے وعظ ختم فرما کر اترے اور مجلس کا حال یہ تھا کہ سب پر آہ وبکا، گریہ وزاری اور تحیر وحیرانی طاری تھی۔ اپنے گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا آپ کے دروازے پر ازدہام ہوگیا، ہم نے شمار بھی کرنا چاہا مگر ناکام رہے، بیعت وتوبہ کا سلسلہ رات تک جاری رہا۔" (عربی ترجمہ: المجالس الرفاعیہ ساتویں مجلس ص ۹۳)

حضرت اپنے مریدین و معتقدین کو حسب موقع نصیحت بھی فرماتے رہتے اور تقریروں کی طرح آپ کی نصیحتیں بھی نہایت مؤثر ہوتی تھیں۔ یہ پند ونصیحت عموماً شخصی طور پر علاحدگی میں ہوا کرتی مگر کبھی مجلس میں جملہ حاضرین و معتقدین کو مخاطب فرما لیتے مگر اس مجلسی نصیحت کا اندازہ واسلوب وعظ گوئی سے جداگانہ ہوتا۔ المجالس الرفاعیہ کے مرتب آپ کے بھانجے حضرت سید عبدالرحیم رفاعی خود کو کی جانے والی ایک نصیحت کے بابت لکھتے ہیں: "حضرت کی نصیحت دل میں اتر گئی اور بیٹھ گئی، اسی پر عمل کر رہا ہوں اور تادم زیست اسی پر عمل پیرا رہوں گا۔ (المجالس الرفاعیہ ص ۱۴۱)

شعروسخن: شعر گوئی کوئی اکتسابی فن نہیں جسے مشق وتمرین کی کاوشوں سے حاصل کر لیا جائے یا علم وفضل کی بلندیاں کسی کو شاعری بھی عطا کر دے بلکہ شاعری ایک فطری شئی ہے اور شاعر اسی فطرت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ آپ شاعر اور فطری شاعر تھے۔ کثرتِ امور کے ہجوم میں بھی آپ کی شاعری تکلف وتصنع سے پاک فی البدیہہ ہوتی۔ اپنے وقت کے میر وغالب نے آپ کے کلام کو بے حد سراہا ہے۔ آپ کی شخصیت کی ہمہ جہتی بقول حضرت رضا "جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں" کے مصداق تھی، تذکرہ نویسوں نے آپ کے کلام کو یکجا مرتب کیا ہے۔

زندگی ایک نمونہ: آقائے کائنات جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر عمل پیرا ہو کر ایک مردِ مومن اپنی زندگی کے گوشوں کو جس قدر کامل کر سکتا ہے حضرت رفاعی کی زندگی اس کی مکمل آئینہ دار تھی۔ بلند واعلیٰ اخلاق، بے مثال زہد وقناعت، بے نفسی کردار، اور مجسمِ تواضع و انکسار ہونا اہل اللہ کا خاصّہ رہا ہے۔ انسان ان صفات سے جب ہی متصف ہو سکتا ہے کہ اس کا قلب تمام آلائشوں سے پاک اور اس کی انانیت فنا ہو جائے۔ حضرت کے ملفوظات گواہ ہیں کہ آپ خلوص و للّٰہیت تحمل وبردباری، کسرِ نفسی وانکارذات اور بے نفسی وقطعِ خلائق کے پیکر تھے۔ آپ اپنے مریدین ومعتقدین اور خدام سے بھی اپنی اصلاح کی درخواست فرماتے۔ خادمِ خاص حضرت شیخ یعقوب بن کراز کہتے ہیں: حضرت رفاعی مجلس میں تشریف فرما تھے، اپنے اصحاب سے فرمایا "اے لوگو! خداوند عزیز کی قسم دے کر آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ تم میں سے جو بھی میرے کسی عیب پر مطلع ہوا اس کو خدارا بیان کر دے" حضرت شیخ یعقوب آگے کہتے ہیں:

فقام الشیخ عمر الفاروقی فقال انا اعلم عیبک ان مثلنا من اصحابک فبکی الشیخ والفقراء"

شیخ عمر فاروقی نے بھرے مجمع میں کھڑے ہو کر عرض کیا کہ میں آپ کے ایک عیب سے واقف ہوں وہ یہ کہ ہم جیسے نالائق آپ کے خادم ہیں۔

اس پر حضرت والا اور فقرا پر گریہ طاری ہو گیا۔" (البعث الاسلامی بابت محرم ۹۲ھ بحوالہ تذکرہ حضرت رفاعی)

علامہ شعرانی اور جناب محمد علی قلندر نے لکھا ہے کہ آپ نے اس کے بعد یہ بھی فرمایا کہ: اے لوگو! میں تمہارا خادم ہوں اور تم سے کم تر ہوں۔ (تذکرہ حضرت رفاعی ص ۵۸)

اللہ اکبر! علامہ وقت اور طریقت کا عظیم امام اپنی تمام تر شانِ جلالت اور علوِ مرتبت کے ساتھ اسوۂ فاروقی کی یادوں کی شمع روشن کر رہا ہے۔ شخصیتیں صرف قول وگفتار سے با کمال نہیں ہوا کرتیں جب تک کہ عمل وکردار نہ ہو، حضرت رفاعی قول وعمل اور گفتار وکردار دونوں کے

جامع اور انسانیت کے لیے نمونہ تھے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی اور تمام تذکرہ نویسوں نے آپ کے بارے میں گواہی دی ہے:

ماتصدر قط فی مجلس و لا جلس علی سجادة تواضعاً

(لواقح الانوار ص۱۲۳)

آپ کبھی صدر مجلس بنے اور نہ کبھی سجادہ اور نہ گادی پر تشریف فرما ہوئے، یہ آپ کا تواضع تھا۔

مؤلفین، اہل قلم اور تذکرہ نویسوں نے آپ کی اس صفت عجز و انکسار کا متعدد مقامات پر مختلف طریقوں سے ذکر کیا ہے۔

انسان انس سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مخلوق خدا سے محبت رکھنے والا، اگر کسی میں انسانیت نہ ہو تو وہ بہت کچھ ہو سکتا ہے، مگر انسان نہیں۔

''درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو''

یہ اہل تصوف کا مسلک رہا ہے۔ مخلوق خدا کی محبت اور جذبہ خدمت خلق تو حضرت رفاعی میں زندگی کے ابتدائی ایام سے ہی تھا، اور پھر یہ روزافزوں ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے دیکھا، وہ معمار انسانیت چرند و پرند اور جانوروں کا بھی خیال رکھ رہا ہے، انہیں چارا پانی ڈال رہا ہے۔ اسی پر بس نہیں دامن پر بلّی سو گئی اور وقتِ نماز آ گیا تو دامن چاک کر دیا مگر بلّی کی نیند خراب نہ ہونے دی۔ ہاتھ پر مچھر بیٹھ کر خون چوسنے لگا تو ہاتھ کی حرکت روک دی کہ اپنا رزق حاصل کر لے۔ کرتے پر پتنگا بیٹھ کر آپ کے ساتھ چلا آیا تو معذرت طلب کرنے لگے کہ پیارے! مجھے معلوم نہ تھا، میں نے تجھے ہم جنسوں سے دور کر دیا۔

اس طرح کے واقعات آپ کی سوانح میں کثرت سے موجود ہیں جن سے رحم و کرم کے جذبات، عدل و مساوات، حیوانات پر شفقت و مہربانی، اپنی ذات سے بے پروائی، کسرِ نفس و انکساری اور غایت درجہ کی خشیت الٰہی کا پتہ چلتا ہے۔ بلاشبہ ان شخصیات کی پاکیزہ زندگانی سے ہی اسلام کی حقیقی تصویر سامنے آتی ہے، جس سے معترضین کو مسکت جواب بھی ملتا ہے اور انسانیت کو نمونۂ عمل بھی۔ کیسے کیسے انقلابات آئے، تہذیب و تمدن نے مختلف چولے بدلے، طرح طرح کے افکار و اذہان نے جنم لیے۔ مگر زمانہ کی تیز و تند ہواؤں میں ان کی روحانیت کے چراغ آج بھی روشن ہیں۔ سچ کہا حفیظ میرٹھی نے۔

تقریر سے ممکن ہے نہ تحریر سے ممکن وہ کام جو انسان کا کردار کرے ہے

حضرت رفاعی اور حضرت جیلانی: بزرگان دین و مشائخ طریقت کی یہ عادت شریفہ رہی ہے کہ وہ اپنی مجلسوں میں اکابرین و معاصرین کا ذکر بڑے والہانہ انداز میں کیا کرتے جس سے ان کے تلامذہ و مریدین کے دلوں میں ان بزرگوں کی عظمت و محبت کا سکہ جم جاتا تھا۔ حضور سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ حضور سیدنا رفاعی کے ہم عصروں میں تھے اور آپ خصوصی طور پر ان کا ذکر بڑے القاب و آداب اور عزت و احترام سے فرماتے۔ ایک مجلس میں آپ کا ذکر آ گیا تو ارشاد فرمایا:

انّ الشیخ عبدالقادر بحر الشریعة عن یمنه وبحر الحقیقة عن یساره ایهما شاء اغترف

(قرة الناظر الحکایة الثامنه والتسعون ص ۱۰۳)

بلاشبہ شیخ عبد القادر کے دائیں شریعت کا سمندر ہے اور بائیں حقیقت و معرفت کا سمندر ہے جس سے چاہتے ہیں دامن بھرتے ہیں۔''

کرامت: یہ ایک مستقل حقیقت ہے کہ ''کشف و کرامت'' ولایت و مقبول عند اللہ ہونے کی نہ دلیل ہے اور نہ ہی اس کا حصہ۔ حضرت سلطان المحققین حضور سیدنا شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے مشہور زمانہ مکتوبات میں یہاں تک فرمایا کہ:

''ولایت کی صحت کا تعلق دوست کے سوا سب سے انقطاع اور اعراض اور حبیب کے سوا سب سے ترک سے ہوتا ہے، کیونکہ ترک و اخذ دونوں ضدین ہیں۔ جس نے کرامت کو قبول کیا اور کرامت پر اعتماد کیا تو اس نے دوست سے اعراض کیا اور دوست کے سوا چاہا وَلاَ بَقَآءَ لِلْوِلَایَةِ مَعَ الْاَمراضِ عَنِ الْحَبِیْبِ وَالْاِقْبَالِ اِلٰی غَیْرِ الْحَبِیْبِ (ولایت باقی نہیں رہی محبوب کے رہتے ہوئے کسی دوسری طرف توجہ کرنے سے) (مکتوبات صدی بیان کرامات، مکتوب ص۱۰)

جمہور علمائے محققین و صوفیائے کاملین نے دین متین پر ''استقامت'' کو مرتبہ کرامت سے بہت بلند مانا ہے مگر باوجود انھوں نے

کرامت کا انکار نہیں کیا۔ اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں، کتاب و سنت کے خلاف نہیں ہیں، حضرت رفاعی کی سب سے بڑی کرامت دین و شریعت پر استقامت ہی ہے جس پر وہ ساری زندگی بڑی مضبوطی سے قائم رہے۔ لیکن پھر بھی بہت ساری خرقِ عادات چیزیں آپ سے ظاہر ہوئیں۔ تذکرہ نویسیوں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دست بوسی کو آپ کی سب کے بڑی کرامت قرار دیا ہے۔ حضرت امام سیوطی وغیرہ جیسی شخصیتوں نے اس پر مستقل رسالے لکھے ہیں اور بزرگ شعرائے اسلام نے طویل قصائد کہے ہیں۔

حضرت رفاعی کے گوشۂ حیات کا ایک افسوسناک اور پُر تشویش پہلو یہ ہے کہ آپ کی حیات و خدمات پر کام کرنے والوں میں اکثریت تو ہب زدہ افراد کی ہے۔ جس کی وجہ کہیں کہیں الحاق اور من مانی تشریح کی جھلک نظر آتی ہے۔ ایک ہی محور پر گردش کرنے کی بنیاد پر ہماری بہت ساری بلند پایہ ہستیاں تو گمنامی کے اندھیروں میں گم ہیں یا پھر اغیار نے ان پر دعویٰ قائم کر لیا ہے۔ کمالِ تعجب تو یہ ہے کہ بڑی خوشی کے ساتھ ہم ان سے دستبردار بھی ہو گئے۔ ہمارے دادا بزرگوار حضور سید شاہ بشیر الدین اصدق چشتی قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین و معتقدین یا افراد کو پند و نصائح اور تلقین و تنبیہ فرماتے ہوئے اکثر بڑی برجستگی سے یہ شعر کہتے ہیں کہ:

اگر مینہ یوں ہی برستا رہے گا
تو کا ہے کو جانے کا رستہ رہے گا

صدیاں بیت گئیں، ان گنت فرماں رواؤں کے تخت و تاج سرنگوں ہو گئے۔ کبر و نخوت سے اکڑی ہوئی نہ جانے کتنی گردنیں زمیں بوس ہو گئیں۔ سلاطین و شاہان زمانہ آئے اور گئے۔ دنیا نے نہ ان کا آنا یاد رکھا اور نہ جانا۔ مگر تواضع و انکسار کے پیکر ان صاحبان رحانیت کا معاملہ اس کے برعکس ہے کہ

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت ان کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت ان کی

حضور سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی قبر اطہر آج بھی اپنے مقام پر مرجع خلائق ہے۔ اور دنیا آپ کی روحانی تصرفات سے خوب خوب فیض پا رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

(صفحہ نمبر ۱۰۵ کا بقیہ)

بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ''
(سورہ نحل آیت ۱۲۵)

یہاں حکمت سے مراد یہ ہے کہ موقع و محل کا جائزہ لئے بغیر اندھا دھند تبلیغ نہ کی جائے بلکہ مخاطب کی ذہنی سطح، استعداد اور حالات کو دیکھ کر گفتگو کی جائے اور عمدہ نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ پیرایۂ بیان حتی الامکان نرم، لطیف، شریفانہ اور مخلصانہ ہو تاکہ قبول حق کے لئے فضا ہموار ہو جائے اور مخاطب کو محسوس ہو کہ ناصح اس کا مخلص اور ہمدرد ہے۔

مگر افسوس عصر حاضر میں تحریر ہو یا تقریر دونوں میں ان قرآنی احکام کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، جس کی توقع ہر مومن مخلص کو بیتاب رکھتی ہے حضرت امام رفاعی علیہ الرحمہ کی اس مقدس تعلیم کو عملی زندگی میں اتارنے کی ضرورت ہے تاکہ دعوت و تبلیغ کے کاموں میں توسّع اور ترفع پیدا ہو جیسا کہ میں نے ابتدا میں بھی کہا ہے کہ حضرت رفاعی علیہ الرحمہ کے تمام ملفوظات کا احاطہ اور اس کی تشریح و تعبیر اس مختصر مقالہ میں ممکن نہیں، بشرط فرصت پھر کبھی۔

سنائی کے ادب سے میں نے غوّاصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا

(علامہ اقبال)

مصادر و مراجع

(۱) فوٹو کاپی قصیدہ غوثیہ ص ۵۶، فراہم کردہ خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ، گجرات۔
(۲) سہ ماہی فکر و نظر علی گڑھ جلد ۳۵ صفحہ ۱۰
(۳) '' '' '' ''
(۴) سراج العوارف از حضرت ابوالحسین نوری میاں مارہروی۔
(۵) اخبار الاخیار از حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی
(۶) حضرات القدس از شیخ بدرالدین سرہندی صفحہ ۲۴
(۷) '' '' '' ۳۹
(۸) ماہنامہ اشرفیہ سیدین نمبر صفحہ ۲۶۲
(۹) خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان صفحہ ۸۸۰

☆☆☆☆☆

تذکرہ سلطان العارفین شیخ سید احمد کبیر رفاعی، علیہ الرحمہ

پروفیسر مولانا ابو رفقہ محمد افروز قادری، چریا کوٹی

حضرت سلطان العارفین، برہان الواصلین، الغوث المعظم والقطب المکرّم شیخنا ومولانا السید احمد الکبیر الحسینی الموسوی الرفاعی، قدس سرہ کا سالانہ عرس شریف 22 جمادی الاول سلسلہ عالیہ رفاعیہ اُم عبیدہ (بصرہ) منعقد ہوتا ہے، اس لیے حقیقت بین ناظرین کے اِستفادے کے لیے سلطان العارفین، برہان الواصلین، الغوث المعظم والقطب المکرّم شیخنا ومولانا السید احمد الکبیر الحسینی الموسوی الرفاعی - قدس سرہ العزیز وأعاد اللہ علینا من برکاتہ - کا ذکر جمیل بطورِ برکت اختصار کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

مشائخ دہر اور اَولیائے عصر پر آپ کی عظمت وفضیلت درجہ ثبوت اور پایہ تحقیق تک پہنچی ہوئی ہے۔ چنانچہ صاحب ''ترياق المحبين نے لکھا ہے کہ شیخ محمد خطیب الحدادی کے روبرو جب حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور دوسرے اولیاء اللہ کا ذکر آتا تو آپ حضرت شیخ رفاعی کے فضائل ومناقب میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ۔

لا تقس بارق النجوم بشمس
بينها و النجوم فرق عظيم
فاحذر أن يقال عينك عميا
و إلا فمكابر أو لئيم

یعنی ستاروں کی چمک دمک کا سورج سے کیا موازنہ!۔ سورج اور ستاروں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، لہٰذا اس سے بچو کہ تمھاری آنکھوں کو اَندھی کہا جائے۔ یا پھر یہ کہ تمھیں متکبر یا کمینہ کہہ کے پکارا جائے۔ مصنف موصوف لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی - قدس سرہ العزیز کی مجلس میں شیخ رفاعی کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا:

السید احمد الرفاعي حجۃ اللہ علی أولیاہ الیوم وصاحب ہذہ المأدبۃ۔ یعنی شیخ احمد کبیر رفاعی اولیاے کرام پر اللہ تعالیٰ کی حجت، اور آج بھی خوانِ ولایت کے میزبان ہیں۔ پھر مندرجہ ذیل شعر فی البدیہ حضرت شیخ رفاعی کی شان میں اِرشاد فرمایا ۔

هٰذا الذي سبق القوم الأولى و إذا
رأيته قلت هٰذا آخر الناس

یعنی یہ وہ شخصیت ہیں کہ پہلے دور کے لوگوں کی یادگار معلوم ہوتے ہیں، جب تم انھیں دیکھو گے تو یہ کہنے پر مجبور ہوجاؤ گے کہ بس بزرگی انھیں پر ختم ہے، (اب زمانہ شاید ان کی مثال پیش کرسکے)۔

مصنف مذکور ہی نے 'شفاء الاسقام کے حوالے سے لکھا ہے کہ بعض عارفین جمالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سید احمد کبیر الرفاعی کے مراتب وصفات بیان کرتے ہوئے فرمارہے ہیں: سید احمد الرفاعی علم وفضل کا بادشاہ ہے، اس کی ہدایت و رہبری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے مخلوق توجہ اور وصول اِلی اللہ سے بہرہ یاب ہوگی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ فنا اور فناء الفنا باللہ ہے، اور اس کا حال مقال سے بڑھ کر ہے، (یعنی وہ گفتار سے کہیں زیادہ کردار وعمل کا غازی ہے)۔

اس پر قیاس کرتے ہوئے اَندازہ لگائیں کہ اُن کے فضائل ومراتب کتنے بیحد و بےشمار اور روزِ روشن کی مانند آشکار ہیں۔ مگر اس مختصر سے رسالے میں ان سب کو بیان کرنے کی کہاں گنجائش ہے!۔

مفاخره تأبى عن الحصر انها
متى مر منها مفخر جاء مفخر
سلوا الشمس عنها أنها هي دونها
و آياته الزهراء من الشمس أظهر

یعنی اس مجموعہ خوباں ہستی کے فضائل ومناقب حدوشمار سے باہر ہیں۔

کیوں کہ ابھی ایک خوبی کا بیان مکمل نہیں ہو پاتا کہ دوسری سامنے آجاتی ہے۔اس کے محامد ومفاخر سورج سے پوچھو کیوں کہ وہ خود اپنے آپ کو اس سے کمتر سمجھتا ہے۔اور اس کی درخشندہ عظمت وکرامت اظہر من الشمس ہے۔

نام ونسب : آپ کا نام نامی اسم گرامی سید احمد محی الدین ہے، اور علو مرتبت کے باعث 'کبیر' بھی آپ کے نام کا جز بن گیا۔کنیت اَبوالعباس اور لقب رفاعی ہے۔اس لقب کا سبب اکثر کتابوں میں یہ تحریر ہے کہ آپ کے جد امجد سید حسن اصغر رفاعۃ الہاشمی المکی 'رفاعہ' کے لقب سے مشہور تھے تو بس اسی مناسبت سے آپ کا لقب بھی رفاعی پڑ گیا۔جب کہ صاحب 'تحفۃ الاولیا وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو یہ لقب بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عنایت ہوا ہے۔اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل کتب میں موجود ہے۔اور عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ آپ کے جد مادری حضرت سیدنا رفیع الدین کی نسبت سے آپ کا لقب رفاعی ہوا تو یہ غیر معتبر ہے۔

آپ کے والد ماجد کا نسب یوں ہے: سید نور الدین ابوالحسن علی المکی بن سید یحییٰ بن سید ثابت بن سید حازم بن سید احمد بن سید علی بن سید ابوالمکارم الحسن المعروف بہ رفاعہ المکی بن سید مہدی بن سید محمد ابی القاسم بن سید حسن بن سید حسین بن سید موسیٰ الثانی بن الامام سید ابراہیم المرتضیٰ بن الامام موسیٰ الکاظم، اس کے آگے امام حسین رضی اللہ عنہ تک نسب مبارک مشہور ومعروف ہے۔

خرقہ خلافت : خرقہ خلافت ومشیخت آپ کو شیخ علی القاری الواسطی سے عطا ہوا۔(سلسلہ زریں کچھ یوں ہے) شیخ علی القاری الواسطی۔۔۔شیخ الاعظم ابوالفضل محمد بن کامخ۔۔۔شیخ علی بن علام بن ترکان۔۔۔علی البازیاری۔۔۔علی العجمی۔۔۔ابوبکر شبلی۔۔۔سید الطائفہ شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی۔۔۔ سری السقطی۔۔۔ معروف کرخی۔۔۔ داؤد طائی۔۔۔ حبیب عجمی۔۔۔ ابوسعید حسن بصری۔۔۔ حضرت امام المشارق والمغارب سیدنا علی بن ابی طالب۔۔۔ سلطان المرسلین، حبیب رب العالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تحفۃ الاولیا، شفاء السقام، براہین، تریاق المحبین اور عجائب واسطہ وغیرہ میں لکھا ملتا ہے کہ حضرت شیخ رفاعی نے (خلق خدا کی رہبری کے لیے) مکہ معظمہ سے تشریف لا کر جب بصرہ کے قریب اُم عبیدہ کے مقام پر سکونت اختیار کی، اور آپ کے اندر بدرجہ اَتم موجود زہد وریاضت کا چرچہ دیگر شہروں اور ملکوں تک پہنچ گیا۔(پھر کیا ہوا) یہ خبر ہدایت اَثر سن کر اس نعمت عظمیٰ کو غنیمت جانتے ہوئے اکثر علمائے کرام اور مشائخ عظام نے بہ خلوصِ نیت بیعت کر کے آپ سے ظاہری و باطنی فیوض وبرکات حاصل کیے۔تاریخ بتاتی ہے کہ آپ کی حیات میں سلسلہ رفاعیہ کے خلفا و منسلکین کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ان میں اکثر مشاہیر کے نام نامی اسم گرامی بھی کتب مذکورہ میں تحریر ہیں۔

فقہی مذہب اور آپ کی تصنیفات : آپ مذہباً شافعی اور فقیہ کامل تھے۔ آپ کی تصنیفات وتالیفات بہت ہیں: مثلاً تفسیر میں معانی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔تفسیر سورۃ القدر۔حدیث میں الروایۃ۔علم تصوف میں طریق الی اللہ۔۔۔حالۃ اہل الحقیقۃ مع اللہ۔۔۔ بہجہ۔اور فقہ شافعی وغیرہ میں شرح التنبیہ۔۔۔حکم۔۔۔ احزاب۔۔۔اور برہان المؤید نہایت عمدہ اور معتبر کتابیں ہیں۔اس طرح آپ کی کل چھ سو باسٹھ (۲۶۶) کتابیں ہیں۔تاتاری جنگ میں اعرق کی تباہی کے بعد چند کتابیں ہی دستیاب ہیں

راتب رفاعیہ کی تاریخی حیثیت

طریقہ عالیہ رفاعیہ آپ ہی سے جاری ہے۔آپ نے مریدین ومتعلقین کے لیے ذکر اذکار کا ایک خاص طریقہ مقرر کر رکھا ہے جسے ''راتب رفاعیہ کہا جاتا ہے۔امام المورخین قطب مدینہ شیخ عبداللہ مطری اپنی کتاب ''انوار احمدی میں اس کی حقیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: ایک روز قطب الاقطاب، سلطان العارفین سیدنا احمد کبیر الرفاعی الحسینی -قدس سرہ وروحہ-اپنے اصحاب ومریدین کو معرفت ومحبت الٰہی کی تعلیم وہدایت دے رہے تھے، ساتھ ہی بعض خلفا کو حکم دے رہے تھے کہ ہر شب جمعہ اور شب دوشنبہ بعد نمازِ عشا آدھی رات تک ذکر جہر ونفی واثبات جلی وخفی میں مشغول رہے۔دل حضورِ باری کی جانب متوجہ رہے، اور جب تک اس حلقہ ذکر میں رہے وجد وشوق کے ساتھ ذکر الٰہی میں مستغرق رہے۔نیز فرماتے کہ اگر تو چاہے تو ہر شب اسے تنہا پڑھ لیا کرتا کہ تیرا باطن چمک اُٹھے۔

مورخ موصوف نے مزید لکھا ہے کہ اس حلقہ مذکورہ میں قصائدواشعار دف کے ساتھ پڑھے جاتے لیکن ذکر کی آواز دَف کی آواز سے بلند رہا کرتی تھی۔ نیز ذکر سننے کے بعد وجدوشوق کی حالت میں وہ آلات آہنی (مثلاً گرز وشمشیر وسیخ وغیرہ) سے اپنے بدن پرضرب کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی عنایت اورآپ کے فیض و برکت سے (کرنے والے کو) کچھ بھی نقصان نہ پہنچاتے تھے۔ شیر وگرگ اور سانپ بچھو کو پکڑنا، آگ میں داخل ہونا اور پانی پر چلنا (آج تک) آپ کے توابعین میں جاری ہے-کذافی انواراحمدی للمطری-

یہ مجلس راتب خاندانِ رفاعیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس طرح سماع محدود ہے طریقہ چشتیہ کے ساتھ۔ یوں ہی ہر سلسلہ کے پیشواؤں نے اپنے توابعین ومریدین کے لیے ذکر کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے جس کی تعمیل صاحب سلسلہ کی اجازت کے بغیر ناروا اور بے سود ہے۔ (ظاہر ہے) اگر صاحب سلسلہ سے اجازت لیے بغیر وہ چیز ہٹ دھرمی سے چلا دیں تو وہ فیض کہاں سے نصیب ہوگا جو کہ ایک صاحب اجازت کو حاصل ومیسر ہے۔

کسی بزرگ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ہیچ کس ازخود بخود چیزے نہ شد ☆ ہیچ آہن ہم بخود تیزے نہ شد
مولوی ازخود نہ شد مولائے روم ☆ تا غلام شمس تبریزی نہ شد

یعنی کوئی شخص ازخود کوئی چیز نہیں بن جاتا۔ کسی لوہے کے اندر خود بخود تیزی پیدا نہیں ہوجاتی۔

مولوی اپنی ذاتی قابلیت ولیاقت سے مولائے روم نہیں بن گیا۔ اسے مولائے روم بننے کے لیے پہلے شمس تبریزی کی غلامی اختیار کرنا پڑی تھی۔

وہ بزرگ مزید فرماتے ہیں ؎

علم باطن ہم چو زبدوعلم ظاہر ہیچو شیر
کے شود بے شیر زبدوکے شود بے پیر پیر

یعنی علم باطن کی مثال مکھن کی سی ہے اوراس کے مقابلے میں علم ظاہر دودھ کی مانند ہے۔ جس طرح بغیر دودھ کے مکھن وجود میں نہیں آسکتا اسی طرح کوئی شخص بغیر کسی کے سے وابستہ ہوئے (کامل) پیر نہیں بن سکتا۔

(عربی کا مشہور مقولہ ہے) مَنْ خَدِمَ خُدِمَ. یعنی جو دوسروں کی خدمت کیا کرتا ہے، ایک وقت آتا ہے کہ لوگ خود اس کے خدمت گزار بن جاتے ہیں۔

بیعت و اِجازت کے اَحوال و کیفیات مشائخ عظام کی کتابوں مثلاً 'القول الجمیل وغیرہ میں خلاصہ وارتحریر ہیں، اس مختصر رسالہ میں اس کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

اِزدواج واَولاد

تاریخ ونسب سے متعلق کتابوں میں مذکور ہے کہ آپ نے کئی ایک شادیاں کیں اور ان سے بہت سے بچے پیدا ہوئے۔ (بتایا جاتا ہے کہ) آپ کے بارہ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں، جن میں سے چار صاحبزادوں کے ذریعہ آپ کا نسب جاری ہوکر مختلف ملکوں میں پھیلا، جب کہ آپ کے آٹھ بیٹے اولاد کی دولت سے محروم رہے۔

فرزند اکبر سید صالح رفاعی اپنے والد بزرگوار کی موجودگی ہی میں دنیا سے چلے گئے اور سیدی یحیٰی البخاری کے قبے میں مدفون ہیں۔ ان کے بیٹے سید محمد شمس الدین جانشین ہوئے جن کی نسل واسط، بصرہ، اور سبیلیات وغیرہ میں پھیلی ہوئی ہے۔

دوسرے فرزند سید محمد معدنِ اسرار اللہ الرفاعی والد گرامی کے پردہ فرماجانے کے بعد تخت سجادگی و تولیت پر متمکن ہوئے۔ آپ کی قبر سعید مصر میں زیارت گاہِ عالم ہے۔ آپ کی اولاد مصروشام، سبیلیات ومدینہ منورہ، عجم واستنبول اور ہندستان کے شہر بمبئی وسورت وغیرہ میں موجود ہے۔

تیسرے فرزند سید ابراہیم النقیب ہیں جن کے بیٹے سید احمد صیاد سے آپ کا نسب حویزہ، بوشہر، اور بندرریک وغیرہ میں معروف ومشہور ہے۔ چوتھے فرزند سید علی سکران تھے جن کے بیٹے سید شمسان رفاعی سے آپ کی نسلیں عراق وماوراء النہر، اور ہندوقندھار وغیرہ میں بکھری ہوئی ہیں۔ بقیہ آٹھ فرزندوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں: سید اسماعیل المجذوب---سید یوسف---سید عبد الفتاح---سید ابوالمحامد حسن---سید حسین---سید موسیٰ---سید محمود---اور سید عبد المحسن -نفعنا اللہ باروا حہم - جو لاولد رہے- دوصاحبزادیوں میں سے پہلی کا نام خدیجہ تھا جن کو زینب بھی کہتے ہیں۔ اور دوسری فاطمہ تھیں- علیہم الرحمۃ والرضوان-۔'تریاق، سفینہ احمدی، انسابِ طالبیہ، الدرۃ

المضیۃ، روضۃ الانساب، خلاصۃ الانساب اور بحر الانساب وغیرہ میں یوں ہی ہے۔ آپ کی اولادیں اعراق کے علاوہ (ویسے تو دنیا کا کوئی حصہ آپ کی اولاد سے خالی نہیں ہے) بلاد الشام-مصر-لیبیا-مراقش-فلسطین-سعودی عرب-کویت-میں زیادہ تعداد میں ہیں، برصغیر میں اولادوں سے زیادہ مریدین کی کثرت ہے

کرامات وتصرفات : حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی-قدس سرہ-کی کرامات وتصرفات بے شمار ہیں اور مشہور ومعروف بھی۔ سیرت وتاریخ کی معتبر کتابوں مثلاً تاریخ امام یافعی، تاریخ تریاق، سواد العینین امام رافعی، الانتصاح فی ذکر الصلاح، تریاق المحبین، اور نزہۃ المجالس وغیرہ میں ان کی تفصیلات موجود ہیں۔ یہاں بغرضِ اختصار بس دو ایک کراماتِ خیر آیات تحریر کی جاتی ہیں۔

حضرت عمر وابی الفرج الفاروقی سے منقول ہے کہ ایک روز شہر واسط کے دریا کے کنارے ہم میں سے اکثر لوگ قطب المعظم سیدنا احمد کبیر الرفاعی کے ہمراہ موجود تھے کہ اچانک آپ نے نعرہ لگاتے ہوئے فرمایا کہ مجھے یوں الہام ہوا ہے کہ اے احمد! اپنے جد امجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے جا، وہاں تیرے لیے ایک سعادت بھری نعمت وامانت رکھی ہوئی ہے جو مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم تجھے عطا فرمائیں گے، لہٰذا اب میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آمادہ ہوں، تم لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟۔ اس وقت سید عبد الرزاق الحسینی نے فوراً کھڑے ہوکر فی البدیہہ یہ شعر موزوں کر کے عرض کیا۔

مر کل امر فانا لا نخالفه ☆ وحد حدا فانا عنده نقف

یعنی جو کچھ ارشادِ عالی ہو ہم کبھی اس کی مخالفت نہیں کر سکتے بلکہ اس کی تعمیل کے لیے ہمہ وقت ہم بسر وچشم حاضر ہیں۔

الغرض آپ وہاں سے لوگوں کے ساتھ اُم عبیدہ تشریف لائے اور اسبابِ سفر تیار کر کے عازم حجاز ہو گئے۔ مصنف کی شہادت کے مطابق یہ واقعہ ۵۵۵ھ کا ہے۔ آپ کے حج بیت اللہ کے ارادے کو دیکھ کر لوگوں کی ایک بڑی جماعت آپ کی معیت میں سوئے حجاز روانہ ہو گئی۔ حج کے جملہ ارکان ومناسک ادا کرنے کے بعد آپ زیارتِ نبوی کے لیے روانہ ہوئے۔ اور برہنہ پیادہ پا چلتے ہوئے روضہ اقدس تک پہنچے۔ اس وقت کوئی نو ہزار (۹۰۰۰) سے زیادہ لوگ (آپ کے ساتھ) موجود تھے۔

حضرت شیخ احمد کبیر رفاعی نمازِ عصر کے بعد حرم نبوی میں داخل ہوئے۔ سارے زائرین حرم اقدس اور اس کے اطراف وجوانب میں جمع تھے۔ شیخ رفاعی نے قبر انور کے قریب ہو کر نہایت ادب وانکسار سے تحفہ سلام پیش کیا: السلام علیک یا جدی فوراً انعام واکرام کے طور پر آپ کو جواب ملا: وعلیک السلام یا ولدی، جسے حاضرین نے اپنے کانوں سے سنا۔ سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس درجہ شفقت ورحمت ہونے کے باعث فرطِ ذوق وشوق میں سید احمد کبیر رفاعی پر وجد وکپکپی کی کیفیت طاری ہوگئی، کھڑے رہنے کا یارانہ رہا۔ تھوڑی دیر بعد قبر شریف سے نزدیک ہو کر نہایت عجز و فروتنی سے یہ رباعی پیش کی۔

*في حالة البعد روحي كنت أرسلها
تقبل الأرض عني وهي نائبتي
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامد يمينك كي تحظى بها شفتي *

یعنی (اے اللہ کے رسول) ہجر وفراق اور دوری ومہجوری کے عالم میں اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر (آپ کی بارگاہ میں سلام پیش کرنے کے لیے) بھیج دیا کرتا تھا، جو میری طرف سے خاکِ حرم چومنے کی سعادت حاصل کرتی تھی۔ اور آج قسمت نے یاوری کی اور یہ ہیچ مداں خود حاضر بارگاہِ عالی ہو گیا ہے، تو اپنا دایاں ہاتھ (قبر انور سے باہر) نکالیں تا کہ میرے ہونٹ بھی انھیں بوسہ دینے کی عزت وسعادت پالیں۔

سبحان اللہ! شیخ رفاعی پر رسول خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا بارشِ نوازش وکرم ہے کہ ابھی رباعی مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ قبر مبارک شق ہوئی اور معجزانہ طور پر آپ کا دست مبارک چمکتے سورج کی مانند اس سے باہر نکلا، حضرت شیخ رفاعی نے فوراً اس کے بوسے لیے، جس کی برکت سے آپ فوائد ظاہری اور کمالاتِ باطنی کا مجموعہ بن گئے۔ جس وقت یہ واقعہ رونما ہوا، اس وقت وہاں بہت سے اصحاب فضل وکمال موجود تھے لیکن صاحب تریاق المحبین کی شہادت کے مطابق وہاں پر موجود اولیاے کرام اور مشائخ عظام کے اسمائے گرامی یہ

ہیں: شیخ عقیل المنجی، شیخ حیاۃ بن قیس الحرانی، شیخ عدی بن مسافر، شیخ عبد القادرا لجیلانی، شیخ احمد الزعفرانی، اور شیخ سید عبد الرزاق الحسینی۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اولیاے کاملین اور مشائخین صالحین وہاں موجود تھے۔ شرف الختم، التنویر، اور نزہۃ المجالس وغیرہ میں ایسا ہی ہے۔

اصحابِ کرامت مآب اور اَرباب ولایت انتساب سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت سیدنا پیر پیراں میر میراں محی الدین شیخ عبد القادر الجیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خادم خاص کو سلطان العارفین شیخ احمد الکبیر الرفاعی کی بارگاہ میں بھیجا اور زبانی کہلوادیا کہ شیخ سے جا کر پوچھو: ماالعشق ؟۔

یعنی عشق کیا چیز ہے؟۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی نے خادم سے جب ماالعشق سنا تو ایک آہ جگر دوزسین؟ پرسوز سے نکالی اور فرمایا:

العشق نار یحرق ماسوی اللہ تعالیٰ۔

یعنی عشق اس آگ کو کہتے ہیں جو اللہ جل مجدہ کے سوا ہر چیز کو جلا کر راکھ کر دے۔

چنانچہ آپ کی اُس آہِ جانکاہ کی تاثیر سے پہلے تو وہ درخت جل کر خاک ہو گیا جس کے زیر سایہ آپ تشریف فرما تھے، اور پھر وہ خاکستر پانی بن کر آپ کے بیٹھنے کی جگہ پہنچ کر برف کی مانند جم گیا۔ خادم خاص نے یہ حال پرملال دیکھنے کے بعد حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کی بارگاہ میں لرزاں و ترساں حاضر ہو کر بادیدہ نم ساری کیفیت بیان کر دی۔ آپ نے فرمایا: تم اسی مقام پر واپس جاؤ، اور جس جگہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی کا جسم مبارک محبت الٰہی کی گرمی سے جل کر پہلے خاکستر اور پھر فیوضاتِ ربانی سے پانی ہو گیا تھا، اس جگہ کو عطر و گلاب وغیرہ عطریات سے معطر کر دو اور اس پانی کے اردگرد بخور رجلاؤ دیکھنا ان کا جسم مبارک پھر عالم عنصری میں رجوع کرے گا۔

چنانچہ اس خادم نے حسب ارشاد تعمیل کی۔ ابھی ایک ساعت بھی نہ گزری تھی کہ حضرت سید احمد کبیر الرفاعی نے مقام فنافی الفنا ''موتوا قبل ان تموتوا سے پھر رجوع کیا، اور وہ پانی قدرتِ الٰہی سے جسم کی صورت اختیار کر گیا، اور سید احمد کبیر الرفاعی -قدس سرہ کلمہ پڑھتے ہوئے اُٹھ بیٹھے۔

قادرا قدرت تو داری ہر چہ خواہی آں کنی
مردہ را جانے تو بخشی زندہ را بے جاں کنی

یعنی اللہ جل مجدہ کی توفیق قدرت سے آپ بھی قدرت رکھتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔ جس مردے کو چاہیں زندگی بخش دیں اور جس زندہ کو چاہیں بے جان کر دیں۔

جس وقت یہ خبر فرحت اَثر حضرت سیدنا شیخ عبد القادری الجیلانی -رحمہ اللہ تعالیٰ- کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: جو اولیا فنا در فنا کے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں تو پھر اس عالم عنصری میں رجوع کرنا ممکن نہیں ہوتا۔ ہاں دو ولی ایسے ہوئے ہیں جو عالم عنصری میں لوٹ آتے ہیں۔ ایک تو یہی سید احمد کبیر الرفاعی ہیں اور دوسرے اگلے زمانے کے ایک بزرگ ہوئے ہیں کہ ان کا بھی یہی حال تھا۔

شہ سوارانے کہ دیدند حسن یار☆ یافتند دریاے حسنش بے کنار
جملہ گشتند غرق بحر حسن دوست☆ نے خبر از بحر دارند نے کنار

یعنی کچھ ایسے شہ سوار بھی ہیں جو حسن یار کو تکنے میں لگے ہوئے ہیں، اور انھیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دریاے حسن کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔

پھر کیا ہوا کہ سارے کے سارے اسی حسن دوست کے سمندر میں غرق ہو کر رہ گئے۔ پھر نہ انھیں سمندر کا ہوش رہا اور نہ کنارے کی خبر رہی۔

کذا فی گلدستہ کرامات وغیرہ- واللہ اعلم۔

ولادت و وفات : آپ کی ولادت باسعادت جمعرات کے دن یکم رجب المرجب ۵۱۲ھ میں ہوئی۔ آپ نے چھیاسٹھ سال کی عمر پائی۔ جمعرات ہی کے دن بوقت عصر- اکثر مورخین کے بقول- ۲۲/ جمادی الاول ۵۷۸ھ کو ام عبیدہ کے مقام پر آپ کا اِنتقال ہوا، اور وہیں آپ کا روض؟ مبارک زیارت گاہِ خلائق ہے۔

رضي اللّٰه عنه و نفعنا اللّٰه به في الدنيا و الآخرة و بجميع عباد اللّٰه الصالحين آمين و ما توفيقي إلا باللّٰه، حسبي اللّٰه و نعم الوكيل نعم المولىٰ و نعم النصير.

1306 ھجری میں لکھی گئی کتاب "نور التحقیقات الملقب بہ تحفہ رفاعیہ" سے ماخوذ
مصنف کا نام: -حضرت شیخ مفتی مولانا سید ابوالحسن شاہ جہاں عرف سید نور الدین سیف اللہ رفاعی علیہ الرحمہ سجادہ نشین خانقاہ رفاعیہ، بڑودہ، گجرات
اضافہ جناب پروفیسر مولانا ابو رفقہ محمد افروز قادری- عفی عنہ- پروفیسر اسلامیات: دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

کرامات شیخ سید احمد کبیر رفاعی

علی اشرف چاپدانوی، آئی ۱۲۸ر پہاڑ پور روڈ، مٹیا برج، کولکاتا ۷۰۰۰۲۴

کرامت : اللہ کے ولی اور مقرب بارگاہ سے خرق عادت (یعنی خلاف معمول انہونی) فعل کے معرض وجود میں آنے کو کہتے ہیں۔ مثلاً چلچلاتی دھوپ میں بے شان و گمان اگر موسلا دھار بارش ہونے لگے اور بظاہر کوئی وجہ نہ ہو تو اسے خدا کی قدرت کہتے ہیں، اگر کسی نبی کے توسط سے ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں، اگر کسی ولی کی وجہ سے ہو تو اسے کرامات کہا جاتا ہے اور شیطانی قوت کے حاملین اگر ایسا کر دکھائیں تو اسے جادو کہا جاتا ہے۔

کرامات کا صدور ہر ولی کے لئے ضروری نہیں ہے اور نہ ولی کو پرکھنے کے لئے معیار۔ کیونکہ خرق عادت فعل کبھی بد دین و گمراہ شخص سے بھی سرزد ہو سکتا ہے جسے عام آدمی کرامت تصور کر لیتا ہے حالانکہ وہ استدراج، جادو، شعبدہ بازی ہے۔

علما اور صوفیا نے بیان فرمایا ہے کہ ولی کی اصل پہچان اتباع سنت ہے، کیونکہ اس کے لیے سب سے بڑی کرامت اتباع شریعت اور استقامت فی الدین ہے اس کرامت کے بعد خرق عادت کا صدور بھی اس سے ہو تب واقعی وہ کرامت ہے۔

تاریخ الاولیا میں ہے کہ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک شخص مہمان بن کر حاضر ہوا، اور یہ چودہ دنوں تک شب و روز آپ کی خدمت میں لگا رہا۔ پندرہویں دن اس نے اپنے وطن واپس جانے کی اجازت طلب کی ۔ حضرت نے فرمایا ''تمھیں اجازت ہے مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کیوں آئے تھے؟ اس نے ندامت میں غلطاں ہو کر جواب دیا بس یونہی فیوض و برکات حاصل کرنے کی غرض سے آیا تھا۔ آپ نے فرمایا سچ سچ کہہ جو بات دل میں ہے اسے صاف صاف ظاہر کر دینے میں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ ڈرتے ڈرتے وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا ''حضور میں نے آپ کی ولایت کی بہت شہرت سنی تھی خیال آیا کہ دیکھیں کیسے ولی ہیں، اگر کرامت دیکھیں گے تو ان کے دست حق پر مرید ہو جائیں گے۔ آپ کی خدمت میں اتنے دن شب و روز رہا مگر کسی موقع پر کوئی کرامت دیکھنے کو نہ ملی، اس لیے اپنی نیت بیعت کو دل کے نہاں خانے میں چھپائے لیے جا رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا ''یہ بتاؤ اس مدت میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر کوئی کام کرتے بھی دیکھا ہے'' اس نے کہا نہیں، حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے فرمایا میرے مہمان! سمندر کی سطح پر چلنا اگر کمال ہوتا تو مچھلیوں کو زیادہ کمال والا ہونا چاہئے کہ وہ اس پر تیرتی رہتی ہیں، اگر ہوا میں اڑنا کمال ہوتا تو پرندہ کو بہت بڑا کمال والا ہونا چاہیے۔ سنو! انسان کا پانی پر چلنا اور ہوا میں اڑنا کرامت نہیں۔ کرامت تو یہ ہے کہ آدمی اپنا حال احکام اسلام کے تابع بنا لے، اور اپنی زندگی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار بنا لے اصل کرامت یہی ہے اگر یہ ہے تو سب کرامت، کرامت ہے ورنہ سب فریب و فضول ہے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ شخص ایک مرتبہ تڑپا، اور آپ کے قدموں سے لپٹ گیا، ہمیشہ کے لیے آپ کی غلامی کا طوق گردن میں پہن لیا اور مرید ہو کر آپ کے جاں نثاروں کی فہرست میں نام لکھوا لیا۔

اس واقعہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ اصل کرامت استقامت و پیرویٔ شریعت ہے اگر یہ ہے تو خرق عادت والی کرامت معتبر ہوگی، ورنہ نہیں۔

مقبول بارگاہ رسول حضرت سیّد میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ سبع سنابل شریف میں طریقت کے لحاظ سے پیر بننے کے لیے شرائط منضبط کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''دسویں شرط یہ کہ کشف و کرامتوں کا متوالا نہ ہو بلکہ استقامت کا شیدائی ہو اس لیے خلاف عادت امور اور کشف تو بے دینوں سے

بھی ظاہر ہوجاتا ہے اسی وجہ سے کہا جاتا ہے "اَلِاسْتِقَامَةُ فَوْقَ الْكَرَامَةِ" حق پر ثابت قدم رہنا کرامت سے بڑھ کر ہے" امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ صحابہ کرام سے کرامات کا صدور کم کیوں ہوا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان قوی تھے انہیں اس کی احتیاج نہ تھی کہ انہیں کرامات سے تقویت دی جاتی بعد کے لوگوں میں کوتاہی آتی گئی اس لیے ضرورت ہوئی کہ اظہار کرامت سے انھیں تقویت دی جائے۔

عارف حق شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے، بندہ پر کرامتوں کے دروازے اس لیے کھولے جاتے ہیں کہ اس کا یقین پختہ ہو جائے، اور جن لوگوں سے کرامتوں کا صدور ہوتا ہے، ان کے اوپر ایک اور طبقہ ان لوگوں کا ہے جن کے قلوب سے پردے اٹھا لیے گئے ہیں اور ان کے دل روح یقین سے زندہ ہیں انہیں کرامتوں کی حاجت نہیں۔ امام قشیری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ہر ولی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ شمار ہوتی ہے" یعنی اولیاء اللہ کی کرامات، معجزات انبیا کا تکملہ ہیں کیونکہ یہ خوارق انہیں حضرات کی اتباع سے حاصل ہوتے ہیں۔

حضرت شرف الدین احمد یحیٰ منیری مخدوم بہاری علیہ الرحمہ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"تمہیں معلوم ہو کہ اہل سنّت و جماعت کے فقہائے امت اور اہل معرفت کا اجماع ہے کہ کرامت کا صدور اولیاء اللہ سے جائز ہے اگرچہ وہ حد معجزات تک کیوں نہ پہنچ جائے" (مکتوبات صدی ص۱۰۴)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

ولی اپنی کرامت کو پوشیدہ رکھتے ہیں، چھپاتے ہیں جیسے عورتیں اپنے حیض کے کپڑے کو۔

علما نے کرامت کی بہت سی قسمیں بتائی ہیں کبھی دعا مقبول ہوتی۔ کبھی بھوک میں اللہ کی قدرت سے بغیر کسی ظاہری سبب کے کھانا ملتا ہے اور پیاس میں پانی حاصل ہوتا ہے، کبھی مختصر وقت میں طویل فاصلہ طے ہوتا ہے۔ کبھی دشمن سے چھٹکارا بخشتے ہیں۔ اور مخلوق خدا کی فریاد رسی کرنا، خداداد طاقت حاصل ہو جانا، کشف کی طاقت کا ملنا وغیرہ بھی اس میں شامل ہے۔

آپ کی ذات سے ان گنت کرامات کا ظہور و برہان عظیم کا صدور ہوا ان کی درج ذیل چند کرامات کو پڑھ کر اپنے قلب و جگر کو سرور اور آنکھوں کو ٹھنڈک بہم پہنچائیں اور دیکھیں کس طرح سید احمد کبیر رفاعی نے بیشمار دلوں کو مسخر کیا۔

رُخِ کعبہ : کہا جاتا ہے کہ سید احمد کبیر رفاعی نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر، قبہ (گنبد) اور محراب کے ساتھ تیار کروالی تھی، استاذ نے کہا کنبد کے اندر جو محراب بنائی ہے میرے دیکھنے میں اس کا رخ کعبہ کی طرف نہیں ہے سید احمد کبیر رفاعی نے جواب دیا کہ ہمارے برہان کو غور سے دیکھیں انہوں نے دیکھا کہ محراب کا رخ کعبہ کی طرف ہے اور خود کعبہ نظر آرہا ہے یہ دیکھتے ہی استاذ نے آپ کے قدم مبارک چوم لیے اور ان کے دست اقدس پر توبہ کیا۔

بعد وفات آپ کے ہاتھ پر لوگوں کا تائب ہونا :

سید احمد کبیر رفاعی کی وفات ۵۷۸ھ/۱۱۸۲ء کو ہوئی ان کے وفات کے ۲۷ دن بعد یمن سے ۱۲۷ افراد پر مشتمل ایک گروپ آیا جس میں شیخ صفی الدین احمد بن علوان یمانی بھی تھے ان لوگوں نے سید احمد کبیر رفاعی کے متعلق دریافت کیا جوہر یمانی نے ان لوگوں کو بتایا کہ حضرت کا انتقال ہو چکا ہے، یہ سن کر وہ لوگ غمزدہ ہو گئے اور رو رو کر کہنے لگے کہ ہم لوگ حضرت سید احمد کبیر احمد رفاعی کی زیارت اور ان کے ہاتھوں پر توبہ کی غرض سے آئے تھے۔ اسی گفتگو کے درمیان اچانک آواز آئی "آؤ توبہ کرلو!" اور اپنے مقصد کو پورا کر کے خوش ہو جاؤ۔ یہ سن کر ہم لوگ آپ کے مرقد پر حاضر ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت کا ہاتھ قبر سے باہر اس طرح نظر آرہا ہے جیسے کوئی غوطہ لگانے والا آدمی اپنا ہاتھ پانی سے باہر نکالے ہوئے ہے پھر سبھی لوگ دست بوسی کر کے تائب ہوئے۔ سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ والرضوان کی طرف سے توبہ کے الفاظ یہ تھے "اِتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ" "اللہ سے ڈرو، شاید تم پر رحم کیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دن سے سات (۷) سال تک سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کے ہاتھوں پر سترہ سو تہتر (۱۷۷۳) افراد تائب ہوئے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر توبہ کی توفیق بخشی۔ توبہ کے الفاظ قبر انور ہی سے پڑھائے جاتے تھے۔

☆☆☆☆☆

راتبِ رفاعیہ تاریخی نظر سے

پروفیسر ڈاکٹر سید شاہد رفاعی، پی ایچ ڈی (کیمبرج)، کالج آف سینٹ روز، البنی، نیویارک، امریکہ

اس سے پہلے کہ میں راتبِ رفاعیہ کی اصلیت اور اہمیت پر نظر ڈالوں، یہ بہتر ہوگا کہ میں تصوّف کی ابتدا کی تشریح کروں۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ تصوّف کے تاریخی جائزے سے راتبِ رفاعیہ پر (جس میں حال آنا اور تلواروں اور گرزوں سے اپنے آپ پر گھائل ہوئے بنا ،وار کرنا شامل ہے) بہت کچھ روشنی پڑ سکتی ہے۔ بہت لوگ اس ضرب اندازی سے بہت متاثر ہوتے ہیں۔ اور اکثر یہ خیال اُن کے دل میں پیدا ہوتا ہے کہ اس رسم کا آغاز کیوں اور کیسے ہوا؟ اور رفاعی سلسلے میں اس کی کیا اہمیت ہے؟

ابن خلدون (۱۳۳۲ء تا ۱۴۰۶ء) جسے مغرب کے تاریخ داں دنیا کا پہلا سوشیل سائنٹسٹ اور ایک فلسفی اور معتبر تاریخ داں تسلیم کرتے ہیں، اس کی تاریخ میں تصوف کی اصلیت پر کوئی تاریخی معلومات نہیں ملتی۔ بلکہ وہ لفظ ''صوفی'' کی ساخت وشناخت پر زیادہ زور دیتا ہے۔ اُس کا ماننا ہے کہ ''صوفی'' کا لفظ ''صوف'' سے نکلا جس کے معنی ہیں ''اون کا کپڑا''۔ صوفی لوگ شروعات میں اون کے کھر درے اور موٹے ریشے کے جھبّے پہنا کرتے تھے تاکہ جو عیش پرست مسلمان قیمتی ریشمی لباس پہنتے تھے اُن کو اپنی غلطی کا احساس دلا سکیں۔ (''مقدمہ'' از ابن خلدون، انگریزی ترجمہ جلد تیسری صفحات نمبر ۷۷/۱)

مگر یہ بات علم عمرانیات اور علم انسانیات کے نظریے سے زیادہ معقول معلوم ہوتی ہے کہ جب عربوں نے خلافت عباسیہ کے دور میں قبائلی نظام کو خیرباد کہہ کے شہروں میں مستقل سکونت اختیار کی تو خانہ بدوشانہ اور بدویانہ (BEHUINS) نظام اور اس کی قدروں کا خاتمہ ہوگیا۔ اب زیادہ تر عرب لوگ قبیلے کے تحفظی دائرے میں نہیں تھے۔ بلکہ شہروں کے نئے معاشرتی نظام میں پلنے لگے، جو قبیلوں پر نہیں بلکہ بین الاقوامی اسلامی قدروں پر منحصر تھا۔ اب عربی، عجمی، ترکی وغیرہ سب امت اسلام میں یکساں تھے۔ ہزاروں سال کی قبائلی تنظیم کا اس طرح تھوڑے عرصے میں ٹوٹ جانا لوگوں کے لیے باعث عدم تحفظ ثابت ہوا۔ چنانچہ اسی درمیان صوفیوں کی خانقاہوں کی شروعات ہوئی، جنھوں نے ٹوٹے ہوئے قبیلے کے معاشرتی نظام کی جگہ لے کر شہروں کے عوام وغربا کی دیکھ بھال کی، نہ صرف اُن کے ضعیفانہ دور میں اُن کی بیواؤں اور یتیموں اور بیماروں کی مدد کی بلکہ اُن کو مریدین کے حلقے میں لے کر معاشرتی تحفظ کا احساس دلایا۔ اس دور میں اکثر تارک الدنیا لوگ زیادہ پائے جاتے تھے جو مادہ پرستی اور عیش پرستی پر سخت نکتہ چینی کرتے تھے۔ کیونکہ عیش پرستی غریب لوگوں میں غیر تحفظی احساس کو بڑھا دیتی تھی۔

ان ہی حالات میں تصوف کی بنیاد پڑی۔ یہ تصوف کے پہلے دور کا آغاز ہے۔ ابنِ خلدون کو بھی ان علامات کا احساس ہوا تھا اور وہ ایک اچھے سوشل سائنٹسٹ کی حیثیت سے لکھتا ہے کہ ''ہر طرف رہبانیت اور ترک دنیائی اور روحانیت کا بول بالا تھا.....(صفحہ ۷۷) یہ ابتدائی صوفی لوگ صرف قلبی تسکین اور توکل کے شیدائی تھے۔ اور قرآن کریم کی آیات پر مراقبہ اور غور وفکر کیا کرتے تھے۔ تصوف کے اس تسکین پسندی اور قلبی اطمینان پسندی کے دور کا اختتام حضرت رابعہ بصریہ سے ہوا۔ (وصال ۸۰۶) جنھوں نے غالباً تصوف کے دوسرے دور کی بنیاد ڈالی جس کو ''دور وجد'' کہا جا سکتا ہے۔ ابن خلدون کی تاریخ میں اس نئے دور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ کہتا ہے ''پھر صوفیوں میں ایک نئی حساسیت، جو وجدانیت کے ذریعے آتی ہے، پیدا ہوئی.... اور جب نیا طرزِ خیال وجود میں آتا ہے تو اس کی تشریح کے لیے ایک نئی اصطلاح ایجاد کرنی پڑتی ہے...(صفحہ ۷۷) اگر اس منطق کو اور آگے بڑھایا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ چونکہ وجدانیت شعور کی ایک نئی

حساسیت تھی۔ تو اس کے اظہار کے لیے ایک نیا طریقہ پایا گیا۔ جسے ہم ''ذکر تصوف'' یا ''راتب'' کے نام سے پہچانتے ہیں۔ اس طرح راتبِ رفاعیہ وجود میں آئی۔ جس میں وجدانیت کا اظہار قصیدوں اور دائروں کی لئے پر کیا جاتا تھا۔ نہ صرف اس میں ذکر الٰہی تھا بلکہ جس میں وجدانیت اور حال کے ذریعہ فنا کی منزلیں طے کی جاتی تھیں اور خودی کو خدا کے خیال میں غرق کر کے اپنی عبودیت اور خاکساری کا احساس اجاگر کیا جاتا تھا۔ قصیدوں اور دائروں کی لئے میں لوگ اتنے مدہوش ہو جاتے تھے کہ اُن پر تلواروں اور آگ کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اس طرح روحانیت کا مادیّت پر جو غلبہ ہے اس کا جیتا جاگتا ثبوت دیا جاتا تھا۔

الشیخ سید احمد کبیر الرفاعی (۱۱۰۶ء تا ۱۱۸۳ء) نے سلسلۂ رفاعیہ کی بنیاد اُم عبیدہ، عراق میں ڈالی۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے حضور الرفاعی کو نذرانۂ عقیدت اپنی مثنوی ''رموزِ بےخودی'' میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ نے طریقت کو شریعت کے سائے میں پروان چڑھایا ہے۔ الشیخ عبد القادر جیلانی حضرت الرفاعی کے ہم عصر اور چاہنے والوں میں سے تھے۔ ام عبیدہ جو بصرہ کے قریب ہے، وہاں خانقاہ رفاعیہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس خانقاہ میں چودہویں صدی عیسوی میں مراکش کے ایک عالم عرب مسافر ابن بطوطہ مہمان رہے، اپنے سفر نامے میں لکھتے ہیں کہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی اور اُن کی خانقاہ اور مقبرے کی سعادت و برکت کے قصے انھوں نے ہزاروں میل پر سنے تھے۔ چنانچہ ان کی زیارت کے لیے ابنِ بطوطہ کو جانے کا بہت اشتیاق تھا۔ تو وہ خدا کے فضل سے پورا ہوا۔ راتبِ رفاعیہ اور ضربوں کا آنکھوں دیکھا حال ابنِ بطوطہ نے اپنے مشہور سفر نامے میں (جو لندن سے شائع ہوا ہے) قلم بند کیا ہے۔ یہ لکھا ہے کہ کئی مریدین آگ میں کود پڑے مگر اُن کے پاؤں اور جسم کو کچھ نقصان نہیں ہوا بلکہ آگ بجھ گئی اور ہزاروں لوگوں کے رہنے اور کھانے پینے کا انتظام خانقاہ میں کیا گیا تھا۔ (سفر نامہ صفحات ۱۸۶ اور ۳۴۸) اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ خانقاہ عوام کے لیے ایک امن گاہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ انگریز پروفیسر گب نے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں لکھا ہے (صفحہ ۴۷۶) کہ اُن کے خیال سے ضرب کی رسم ہلاکو خان اور منگولوں کی چڑھائی کے زمانے سے شروع ہوئی (یعنی ۱۲۵۸ء) اور یہ رسم عدم تشدّد کی مظہر ہے کیونکہ منگولوں نے عراق میں مسلمانوں پر بہت ظلم اور ستم کیے اور ان کا خون خرابہ کیا تھا۔ پروفیسر فلپ حتّی (Hitti) نے اپنی کتاب ''اسلام ایک طرزِ زندگی'' میں پروفیسر گِب کے اس خیال کی تائید کی ہے (صفحہ ۶۴) مگر جب تک میری ریسرچ مکمل نہیں ہوتی میں اس تھیوری کی تائید یا تنقید نہیں کر سکتا۔

رفاعی سلسلے کی تاریخ کی زیادہ معلومات حضرت عبداللہ مطریؔ کی کتاب ''انوارِ احمدی'' سے ملتی ہے جس میں انھوں نے راتبِ رفاعیہ کی شروعات حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی سے وابستہ کی ہے۔ اس کا حوالہ حضرت سید رضی الدین رفاعی پاکستان کی کتاب ''شانِ رفاعی'' میں دیا گیا ہے۔ (صفحہ ۱۴) ضرب کی رسم کی شروعات کیسے بھی ہوئی ہو مگر یہ حضرت الرفاعی کی زندگی کے اس فلسفے کی ترجمانی کرتی ہے کہ خودی اور خود غرضی کو مسکینیت اور خاکساری سے فنا کر دینا چاہیے۔ تب ہی بندے کو خدا مل سکتا ہے۔ حضور الرفاعی نے کئی وعظوں میں اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ نادر واعظیں آپ کے مریدین نے جمع کر کے شائع کی تھیں، جس کا عنوان ہے ''البرھان المویذ'' (اردو ترجمہ صفحات ۱۸، ۳۳، ۴۳، ۷۲، ۷۷، ۸۵، ۸۴ وغیرہ)

تاریخی نظریے سے دیکھا جائے تو ضرب کی رسم رفاعی صوفیوں کا اظہارِ احتجاج ہے جو انھوں نے ترکوں اور منگولوں کے عراق میں خون خرابا اور تیغ زنی کرنے کے خلاف کیا تھا۔ ترکی اور منگولی بھی قبائلی انتظام سے جب شہری مستقل قیام پذیری کے معاشرے میں داخل ہوئے تو اُن میں بھی احساسِ ناتحفّظ شدت سے تھا۔ اور اس کے لیے صوفی خانقاہوں نے نہ صرف مرید بنا کر اُن کو احساسِ تحفّظ دیا بلکہ اسلامیت بھی سکھائی۔

ہندوستان میں رفاعی سلسلے کی ابتدا حضرت سیّد نجم الدین عبد الرحیم رضوان اللہ رفاعی رحمتہ اللہ علیہ نے (جو ہمارے بزرگِ خاندان ہیں) مدینہ منورہ سے گجرات کے شہر سورت آکر ستر ہویں صدی عیسوی میں کی جب ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر کی مغلیہ سلطنت کا دور تھا، انیسویں صدی عیسوی میں رفاعی خاندان کو مہاراجہ آف بڑودہ، کھنڈے راؤ گائیکواڑ نے دعوت دے کر بڑودہ گجرات میں بلوایا۔ مہاراجہ کو صوفیوں اور ولیوں پر بہت اعتقاد تھا اور راتبِ رفاعیہ دیکھ کر تو اور بھی بڑھ گیا ہوگا۔ ضرب کی رسم رفاعی صوفیوں کے لیے تبلیغی

کام میں بہت مددگار ثابت ہوئی۔ کیونکہ ہندوؤں کو اس میں یوگا(Yoga) اور بھکتی سے زیادہ روحانیت کا احساس ہوا۔ یہ رسم اس لیے لوگوں پر زیادہ اثر انداز ہوئی ہے (یہاں امریکہ میں کانفرنسوں میں پروفیسر اور اساتذہ میری ویڈیوں پر ضرب کی رسم دیکھ کر نہایت متعجب ہو جاتے ہیں) کہ بچہ بچہ وجد میں آکر احساسِ الٰہی میں تلواروں اور چھریوں سے کھیلنے لگتا ہے اور جسم پر زخم تک نہیں ہوتا۔ سوئیاں گالوں اور گلوں سے آر پار ہو جاتی ہیں اور خون تک نہیں نکلتا۔ یہ رسم خود پرستی اور انانیت کو مٹانے کا اظہار اور صوفیانہ وجد وحال کی ترجمانی کرتی ہے۔ وجد کا لفظ عربی زبان میں ''وجود'' کی اصل ہے جس کے معنی زندہ رہنا یعنی زندگی خود ''وجد'' سے ہے۔ ضرب کی رسم کا صحیح مفہوم حضرت رابعہ بصری کے اُس بیان سے ہوتا ہے جس میں انھوں نے تصوف کے مشکل مرحلوں کو ''اذیت کی شادمانی'' کی طرح سمجھا تھا۔

پاکستان میں حضرت سیّد رضی الدین الرفاعی (میرے چچا صاحب قبلہ) نے سلسلۂ رفاعی کی بنیاد ۱۹۴۷ء سے کراچی میں رکھی ہے اور وہاں راتبِ رفاعیہ حضرت سید احمد کبیر الرفاعی کے عرس شریف پر اکثر منعقد ہوتی ہے۔ شکر ہے کہ اُن کی کاوشوں سے یہ شمع روحانیت پاکستان میں آج روشن ہے۔ اور اس کا فیض ہزاروں مریدین کو مل رہا ہے۔ قبلہ سیّد رضی الدین صاحب نے سیّد احمد کبیر الرفاعی کے مرقد انور کی زیارت بھی کئی بار کی ہے۔ وہ خوش نصیب ہیں کہ حضور نے اُن کو بلایا اور دیدار کا شرف بخشا۔ خدا میرے قبلہ چچا صاحب کا سایہ ہم پر ہمیشہ قائم رکھے۔ کیونکہ میرے والد محترم مرحوم سیّد زین العابدین رفاعی ''زاہد'' بڑودوی کے وصال کے بعد سید رضی الدین رفاعی صاحب قبلہ اور سیّد فخر الدین رفاعی صاحب (جو ٹمپا فلوریڈا میں مقیم ہیں) وہی دونوں خاندان رفاعیہ کے بزرگ اعلیٰ ہیں اور میرے والد محترم کی جگہ پر ہیں۔ میں ان دونوں کو اپنا بزرگ خاندان سمجھتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

نعت

از: زاہد رفاعی

مدہوش ہوں، مگر مجھے عقل وشعور ہے	مئے پی نہیں یہ عشقِ نبی کا سرور ہے
کیا پوچھتے ہو عاشقِ شوریدہ سر کا حال	آلام کا ہجوم، جنوں کا وفور ہے
بختِ سکندری کی تمنا نہیں مجھے	خادم رسول کا ہوں یہ فخر وغرور ہے
جاتے ہو اے کلیم عبث کو طور پر	طیبہ کا ایک ایک شجر نخلِ طور ہے
تاریکئ لحد سے ڈروں کیوں میں اے رفیق	ہمراہ میرے اسمِ محمد کا نور ہے
آکر لباسِ نوح میں کشتی کو پار کر	درماندہ ہوں میں ساحلِ مقصود دور ہے
دے دوں جناں میں دشتِ عرب کے عوض اگر	واعظ کے دل میں خواہش حور وقصور ہے
زاہد کے دل کا حال خدا جانتا ہے خوب	واعظ کے دل میں خواہشِ حور وقصور ہے

مضمون نگار حضرات متوجہ ہوں!

نوٹ: اپنی نگارشات ۱۰ ر تاریخ سے پہلے روانہ کریں ورنہ مضامین پر غور کرنا مشکل ہوگا۔ مضمون کمپوز کر کے ہی ای میل کریں۔

ماہنامہ غوث العالم کے حوالے سے قلمی وفکری مشاورت، جدید عنوانات کے انتخاب اور مضامین کی ترسیل کے سلسلے میں رابطہ قائم کریں۔

ایڈیٹر ماہنامہ غوث العالم

۲۰ جوہری فارم گلی نمبر ۱، جامعہ نگر نئی دہلی۔ ۲۵ Mob: 8585962791

Mob. & whatsApp: 9457039194 Email: ghausulalamdelhi@gmail.com

راتب وکرامات رفاعیہ

قاضی غلام احمد علی بیابانی، خلیفۂ رفاعی، ایم اے ایل ایل بی، بی ایڈ، کراچی، پاکستان

سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف تو بے شمار ہیں، ان ہی میں سے ایک آپ کے ارشادات اور تعلیمات پر مبنی ایک چھوٹی سی کتاب ہے جو الشیخ ابراہیم السامرائی الرفاعی نے تالیف فرمائی۔ اور اس کتاب کو دوسری دفعہ محمود السامرائی الرفاعی نے بغداد شریف سے شائع کیا ہے، اس کتاب کا نام "**القواعد المرعية فی اصول الطريقة الرفاعيه**" ہے۔

سجادہ نشین الحاج حضرت پیر سید رضی الدین الرشید عرف لالہ میاں رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر اس کتاب کو پروفیسر حافظ محمد محمود حسین صدیقی عرفانی، ایڈیشنل پرنسپل گورنمنٹ اردو، آرٹس و کامرس کالج کراچی، پاکستان نے آسان اور سلیس اردو میں ترجمہ کیا ہے جو زیر طبع ہے۔ اس کتاب سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں جن سے سلسلۂ رفاعیہ کی پیروی کرنے والے حضرات اور دیگر اہل ذوق حضرات مستفید ہو سکتے ہیں۔

جس طرح سماع مخصوص ہے چشتیہ سلسلہ میں، ذکر واذکار چھلیہ (یعنی معینہ مدت تک وظیفہ پڑھنا) قادریہ سلسلہ میں ہے، اسی طرح رفاعیہ سلسلہ میں کیے جانے والے ذکر واذکار کو راتب رفاعیہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس ذکر میں دف کے ساتھ قصائد اور اشعار اور قصیدہ بردہ شریف پڑھا جاتا ہے۔ لیکن ذکر کی آواز دف کی آواز سے بلند رہتی ہے۔ اس ذکر کے باعث عقیدت مند وجدانی کیفیت میں آلات آہنی، گرز، شمشیر اور لوہے کی سیخ وغیرہ سے اپنے جسم پر اس شعر کی تکرار کرتے ہوئے ضرب لگاتے ہیں۔ ضرب لگانے سے قبل ان آہنی آلات پر لب لگا کر ضرب لگاتے ہیں، ان کو نکالنے کے بعد زخم پر لب لگاتے ہیں

شاہ من سلطان عالم سید احمد کبیر
خاطر من جمع کن یا غوث الاعظم دستگیر

پڑھتے ہوئے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوتی نہ ہی خون بہتا ہے، نہ زخم ہوتا ہے یہ زندہ کرامات ہیں۔ جو اس دور میں بھی موجود ہیں۔

حضرت فاضل بیابانی رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا احمد کبیر الرفاعی قدس سرہ العزیز کے ایک فرزند حضرت سید علی سکران رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ضربات کا طریقہ اختیار فرمایا تھا تاریخ محمودیہ میں بھی مرقوم ہے۔ حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خلافت دو قسم کی ہوا کرتی تھی (۱) بالکل سادہ طریقہ پر (۲) ضربات سے متعلق ہوتی تھی۔ سجادہ نشین صاحب جن کو خلافت عطا فرماتے تھے۔ ہونے والے خلیفہ کی گردن کے پاس سے سر کو درود شریف پڑھتے ہوئے کاٹ کر مزار مبارک پر رکھ دیا کرتے تھے۔ تھوڑی دیر بعد سر کو درود شریف کی تکرار کرتے ہوئے اور

شاہ من سلطان عالم سید احمد کبیر
خاطر من جمع کن یا غوث الاعظم دستگیر

پڑھتے ہوئے گردن کو جسم سے جوڑ دیا کرتے تھے اس قطع پر مریدین کے خون کا قطرہ بھی ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اب بھی فقرا و خلفا کے راتب میں خون کا قطرہ ظاہر نہیں ہوتا۔

طریقہ رفاعیہ کے مراسم:

نوبت کا تیار کرنا مراسم میں داخل ہے۔ نوبت سے مراد دف بجانا ہے اور ان دفوف کا بجانا حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مباح ہے اور تمام ائمہ کے نزدیک خاص کر ایام عیدین میں اور اعلان نکاح کے لیے دفوف بجانے میں کچھ حرج نہیں ہے، بلکہ یہ سنت ہے۔

طبول احمدیہ بھی ایک قسم ہے جن کو جمعہ کی شب بجاتے ہیں۔ اس لیے کہ جمعہ مومنین کی عید ہے یہ بات احادیث سے ثابت ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو دف کے ہمراہ اشعار پڑھے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماعت فرمایا چنانچہ امام احمد جابر بن سمرہ کی روایت سے حدیث شریف تحریر فرماتے ہیں یعنی جن اشعار میں حمد و نعت شریف اور منقبت صالحین و مواعظ ہو سننا حلال ہے اور جس میں ذکر از مان و منازل وامم ہو تو سننا مباح ہے اور جس میں ہجو و غیبت و فحش کلام ہو اس کا سننا حرام ہے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے کو اچھا کہا ہے اور بُرے کو بُرا فرمایا ہے۔ الغرض جو قصائد اچھے مضامین کے ہوں ان کے پڑھنے اور سننے میں حصول ثواب ہے اور ذکر صالحین موجب نزول رحمت بے حساب ہے۔ بمصداق ''تنزل الرحمة عندالذکر الصالحین''، پس باعتبار اس کے سادات رفاعیہ کی مجلس مذکرہ بلاشک درست و جائز ہے۔

علم اور جھنڈے مراسم رفاعیہ میں داخل ہیں:

اس سے اہل فقرا کی فوج میں شمولیت کی طرف اشارہ ہے۔ اس لیے کہ فقرا جہادِ نفس سے عبارت ہیں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''**رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر**'' ترجمہ: ''ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹتے ہیں''

عَلَم یعنی نشان بنانا رکھنا اور اس کا پھیرانا بروز عیدین اور بروز عرس بزرگان دین درست و جائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نشان موجود تھے اور آپ کے روبرو اکثر اوقات چلے ہیں یہ امر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے لہٰذا بالاتفاق علمائے دین وفقہائے مجتہدین نے کتب فقہیہ میں بدلیل ان احادیث حلت نشان کی تحریر کی ہے۔ چنانچہ درالمختار، شرح تنویرالابصار اور سراج میں سیدالکبیر کی روایت سے مرقوم ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نشان کا نام عقاب تھا۔ بخاری شریف اور مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث شریف مروی ہے۔ سیدنا علی ابن ابی طالب لشکرِ اسلام سے بہر سبب درد چشم پیچھے رہ گئے تھے۔ بعد میں آکر شامل ہو گئے اور اس شب کو لشکرِ اسلام وہاں مقیم رہا، تب سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں نشان اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیارا ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ فتح بھی اسی کے ہاتھ سے عنایت فرمائے گا۔

اس اعلان پر رات بھر تمام صحابہ کرام اپنے اپنے بارے میں سوچتے رہے کہ کل صبح کو ہمیں نشان مل جائے۔ صبح ہوئی فوج محاذ جنگ پر جانے کو ہتھیار سجائے تیار کھڑی حکم کی منتظر ہے۔ سرکارِ دو جہاں نے فوج پر ایک نظر ڈالی چاروں طرف وہ منظورِ نظر، نظر نہیں آیا تب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام مبارک لے کر پکارا۔ کہاں ہے علی ابن ابی طالب؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ آشوب چشم کی وجہ سے حاضرِ خدمت نہ ہو سکے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلب فرمایا، دیکھا آنکھوں کو، اپنے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے اپنا لعاب دہن لگایا، آنکھوں میں اور دعا فرمائی، بحکم اللہ تعالیٰ فوراً آنکھوں کی تکلیف ختم ہو گئی۔ جیسے آنکھوں میں کبھی کوئی درد ہی نہ ہوا تھا۔ بعد میں وہ نشان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمایا (مشکوٰۃ در باب فضائل سیدنا علی)

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لب (یعنی لعاب دہن) لگانا مشائخین، صالحین کا کسی مرض کو یا زخم وغیرہ پر تبرکاً درست و جائز ہے۔

مشائخین و صالحین کے استقبال کے لئے مع نشان و دفوف مسلمانوں کا جانا درست و جائز ہے، دلیل اس کے اباحت و جواز کی حدیث شریف سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے ہمراہ سفید نشان تھا، چنانچہ جامع ترمذی میں جابر بن حسان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں مدینہ شریف گیا تو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر مبارک پر تشریف فرما ہیں اور حضرت بلال تلوار کھینچے ہوئے روبرو کھڑے ہیں اس اثنا میں یکا یک ایک کالا نشان نظر آیا، میں نے عرض کیا یہ کون ہیں، تب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرو بن عاص ہے، غزوہ سے واپس آیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ کو پہنچے تب لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُوبرو دف بجاتے ہوئے اشعار پڑھ رہے ہیں۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کیمیائے سعادت کے باب آداب السماع میں تحریر کرتے ہیں۔

عَلَم یعنی نشان تمام مشائخین کاملین نے اپنے اپنے سلسلہ کے واسطے الگ رنگ، الگ انداز، الگ وضع کا مقرر کیا ہے اور علی الخصوص

مرید کو اپنے مرشد کی تعظیم و تکریم لازم ہے، چنانچہ کتب مصنفہ مشائخین، معتقدین مثلاً ملفوظات سیدنا احمد کبیر الرفاعی، آداب المریدن و غنیۃ الطالبین، قول الجمیل وغیرہ اہم کتب میں مفصل احوال موجود ہیں۔

ان مراسم کا انعقاد مریدین کے نشاط اور ان کے قلوب کی راحت کے لیے ہوتا ہے یعنی مریدین کو چُست وپھرتیلا بنانے کے لیے اور ان کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے ہوتا ہے نسبت اور یقین کو مستحکم کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ بیان کیا گیا ہے ''روح القلوب تارۃ فتارۃ'' یعنی دلوں کو بھی راحت پہنچاتے رہو۔ یعنی ہم نے کسی عالم یا مجتہد کو دیکھا اور نہ سنا، جو کسی جائز فعل سے اپنے قلب کو خوش نہ کرتا ہو اور ساداتِ رفاعیہ کا یہ عمل اسی قبیل سے ہے، کیونکہ دف بجاتے ہوئے حمد باری تعالیٰ اور پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح پڑھتے ہیں اور بیان کرتے ہیں اور بعض صالحین نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب یعنی رویا صادقہ میں دیکھا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میلا دشریف کے بارے میں دریافت کیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

''من فرح بنا فرحنابہ'' یعنی جو ہم سے خوش رہتا ہے ہم اس سے خوش رہتے ہیں۔''

کرامتوں کا بیان:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے گروہ رفاعیہ کو کرامات بزرگ ترین اخلاق نیک ترین مراتب عظیم اور عقائد صحیح عطا کیے ہیں اور ان کے اطوار و طریق کو پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسلف صالحین آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل واصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حال کے مطابق بنایا ہے اور گروہ رفاعیہ سے جو کرامات صادر ہوتی ہیں وہ سب معجزاتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پرتو ہیں۔ اس کی اصل قرآن پاک اور احادیث شریف سے ثابت ہے۔ کرامتوں کا انکار تو وہی کرتا ہے جو بزرگانِ دین سے عناد اور دشمنی وحسد وبغض رکھتا ہے۔ ان کرامات کا ظہور اکابر اصحاب سے بھی ثابت ہے۔ آگ میں داخل ہونا پرتو ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے معجزے کا اور نسبت ہے، اس معجزے سے سانپ کا پکڑنا اس کرامت کی نسبت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے اور زخم کا فوراً اچھا ہو جانا یہ نسبت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس معجزے کی جب حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا دیتے وقت آشوبِ چشم کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لگا کر ان کی آنکھوں کی تکلیف کو دور کیا تھا۔ صحابہ کرام سے بھی ایسی کرامات کا ظہور ہوا ہے، مثلاً حضرت خالد بن ولید مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زہر پی لیا تھا اور اس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں دشمنوں نے ایک صحابیٔ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگ میں ڈال دیا۔ یہ آگ ان کا کوئی نقصان نہ کر سکی۔ اس بات کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایسے افراد بھی پیدا کیے ہیں جنھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح معجزات عطا کیے گئے ہیں۔

کرامات کا ظہور کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر ہو جس پر کرامت کا گمان نہ ہو سکے۔ یعنی وہ اس کا اہل نہ سمجھا جائے تو اعتراض نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ یہ کرامت دراصل سیدنا احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی گئی ہے۔ آپ کی برکت سے یہ کرامت آپ کی اولاد میں، آپ کے خلفا میں، آپ کے مریدین میں بھی جاری ہوئی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے پر انعام واکرام فرماتا ہے تو اُس کو واپس نہیں لیتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی کے کلمات مذکورہ کا بھید وصال کے کئی سال بعد ظاہر کیا وہ اس طرح کہ آپ کی پیروی کرنے والوں کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ہلاکو خان جیسے ظالم و جابر حکمران کو اور اس کی فوج کو حلقہ بگوش اسلام بنایا، اسلام میں داخل فرمایا۔ جب کہ انھوں نے پگھلتا ہوا تانبا اور زہر پی لیا، آگ میں داخل ہو گئے۔ اس کا حال تفصیل سے امام بیضاوی و وتری و متوفی رحمھم اللہ نے اپنی تواریخ میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر فضل وکرم ہے ہم گنہگاروں پر جس نے اپنے حبیب اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل سے ہمیں سلسلہ عالیہ رفاعیہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔

حاصل کلام:

سلسلہ رفاعیہ میں جن کرامات کا ظہور ہوتا ہے وہ دراصل حضرت سیدنا سلطان احمد الکبیر الرفاعی سید الاولیا قطب المکرّم غوث المعظم

معشوق اللہ قدس سرہ پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان عظیم ہے ۵۵۵ ہجری کا واقعہ جب حضرت سیدنا احمد کبیر حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں حاضری دی اور با آواز بلند عرض کیا ''السلام علیکم یا جدی'' تھوڑی دیر میں مزارِ مبارک سے جواب آیا ''وعلیکم السلام یا ولدی'' اس جواب کے سننے کے بعد آپ پر جذب کی کیفیت طاری ہوئی۔ اس کیفیت میں عربی زبان میں ایک رباعی عرض کی، جس کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔

''جب میں آپ سے دور تھا تو میری روح آپ کی خدمت اقدس میں سلام پیش کرنے آیا کرتی تھی''

''اب میں خود حاضر ہوں سلام پیش کیا آپ کی طرف سے جواب آیا ہے اس جواب سے میری تشنگی اور بڑھ گئی ہے''

''میرے ہونٹ (لب) بے قرار و بے چین ہیں دست بوسی کے لیے دستِ مبارک بڑھایئے تاکہ میں بوسہ دوں''

ان اشعار کے کہنے کے بعد کیا دیکھتے ہیں اور اس وقت مزار مبارک گنبد خضرا میں ۹۰ ہزار عاشقانِ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع ہیں۔ مزار مبارک سے ایک نورانی دست مبارک طلوع ہوا آپ یعنی حضرت سیدنا سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل بیٹھے دست اطہر مبارک کو بوسہ دیا۔ اس وقت جب آپ کے لب اس جسم اطہر کو مس کئے، آپ پر جذب کی کیفیت اور بڑھی، تو دیکھنے کا منظر تھا، اس وقت وہاں موجود ۹۰ ہزار اولیاء کرام اس سعادت سے مشرف ہوئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کرم نوازی کا صدقہ ہے کہ گروہ رفاعیہ میں یہ کیفیات ظاہر ہوتی ہیں اس نسبت کا سبب حضرت سیدی سیدنا احمد کبیر رفاعی قدس سرہ العزیز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احسانات بے حساب سرکارِ دو عالم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہیں۔ ان کی آل کی وجہ سے سیدنا احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل سے گروہِ رفاعیہ پر بھی اللہ کا فضل و کرم ہے اور رہے گا۔ آخر میں میری یہ دعا ہے کہ سید احمد کبیر الرفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے آپ کی اولاد کے ذریعہ ہم کو نیک متقی اور پرہیزگار بننے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے پیر و مرشد کی محبت اور تعظیم ہمارے دلوں میں پیدا کرے، آمین۔

☆☆☆☆☆

قصیدہ بحضور غوث الرفاعی

از جناب اختر بڑودری

میرا جہانِ تمنا درِ رفاعی ہے
یہیں سے دولتِ کونین ہاتھ آئی ہے

نصیب دل کو متاع غم رفاعی ہے
تمام عمر کی اے دوست یہ کمائی ہے

ہیں در تو اور بھی پاکیزہ اور باعظمت
درِ رفاعی مگر پھر درِ رفاعی ہے

میری رسائی رفاعی حضور تک ہے مگر
میرے حضور کی اللہ تک رسائی ہے

تمام حسنی حسینی ملیں گے پھول یہاں
علی کے گھر کی بہار اس چمن میں آئی ہے

ہے پیر کعبہ تو قدموں میں پیر کے حج ہے
یہ بات مردِ قلندر سے میں نے پائی ہے

جہاں کے شاہوں سے آنکھیں ملا رہا ہے فقیر
گدائے غوث کے در کی عجب گدائی ہے

خود اپنے حال پہ ہم شرمسار ہیں اختر
نہ بندگی کا سلیقہ نہ پارسائی ہے

☆☆☆☆☆

حضرت سید شیخ احمد کبیر رفاعی کی تعلیمات عالیہ

ڈاکٹر صابر سنبھلی، سابق صدر شعبۂ اردو، ایم، ایچ (پی۔جی) کالج، مرادآباد، اتر پردیش

حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ چھٹی صدی ہجری کے ولی کامل تھے اور اس عہد کے مرشد اعظم بھی۔ حضرت غوث الاعظم سید شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے ہم عصر، مدّاح اور ممدوح تھے۔ مریدوں کی بہت بڑی تعداد رکھتے تھے۔ فرمایا ہے کہ ''جس کا کوئی شیخ نہیں اُس کا شیخ میں ہوں۔'' حضرت کے ملفوظات دلوں کی دنیا بدل دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اُن کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ مزار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری کے وقت اُن کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک قبر اطہر سے برآمد ہوا، جس کا حضرت شیخ رفاعی علیہ الرحمہ نے ہزاروں زائرین کے سامنے بوسہ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس پہلی بار (اور آخری بار) قبر اطہر سے برآمد ہوا۔ لیکن اتنے عظیم بزرگ کا تعارف دنیا کے مسلمانوں میں جیسا ہونا چاہیے تھا نہیں ہے۔ کروڑوں تو اُن کے نام سے بھی واقف نہیں اور ان سے تعداد میں کچھ کم ایسے ہیں جو حضرت کے اسم گرامی سے تو واقف ہیں مگر اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ اسلامی ممالک میں ان کی خانقاہوں سے ان کے بارے میں عرس پر مجلّے شائع ہوتے ہیں، لیکن ہزار دو ہزار یا پانچ ہزار کی تعداد میں شائع ہونے والی کتاب کی رسائی ہندوستان کے بیس کروڑ مسلمانوں اور دیگر ممالک کے ۷۰، ۸۰ کروڑ مسلمانوں تک کیسے ہو؟ یہ مسئلہ ہے۔ جب کہ ہمارے عہد نے انسان کو اتنا کاہل بنا دیا ہے کہ سمعی و بصری ذرائع ابلاغ کے استعمال کا ایسا عادی ہو گیا ہے کہ کتاب سے اس کا رشتہ ہی کٹ گیا ہے۔

اس مضمون کو لکھنے سے پہلے حضرت سے متعلق کتابوں اور مضامین کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر حضرت والا کے تمام ملفوظات کو یکجا تحریر کر دیا جائے تو کئی ضخیم دفتر تیار ہو جائیں گے۔ اس لیے حضرت کے ملفوظات جو بھی تحریر کرتا ہے یا جس نے بھی تحریر کیے ہیں اپنی دلچسپی یا طبیعت کے لگاؤ کے مطابق انتخاب کر کے سپرد قلم کیے ہیں۔ زیر تسوید مضمون میں حضرت کے جو ارشادات نقل کروں گا اُن میں اس بات کا زیادہ خیال رکھوں گا کہ نصیحت آمیز اور نصیحت آموز ہوں اور ہر شخص کی سمجھ میں آئیں۔

سید شیخ احمد کبیر رفاعی کی تعلیمات:

حضرت سید احمد الکبیر رفاعی علیہ الرحمہ کی تعلیمات ان کے ملفوظات میں بھی ہیں جو ان کے مریدوں کے قلم بند کیے ہوئے ہیں اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں میں بھی ہیں۔ ممکن ہے اُن کے کُل ملفوظات کو تعلیمات کہنے میں کسی شخص کو تامّل ہو، مگر اُن کے اکثر حصّے کو ہر شخص مواعظ اور تعلیمات ہی تسلیم کرے گا۔ اس لیے کہ ان کے اقوال حکمت و علم سے پُر ہوتے ہیں۔ قادری سید مصطفٰے رفاعی ندوی تحریر کرتے ہیں :

> ''اللہ کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی تھے۔ جب آپ زمین پر چلتے تھے آپ کے قلب طاہر سے چشمے پھوٹتے تھے اور آپ کی زبان مبارک پر بحر موجزن کی طرح جاری رہتے تھے۔'' (مجالس رفاعیہ ۱۹۱۲ء ص ۳۴)

ندوی صاحب نے اس بارے میں یہ بھی لکھا ہے

> ''آپ کا کلام جامع اور واضح ہوتا تھا۔ ہر شخص بات سمجھتا اور اپنے دل میں جگہ دیتا تھا۔'' (رموز رفاعیہ ص ۸)

چند سطور کے بعد تحریر کرتے ہیں:

> ''حضرت والا گاہے اپنے زمانے اور زمانے والوں پر تبصرہ بھی فرماتے ماحول کا جائزہ اور معاصرین کا تذکرہ فرماتے، اور سامعین کو متنبہ فرماتے، مگر اسلوب

ناقدانہ ہرگز نہ ہوتا، بلکہ ناصحانہ انداز ہوتا۔

حضرت رفاعی رضی اللہ عنہ کے ملفوظات میں خوف خدا اور خشیت الٰہی کی فراوانی ہے۔ اگر کوئی شخص آخرت کی معمولی فکر بھی رکھتا ہے تو حضرت کے فرمان اُس کے دل کی دنیا بدلنے کے لیے کافی ہیں۔ بشرطیکہ وہ ان کو توجہ سے پڑھ لے اور غور وفکر کرے آپ کے نصائح اور تعلیمات میں دل کشی اور اثر کی وجہ ''حکمت رفاعی'' کے مقدمہ نگار محمد عبداللہ قریشی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''شیخ کی دعوت کا سب سے واضح پہلو یہ ہے کہ وہ عرب کی سادگی کی طرف بلاتے اور عجم کی ملمع کاریوں کے فریب میں مبتلا ہونے سے بچاتے تھے۔'' (ص ۳۰)

حضرت شیخ رفاعی رضی اللہ عنہ کبھی فرداً فرداً پند ونصائح فرماتے تھے اور کبھی مجمع عام میں دونوں حالتوں میں اُن کی اجازت سے یا حکم سے عقیدت مند اِن کو قلم بند کرلیا کرتے تھے۔ اس طرح ہمارے ہاتھ بہت بڑا سرمایہ آ گیا۔ محمد عبداللہ قریشی تحریر فرماتے ہیں:

''پند ونصائح کے مخاطب اوّل اگر چہ شیخ احمد کبیر رفاعی کے مرید شیخ عبدالسمیع ہاشمی واسطی رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ پھر بھی یہ نصیحتیں عام ہیں اور سب کے لیے مفید ونافع ہیں۔'' (حکمت رفاعی ۱۹۶۷ء ص ۲۷)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کے پند ونصائح کے دفتر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ وہ ہے جس میں کسی خاص فرد یا شخص کو نصائح سے نوازا ہے۔ یہ نصائح حساس دلوں پر زیادہ اثر کرتے ہیں۔ دوسرا حصہ وہ ہے، جس میں ایک مجلس یا مجمع کو مخاطب کیا گیا ہے۔ یہ بھی بلاشبہ مؤثر ہیں۔ (فرد واحد سے خطاب کے لیے یہ دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص کا نام لے کر مخاطب کیا گیا ہوا گر ایسا نہ ہو تو عبارت کا قرینہ مخاطب کے واحد ہونے کا پتہ دیتا ہے اگر ایسا بھی نہیں ہے تو نصائح و تعلیمات کا مخاطب مجمع یا مجلس کو تصور کیا گیا ہے۔) تیسرا حصّہ، بلکہ طریقہ وہ ہے کہ کسی کام کے کرنے کے لیے کسی کو حکم نہیں دیا، بلکہ خود کر کے مثال قائم کر دی۔ یہ اس لیے کہ ایسا کرنا کسی کے لیے ممکن نہیں اور شریعت اسلامیہ نے بھی ایسے اعمال کو ضروری قرار نہیں دیا۔ ہاں! ان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے دل میں مخلوق خدا کے لیے کتنا درد تھا۔

اب ان سبھی طرح کے نصائح میں سے جو زیادہ مفید اور اہم معلوم ہوتے ہیں اُن کو نقل کیا جاتا ہے۔ ان کو بغور پڑھنے والے کا دل ضرور متاثر ہوگا، اگر عمل بھی کرے تو کیا کہنا۔

چونکہ حضرت نے اپنے نصائح میں دو موضوعات پر خاص توجہ دی ہے۔ اوّل رب تعالیٰ کے بارے میں، دوم غرور وتکبر سے دور رہنے اور انکسار اختیار کرنے پر۔ لہٰذا ان دونوں عنوانات کے تحت تعلیمات کو الگ الگ عنوان دے کر درج کیا جارہا ہے۔ ان کے بعد متفرق تعلیمات کو جگہ دی جائے گی۔ نصائح کی تقسیم متفرق تعلیمات میں کی گئی ہے۔

تعلیمات حضرت اللہ ربّ العزت کے بارے میں:

اللہ جل شانہ کو تمام صفات سے منزہ کرنے سے پہلے تمہاری ساری توحید شرک ہے۔ توحید انسان کے دل میں ایک وجدانی چیز ہے جو اُسے نیز خدا کے معطّل کرنے سے (یعنی اُس کی تمام صفات کو سلب کرنے سے) روکتی ہے نیز تشبیہ (یعنی اُس ذات ایزدی کو کسی کے مثل سمجھنے) سے روکتی ہے'' (حکمت رفاعی ۳۶)

''انسان کامل خدا کے سوا ہر چیز کو ترک کر دیتا ہے۔ مخلوقات میں جتنے ہیں وہ نہ ذاتی طور سے نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ، بلکہ خدا کے بندوں کے سامنے حجاب بنے ہوئے ہیں۔ اس حجاب کو جو اُٹھا دیتا ہے وہ اپنے خالق تک جا پہنچتا ہے۔'' (ایضاً ص ۳۸)

''خدا اپنے بندوں پر انجام میں ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ اللہ جلّ شانہ اگر اپنے کسی بندے کو مہربانی سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو پھر واپس نہیں لیتا سوا اس کے کہ اُسی سے ناشکری ظاہر ہو۔ خدائے برتر کی عنایتوں کا فیض عقل و وہم سے باہر ہے۔ جو اس بات کو جانتا ہے کہ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ اپنے سب کام اُس کارساز مطلق کی مرضی پر چھوڑتا ہے اور اپنا سر رضا وتسلیم کی خاک پر رکھ دیتا ہے''۔ (ایضاً ص ۵۶، ۵۷)

''خبردار اللہ تعالیٰ کے لیے فوقیت سفلیت اور مکان ثابت نہ کرنا اور ہاتھ اور آنکھ (وغیرہ انسانی اعضا کی طرح) اور آمد ورفت کے طریقے پر نزول کا قائل نہ ہونا۔ کیونکہ کتاب وسنت میں اگر کہیں ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے بظاہر یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں تو اُسی کتاب وسنت میں اسی جیسی دوسری نصوص بھی ہیں جو اصل مقصود کی تائید کرتی ہیں (اور اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی طرح نزول اور فوق ومکان اور ید وعین سے پاک ہونا

بتلاتی ہیں)۔لہٰذا اب اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ سلف صالحین کی طرح یوں کہا جائے کہ ہم ان متشابہات کے ظاہر پر ایمان لاتے ہیں اور مراد کے علم کو اللہ و رسول جلّ جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرتے ہیں اور اُس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے عیوب سے پاک بھی سمجھتے ہیں۔ پیشوایان سلف اسی راستے پر چلتے رہے۔'' (سید الاولیا سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ ص ۲۸،۲۹)

''ایک عارف سے کسی نے خالق تعالیٰ شانہ کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے سائل سے فرمایا: ''اگر تو خالق کی ذات کو پوچھتا ہے تو اُس کے مثل کوئی چیز نہیں اور اگر اُس کی صفات دریافت کرنا چاہتا ہے تو وہ ایک ہے، سب اُس کے محتاج ہیں، نہ اُس نے کسی کو جنا، نہ کسی سے جنا گیا اور اُس کے برابر کوئی نہیں ہے۔ اور اگر اُس کا نام پوچھنا چاہتا ہے تو وہ اللہ ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور حاضر سب کا جاننے والا ہے اور وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے اور اگر اُس کے کام کو پوچھنا چاہتا ہے تو ہر دن ایک خاص شان میں ہے۔ کسی کو جلاتا ہے، کسی کو مارتا ہے، کسی کو عزّت دیتا ہے کسی کو ذلیل کرتا ہے۔'' (ارشادات حضرت رفاعی ص ۳۰۲)

''حمد و ثنا اُس اللہ کے لیے جو اہل توحید کے دلوں کا سہارا اور جائے سکون ہے۔ جب اسباب کی ڈوریاں ٹوٹ جاتی ہیں اور امیدواروں کے دلوں کی دھڑکن اور بے اطمینانی اُس کے حوالے ہوتی ہے اور اُن کی امیدوں کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں، تنہا بے نیاز جس کی زبردست قدرت کے در پر عارفین و جاہلین محتاجوں کی حالت فطری طور پر لو لگائے کھڑی رہتی ہے، ہمیشہ رہنے والا بادشاہ جس کی دائمی بقا کا آفتاب دمکتا ہے، جس کے نتیجے میں فنائے محض کے موجودات ہر گھڑی ہر ظاہر و باطن ذرّات میں نمودار ہوتے ہیں، ہر حاکم سے بڑا حاکم ہے۔ اُس کے حکم کے غلبے و قوت کا مقابلہ ممکن نہیں، بڑی شان والا ہے۔ اس کی قدرت و منزلت کی نشانیاں بلا اختلاف مسلّم ہیں۔'' (مجالس رفاعیہ، چھٹی مجلس ص ۴۸)

''حکایت ہے کہ ایک صالح نابینا آدمی جنگل کے ایک کنویں میں گر گیا۔ اتفاقاً ایک قافلہ وہاں سے گذرا۔ اُس نے کنویں کی تہہ سے ان کو مدد کے لیے پکارا۔ غیب سے ندا آئی کہ تو میرے غیر سے مدد مانگتا ہے۔ جب کہ میں ہی مدد مانگنے والوں کا مددگار ہوں۔ بس وہ چپ ہو گیا۔ قافلے والوں نے اُس کنویں کو دیکھ کر مناسب سمجھا کہ اسے بند کر دیا جائے تاکہ کوئی راہ گذر اُس میں گر نہ پڑے۔ چنانچہ انہوں نے اُس کا منہ بند کر دیا۔ اس صورت حال سے یہ صالح آدمی مزید مایوس ہو گیا اور بارگاہ الٰہیہ میں یکسو ہو کر آہ و زاری کرنے لگا کہ اے اللہ! اب تیرے سوا کوئی مددگار نہیں ہے۔ میں سراپا تیرا محتاج ہوں۔ پس اللہ پاک نے اُس کی مدد کے لیے جنگل کے ایک شیر کو بھیجا اُس نے کنویں پر ڈھکی ہوئی چیز کو ہٹا دیا اور کنویں میں اُترا۔ اس صالح آدمی نے شیر کی دُم کو تھام لیا۔ شیر نے اُس کو گھسیٹ کر کنارے تک پہنچا دیا۔ جب وہ اوپر پہنچا تو ندا آئی کہ تیرا جسم کنویں کے اوپر تو آ گیا مگر اپنے قلب کو کنویں کے اندر کی حالت میں رکھنا۔'' (اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال، انتیسواں سبق ص ۱۵۵)

انکسار کی اچھائی اور غرور سے اجتناب:

''از جانب بندہ فقیر ہیچ مرزا احمید بنام شیخ محتشم ہاشمی۔ خدا ہمارے ان کے اور تمام مسلمانوں کے حال پر مہربان رہے آمین۔'' (حکمت رفاعی ص ۳۳)

حضرت شیخ رفاعی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی احمد ہے۔ اُن کے نام کے ساتھ عظمت کے اظہار کے لیے ''کبیر'' کا لاحقہ لگایا جاتا ہے، مگر خود حضرت نے اپنا نام تصغیر کے ساتھ ''احمید'' تحریر فرمایا ہے۔ اس سے حضرت کی طبیعت کا انکسار ظاہر ہوتا ہے۔ اپنے عقیدت مندوں کو وہ انکساری کی تعلیم بھی بہت دیتے تھے۔ کچھ تعلیمات یہاں درج کی جاتی ہیں۔

''اے محتاج شخص! غرور کے گھوڑے سے اتر کر پیادہ ہو، بہت سی ایسی لغزشیں ہیں جو گھڑھے میں پھینک دیتی ہیں۔ بعض علم ایسے ہیں کہ اُن کا پھل جہالت ہے اور بعض جہالتیں ایسی ہیں جن کا پھل علم ہے۔ تو نے تو اپنے علم کو ذلّت کا جامہ پہنا دیا ہے۔ پھر علم کی عزت تجھے کیوں کر حاصل ہو۔'' (حکمت رفاعی ص ۳۷)

''جو شخص خدا کی مخلوق پر دست درازی کرتا ہے، خدا کے نزدیک اس کا ہاتھ چھوٹا ہو جاتا ہے اور جو خدا کے بندوں کے مقابل غرور کرتا ہے وہ اُس معبود برحق کی نظر سے گر جاتا ہے۔'' (ایضاً ص ۳۷)

''اگر کوئی عابد دونوں جہان کی عبادت کرے اور اُس میں رائی برابر بھی کبر و نخوت ہو وہ خدا کا عدو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔'' (ایضاً ص ۴۱)

''تین چیزیں یعنی غرور، بے وقوفی اور کنجوسی ایسی ہیں کہ اگر کسی میں ہوں تو جب تک اُس میں سے دور نہ ہو جائیں ولی نہیں ہوسکتا۔ جو شخص اپنے نفس کو دوسروں سے بہتر دیکھتا ہے، وہ خدا اور اُس کی مخلوق کے نزدیک جھوٹا ہے۔'' (ایضاً ص ۴۱)

''میں نے اپنی جان کھپا دی اور کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو اور صدق نیّت اور مجاہدے کی برکت سے اس کا صحیح راستہ ہونا معلوم نہ کرلیا ہو، مگر سنّت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتحیہ پر عمل کرنے اور ذلت وانکسار کے اخلاق پر چلنے اور سراپا حیرت واحتیاج سے زیادہ کسی راستے کو بہت قریب اور زیادہ روشن اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب نہ پایا۔ حضرت صدیق اکبر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ ''اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا نہیں بنایا۔'' (سید الاولیا احمد کبیر رفاعی قدس سرہ ص ۳۹)

''جب تک کسی سے بھی اپنے کو زیادہ سمجھتے رہو گے تمھارا باطن عالم ناسوت کی کدورتوں سے پاک نہ ہوگا۔ خدا کی قسم جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اغیار پر نظر کرنے سے پاک کیا ہے ان کا طریقہ ان کی خصلت یہی ہے۔'' (ارشادات حضرت رفاعی ص ۱۷)

''عبدیت اور انکسار اختیار کرو کہ اُس کا نشان مٹ نہیں سکتا امارت وسلطنت اور عالیشان عمارتوں کو پائیدار نشان نہ سمجھو کیونکہ یہ چند روزہ سامان ہے، پھر اُس کا پتہ بھی نہیں رہے گا۔ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کی قوم میں سے کسی کا نشان باقی نہیں رہا۔ اُن کی سلطنت بھی مٹ گئی اور شریعت بھی منسوخ ہوگئی اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو زوال نہیں۔'' (ایضاً ص ۴۳)

''اپنے زہد پر فخر نہ کر، کیونکہ بلا معرفت اور طریقہ محمدیہ بھوکا رہنا یہ کتّوں کی صفت ہے۔ اگر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب اختیار کرے گا تو تیرا مرتبہ واصلوں کے مراتب جیسا ہوگا۔ نمایش اور دکھاوے کے لیے کوئی کام نہ کر تکبّر وغرور کو ترک کر کیونکہ تکبّر شیطان کا فضلہ ہے۔'' (رموز رفاعیہ ص ۱۳)

''آدمیوں سے باادب پیش آ، کیونکہ آدمیوں سے باادب پیش آنا ایسا ہے جیسے خدا سے باادب پیش آنا۔ خود بینی اور حسب نسب کے کبرو غرور سے توبہ کر۔ کیونکہ اگر تو کسی عمل کے نہ کرنے کے سبب گرفتار ہوا تو تیرا نسب تجھے نہیں چھڑائے گا۔'' (ایضاً ص ۲۲)

''اللہ تعالیٰ تک بہت قریب راستہ انکسار وخاکساری کا ہے اور اللہ کی مخلوق پر مہربانی اور اللہ کے رسول کی سنّت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنا ہے۔'' (ایضاً ص ۲۵)

''بزرگی خاکساری میں ہے اور بڑائی قناعت میں ہے اور علم تواضع سے حاصل ہوتا ہے۔'' (ایضاً ص ۳۶)

''اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ لوگوں پر شفیق ومہربان ہے۔ اپنی صفت رحمت ورافت کے تقاضے سے اس نے بندے پر شب و روز پنجگانہ نماز فرض کردی، تاکہ وہ ظاہری نقوش وآثار اور نت نئے پیدا شدہ حالات اور زمانے کی نیرنگیوں کی طرف سے نظر پھر لے۔ اگر اس کو زبردست اور سرکش بنا دینے والی طاقت حاصل ہو جائے اُس وقت وہ اُس اللہ کی طاقت کو یاد کرے جس نے اُس سے بھی زیادہ طاقت ور کو مٹا دیا اور اس کے غرور کے گنبد کو منہدم کر دیا۔ اور وہ اپنے رب کے سامنے ذلیل ہوا اور اگر اُس کو سرکشی پر آمادہ کرنے والی دولت وثروت حاصل ہو، خدائی تقدیر کا دھکّا یاد کرے، جس نے اس سے بھی دولت مندوں کو محتاج بنا دیا۔ (مجالس رفاعیہ، چوتھی مجلس ص ۳۷)

''اے درویش! قرآن کریم کا اتباع کر۔ آثار سلف کی پیروی کر۔ میں کیا چیز ہوں کہ تیرے لیے دعا کروں۔ میری مثال تو ایسی ہے جیسے دیوار پر ایک مچھر بیٹھ گیا ہو جس کی کچھ بھی قدر نہیں۔'' (رفیع الشان ہے شان رفاعی ص ۵۹)

تعلیمات رفاعیہ:

انکسار پسندی اور تکبّر سے اجتناب کے بعد حضرت رفاعی علیہ الرحمہ کی اُن تعلیمات یا نصیحتوں کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں جن میں حضرت کسی مجمع کے بجائے کسی شخص سے مخاطب ہیں۔ حضرت والا نے سب سے پہلی نصیحت اپنی والدہ کو اس وقت کی جب آپ ان کے شکم میں تھے۔ اس کو ان کے ماموں حضرت شیخ منصور بطائحی نے دروازے پر کھڑے ہو کر سنا جب وہ اپنی بہن سے ملنے کے لیے گئے تھے، ماں اور بیٹے کی کچھ گفتگو کے بعد جب ماں نے ان سے نصیحت کرنے کی خواہش کی تو جواب آیا۔

''اے میری عزیز ماں سنو! نو(۹) ارکان کی ہمیشہ پابندی کرنا (۱) ہمیشہ طہارت سے رہنا اور باوضو رہنا (۲) روزہ دار رہنا (۳) جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی اور لوگوں کے عیب پکڑنے اور بلاضرورت اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا (۴) خلوت گزیں رہنا، زیادہ تر وقت عبادت الٰہی، ذکر اور مشاہدہ اور مراقبہ میں گذارنا (۵) ہمیشہ خشوع، خلوص اور حضور قلب سے **لاالٰہ الا اللّٰہ** کا ذکر کرنا (۶) دل کو ماسوائے اللہ کسی سے نہ لگانا (۷) اپنے پیرومرشد کی تابعداری کرنا وہ اس طرح جیسے غسال کے ہاتھ میں مردہ (۸) ہر حال میں خداوند کریم کا شکر ادا کرنا اور صبر وسکون اختیار کرنا (۹) بہشت اور جنت کی آرزو اور دوزخ اور جہنم کے ڈر سے عبادت نہ کرنا، بلکہ عشق الٰہی میں غرق ہوکر حق بجا لانا۔ ان نو نکات پر عمل کرنے سے معرفت الٰہی حاصل ہوگی اور لذّت عشق الٰہی پائی جائے گی۔'' (رفیع الشان ہے شان رفاعی ص۳۰)

''تیرا دوست وہ ہے جو تجھے گناہوں سے ڈرائے اور تیرا عیب تجھ پر ظاہر کرے۔ تیرا وہ بھائی ہے اور تجھ کو اللہ کی راہ پر ڈالتا ہے۔'' (ایضاً ص۳۰)

میں میرے لیے، میرے پاس وغیرہ کے الفاظ زبان سے مت نکالو، دنیا زیادہ حاصل مت کرو اور نہ اس میں سے جمع کرو اور فخر کرو نہ مباہات اور ضرورت سے زیادہ دنیوی چیزیں مت سمیٹو اور زہد وبے رغبتی سے کام لو۔ دنیا تمہارے پاس خود ذلیل ہوکر آئے گی۔ اجنبی بے وطن کو پناہ دو۔ ضرورت مندوں، پریشان حالوں کی مدد کرو۔ عارفین کے طریقے پہ جمے رہو اور فقرا کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ ان کے ساتھ تواضع برتو اور ان کے سامنے کم مرتبہ رہو۔ دنیاداروں کی طرف رخ مت کرو، اور نہ ان کے دنیوی اسباب کی طرف، اس لیے دنیا اور اہل دنیا کی کوئی قیمت نہیں اور تمام مخلوق کے حق میں اپنا سینہ کشادہ رکھو، اس لیے کہ تم اس کے مکلّف ہو اور جب تم کوئی جملہ بولنا چاہو تو بولنے سے پہلے اس کو پرکھ لو۔ اس لیے کہ اس کو ادا کرنے سے پہلے تم اس کے مالک ہو اور اس کے نکل جانے کے بعد وہ تمھارا مالک اور تم اس کے قیدی ہو۔'' (مجالس رفاعیہ، سترھویں مجلس ص۱۱۰)

''سختی کے ساتھ نہیں، دھوکا اور فریب اور ظلم اور بڑائی کے ساتھ نہیں بلکہ نرمی اور خیر خواہی سے نصیحت کرو۔ تدبیر وحکمت سے راستے پر لاؤ۔ اس کا مضائقہ نہیں کہ تم جس بات کا حکم کرنا چاہتے ہو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بن کر صاف صاف کہو مگر صاف کہنے سے پہلے مخاطب کو سمجھا دو۔ کیونکہ سمجھی ہوئی بات خود ایک مقناطیس ہے، جو اپنی طرف کھینچنے والی ہے۔''

''سینے کی صفائی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کچھ بُرائی باقی نہ رہے، نہ دشمن کے لیے نہ دوست کے لیے اور نہ خدائے عزّ وجلّ کی کسی مخلوق کے لیے اور جب ایسی حالت ہوجائے گی تو وحشی جانور اپنے جنگلوں اور پہاڑوں کے غاروں میں اور پرندے اپنے آشیانوں اور بسیروں میں تم سے مانوس ہوجائیں گے۔'' (رفیع الشان ہے شان رفاعی ص۴۴)

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچہ جب دنیا میں آتا ہے تو حرص کے مارے مٹھی بند کیے ہوئے پیدا ہوتا ہے اور جب یہاں سے جاتا ہے ہاتھ پھیلائے ہوئے جاتا ہے۔ گویا زبان حال سے اقرار کرتا ہے کہ جس عارضی سامان کی اس نے حرص کی تھی اس سے خالی ہاتھ جا رہا ہے۔ نصیحت کے لئے بہت کافی ہے۔ عبرت حاصل کرنے کو موت بس ہے۔ (رفیع الشان ہے شان رفاعی ص۷۷)

فہرست مآخذ

(۱) حکمت رفاعی (ترجمہ کتاب الحکم مصنف حضرت سید احمد کبیر رفاعی) مترجم عبد الحلیم شرر، ناشر آئینہ ادب، انارکلی، لاہور ۱۹۶۷

(۲) سید الاولیا سید احمد کبیر رفاعی، مصنف مفتی جلال الدین احمد امجدی، ناشر کتب خانہ امجدیہ دہلی

(۳) ارشادات حضرت رفاعی، مصنف سید احمد کبیر رفاعی مترجم شاہ قادری سید مصطفےٰ رفاعی ندوی، ناشر الاصلاح، بنگلور (کرناٹک) ۱۹۹۲ء

(۴) مجالس رفاعیہ، مترجم شاہ قادری سید مصطفےٰ رفاعی ندوی، ناشر الاصلاح، بنگلور (کرناٹک) ۱۹۹۲ء

(۵) تذکرۂ حضرت رفاعی، مترجم شاہ قادری سید مصطفےٰ رفاعی ندوی، ناشر الاصلاح، بنگلور (کرناٹک) ۱۹۹۲ء

(۶) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال، مصنف سید احمد کبیر رفاعی مترجم ومرتب، شاہ قادری سید مصطفےٰ رفاعی ندوی، ناشر الاصلاح، بنگلور (کرناٹک) ۱۹۹۲ء

(۷) کبیر الاولیا رفاعی، ترجمہ نور احمدی، مترجم مولانا مفتی غلام علی ہمدم القادری الرفاعی ناشر سمنانی ادارہ شرعیہ گونڈہ (یوپی) سال اشاعت ندارد، اندازاً ۱۹۹۶

(۸) رفیع الشان ہے شانِ رفاعی مؤلف الحاج سید رضی الدین رفاعی، ناشر رفاعیہ ٹرسٹ کراچی سال طباعت ندارد

ملفوظات رفاعی : ایک تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر شہاب ظفر اعظمی، شعبۂ اُردو، پٹنہ یونیورسٹی، پٹنہ

سلسلۂ رفاعیہ کے امام حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی شہرت دوام اور قبولیت عام عطا کی کہ ان کا فیض زمان ومکان کے حدود و قیود سے باہر نکل کر دنیا کے دور افتادہ حصوں تک پہونچا، اور بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

> ''ان کی شہرت اپنے ملک اور اپنے زمانے کے حدود سے نکل کر دنیا کے دور دراز گوشوں اور بعید سے بعید تر زمانوں تک پہونچی''

امر واقعہ یہ ہے کہ ان کا سلسلہ آج بھی زندہ وتابندہ ہے اور ان کا چشمۂ فیض آج بھی رواں دواں ہے۔ انھیں جیسے بزرگان دین اور درویشانِ خدا مست کا فیض ہے، آج کے بدلتے ہوئے حالات میں بھی اسلام اپنی صحیح شکل وصورت میں موجود ہے۔

اولیاء اللہ کی دلنشیں باتیں اور پندونصائح کو اصطلاح میں ''ملفوظات'' کہا جاتا ہے۔ اولیا کے ملفوظات وفرمودات جو حسبِ ضرورت طالبین رشد وہدایت کے لیے زبان سے جاری ہوئے وہ عام فہم اور سادہ ہونے کے باوجود صلاح واصلاح کا سب سے مؤثر اور کارگر ذریعہ ثابت ہوئے۔ ''ملفوظات'' دل و دماغ پر گہرے اور دوررس اثرات مرتب کرتے ہیں، اس سے ایمان میں تازگی اور حرارت پیدا ہوتی ہے، عبادتوں میں دل جمعی اور سکون ملتا ہے، اخلاق و عادات میں جِلا پیدا ہوتی ہے، خدمت خلق کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، دنیا کی بے ثباتی و ناپائداری کا احساس ہوتا ہے، موت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور آخرت کی فکر غالب آجاتی ہے، بزرگان دین چونکہ فلسفہ اور منطق نہیں بگھارتے بلکہ وہ دل کی زبان میں بات کرتے ہیں اس لیے ان کی باتیں بھی سیدھے دلوں میں اترتی ہیں، دماغوں میں گھر کر جاتی ہیں اور پھر پورے وجود کو حرکت وعمل کے لیے تیار کرتی ہیں۔

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بزرگانِ دین کی باتوں کی اس تاثیر کے سبب فرماتے ہیں کہ ''قرآن وحدیث کے بعد کوئی کلام مشائخ طریقت کے کلام سے بلند و بالا نہیں ہے، کیونکہ ان کا کلام عمل وحال کا نتیجہ ہوتا ہے، محض یاد داشت اور قیل و قال کا ثمرہ نہیں ہوتا۔'' (ملفوظات فقیہ الاسلام ص ۲۵)

''ملفوظات رفاعیہ'' سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی کے ارشادات وفرمودات پر مشتمل ایک بیش قیمت اور وقیع کتاب ہے، حضرت رفاعی کو اللہ تعالیٰ نے بلند علمی وعملی مرتبہ پر فائز فرمایا تھا، اور زہد واستغنا، معرفت الی اللہ، عبادتوں کا اہتمام، شریعت کی حد درجہ پابندی، خدمت خلق کی صفت، حلم وبردباری، عفوودرگذر اور صبر وتوکل سے وافر حصّہ عطا فرمایا تھا۔

''ملفوظات رفاعیہ'' کا بیشتر حصّہ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر مشتمل ہے۔ جن میں اصلاح نیت، عقیدے کی درستگی، رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، صحابہ اور اہل بیت سے عقیدت ومحبت، تزکیہ نفس، اولیاء اللہ اور صالحین کی تعظیم، ذکر کی اہمیت، زہد کی حقیقت، حسن اخلاق، موت کی یاد، آخرت کی فکر اور دنیا کی زوال پذیری جیسے موضوعات شامل ہیں۔ حضرت رفاعی صرف بزرگ یا ولی نہیں تھے، بلکہ وہ بلند پایہ اور ذی استعداد عالم دین تھے۔ اس لیے ان کے ''ملفوظات'' کے ہر حصے پر قرآن وحدیث اور شریعت کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔ اکثر ان کے الفاظ میں حدیث کا کوئی ٹکڑا یا پھر اس کا خلاصہ ہوتا، ہر بات کو قرآن کریم کی آیت کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت کرکے بتانا ان کے ملفوظات کی بنیادی خصوصیت ہے۔ درج ذیل اقتباس دیکھیے:

سالک کے سلسلے میں فرمایا کہ ''اس کا پہلا قدم زہد ہے اور جس

کی بنیاد تقویٰ ہے، اور تقویٰ اللہ تعالیٰ کا خوف اور دانائی کی انتہا ہے اور یہ سب کچھ ارواح و اجسام کے امام سید مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل و جان سے اتباع میں پوشیدہ ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع آپ کے فرمان "انما الاعمال بالنیات" کو اچھے طریقہ سے اپنانا ہے۔"

آگے فرماتے ہیں: اس حدیث سے اور اس طرح کی دیگر احادیث سے معلوم ہوا کہ عمل کے نتائج نیت کی وجہ سے اچھے اور بُرے ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھی نیتوں کے ساتھ معاملہ کرو اور تمام حرکات و سکنات میں اس سے ڈرو، اور قرآن و حدیث میں متشابہات کے ظاہر کو تھامنے سے بچو، کیونکہ یہ بات کفر کی بنیادوں میں سے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے "**فأما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ** (**سورہ آل عمران**) وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اشتباہ کے پیچھے پڑتے ہیں، گمراہی چاہنے اور اس کا پہلو ڈھونڈنے کو"۔

ہر مکلّف پر لازم ہے کہ وہ آیات متشابہات پر ایمان رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔ اس نے یہ آیات اپنے بندۂ خاص ہمارے آقا و مولیٰ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی، اور ہم میں سے ہر آدمی کو آیات متشابہات کی تاویل و تفسیر کے علم کی فضیلت عطا نہیں فرمائی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے "**وما یعلم تاویلہ الا اللّٰہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنّا بہ کل من عند ربّنا**" (**سورۃ آل عمران**) اور اس کا ٹھیک پہلو اللہ ہی کو معلوم ہے اور پختہ علم والے کہتے ہیں، ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس ہے۔ آیات متشابہات کے حوالے سے سلف صالحین میں سے اہل تقویٰ کا مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آیات متشابہات کے ظاہر سے منزہ ہے اور ان کا مرادی معنیٰ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اسی میں دین کی سلامتی ہے۔" (ملفوظات رفاعیہ ص ۵،۴،۳)

غور کیجئے! حضرت رفاعی کے ایک ایک جملے سے علم کا دریا پھوٹتا نظر آ رہا ہے، بات سے بات نکلتی چلی جا رہی ہے، نکتے سے نکتے پیدا ہو رہے ہیں، اور ہر بات پر قرآن و حدیث کی دلیل، گویا مریدین کو نصیحت کے ساتھ ساتھ علم حدیث کا درس بھی دے رہے ہوں، اور مسائل و احکام بھی بتلا رہے ہوں۔ پورے ملفوظات کو آپ پڑھ جائیے ہر جگہ یہ رنگ غالب نظر آئے گا، میرے نزدیک حضرت رفاعی کے ملفوظات کی سب سے نمایاں خوبی یہی ہے، روزمرّہ پیش آنے والے واقعات اور عام حکایات سے قطع نظر قرآن و حدیث اور صحابہ کے سبق آموز واقعات پر ان کی نگاہ رہتی ہے۔

صحابہ اور اہل بیت کے سلسلے میں اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ ہمیں ان کے سلسلے میں زبان کو بند رکھنا چاہیے، عہد صحابہ میں جو جنگیں ہوئیں خواہ وہ جنگ جمل ہو یا جنگ صفین اس سلسلے میں ہمیں خاموشی اختیار کرتے ہوئے ہر ایک کو حق بجانب سمجھنا چاہیے، اور اپنے دماغ کے گھوڑے کو دوڑا کر خود کو گمراہ ہونے سے بچانا چاہیے، یہ ایسا نازک موضوع ہے جس پر بڑے بڑے مؤرخین اور عالم بھی اعتدال قائم نہیں رکھ سکے اور وہ جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے **اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم**۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پاؤ گے، اس موضوع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

"صحابہ کرام کے درمیان پیدا ہونے والی کشیدگیوں سے خاموشی اختیار کرنی چاہیے، ان کی خوبیاں اور ان کی محبت کا ذکر ہونا چاہیے، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو، ان سب سے محبت کرو ان کا اچھا ذکر کر کے برکتیں سمیٹو اور ان کے اخلاق سمیٹنے کی کوشش کرو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمھیں خوف خدا کی تلقین کرتا ہوں، نیز تمھیں اطاعت امیر کی تلقین کرتا ہوں، اگر چہ کوئی غلام تمہارا امیر بن جائے اس لیے کہ تم میں سے جو طویل حصہ تک زندہ رہا وہ (میرے اور میرے بعد کے دور میں) بہت تبدیلی دیکھے گا، تم پر میری اور میرے رشد و ہدایت والے خلق سنت کی اتباع لازم ہے، اور (دین میں بنیاد نہ رکھنے والے) نئے امور سے بچو کیونکہ ایسی ہر نئی چیز کا نتیجہ گمراہی ہے، اپنے دلوں کو (صحابہ کی محبت کے ساتھ) اہل بیت کرام کی محبت سے بھی منور کرو وہ کائنات کی تابندہ روشنیاں ہیں۔ اور چمکتے دمکتے آفتاب ہیں۔" (ملفوظات رفاعیہ ص ۱۲)

ولیوں اور بزرگوں کے بارے میں مرید اکثر غلو اور افراط و تفریط کے شکار ہو جاتے ہیں، مریدین ملفوظات میں اپنی طرف سے ایسے من

گھڑت واقعات اور کرامات ٹھونس دیتے ہیں جو سراسر بے بنیاد اور غلط ہوتے ہیں، حضرت رفاعی کی مجلس افراط سے پاک ہوتی اور آپ اکثر اپنے مسترشدین کو غلو سے بچنے کی تلقین کرتے، مندرجہ ذیل اقتباس دیکھیے:

حضرات ذی وقار! مراتب کا خیال کرو اور غلو سے بچتے رہو، لوگوں کو ان کے مقام پر رکھو، بنی نوع انسان میں سب سے اعلیٰ مرتبہ انبیا کا ہے اور انبیا میں سب سے اعلیٰ مرتبہ کے مالک ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے بعد سب لوگوں سے اعلیٰ مرتبہ آپ کے اہل بیت اور صحابہ کا ہے، اور ان کے بعد سب لوگوں سے اعلیٰ مرتبہ تابعین کا ہے، جو خیر القرون کے لوگ ہیں، یہ مراتب کا اجمالی بیان ہے۔ اور سنو! اپنی رائے ٹھونسنے سے بچو، اس امر نے بہت لوگوں کو ہلاکت میں ڈالا، اسلام میں فقط ذاتی رائے پر فیصلہ نہیں کیا جاتا، علمی تحقیقات میں اپنی رائے دو، اولیائے کرام کا ذکر اچھے لفظوں میں کرو، تم ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت نہ دو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے، لیکن اس فضیلت کو اس کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا، دعویٰ کی خصلت چھوڑ کر اولیا کے گروہ کی تائید کرو، سنت کو زندہ اور بدعت کو فنا کر کے محمدی طریقت کی بنیادیں مضبوط کرو۔'' (ملفوظات رفاعیہ ص۱۵)

صوفیا اور اولیا کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ہواؤں میں پرواز کرتے ہیں، سمندروں میں تیرتے ہیں اور ان سے خرق عادت ایسے کشف وکرامات کا ظہور ہوتا ہے جو بعید از قیاس وعقل ہوتے ہیں۔ ان کے سارے کام عام روش اور طریقے سے ہٹ کر ہوتے ہیں۔ یہ خیال سراسر غلط ہے، شریعت کی نظر میں بزرگ اور متقی وہی شخص ہو سکتا ہے جو اللہ کا جتنا قرب حاصل کرے، ولی کا ہر کام اور ہر عمل سنت نبوی کے مطابق ہونا چاہیے۔ وہ حقوق اللہ کی ادائیگی بھی کرتا ہو اور حقوق العباد سے بھی غافل نہ رہتا ہو اور ہر چیز کا مقصود رضائے الٰہی ہو۔ ملفوظات رفاعیہ میں کہیں کوئی ایسی بات یا واقعے کا ذکر نہیں ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ ولی ہواؤں میں اڑتے ہیں، البتہ اس بات پر بھی اہل سنت وجماعت کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض مقرب بندوں سے خرق عادت چیزوں کو بھی صادر فرماتا ہے، حضرت رفاعی بھی صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، لیکن صرف کرامت ہی بزرگی کا معیار نہیں بن سکتی، بلکہ بزرگیت کا معیار تو اتباع سنت ہے۔

جو جتنا بڑا ولی، متقی اور پرہیزگار ہوتا ہے وہ اپنے کو اتنا ہی کمتر سمجھتا ہے، حضرتِ رفاعی کی زندگی بھی اسی فنا فی اللہ کا مظہر ہے اور ان کے ملفوظات بھی انہیں خصوصیات کا آئینہ ہیں۔ ''ملفوظات رفاعیہ'' کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے:

حضرات گرامی قدر! میں کوئی نامی گرامی پیر نہیں ہوں، امت مسلمہ کا رہنما نہیں ہوں، صوفی وہ ہے جو اپنے باطن کو کائنات کی تمام کدورتوں سے پاک کرے اور اپنے آپ کو دوسروں سے منفرد نہ سمجھے۔ اللہ کے ولی کرامت کو یوں چھپاتے ہیں جیسے عورت حیض کے خون کو چھپاتی ہے، اے میرے بھائی! پانی پر چلنے، ہواؤں میں اڑنے کو اپنی ہمت کو انتہا نہ بناؤ یہ کام تو پرندے اور مچھلیاں بھی کر لیتی ہیں۔ اپنی ہمت کے پر سے اس منزل کی طرف پرواز کرو جس کی کوئی انتہا نہیں۔ کامل درویش کو جو خوشی اپنے خدا سے ہوتی ہے وہ اسے عرش سے لے کر فرش تک کسی چیز سے نہیں ہوتی۔ نعمت عطا فرمانے والے کو چھوڑ کر نعمت میں مشغول ہو جانا نفس کی کمینگی، ہمت کی پستی، اور معرفت کی قلت پر دلالت کرتا ہے۔'' (ملفوظات رفاعیہ ص۴۵)

شریعت کا حکم ظاہر پر نافذ ہوتا ہے، علمائے کرام شریعت کے اسرار و رموز بیان کرتے ہیں، حلال وحرام اور جائز و ناجائز کی تمیز سکھاتے ہیں، علمائے کرام کا مقام ومرتبہ بہت اونچا ہے، حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ایک عابد ہزار شیطان پر جتنے بھاری ہوتے ہیں ایک عالم تنہا اتنا بھاری ہوتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علما کو انبیا کا وارث اور زمین کا ''چراغ'' کہا ہے، حضرت رفاعی علما اور علما اور اولیا کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فقہا اور علما کی اسی طرح تعظیم کرو جیسے آپ اہل عرفان اور اولیا کی تعظیم کرتے ہیں، کیونکہ راستہ دونوں کا یک ہی ہے، علما ظاہری شریعت کے وارث اور اس کے احکام کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ وہی تو ہیں جو لوگوں کو احکام سکھاتے ہیں اور انہیں احکام کی پیروی سے واصل باللہ کہلانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہونچتے ہیں، اس لیے شریعت کی راہ سے ہٹ کر کوئی کوشش یا عمل بے فائدہ ہے، اگر کوئی عابد پانچ سوسال بھی غیر شرعی طریقے سے

عبادت کرتا رہے تو اس کی عبادت اس کے منہ پر مار دی جائے گی اور اس غیر شرعی عبادت کا بوجھ بھی اسی کی گردن پر ہوگا۔

حضرت امام مالک کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہونچنے کا کامیاب ترین اور قریب ترین راستہ یہ ہے کہ شریعت کے ستونوں کو علم و عمل کے ساتھ مضبوط کرو۔ اور اس کے بعد علم و عمل کے احکام میں پائی جانے والی گہرائیوں کے لیے کمر ہمت باندھ لو، عالم کی ایک مجلس ستر برس کی ایسی نفلی عبادت سے افضل ہے جو بغیر علم کے ادا کی گئی ہو، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے "**ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون** (سورۃ زمر۹) کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان۔ **ام ھل تستوی الظلمات والنور** (سورہ رعد۱۶) کیا برابر ہو جائیں گی تاریکیاں اور اُجالے۔ (ملفوظات رفاعیہ ص۸۳/۸۰)

اولیاء اللہ کا ایک بڑا امتیاز یہ ہے کہ ان کے فرمودات منطق و فلسفہ کی طرح ثقیل و پیچیدہ نہیں ہوتے، نادر و مشکل تشبیہات و استعارات سے دور بے تکلف، سادہ، صاف، آسان اور بالکل روزمرہ کی زبان میں ہوتے ہیں، مختصر سے جملے میں معرفت و حکمت اور عبرت و موعظت کا قیمتی خزانہ پوشیدہ ہوتا ہے۔ ان کی زبان ایسی ہوتی ہے کہ اہل علم بھی اس سے استفادہ کرتے ہیں اور معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی اس کو سمجھنے سے قاصر نہیں رہتے۔ "ملفوظات رفاعیہ" پر بھی اکابرین اولیا کا یہ پرتو صاف نظر آتا ہے، سادہ، سلیس اور دلنشیں زبان میں رشد و ہدایت کی باتیں اس انداز میں کہی گئی ہیں کہ باتیں کانوں کے پردے سے ہوتے ہوئے سیدھے دماغ و دل میں پیوست ہو جاتی ہیں۔

یہ اقتباس دیکھیے! جو شخص اربابِ حکومت کے ساتھ بیٹھے گا اس کے دل میں تکبر اور سنگ دلی بڑھ جائے گی۔ جو شخص مالداروں کے ساتھ بیٹھے گا اس کے دل میں دنیا اور اس کے ساز و سامان کی حرص بڑھ جائے گی۔ جو شخص درویشوں کے پاس بیٹھے گا اس کے دل میں قضا و قدر سے رضا بڑھ جائے گی۔ جو شخص بچوں کے ساتھ بیٹھے گا اس کے دل میں لہو و لعب کی محبت بڑھ جائے گی۔ اور جو شخص صالحین کے ساتھ بیٹھے گا اس کی اطاعت میں رغبت بڑھ جائے گی۔ اور جو شخص علما کے ساتھ بیٹھے گا اس کے علم اور تقوی میں اضافہ ہوگا۔ اور جو شخص فاسقوں کے ساتھ بیٹھے گا اس کے گناہ اور توبہ میں تاخیر بڑھ جائے گی۔ اخلاق کی کتب میں وارد ہوا ہے کہ عاقل کی محبت میں بیٹھنا دین، دنیا و آخرت میں برکت کا باعث ہے۔ احمق کے ساتھ بیٹھنا دین و دنیا کا خسارہ، موت کے وقت حسرت اور ندامت کا باعث اور آخرت میں خسارہ ہے۔ (ملفوظات رفاعیہ۱۰۲)

حضرت رفاعی کی مجلس تکلف و تصنع سے پاک ہوتی، اللہ والوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ ان کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا رہتا ہے، وہاں بڑے اور چھوٹے کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا، ہر ایک کو سوال کرنے اور اپنی بات کہنے کا حق ہوتا ہے، مجلس کا ماحول بہت پُر کیف، پُر نور، دوستانہ اور مخلصانہ ہوتا ہے۔ اگر کبھی کسی پر تبصرہ بھی ہوتا ہے تو اس کا مقصد عیب جوئی یا ان کی بُرائی ہرگز نہیں ہوتی۔ بلکہ انداز ناصحانہ اور خیر خواہانہ ہوتا ہے، حضرت رفاعی کے "ملفوظات" کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی مجلس بھی اسی انداز و رنگ کی ہوا کرتی تھی۔

ان کا عہد بہت نازک اور پُر فتن تھا، ایمان و عقیدے میں فساد پیدا ہو رہا تھا، احکام شریعت سے بے توجہی برتی جا رہی تھی، دین کے نام پر بدعت کو رواج دیا جا رہا تھا، علمائے کرام کی توہین ہو رہی تھی، انانیت اور خود پسندی پیدا ہو گئی تھی، عاجزی و انکساری ختم ہو رہی تھی، پورا معاشرہ فساد کی زد میں آچکا تھا، آپ ان چیزوں کا بغور مطالعہ فرماتے، اور اپنی مجلس میں عموماً مریدین کو انھیں باتوں کی تعلیم و تربیت دیتے۔ جن سے ان کا ایمان و عقیدہ مضبوط و مستحکم ہوتا، عبادتوں میں دلجمعی پیدا ہوتی، علما کی تعظیم کا جذبہ پروان چڑھنا، انسان کا رشتہ اپنے معبود سے گہرا اور مضبوط ہوتا، عجز و انکساری آتی، زہد و استغنا کی دولت نصیب ہوتی اور غرور و تکبر سے نفرت ہوتی، موت کی یاد تازہ ہوتی اور آخرت کی فکر لاحق ہوئی۔ حضرت رفاعی کے "ملفوظات" میں یہ باتیں بڑے مؤثر اور خوبصورت انداز میں پیش کی گئی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ "ملفوظات رفاعیہ" اپنے عہد کا آئینہ بھی ہے، اور رشد و ہدایت کا سرچشمہ بھی، یہ مسائل و احکام کا خزینہ بھی ہے اور تعلیم و تربیت کا نسخہ بھی۔ آج کے پُر فتن اور ظلمت آمیز دور میں اس کی افادیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ ان پند و نصائح اور تعلیم و تربیت سے بھرپور ملفوظات کی ہمارے معاشرت کو بے حد ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

ارشادات رفاعی قدس سرہٗ کی معنویت

غلام مصطفیٰ رضوی، مدیر یادگار رضا ممبئی - ڈائرکٹر نوری مشن مالیگاؤں

اشاعت دین متین میں صوفیاے کرام و اولیاے عظام کا نمایاں کردار رہا ہے۔ اسلامی تاریخ کا جائزہ لے لیجیے۔ مسلمانوں کا اقتدار حکما و سلاطین کی بے راہ روی سے زوال پذیر بھی ہوا لیکن اولیا و صوفیا کا مشن کامیابی کے ساتھ جاری رہا۔ غلامی کے عہد میں، جور و ستم کے دور میں، جب کہ اربابِ حق کو ستایا گیا، دین کے معمولات پر قدغن لگایا گیا ایسے پر آشوب دور میں اولیائے کرام کا کام جاری رہا۔ ہر مصیبت برداشت کی لیکن دینِ حق کی دعوت برابر جاری رکھی۔ وہ کیا اسباب تھے جن کی بنیاد پر اولیا ثابت قدم رہے...... استقامت اور طریقۂ نبوی علیہ الصلاۃ والسلام پر ثابت قدمی و سنت کا پاس و لحاظ۔

اولیاے کرام کے مشن میں جو جو ہر کام کرتا رہا ہے وہ کوئی ہتھیار نہیں بلکہ گفتار و ارشاد کی قوت ہے۔ بڑی بڑی تقریروں سے وہ فائدہ نہیں ملتا جو کسی ولی کامل کے چند ارشادات سے ملتا ہے۔ اسی ذیل میں اولیاے کرام کے ملفوظات آتے ہیں۔ ان کی ایک تاریخ رہی ہے جو بعد کو ایک فن کی شکل اختیار کر گئی۔ ملفوظات کی اہمیت اب بھی ہے، صوفیا کا مشن کئی جہات سے جاری ہے، ایک طرف ان کی روحانیت کام کر رہی ہے تو دوسری طرف ان کے ارشادات کی معنویت ذہنوں کو اپیل کر رہی ہے۔

ملفوظات و ارشادات کی روایت ہمارے یہاں فارسی سے آئی، مشائخ چشتیہ کے ملفوظات اس خصوص میں پیش کیے جا سکتے ہیں، صدیوں قبل انھیں حیطۂ تحریر میں لایا گیا۔ اردو کا آغاز ہی مشائخ و صوفیا کی تعلیمات سے ہوا۔ جنوبی ہندوستان میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کا تصوف پر ایک رسالہ پیش کیا جاتا ہے، اسی طرح حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی کے ملفوظات بھی اہمیت رکھتے ہیں، گو کہ ان کی زبان باضابطہ اردو نہیں لیکن یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اردو زبان کا آغاز صوفیا کی تعلیمات سے ہوا۔ ترجمہ کے حوالے سے بھی یہ روایت قدیم ہے کہ ارشادات اولیا کو اردو کا جامہ پہنایا گیا۔ مختلف شکلوں میں ملفوظ نگاری کی تاریخ ہمیں ملتی ہے اور اس سے ملفوظات کی فنی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔

مواعظ و ارشادات کے ذریعے مخلوق کی تربیت اولیاے کرام کی خصوصیت رہی ہے، کبیر الاولیا حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ (۵۱۲ھ-۵۷۸ھ) کے مواعظ تو کافی اہمیت و تاثیر رکھتے ہیں۔

حضرت رفاعی قدس سرہٗ کا کردار روشن تھا، گفتار میں بانکپن تھا، ہر ہر ادا طریقۂ مصطفوی علیہ الصلاۃ والسلام کی غماز تھی۔ کوئی کام شریعت سے باہر نہ تھا۔ خود بھی پابندی شرع کا اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی تعلیم فرماتے۔

انھوں نے اپنی کرامتوں کا اظہار راہِ استقامت کو استوار کرنے کے لیے کیا۔ عملی زندگی پیش کی۔ جس میں نجات کا پیغام تھا، حق کا جوہر تھا، فکر کی درستی کا پیام تھا۔ کردار کی تابندگی کا نسخۂ کیمیا تھا۔ انھوں نے دنیا میں رہ کر بے رغبتی سکھائی، طمع، حرص، لالچ، مال، دولت، مفاد، شہرت، جاہ جیسے عوامل سے دوری کا درس دیا۔ ان کا فقر اختیاری تھا، اضطراری نہ تھا، ان کی قناعت ان کی مرضی مولا میں رضامندی کی نشان دہی کرتی ہے، عزیمت اختیار کی۔ اصحابِ جاہ و اربابِ ثروت قدموں میں جبیں رکھتے لیکن انھوں نے اپنی ذات کو اپنے مولا کے سپرد کر دیا تھا، دنیا ان کے قدموں کو مضمحل نہ کر سکی۔ استقامت کا یہ عالم کہ شریعت کی راہ سے انحراف دیکھا تو برملا جو حق تھا کہا، اس میں یہ نہ دیکھا کہ مرتکب صاحبِ ثروت ہے، صاحبِ عز و جاہ ہے۔

ویسے بھی حضرت رفاعی قدس سرہٗ کا دور بڑا لرزا خیز تھا، فلاسفہ کے فتنوں نے الگ ہنگامہ مچا رکھا تھا، یہودیوں کی ریشہ دوانیاں عروج

پر تھیں، صلیبیوں نے اسلامی مملکت کی تاراجی کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ حکم راں اقتدار کے نشے میں چور اپنے معبود حقیقی کے احکامات فراموش کیے بیٹھے تھے، قرامطہ کا الگ زور تھا، عراق فتنوں کی آماج گاہ بنا ہوا تھا۔ ایسے نازک دور میں آپ نے اسلام کی فصیل کی حفاظت اپنے کردار کی جولانی اور افکار کی تابانی سے کی۔ آپ کی روحانی بصیرت نے حوادث کی زد پر ایمان کے بجھتے چراغوں کو سہارا دیا اور من کے اندھیروں کو دور کر کے ایمان کے اجالے پھیلائے۔

آیئے! آپ کے ارشادات کی ایک جھلک دیکھتے ہیں جن میں حیات کی درخشانی ہے، زندگی کا فلسفہ ہے، باطن کی صفائی کا ساماں ہے، خیالات کے لیے انقلابی لائحۂ عمل ہے۔ الغرض آپ کے ارشادات میں سنت نبوی اور طرق صالحین کا دستور العمل پنہاں اور ایک آفاقی فکر نہاں ہے۔

متابعت اور پیروی:

اللہ اللہ! اس رسول اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو ہمارے پاس تمام عالم کے لیے رحمت، مخلوق پر حجت اور موحدین کے لیے نعمت بن کر تشریف لائے ہیں متابعت اور کامل پیروی کرو۔ (شان رفاعی، ص ۴۳)

اخلاق نبوی:

اپنے اخلاق کو پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق کر جو حسبِ ذیل ہیں:

عادت میں نرمی، مذاق نیک، نہایت برد بار، بڑا معاف کرنے والا، برداشت کرنے والا، مصیبتوں پر صبر کرنے والا، اللہ پر بھروسا رکھنے اور اس سے مدد چاہنے والا، فقیروں اور ضعیفوں کا دوست، اور حرام باتوں پر برہم ہو جانے والا۔ (حکمت رفاعی، ص ۷۔۸، ملخصاً)

تعظیم نبوی:

بزرگو! اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کو بہت ہی بڑی شان سمجھو۔ آپ ہی واسطہ ہیں اور وسیلہ ہیں مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان آپ ہی نے خالق و مخلوق کا فرق بتایا ہے...... (شان رفاعی، ص ۵۲)

حضرت رفاعی قدس سرہٗ کے ملفوظات میں عقیدے کی پختگی کی تعلیم جا بہ جا ملتی ہے، آپ نے صحتِ عقیدہ پر خاصا زور دیا۔ عظمت و شانِ نبوی کے سلسلے میں کسی کی رو رعایت نہیں کی بلکہ ساری زندگی ناموس رسالت کے تحفظ کا پیغام عام کرنے میں گزاری۔ آپ کا عقیدہ وہی تھا جسے موجودہ دور میں بعض فرقے بریلی سے منسوب کرتے ہیں جسے اہل سنت و جماعت کہا جاتا ہے، سوادِ اعظم کی مقدس و پاکیزہ اور نجات یافتہ جماعت سے جانا جاتا ہے۔

مخلوق سے سلوک:

جو شخص خدا کی مخلوق پر دست درازی کرتا ہے خدا کے نزدیک اس کا ہاتھ چھوٹا ہوتا ہے اور جو خدا کے بندوں کے مقابل غرور کرتا ہے، وہ اس معبود برحق کی نظر سے گر جاتا ہے۔ (حکمتِ رفاعی، ص ۳۷)

صوفی اور عارف:

صوفی وہ ہے جس کے نفس کا آئینہ ایسا صاف ہو گیا کہ اسے دوسروں پر اپنی فضیلت نہیں نظر آتی۔ (حکمت رفاعی، ص ۳۹)

عارف کی پہچان یہ ہے کہ اپنے حال کو چھپائے اور بات سچی کہے اور امید و آرزو کے پھندے سے چھوٹ جائے۔ (حوالۂ سابق، ص ۳۹۔۴۰)

علم:

علم وہ ہے جو تجھے جہالت کی حالت سے نکال دے، غرور کے مقام سے دور کرے اور اولوالعزم لوگوں کی راہ پر لگائے۔ (حوالۂ سابق، ص ۴۰)

جب تم میں سے کوئی شخص نیک چیز سیکھے تو اس کو لازم ہے کہ دوسرے لوگوں کو بھی سکھائے۔ (شان رفاعی، ص ۴۲)

شیخ کون؟

شیخ وہ ہے جو اپنی نصیحت تیرے ذہن نشین کر دے...... شیخ وہ ہے جو تجھے قرآن و حدیث کے راستے پر لگائے اور نئی باتوں اور بدعتوں سے الگ کرے...... شیخ وہ ہے جس کا ظاہر و باطن شرع (شریعت کے مطابق) ہو۔ (حکمت رفاعی، ص ۴۰)

شیخ و مرشد وہی ہے جو اپنے مرید کا نام بروں کے دفتر سے دور کر کے نیکوں کے دفتر میں لکھ دے۔ (کبیر الاولیا رفاعی، ص ۱۴۸)

ولی:

اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا،

ولی وہ ہے جو اللہ سے محبت رکھتا ہے، اس پر ایمان رکھتا ہے اور تقویٰ پر کاربند ہے پس جس کو اللہ سے محبت ہے اس سے دشمنی نہ کرو۔ (حوالۂ سابق، ص۵۴)

خوف واخلاص:

خدا کے ملک میں سب سے اچھا رفیق خوفِ خدا ہے، اور سب سے اچھی شوکت اخلاص ہے۔ (حکمت رفاعی، ص۴۲)

وسیلہ اور درود:

اگر تو خداوند جل وعلا کی طرف دوڑتا اور اس کی درگاہ میں التجا کرتا ہے تو اس بارے میں حضرت حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وسیلہ قرار دے اور جہاں تک ممکن ہو زیادہ تر درود وسلام کو وِردِ زبان کر۔ (حوالۂ سابق، ص۹۵۔۹۶)

پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجنا پُل صراط پر گزرنے کو آسان اور دعا کو قبول کرتا ہے۔ (حوالۂ سابق، ص۶۴)

آل واصحاب کی محبت:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیت کی تعظیم کر......حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کی محبت کو دل میں محفوظ رکھ اس لیے کہ وہ ہدایت کے چراغ اور رہ نمائی کے تارے ہیں۔ (حوالۂ سابق، ص۹۹)

حضرت رفاعی قدس سرہٗ کے اس ارشاد کی ترجمانی امام احمد رضا محدث بریلوی نے بڑے خوب صورت انداز میں اس شعر میں کی ہے:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

دوستو! اپنے دلوں کو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آلِ کرام کی محبت سے بھی روشن کرو، کیوں کہ یہ حضرات وجود کے چمکتے ہوئے انوار اور سعادت کے روشن آفتاب ہیں۔ (شان رفاعی، ص۵۳)

صحابۂ کرام سب کے سب ہدایت پر ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) حضور آقا ومولا تاج دار انبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کرلوگے ھدایت پالوگے۔ (حوالۂ سابق)

وقت اور قلب:

اپنے قلوب اور اوقات کی نگہ داشت کرو کیوں کہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی یہی دو چیزیں ہیں: وقت اور قلب......اگر تم نے وقت کو فضول ضایع کیا اور دل کی جمعیت کو برباد کر دیا تو تم فوائد سے محروم رہ گئے، اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اور غفلت میں مبتلا ہو جائے، اللہ کی یاد اور اطاعت وعبادت سے کسی وقت خالی ہو جائے۔ (حوالۂ سابق، ص۵۹)

ارشادات وملفوظات رفاعی کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو ایک وسیع دستور العمل سامنے آئے گا جس میں حیات انسانی کا کوئی گوشہ تشنہ اور محروم نہیں، آپ کے ملفوظات میں ایک طرف مضطرب روح کے لیے قرار ہے تو دوسری طرف اخلاق وکردار کی تابنا کی کا مکمل لائحۂ عمل بھی ہے۔ علوم وفنون کے جہات پر آپ کے مواعظ وارشادات کو پرکھا جائے تو علم وحکمت کے سیکڑوں آبشار پھوٹتے نظر آئیں گے، علوم وفنون کی ایک پوری کہکشاں سجی دکھائی دے گی۔ آپ کی تعلیمات میں سبھی کے لیے رہ نمائی ہے، خوشہ چینانِ علم کو چاہیے کہ ارشادات رفاعی قدس سرہٗ سے استفادہ کر کے قوم کے لیے ایک اصول مرتب کریں، فکر وبصیرت کے لیے تعمیر کا سامان فراہم کریں تا کہ دل کی دنیا روشن اور فکر کی دنیا تاباں ہو جائے۔ آپ کے افکار میں آخرت کا پیغام اور کام یاب اسلامی زندگی کا فلسفہ ہے، اور یہی پہلو آپ کی عظمت کی تفہیم کے لیے کافی ہے، کیوں کہ آپ نے من کی تعمیر کی ہے، اور معبود حقیقی سے عبد کے رشتے کو استوار کرایا ہے:

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر وموجود سے بے زار کرے

☆☆☆☆☆

سلام

از جناب زاہد رفاعی صاحب

اے میرے پیشوا! سلام و علیک
رہبرو رہنما! سلام و علیک
سرور دو جہاں کے لخت جگر
نسل مشکل کشاء سلام و علیک

بقیہ اگلے مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں.....

حضرت رفاعی کی بابرکت تعلیمات

ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ۱۱۴ جسولی، بریلی شریف

داعی اعظم ہر زماں، مُحسنِ اعظم انسانیت، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین، اولیائے کاملین کی تو یہ شان ہے کہ ان کا ہر نقشِ قدم خدا کا راستہ یعنی صراط مستقیم ہوتا ہے، یہ حضرات اللہ تعالیٰ کے احسان یافتہ بندوں میں شامل ہوتے ہیں۔

چونکہ ان صاحبانِ عظمت کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کا آئینہ ہوتی ہے لہٰذا ان کا ہر قول وفعل وعمل یہاں تک کہ ان کی حیات کا لمحہ لمحہ عالم انسانیت کے لئے ایک درس ہوتا ہے کہ اِس سبق کو پڑھ کر جو یاد کر لے وہ بھی ان کے فیوض و برکات کے صدقے میں مرد کامل کا درجہ حاصل کر لے۔

اللہ عزوجل کے ایک ایسے ہی احسان یافتہ بندے، مصطفیٰ جان رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اولاد اور ایک نائب سید الاولیاء حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابرکت تعلیمات، ان کی روحانیت وولایت اور ان کے فیوض و برکات کا نور عرب، مصر، عراق، شام اور دیگر بلاد اسلامیہ تک پھیلا ہوا ہے۔ گو برصغیر ہند میں سلسلہ ہائے قادریہ و چشتیہ کی زیادہ دھوم ہے لیکن رفتہ رفتہ یہاں بھی سلسلہ رفاعیہ بھی اپنے قدم جما رہا ہے۔ بھارت کے مشہور شہر بڑودہ، سورت، گجرات و ممبئی کی خانقاہ رفاعیہ کے سجادہ نشین عزت مآب حضرت سید شاہ کمال الدین مظہر اللہ الحسنی الحسینی المسوی الرفاعی صاحب مدظلہ سلسلہ رفاعیہ کے فروغ واشاعت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

شخصیت :

انسانی شخصیت انسان کے علم وعمل واخلاق وکردار سے بنتی ہے اور اس پر فضل الٰہی اور کرم رسالت پناہی کا سایہ بھی ضروری ہے۔

ابتدا سے ہی حضرت سیدنا رفاعی رضی اللہ عنہ کی دور دور تک شہرت ہوگئی تھی۔ آپ کے گرد ہمہ وقت معتقدین ومتوسلین اور حاجت مندوں کی بھیڑ رہا کرتی تھی لیکن آپ نے اپنی شہرت ومقبولیت پر کبھی فخر وناز نہ کیا اور ہمیشہ انکسار وتواضع کا ثبوت دیتے رہے۔ آپ کے اخلاق و عادات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا مکمل نمونہ تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ’’میں نے سلوک ومعرفت کے سب طریقوں کو دیکھا اور غور کیا لیکن تواضع اور انکساری سے بہتر مجھے کوئی طریقہ نظر نہ آیا اس لئے میں نے اسی کو اپنے واسطے پسند کیا۔‘‘

آپ کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ تھی اور آپ اپنے مریدین و معتقدین کو بھی اتباع سنت کی تاکید فرماتے تھے۔ دنیاوی کروفر اور عیش وآرام سے سخت نفرت تھی اور بدعات ومنکرات کے رد بلیغ میں آپ کو شاں رہتے تھے۔

آپ مجلس کی صدر جگہ میں کبھی نہیں بیٹھتے تھے اور نہ کبھی سجادہ پر تواضعاً بیٹھتے۔ (بہجۃ الاسرار ص ۲۳۷)

بابرکت تعلیمات رفاعیہ :

ہمارے اسلاف کی یہ شان رہی ہے کہ جو انھوں نے دوسروں کے لیے کہا ہے یا بتایا ہے یا جو تعلیم دی اس پر خود عمل پیرا رہے ہیں۔

حضرت شیخ سلطان الاولیاء سیدنا شیخ احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی یہی شان تھی۔ آپ خود فرماتے ہیں: ’’میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میں خود کرتا ہوں۔‘‘ (ارشادات رفاعی ص ۲۲)

حضرت سیدنا رفاعی نور اللہ مرقدہ کے رموز وحکمت، ملفوظات، و ارشادات یعنی آپ کی زریں اور بابرکت تعلیمات کے بیان اور ان کی شرح کے لیے دفتر کے دفتر درکار ہوں گے اور وہ بھی ہما شما اور مجھ جیسے ہیچ مداں و بے بضاعت کے لئے یہ کار دارد ہے۔ ہاں! سرکار رفاعی کے فیض و برکات کے حصول کے لیے ان ہی کی روحانیت اور توجہ کے سبب ان کی چند تعلیمات جمیلہ وجلیلہ پیش کر رہا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بارے میں عقیدہ :

اللہ عزوجل جسم وجسمانیت، زمان ومکان و جہت اور ہر نقص سے پاک ہے۔ کتاب وسنت میں اگر اللہ کے لیے ہاتھ اور آنکھ یا نزول وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں تو اسی کتاب وسنت میں اس جیسی دوسری نصوص ہیں لہٰذا اسلاف صالحین کی طرح یوں کہا جائے کہ ہم ان متشابہات کے ظاہر پر ایمان لاتے ہیں اور مراد کے علم کو اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کے عیوب سے پاک بھی سمجھتے ہیں۔ پیشوایان سلف اسی راستے پر چلتے رہے۔(البرہان المؤید ص۱۴)

محبت اہل بیت کی تاکید :

دوستو! اپنے دلوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی محبت سے بھی روشن کرو کیونکہ یہ حضرات وجود کے چمکتے ہوئے انوار اور سعادت کے روشن آفتاب ہیں۔ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اس کو رسول اللہ کے اہل بیت سے بھی محبت ہوگی۔(ایضاً ص ۱۸)

اہل سنت ہی ناجی فرقہ ہے :

حضرت سیدنا رفاعی نوراللہ مرقدہ فرماتے ہیں : حضرت رب العزت نے بعض اہل بدعت اور گمراہوں کو اس کام پر مسلط کیا ہے کہ جھوٹ بولیں اور بزرگوں کے کلام میں افترا پردازیاں کریں۔ انہوں نے ان کے کلام میں ایسی ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جن کی خود انھیں بھی خبر نہ تھی۔ بعض لوگوں نے ان کی پیروی کی اور بدتر گناہوں میں مبتلا ہو گئے۔ خبردار! ایسے لوگوں سے بھاگ اور اعلیٰ فراتب حاصل کرنے کے لیے حضرت پیغمبر صلی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامن کو پکڑ اور شرع شریف کو نظر کے سامنے رکھ، اجماع وقت کی شاہراہ تجھ پر آشکارا ہے اور اہل سنت کے گروہ سے جو کہ مسلمانوں میں نجات پانے والا فرقہ ہے دور نہ ہو۔''(حکمت رفاعی ص۶)

چند دیگر اقوال زریں اور تعلیمات جمیلہ:

(۱) جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گیا، اللہ سے مل گیا اور جو آپ سے جدا ہوا اللہ سے جدا ہوا۔

(۲) شریعت وطریقت کا وجود ایک دوسرے سے الگ نہیں۔

(۳) اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا یہ راستہ ہے (۱) شریعت پر مضبوطی کی ساتھ چلنا (۲) صرف اللہ کا طالب بننا (البرہان المؤید ص نمبر۱۹، ۲، ۷۷، ۷۹)

(۴) جو لوگوں پر اپنی بڑائی ظاہر کرتا ہے وہ خدا کی نظر میں گر جاتا ہے۔

(۵) احسان کا شکر ادا کرنا اچھے لوگوں کا کام ہے۔

(۶) میں نے بھوک سے بڑھ کر نفس کی خواہشوں کو مٹانے والی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

(۷) اپنی زبان اور کانوں کو بُری باتوں سے کہنے اور سننے سے محفوظ رکھ۔

(۸) تقرب الٰہی کے لیے اپنے نفس کو خدا کی رضامندی کے موافق کر۔

(۹) خدا کی رحمت سے ناامید وار اور اس کی مہربانی سے مایوس نہ ہو۔ (ص۸تا۱۹، رموز رفاعیہ)

(۱۰) عقل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ انسان جھوٹی انانیت سے الگ ہو جائے۔

(۱۱) عارف کو ہر وقت اپنے عیوب اور گناہوں کی فکر لگی رہتی ہے۔

(۱۲) اپنے بال بچوں کی خدمت اللہ کو راضی کرنے کے لیے کرو اپنے نفس کی لذّت کے لیے نہ کرو۔

(۱۳) اپنی دعائے حاجت میں محبوبان الٰہی کو وسیلہ بنا سکتے ہو مگر ہر کام میں اللہ کی توحید کو ملحوظ رکھو۔

اے حضرت سیدنا شاہ احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ! آپ کو عظمتِ ولایت وروحانیت کو سلام۔ آپ کے علو مرتبت کو سلام۔ آپ کے علم وفضیلت کو سلام۔ بارگاہ الٰہی و بارگاہِ رسالت پناہ میں آپ کی قربت ومحبوبیت کو سلام، آپ کے رموز وحکمت کو سلام!

☆☆☆☆☆

بزم غوث و قطب کے صدرِ نشیں
خسرو اولیاء سلام و علیک
کاش امِّ عبیدہ پہنچادے
میرا بادِ صبا سلام و علیک
آپ قبر نبی پہ جب پہنچے
اور ادب سے کیا سلام و علیک

(بقیہ اگلے مضمون کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں...)

سید احمد کبیر رفاعی اور تعلیمات تصوف

مفتی محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی، استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم، امابعد!

واقف اسرارِ طریقت، عارف باللہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان (ولادت: یکم رجب المرجب ۵۱۲ھ۔ وفات: ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۵۷۸ھ) عالم اسلام کی اس عظیم المرتبت اور نابغۂ روزگار ذات کا نام ہے جس نے اپنی حیات مستعار کا لمحہ لمحہ یادالٰہی، ذکرالٰہی، ترویج عشق رسالت پناہی اور تبلیغ فکر اسلامی میں گزار دیا اور خلق کثیر کو اپنے فیضان علمی وروحانی کا وافر حصہ عطا فرمایا۔ گم گشتہ راہوں کو نشان منزل عطا کیا، سیاہ قلوب وافکار کو عشق ووارفتگی اور علم و مشاہدہ کی نورانیت بخشی، وہ فیض یافتہ بھی تھے اور فیض رساں بھی، وہ صوفی باصفا بھی تھے اور صوفی گر بھی، ان کی مجالس کے حاضر باش تشنہ لب آتے اور جام عشق کی حلاوت کا خوب خوب لطف اٹھاتے، فیض رسانی کا یہ سلسلہ تادم وفات جاری رہا۔

سیدی احمد کبیر رفاعی قدس سرہ العزیز کا شمار اکابر اولیا میں ہوتا ہے، امام اجل ابوالحسن علی بن یوسف نورالملت والدین لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز اپنی مشہور تصنیف بہجۃ الاسرار شریف میں فرماتے ہیں:

''حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارانِ مشائخ و اکابر عارفین واعاظم محققین وافسران مقربین سے ہیں جن کے مقامات بلند اور عظمت رفیع اور کرامتیں جلیل اور احوال روشن اور افعال خارق عادات اور انفاس سچے، عجیب فتح اور چمکانے والے کشف اور نہایت نورانی دل اور ظاہر تر سر اور بزرگ تر مرتبہ والے۔'' (بہجۃ الاسرار شریف، مصری، ص ۳۳۵)

اللہ عزوجل اپنے جس بندے کو برگزیدگی اور رفعت وسرفرازی کے لیے چن لیتا ہے وہ بندۂ خدا یقینی طور پر اس لائق ہوتا ہے کہ اسے منتخب کیا جائے، اللہ عزوجل کا ہر کام مصلحت سے پر ہوتا ہے، حکمت سے بھرا ہوتا ہے، اس کی ذات سے کسی خطا یا لغزش کا سرزد ہو جانا محال قطعی ہے، وہ کوئی غلطی کر ہی نہیں سکتا، حضور سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ کو اللہ نے ولایت کے لیے چنا، قطبیت کے لیے منتخب فرمایا تو وہ بجا طور پر اس لائق تھے کہ ولی کامل بن جائیں اور قطب زماں بن کر مخلوق خدا کی رہبری کا فریضہ باحسن وجوہ انجام دیں، اب اس ذات والا صفات کی جلالت شان اور عظمت و بزرگی کو نہ تو زمانہ جھٹلا سکتا ہے اور نہ ہی تاریخ ان کی قدر شناسی میں کوتاہی کر سکتی ہے، حتی کہ چودھویں صدی ہجری کے مجدد اعظم، فقیہ اسلام، عالمی تاریخ داں اور منفرد المثال دور بین مفکر اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کی ذات بابرکات کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور ان کی قدر و منزلت کو نمایاں کیا ہے، فرماتے ہیں:

''حضرت عظیم البرکت سیدنا احمد کبیر رفاعی قدس اللہ بسرہ الکریم بے شک اکابر اولیا واعاظم محبوبان خدا سے ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ مترجم ص ۳۶۹ ج ۲۸، مطبوعہ گجرات وممبئی)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قطبیت کے تعلق سے امام احمد رضا قادری نے فتاویٰ رضویہ شریف میں سیدنا نورالملۃ والدین ابوالحسن علی شطنوفی قدس سرہ کی کتاب جلیل ''بہجۃ الاسرار و معدن الانوار'' کے حوالے سے ایک بڑی اہم اور قابل استناد عبارت پیش فرمائی ہے۔ ہم اس عبارت کا اردو ترجمہ قارئین کے روبرو ذکر کرتے ہیں، اس سے پہلے یہ جان لیں کہ مذکورہ کتاب بہجۃ الاسرار شریف انتہائی قابل اعتماد اور بین المحققین بڑی مستند تسلیم کی جاتی ہے، جس کے بارے میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے رسالہ مہدۃ الاسرار میں فرماتے ہیں: (ترجمہ از عربی)

''کتاب عزیز''بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار'' قابل اعتبار، پختہ اور مشہور ومعروف ہے،اس کتاب کے مصنف علیہ الرحمہ مشہور علما ومشائخ میں سے ہیں، آپ کے اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان دو واسطے ہیں۔'' (زبدۃ الآثار ص۵، بحوالہ فتاویٰ رضویہ)

اب اس عظیم المرتب اور معرکہ آرا کتاب کا وہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں جو حضرت رفاعی کی قطبیت کی حقیقت بیان کرتا ہے: (ترجمہ از عربی)

''جن کی قطبیت کا ذکر کیا جاتا ہے ان میں سے ایک شیخ احمد بن ابوالحسن رفاعی ہیں جو سرزمین بطائح کے قریہ اُم عبیدہ میں ساکن تھے اور وہاں ہی ۵۷۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (بہجۃ الاسرار، مصری، ص ۲۳۵ تا ۱۳۷)

سن ولادت کی تحقیق

بزم رفاعی، خانقاہِ رفاعیہ، بڑودہ، گجرات سے مطبوع ایک کتاب ''تذکرۃ المحققین'' (مصنف خلیفہ سید احمد کبیر رفاعی حضرت سید احمد زاہد رفاعی قدس سرہ) کا اردو ترجمہ ''عظمت رفاعی'' (مترجم مولانا محمد ابراہیم آسی، خلیفۂ رفاعی، بمبئی) ہمیں موصول ہوئی، کتاب کی ورق گردانی سے یہ انکشاف ہوا کہ ترجمہ بڑی عرق ریزی، کامل مہارت اور پوری ہوش مندی کے ساتھ کیا گیا ہے اور انتہائی عمدہ ترجمہ نگاری کا ثبوت پیش کیا گیا ہے جس کے لیے میں مترجم موصوف کو مبارک باد دیتا ہوں، اصل کتاب سے پیشتر پانچ صفحات میں حضور سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کی اجمالی سوانح حیات دی گئی ہے، جس میں حضور سید احمد رفاعی علیہ الرحمہ کی ولادت سن ۵۱۲ھ مندرج ہے اور تحریر کیا گیا ہے کہ یہی سن مشہور ہے۔

حضور سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ العزیز اپنے عہد کے عبقری، حقیقت شناس، معرفت آگاہ اور تصوف وطریقت کے رموز واسرار سے کامل واقفیت رکھنے والے مرد حق تھے، جن کی متصوفانہ تعلیمات اور عارفانہ کلام کو بطور استناد پیش کیا جاتا ہے جس میں ایک طالب حق مبتدی کے لیے حقیقت تصوف کے جواہر کی رنگینیاں ملتی ہیں اور وصول الی اللہ کے رموز پوشیدہ نظر آتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعلیمات تصوف پر خامہ فرسائی سے قبل حقیقت تصوف اسلامی پر چند سطور تحریر کردیے جائیں تاکہ قاری کو تشنگی کا احساس پریشان نہ کرے اور وہ شبہات کی بھول بھلیا میں سرگشتہ نہ دکھائی دے۔

حقیقت تصوف : ایک جائزہ

اسلامی تصوف ایک ناقابل تردید حقیقت کا نام ہے جس کا رشتہ دین ومذہب سے انتہائی گہرا ہے تعلیمات تصوف و رموز طریقت کو کسی بھی طرح اسلام وسنت سے علاحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن عظیم نے نبی اکرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منصب نبوت ورسالت اور بعثت نبوی کے جو تین مقاصد بیان کیے ہیں، وہ تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ اخلاق ہیں اور آپ نے اس عظیم ذمہ داری کو باحسن وجوہ انجام دیا، لیکن چوں کہ آپ کے بعد آنے والی نسلوں کو بھی ان کی ضروت ہے اور کتاب اللہ قرآن مجید ابدالاباد تک کتاب حکمت ہے۔ لہٰذا قرآن کریم کی تعلیمات وہدایات کو سمجھنے اور ان پر خلوص کے ساتھ عمل کرنے کے لیے **وکونوا مع الصادقین** کی تلقین کے ذریعہ اللہ والوں کی معیت و تربیت کو ضروری قرار دیا گیا، قرآن حکیم میں جہاں جہاں صادقین، مخلصین، محسنین، خائفین، عابدین، ابرار، مقربین جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان سے صاحب کتاب اللمع نے وہی لوگ مراد لیے ہیں جنھیں بعد میں اہل تصوف کہا گیا ہے۔ (بحوالہ تاریخ مشائخ چشت، ج ۱، دلی، ص ۵۴)

عہد رسالت میں بھی تعلیمات تصوف موجود تھیں اور صوفیا کا گروہ بھی تھا، نہ تصوف جدید دور کی ایجاد ہے نہ گروہ صوفیا وارباب طریقت کو گروہ مبتدعین شمار کیا جاسکتا ہے، یہ جماعت اہل حق کی جماعت ہے، جو خیر القرون میں تھی اور اب بھی ہے، حضرت شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی حقیقت کو بڑے واضح انداز میں واشگاف کیا ہے جس کے مطالعہ سے تصوف اور صوفیا کے حوالے سے تمام غلط فہمیوں کا یک لخت ازالہ ہوجاتا ہے، اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر تصوف کی ابتدا پر غور کروگے تو اس کو حضرت آدم کے وقت سے ہی پاؤگے، اس عالم میں پہلے صوفی حضرت آدم ہیں، ان کو حق تعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا، پھر اجتباء اور اصطفا کے مقام پر پہنچایا، خلافت عطا فرمائی، پھر صوفی بنایا، مرید کو آغاز ارادت میں چلہ کرنا پڑتا ہے، اول اول طائف ومکہ کے درمیان میں چلہ کیا، میں نے اپنے ہاتھ سے آدم کی مٹی کو چالیس دنوں میں خمیر کیا، جب تجرید کا چلہ ختم ہوچکا تو حق سبحانہ

تعالیٰ نے اس میں روح عنایت فرمائی اور عقل و دانش کا چراغ اس کے دل میں روشن کر دیا، پھر کیا، دل سے زبان تک وہ باتیں آنے لگیں کہ منہ سے انوار و اسرار کے پھول جھڑنے لگے، جب آپ نے اپنا یہ رنگ دیکھا تو مستی میں جھوم گئے، اس خاکدان دنیا میں تشریف لائے مگر تین سو برس تک روتے رہے، پھر دریائے رحمت خداوندی میں جوش آیا، اور درجۂ اصطفا عطا ہو گیا، ان اللہ اصطفیٰ آدم، اب کیا تھا، تصفیہ کامل ہو گیا، صوفی صافی بن گئے، وہ مرقع جو دریوزہ گری کے بعد پہنایا گیا تھا، آپ اس کو نہایت عزیز رکھتے تھے، آخر عمر میں وہ مرقع حضرت شیث علیہ السلام کو آپ نے پہنا دیا اور خلافت بھی سپرد کر دی، چناں چہ نسلاً بعد نسل اسی طریقہ پر عمل ہوتا رہا اور تصوف کی دولت ایک سے دوسرے نبی کو یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی، پھر جب دور مبارک حضرت سیدنا ونبینا سلطان الانبیا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آپہنچا، حضور نے اسی طرح مکمل اختیار کیا۔ اصحاب میں وہ گروہ جو سالکان راہ طریقت بہ عنوان خاص تھے، ان سے وہی راز کی باتیں ہوا کرتیں۔ ان میں بعض پیر تھے اور بعض جوان جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت سلمان، حضرت معاذ و بلال و ابوذر رضی اللہ عنہم، حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی معمول تھا کہ جب کسی صحابی کی عزت و تکریم فرماتے تو ان کو ردائے مبارک یا اپنا پیراہن شریف عنایت فرماتے، صحابہ میں وہ شخص صوفی سمجھا جاتا تھا۔ اب تم جان سکتے ہو کہ تصوف اور طریقت کی اول اول ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اور اس کا خاتمہ جنابِ رسول مقبول نے فرمایا۔''
(مکتوبات صدی ص ۱۷۳ تا ۱۷۵، ملخصاً)

مکتوبات صدی کی اس عمدہ صراحت کے بعد اب تصوف کے حوالے سے کسی قسم کی کوئی پیچیدگی باقی نہیں رہ جاتی اور نہ ہی اس اعتراض میں کوئی جان باقی رہ جاتی ہے کہ ''تصوف ایک بے حقیقت شی ہے اور خیر القرون میں اس کا کوئی وجود نہیں تھا'' اس لیے یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ عہد نبوی، عہد صحابہ و تابعین میں تصوف اسلامی ایک بے نام حقیقت کے روپ میں موجود تھا، تعلیمات تصوف موجود تھیں، صوفیا موجود تھے لیکن اس تعلیم کو نہ تصوف کہا جاتا تھا اور نہ اس کے حاملین کو صوفیا نام دیا جاتا تھا۔ تصوف کے موضوع پر صوفیا کی مشہور کتابوں میں وہی تعلیمات پیش کی گئی ہیں جو قرآن و سنت سے اخذ کی گئی ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی (۴۵۰۔ ۵۰۵ھ) نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب کیمیائے سعادت میں جو ایک مقدمہ، چار ارکان اور چالیس اصولوں پر مشتمل ہے احادیث رسول اور آثار صحابہ جمع کر دیے ہیں۔ گویا اس بات کی صراحت کر دی ہے کہ وہ صوفیہ جو سالکان راہ نبوت ہیں ان کی تعلیمات و افکار بعینہ اسلامی تعلیمات و افکار ہیں، صوفیا علما اور فقہا سے الگ ہیں نہ کم تر، صاحب سبع سنابل شریف میر عبدالواحد بلگرامی نے اس حقیقت کو یوں واشگاف کیا ہے:

''اے حق کے طلب کرنے والے! وہ علما جو دین کے راستوں پر چلتے ہیں ان کے تین گروہ ہیں، اول محدثین، دوم فقہا اور سوم صوفیہ، ان میں سے علمائے حدیث نے قرآن شریف (کے مطالب) پر ملکہ پانے کے بعد رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری قول و فعل میں اہتمام تام کو اختیار کیا اور (حق تو یہ ہے کہ) یہی چیز دین اسلام کی بنیاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ماآتکم الرسول فخذوہ ومانھٰکم عنہ فانتھوا.** جو رسول تمھیں دے اسے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔

پس وہ لوگ حدیث شریف کے سننے، اس کے نقل کرنے، اس کے لکھنے، صحیح کو ضعیف سے جدا کرنے، آحاد، متواتر اور مشہور حدیثوں میں فرق کرنے اور حدیثوں کو قرآن شریف کے مطابق کرنے میں مصروف رہے ہیں، اس لیے کہ رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے: **اذارویتم بالحدیث فھو ان کان موافقا بالقرآن فاقبلوہ والا فردوہ.**

ترجمہ: جب تم سے میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو اگر وہ قرآن کے موافق ہو قبول کرو ورنہ اسے چھوڑ دو۔

تو در اصل یہی لوگ دین کے رکھوالے ہیں، اور فقہائے اسلام کے گروہ نے اصحاب حدیث کے علموں کو پورا حاصل کرنے کے بعد ایک اور خصوصیت اور فضیلت حاصل کی کہ فقہ و حدیث میں اپنے فہم اور استنباط کی قوت اور گہری نظر سے دین کے احکام اور حدود میں ترتیب دی اور ناسخ و منسوخ، مطلق و مقید، مجمل و مفسر، خاص و عام اور محکم و متشابہ کو ایک دوسرے سے ممتاز کیا، پس یہ لوگ دین کے سردار اور شرع کے علم

بردار ہیں کہ ان کا اجتہاد شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے قرآن وحدیث کے مانند۔

اب رہا صوفیا کا گروہ، تو وہ ان دونوں گروہوں سے ان کے عقیدوں اوران کے علم کے ماننے میں ان سے متفق ہے اوران کے آثار وروایات میں کوئی اختلاف نہیں رکھتا، مگر شرط یہ ہے کہ ان کے یہ معانی اور مطالب نفس کی پیروی سے دور اور صحابہ کی پیروی پر موقوف ہوں، چناں چہ وہ تمام احکام جن پر یہ دونوں گروہ ایک زبان ہیں، صوفیہ کا گروہ بھی ان کے ساتھ ہے اور جن مسئلوں میں یہ دونوں گروہ اختلاف رکھتے ہیں گروہ صوفیا نے ان میں سے بہتر اور برتر کو قبول کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ**. پس میرے ان بندوں کو خوش خبری دیجیے جو بات کو سنتے ہیں پھر اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔ یہیں سے وہ کہاوت چلی ہے کہ **الطریق ھی لباب الشریعة لاھی غیرھا** . یعنی طریقت باعتبار اصل شریعت ہی ہے نہ کہ اس کا غیر۔ لیکن فروعی مسئلوں میں ان کے اختلاف کو برا بھی نہیں جانتے اس لیے کہ فرمایا ہے رسول اللہ نے : **اختلاف امتی رحمة** یعنی میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ بعض لوگوں نے کسی صوفی سے پوچھا کہ وہ کون سے عالم ہیں جن کا اختلاف رحمت ہے، فرمایا: **ھم المعتصمون بکتاب اللہ تعالیٰ المجاھدون فی متابع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم المقتدون بالصحابة** یعنی وہ لوگ ہیں جو قرآن شریف کو مضبوطی سے تھامے ہوئے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع اور اصحاب رسول کی اقتدا کرتے ہیں۔

لہٰذا دین کی فروعی باتوں میں اختلاف رحمت ہے اور اصول دین میں بدعت اور گمراہی۔

سر آید اصل شرع اے مومن صاف
کتاب و سنت و اجماع اسلاف
قیاس راسخون العلم برحق
وباہر سہ اصل شرع ملحق
تو گر بیروں روی زیں ہر سہ یک گام
بر افتادی زراہ دین و اسلام

یعنی اے سچے دل سے ایمان لانے والے! شریعت کے تین اصول ہیں: قرآن شریف، حدیث شریف اور متقدمین کا اجماع اور علم میں مہارت رکھنے والوں کا قیاس بھی ان تینوں سے ملا ہوا ہے تو تو اگر ان تینوں سے قدم باہر نکالے گا تو دین اور اسلام کے راستوں سے الگ پڑ جائے گا۔ لہٰذا ہم پر فقہا کے عقیدوں اور ان کے طریقوں کے ذکر سے کتاب کا شروع کرنا ضروری ہوا کہ وہ ہمارے اعتقاد میں شریعت کے اصولوں میں سے ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت بہتر فرقوں پر تقسیم ہو جائے گی، ان میں نجات پانے والا صرف ایک گروہ ہے، صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں، فرمایا: اہل سنت و جماعت" (سبع سنابل شریف، مطبوعہ ممبئی، ص: ۵۰،۵۳)

مذکورہ دونوں شہادتوں سے قوی امید ہے کہ اسلامی تصوف کی حقیقت وتعلیمات کی حقانیت اور گروہ صوفیا کی اصلیت ذہن وفکر میں بیٹھ گئی ہوگی اور تمام شبہات وایرادات کا ازالہ ہو گیا ہوگا، اس لیے اب اس مزید کچھ تحریر کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی، پھر بھی قارئین کی تشفی وتسلی کے لیے ایک انتہائی مشہور شہادت "حدیث جبریل" کی روشنی میں پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، اس لیے سب سے پہلے حدیث جبریل کا اجمال ملاحظہ کرلیں۔

بخاری ومسلم اور دیگر معروف کتب حدیث کی روایت کردہ ایک حدیثِ صحیح جو حدیث جبریل کے نام سے مشہور ہے، جس کے راویوں میں اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کا نام آتا ہے مثلاً حضرت عمر بن خطاب، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بارگاہ نبوت میں ایک اجنبی شخص حاضر ہوا، اس نے ایمان، پھر اسلام، پھر احسان کے بارے میں سوال کیا پھر قیامت کے متعلق پوچھا، رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے اختصار وجامعیت کے ساتھ اس کے ہر سوال کا تشفی بخش جواب دیا، اس کے بعد وہ شخص ہر جواب کی تصدیق کرتا ہوا رخصت ہوا، اس کے بعد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "یہ جبریل تھے جو تمھیں تمھارا دین سکھانے آئے تھے" (بحوالہ بخاری ومسلم ومشکوٰۃ)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس وضاحت وتشریح سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ دین کے خاص اجزا تین ہیں؛ ایمان، اسلام اور

احسان، حدیث شریف میں ماالایمان؟ کے جواب میں اسلام کے بنیادی عقائد کا تذکرہ ہے اور ماالاسلام؟ کے جواب میں اسلام کے بنیادی ارکان واعمال کا ذکر موجود ہے اور احسان کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے: ان تعبد اللّٰہ کأنک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی اللہ عزوجل کی عبادت اس کیفیت کے ساتھ کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو یا کم از کم اس کیفیت کے ساتھ کہ اس بات کا تمھیں یقین ہو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ جواب مذکورہ میں احسان کی دو قسمیں نمایاں کی گئی ہیں اور دو حالت بیان کی گئی ہے ایک حالت مشاہدہ، جو احسان کا اول و اعلیٰ درجہ ہے دوم حالت مراقبہ جو احسان کا ثانوی درجہ ہے۔

اب ذرا رک کر ہم ایک اہم نکتے پر غور لیتے ہیں وہ یہ کہ جب دور علم شروع ہوا، تعلیم وتصنیف اور تحقیق وتدقیق کے مرحلے کا آغاز ہوا اور جزئیات اسلامی واحکام دینی کو کتابوں کے ذریعہ اور فنون کے وسیلے دنیا کے روبرو پیش کرنے کا سلسلہ رائج ہوا تو اول اول ایمان کے تعلق سے بنیادی معلومات اور اہم اہم نکات ورموز کو 'ایمانیات' نام دے کر مرتب کیا گیا اور دوسرے مرحلے میں علم العقائد اور علم الکلام سے انھیں موسوم کیا جانے لگا، اسی طرح اسلام کے احکام و اعمال کو شروع میں ''اسلامیات'' کے امتیاز کے ساتھ مروج ومرتب کیا گیا پھر فن اور علم کے عہد میں انھیں علم الاحکام اور علم الفقہ کہا جانے لگا، یہی صورت حال احسان کی بھی تھی اور ہے کہ ابتدا میں تعلیمات احسان کو ''احسانیات'' کے لاحقہ کے ساتھ مدون کیا گیا پھر علم الزہد اور علم التصوف کہا جانے لگا اور اب تک احسان اسی نام سے متعارف ہوتا چلا آیا ہے تو جب ایمان و اسلام میں اصطلاحات کی تبدیلی نے ان کی حقیقت کو مشتبہ نہ ہونے دیا اور ان پر اعتراضات نہ تھوپے گئے تو پھر احسان کے ساتھ یہ ناروا سلوک کیوں روا رکھا گیا کہ اس کو دین سے متصادم کوئی تعلیم یا پیغام مان لیا جائے۔ درحقیقت یہاں بھی وہی حالت ہے کہ احسان اب اپنے نئے نام اور امتیازی شناخت تصوف کے روپ میں موجود ہے اور دین کے ایک اہم جز کی حیثیت سے اس کے احکام کو تسلیم کر لینا چاہیے اور اس حقیقت پر سر نیاز خم کر دینا چاہیے، اگر اب بھی اطمینان نہ ہو تو تصوف کی مشہور ومعروف ومستند کتابیں پڑھی لی جائیں اور اسلامی تعلیمات سے تعلیمات تصوف کی ہم آہنگی کا نقشہ ذہن میں محفوظ کر لیا جائے، مثلاً غنیۃ الطالبین، احیاء علوم الدین، کشف المحجوب، سبع سنابل شریف، مکتوبات صدی، دوصدی، مکتوبات امام ربانی، فوائد الفواد، کیمیائے سعادت، سراج العوارف، مقال عرفا باعزاز شرع وعلما وغیرہ۔

سید احمد کبیر رفاعی اور تعلیماتِ تصوف

قطب زماں حضرت سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات وصفات پر ایک اجمال آپ نے پڑھا اور پھر حقیقت تصوف پر ہم نے قدرے تفصیلی تحریر پیش کی، اب ہم اپنے اصل موضوع سید احمد کبیر رفاعی کی تعلیمات تصوف اور علوم ظاہری وباطنی کے رموز ونکات پر سیر حاصل گفتگو کرنے کی ہمت کر رہے ہیں اور قارئین سے ہمدردانہ جذبے کے ساتھ ان کے مطالعہ کی گزراش۔

حضرت العلام سید محمد ابوالہدی صیادی رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (ولادت: ۱۲۶۶ھ/۱۸۴۹ء۔ وفات: ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء) انتہائی مشہور خلیفہ رفاعی، متبحر عالم جلیل، باکمال صوفی، کثیر المطالعہ، صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ عالم دین ہیں، جن کا تعلق تیرہویں صدی ہجری سے ہے، آپ نے حضور سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات، تعلیمات وافکار پر کئی معرکۃ الآرا کتابیں تحریر کی ہیں، ان کے علاوہ متعدد مروجہ علوم وفنون میں کئی اہم بے مثال تصانیف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ معرض وجود میں آئیں تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، تصوف، لغت، ادب، تاریخ، فلسفہ وغیرہا بے شمار علوم وفنون میں اپنی تحقیقات پیش کیں، کل تصانیف کی تعداد سید محمود سامرائی رفاعی نے ۲۱۲ شمار کرائی ہے، سلسلۂ رفاعیہ اور سید احمد کبیر رفاعی کی تعلیمات وحیات پر لکھی گئی، ان کی چند کتابوں کے نام یہ ہیں (۱) تنویر الابصار فی طبقات السادۃ الرفاعیۃ الاخیار (۲) تراجم اعیان اتباع الامام الرفاعی (۳) التحفۃ الجامعۃ فی احزاب سیدنا الامام الرفاعی (۴) السیرۃ الرفاعیۃ (۵) العنایۃ الربانیۃ فی ملخص الطریقۃ الرفاعیۃ (۶) الطریقۃ الرفاعیۃ (۷) الغرۃ الالھیہ فی الا نتصار للسادۃ الرفاعیۃ (۸) الفجر المنیر فیما ورد علی لسان الغوث الرفاعی الکبیر (۹) القواعد المرعیۃ فی اصول الطریقۃ الرفاعیۃ (۱۰) قلادۃ الجواھر فی ذکر

الغوث الرفاعی و اتباعه الاکابر (۱۱) المصباح المنیر فی ورد شیخ الاولیاء السید احمد الرفاعی الکبیر (۱۲) مطالع البدور فی جوامع کلم الغوث الرفاعی الغیور (۱۲) هدیة الساعی فی سلوک طریقة الغوث الرفاعی. (بحواله مقدمة الطریقة الرفاعیه ص ۹)

یہ ساری کتابیں عربی زبان میں لکھی گئی ہیں اور جیسا کہ ان کے ناموں سے ظاہر ہے کہ ان میں کن کن موضوعات پر تحریری سرمایہ پیش کیا گیا ہے، ان بارہ کتابوں میں سے صرف دو کتابیں فوٹو کاپی کی شکل میں ہمارے روبرو موجود ہیں، ایک **العنایة الربانیة فی ملخص الطریقة الرفاعیه** اور دوم **الطریقة الرفاعیة**، پہلی کتاب مطبع عثمانیہ استنبول سے ذوالحجہ ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوئی ہے اور دوسری کتاب میں سن اشاعت مفقود ہے۔ ان دونوں کتابوں کے مصنف مولانا سید محمد ابوالہدیٰ آفندی رفاعی خالدی صیادی ہیں، ایک تیسری تصنیف ''البرہان المؤید'' کے نام سے حضور سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ العزیز کی لکھی ہوئی ہمارے پاس موجود ہے جو ۶۲ صفحات پر مشتمل کسی ویب سائٹ سے نکالا ہوا پرنٹ ہے جو حضرت شاہ سید حسام الدین رفاعی صاحب قبلہ کے توسط سے ہم تک پہنچا ہے، مذکورہ تینوں کتابیں فوٹو کاپی کی شکل میں سید صاحب قبلہ ہی نے ہمیں ارسال کی ہیں، اللہ عزوجل انھیں اجر جزیل عطا فرمائے، آمین!

ہم ان تین کتابوں کی روشنی میں عنوان موضوع کے تحت اندراجات پیش کریں گے جس سے حضور رفاعی قدس سرہ کی حیات، تعلیمات، پیغامات، افکار، احوال اور مذکورہ سلسلہ کی واقعی حالت پر روشنی پڑے گی اور قارئین کرام کو مذکورہ حقائق کا مثبت ادراک ہو جائے گا، ان شاء اللہ عزوجل۔

حضور سید احمد کبیر رفاعی کا شجرہ نسب پدری گیارہ واسطوں سے حضرت سید ابراہیم مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مل کر امام سیدنا موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، یہ شجرہ ذیل میں پیش ہے:

شیخ ابوالعباس سید احمد کبیر رفاعی حسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سید ابوالحسن علی بن سید یحییٰ ابن سید ثابت ابن سید حازم ابن سید احمد ابن سید علی ابن سید ابی المکارم حسن رفاعة المکی ابن سید مہدی ابن سید محمد ابوالقاسم ابن سید حسن ابن سید حسین ابن سید موسیٰ ثانی ابن سید امام ابراہیم مرتضیٰ ابن سید امام موسیٰ کاظم ابن سید امام جعفر صادق ابن سید امام محمد باقر ابن سید امام علی زین العابدین ابن سید امام حسین شہید کربلا ابن سیدنا مولانا امیر المومنین علی ابن ابی طالب من زوجتہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنھا بنت سید الانام حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اور شجرۂ نسب مادری دس واسطوں سے حضرت سیدنا علی سے مل کر امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مربوط ہے اس طرح آپ نسباً حسنی حسینی موسوی کاظمی رفاعی نجیب الطرفین سید ہیں۔

﴿۱﴾ اور آپ کے سلسلۂ طریقت و بیعت کی چار اسناد ہیں، ان چاروں کو سلسلہ وار ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) سید احمد کبیر رفاعی　(۲) سید منصور ربانی بطائحی
(۳) شیخ ابوالمنصور رطیب　(۴) شیخ یحییٰ بخاری
(۵) شیخ ابوالقرمزی　(۶) شیخ ابوالقاسم سندوسی
(۷) شیخ رویم بغدادی　(۸) شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی
(۹) شیخ سری سقطی　(۱۰) شیخ معروف کرخی
(۱۱) امام علی بن موسیٰ　(۱۲) امام موسیٰ کاظم
(۱۳) امام جعفر صادق　(۱۴) امام محمد باقر
(۱۵) امام زین العابدین　(۱۶) امام حسین
(۱۷) امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ　(۱۸) حضور محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۲﴾ دوسرا سلسلہ طریقت یوں ہے:

(۱) سید احمد کبیر رفاعی　(۲) شیخ منصور ربانی
(۳) شیخ یحییٰ بخاری　(۴) شیخ موسیٰ بن سعید انصاری
(۵) شیخ کامل انصاری　(۶) شیخ یحییٰ انصاری
(۷) شیخ الصوفیہ ابوبکر بن موسیٰ واسطی (۸) شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی
(۹) شیخ سری سقطی　(۱۰) شیخ معروف کرخی
(۱۱) امام علی بن موسیٰ رضی　(۱۲) امام موسیٰ کاظم
(۱۳) امام جعفر صادق　(۱۴) امام محمد باقر
(۱۵) امام زین العابدین　(۱۶) امام حسین
(۱۷) امیر المومنین مولیٰ علی مرتضیٰ　(۱۸) حضور محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۳﴾ تیسرا سلسلہ طریقت یوں ہے:

(۱)سید احمد کبیر رفاعی (۲) شیخ علی قاری واسطی
(۳) شیخ ابوالفضل بن کامخ واسطی (۴) شیخ علام ابن ترکان
(۵) شیخ علی بازیاری (۶) شیخ علی عجمی
(۷) شیخ ابوبکر شبلی (۸) شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی
(۹) شیخ سری سقطی (۱۰) شیخ معروف کرخی
(۱۱) شیخ داؤد طائی (۱۲) شیخ حبیب عجمی
(۱۳) شیخ ابوسعید حسن بصری (۱۴)امیر المومنین علی بن ابی طالب
(۱۵)حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

﴿۴﴾ چوتھا سلسلہ طریقت مندرجہ ذیل ہے:

(۱)سید احمد کبیر رفاعی (۲) شیخ منصور ربانی
(۳) شیخ محی الدین ابومحمد شنبکی (۴) شیخ ابوبکر ہوازنی بطائحی
(۵)امام سہل بن عبداللہ تستری (۶) شیخ ذوالنون مصری
(۷) شیخ اسرائیل مغربی (۸)ابوعبیداللہ محمد حیشہ تابعی
(۹) جابر انصاری صحابی (۱۰)امیر المومنین علی بن ابی طالب
(۱۱)حضور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بحوالہ مقدمۃ البرہان المؤید از شیخ محمد ہاشمی)

شیخ سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ نے جن اساتذہ ومشائخ کرام سے علوم ظاہری واسرار باطنی کی تحصیل کی اور اپنا سلسلۂ طریقت مستحکم ومربوط کیا ان میں شیخ عبدالسمیع حربونی، شیخ ابومنصور بطائحی، شیخ ابوالفضل علی واسطی، شیخ ابوبکر، شیخ منصور ربانی، شیخ عبدالملک ہربونی اور امام ابواسحاق شیرازی کا نام جلی حرفوں میں لکھا جاتا ہے، ان میں کا ہر ایک خود اپنی جگہ پر شیخ طریقت ہے، استاذ الاساتذہ ہے، عالم ربانی ہے، ان مذکورہ اکابر مشائخ واساتذہ کی صحبتوں نے شیخ احمد کبیر رفاعی کو تصوف اور علوم باطنی کی طرف مائل کیا اور آپ نے ان فنون وعلوم میں کمال حاصل کیا، باقاعدہ کتابیں تصنیف کیں، اپنے سلسلہ طریقت کو آگے بڑھایا، آپ کی تصانیف میں چند کے نام یہ ہیں :

معانی بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، تفسیر سورۃ القدر، الروایۃ، الطریق فی اللّٰہ، حالۃ اھل الحقیقۃ مع اللّٰہ، الصراط المستقیم، البھجۃ، النظام الخاص لاھل الاختصاص، المجالس الاحمدیہ، کتاب الحکم، شرح التنبیہ، راتب الرفاعی، السرّ المصون اور البرھان المؤید (جو اس وقت راقم کے سامنے موجود ہے)

ان کتابوں کے نام اپنے موضوعات کی نشان دہی کررہے ہیں، اس میں علم شریعت بھی ہے اور رمز طریقت بھی۔

تعلیمات تصوف کا خلاصہ

ہم ذیل میں سلسلہ وار شیخ سید احمد کبیر رفاعی کی متصوفانہ تعلیمات کا خلاصہ پیش کررہے ہیں۔

خرقہ پوشی :

ہم نے گزشتہ سطور میں سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمہ الرضوان کے چار سلاسل طریقت کا تذکرہ کیا ہے ان میں کے پہلے سلسلہ طریقت کے حوالے سے واضح لفظوں میں یہ صراحت ملتی ہے کہ آپ نے سیدنا شیخ منصور ربانی بطائحی رضی اللہ عنہ سے خرقہ اور بیعت دونوں کی تحصیل کی اور یہ سلسلہ مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مربوط ومسلسل ہے، امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حقیقت کو صحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خرقہ پوشی سیدنا امام علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے کی اور امام عبدالوہاب شعرانی نے بھی طبقات کبریٰ میں اس کی صراحت فرمائی ہے۔

ایک شبہے کا ازالہ:

مذکورہ چاروں سلاسل طریقت وارادات میں آپ غور فرمائیں کہ ان میں ارادت وبیعت کا سلسلہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی جاری ہوا، ان کے علاوہ بھی بیشتر سلسلے حضرت علی سے ہی جاری ہوئے، اس لیے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی جماعت کو اس وصف نبوت کا خصوصی فیضان حاصل تھا، جس کا نام تزکیہ ہے، تو بیشتر سلاسل طریقت مولیٰ علی سے ہی کیوں جاری ہوئے؟

میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی تصانیف سبع سنابل شریف میں مذکورہ سوال کا بڑا تشفی بخش جواب دیا ہے، فرماتے ہیں:

”عزیز من! رسول اللہ کے یہ چاروں خلیفہ اپنی تمام کاملیت کے ساتھ خلفائے راشدین خلفائے برحق اور براصل ہیں، یہ چاروں ہی اس کا حق رکھتے تھے کہ رسول خدا کی مسند خلافت پر یکے بعد دیگرے

بیٹھیں چنانچہ وہ نبوت کے مسند خلافت پر بیٹھے، خاقانی کہتا ہے :

ہر چار، چار حد بنائے پیمبر یست
ہر چار، چار عنصر ارواح انبیا
بے مہر چار یار، دریں پنجر و زعمر
نتواں خلاص یافت ازیں ششدر فنا

یعنی یہ چاروں عمارت پیمبری کی چار حدیں ہیں اور چاروں انبیا کی روحوں کے عنصر ہیں، ان چاروں یاروں کی محبت کے بغیر اس پنج روزہ زندگی میں اس فنا کی چھ دری میں گزارا نہیں ہوسکتا۔

رہی یہ بات کہ بیعت کے تمام سلسلے علی مرتضیٰ تک پہونچتے ہیں اور کسی اور خلیفہ تک نہیں پہونچتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا کہ اس کو رسول اللہ کی جگہ بٹھاتے، اس لیے کہ جب تک رسول کے خلیفہ موجود ہیں، خلیفہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رسول کی جگہ بیٹھے اور چوں کہ مولیٰ علی پر خلافت ختم ہوئی انھوں نے مجبوراً حضرت حسن بصری کو اپنا خلیفہ بنایا اور اپنی جگہ بٹھایا، پھر ان سے یہ سلسلے پیدا ہوئے، جو سب مولیٰ علی تک پہنچتے ہیں تو علی مرتضیٰ کی خلافت کی باری کا موخر ہونا یہ سبب بنا تمام سلسلوں کے آپ کی جانب لوٹنے کا اور اگر ان حضرت میں سے کوئی اور متاخر ہوتا تو تمام سلسلوں کا مرجع وہی ٹھہرتا۔'' (سبع سنابل شریف، ص ۷۷، ۷۸، مطبوعہ ممبئی)

اس وضاحت کے پیش نظر اب مزید کسی ایراد یا شبہے کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، حضور سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ نے بھی خرقہ پوشی کے تعلق سے اس بات کی صراحت پیش کی کہ خرقہ صوفیہ کی تمام سندیں صوفیا تک حضرت حسن بصری ہی سے متصل و مسلسل ہیں، مزید فرماتے ہیں کہ حافظ سیوطی نے اس بات کی تصحیح کی کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے کچھ پیراہن مقدس عطا فرمائے اور انھیں پہنایا۔''

(ترجمہ از عربی) (**العناية الربانية فى ملخص الطريقة الرفاعية ص ۵، ۶، مطبوعه استنبول**)

علامہ شیخ محمد ابوالہدیٰ آفندی رفاعی فرماتے ہیں کہ شیخ احمد رفاعی نے فقیر کو اپنا اونی جبّہ دکھاتے ہوئے فرمایا: ''اے فرزند! جو لباس میں نے زیب تن کیا ہے اور جو خلعت میں نے پہن رکھی ہے اسے بغور دیکھو، میں نے انبیا و مرسلین کا لباس زیب تن کیا ہے اور میں نے اولیا و صالحین کی خلعت پہن رکھی ہے، اس لیے ان ملبوسات و خلعات سے آراستگی کا حق ادا کر، ان کے اخلاق اپنا کر اور ان کے اعمال و اشغال پر عمل پیرا ہو کر، ورنہ اس خلعت کو اتار پھینک'' (نفس مصدر)

یہ تھی خرقہ پوشی کے حوالے سے شیخ رفاعی کی تعلیمات اور ان کا خلاصہ، خرقہ شیخ و مرشد کا انعام ہوا کرتا ہے اور بیعت و ارادت کی عظیم نشانی، جسے مرید سلسلہ جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے۔

بیعت و ارادت:

بیعت کا معنی بک جانا، اپنے شیخ کو قبلۂ روح مان لینا اور پورے طور پر اس کی طرف متوجہ ہو جانا، اور ارادات بیعت کی بڑی اہم شرط مانی جاتی ہے، امام احمد رضا قدس سرہ ملفوظات میں فرماتے ہیں:

''ارادت شرط اہم ہے بیعت میں، بس مرشد کی ذرا سی توجہ درکار ہے، اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا'' (الملفوظ حصہ سوم ۵۵، دہلی)

مزید فرماتے ہیں:

''جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیاے زمانہ سے میرے لیے بہتر ہے، نفع نہ دے گا'' (ایضاً)

شیخ احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں کہ بیعت مبارکہ سنت نبویہ میں بنیادی رکن کی حیثیت سے موجود ہے، حدیبیہ کے مقام پر نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر صحابہ کی جماعت نے جو بیعت کی اور عہد و پیمان کیا اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں واضح طور پر بیان فرمادیا :

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ، یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡهِمۡ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِهٖ وَمَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیۡهِ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡهِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا.

(ترجمہ) وہ جو تمھاری بیعت کرتے ہیں، وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو جس نے عہد توڑا اس نے اپنے بڑے عہد کو توڑا اور جس نے پورا کیا وہ عہد جو اس نے اللہ عزوجل سے کیا تھا تو بہت جلد اللہ اسے بڑا ثواب دے گا۔ (کنز الایمان، القرآن الکریم، فتح ۴۸، آیت ۱۰)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت کی کہ تنگی اور فراخی، نشاط واکراہ ہر حال میں آپ کی اطاعت وفرماں برداری کریں گے اور ہم جہاں بھی ہوں گے حق ہی بولیں گے اور اللہ عزوجل کے بارے میں کسی لومۃ لائم کی پروا نہ کریں گے۔

قرآن مجید کی آیت اور اس حدیث پاک سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے بیعت لیتے تھے، قرآن بھی اس کا شاہد ہے، بلکہ اس میں اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اپنے عہد و پیمان پر ثبات ہر حال میں لازم وضروری ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذْ عَاهَدْتُّمْ، اور اللہ کا عہد پورا کرو جب قول باندھو (القرآن، نحل ۱۶، آیت ۹۱)۔ دوسری جگہ ارشاد آیا:

اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً. بے شک عہد سے سوال ہوتا ہے۔ (القرآن الکریم سورہ بنی اسرائیل ۱۷، آیت ۳۴)

صاحب معراج السالکین نے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ حسین برہان الدین صیادی رفاعی رضی اللہ عنہ سے حقیقت بیعت کے متعلق پوچھا تو انھوں نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ بیعت حق تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد ہے، جہاں اہل صدق ٹھہر جاتے ہیں جنھوں نے اللہ عزوجل سے کی ہوئی بیعت اور کیا ہوا معاہدہ سچ کر دکھایا، اس لیے اس کے بارے میں سوال سے خوف کھاؤ اور اس کے جلال کی ہیبت دل پر طاری رکھو۔

اللہ عزوجل نے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ آپ سے بیعت ہوتے ہیں وہ درحقیقت اللہ عزوجل کی بیعت قبول کرتے ہیں۔

اس لیے جو لوگ بھی قیامت تک سنی صحیح العقیدہ، متصل السلسلہ مرشد وشیخ سے بیعت کریں گے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے اور وسیلے سے اللہ عزوجل کی بیعت ہوگی، یوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیعت ہر زمانے میں باقی وقائم اور جاری وساری رہے گی اور قیامت تک اس کا سلسلہ دراز ہوگا، ایک مرید بہ ظاہر اپنے شیخ کا مرید ہوگا لیکن دراصل یہ بیعت مسلسل ومربوط ہوگی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات سے اور پھر اللہ عزوجل کی ذات پر منتہی ہوگی۔

یہ معرفت کے وہ اسرار ہیں جو صاحب نظر پر مخفی نہیں ہیں اور ہر صاحب حال کے لیے ان پر توجہ دینا ضروری ہے۔

ایک طالب حق کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس سلسلے میں بیعت ہونے کے لیے ایسا مرشد تلاش کرے جو رشد وہدایت میں کامل ہو، پابند شرع ہو، دین دار ہو، اصول طریقت، اس کے ارکان، آداب، خلوات، جلوات، اذکار و اسرار وسلوک کا عارف ہو اور اپنے اقوال، افعال اور احوال میں شرع مطہر کی موافقت کرے، ہر قسم کے تکبر، حسد، دروغ گوئی سے پاک ومنزہ ہو، نفس کی پلیدگی سے محفوظ ہو، متواضع ہو، فقرا، مشائخ اور غربا کی عزت نفس کا محرم ہو، مہذب، عمدہ اخلاق والا ہو، اس کی اجازت مربوط ہو، اس کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مسلسل ہو، اس میں انقطاع نہ ہو۔'' (العنایۃ الربانیۃ ص ۱۷، ۱۸)

''مرید کے آداب میں سے ہے کہ اپنے شیخ کے حق میں کسی غلط بات کو نہ مانے، شیخ کے دشمن کو دوست نہ بنائے، نہ ہی شیخ کے دوست سے دشمنی کرے، نہ اس کو غضب ناک کرے، یوں ہی جو شیخ کا باغی ہو اس کی مجلس میں نہ جائے، کسی بھی حال میں اپنے شیخ کے راستے سے نکلنے کی کوشش نہ کرے۔

سیدی احمد صیادی قدس سرہ شیخ کے حق میں مرید کے آداب کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''یہ ظاہری و باطنی طور پر اس کی تعظیم وتوقیر کو لازمی گردانے، اس کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرے اگرچہ بہ ظاہر حرام ہو، اپنے اعتبار سے اس کی تاویل کرے، شیخ کی اجازت سے دیگر صالحین کی طرف متوجہ ہو، مجلس غیر میں حاضر نہ ہو، اس کی موجودگی میں زیادہ بات نہ کرے، اور اس کے لیے مختص جگہ نہ بیٹھے، کوئی بھی اہم کام اس کی اجازت کے بغیر انجام نہ دے، وغیرہ وغیرہ۔'' (نفس مصدر، ص: ۲۰، ۲۱)

امام رافعی، امام سبکی، امام عبدالعزیز دیرینی، امام ابن الحاج، امام ابن جلال، امام شیخ الاسلام مخزومی اور امام عبدالوہاب شعرانی نے اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے کہ سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طریقت کتاب وسنت سے تمسک، تذلل وانکسار، حیرت ومحتاجی، خلق خدا پر

شفقت، دعویٰ اور نفس سے خلاصگی اور حضور مع اللہ عزوجل کی دائمی حالت سے عبارت ہے۔(نفس مصدر، ص:۱۰،۱۱)

علامہ محمد بن یحییٰ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر میں لکھا ہے کہ:

''آپ جلیل القدر عظیم الشان مشائخ عظام سے تھے آپ کثیر المجاہدہ تھے، آپ علوم طریقت وشرح احوال قوم اور مشکلات قوم کے حل کرنے میں مرتبۂ عالی رکھتے تھے۔'' (قلائد الجواہر مترجم ص ۲۶۱،۲۶۲ ممبئی)

دنیا سے بے رغبتی :

سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا:

'' سر الحقيقة ظاهر و علم المعرفة منصوب وباب الوصول مفتوح''

یعنی حقیقت کا راز ظاہر وباہر ہے، معرفت کا علم آویزاں ہے اور وصول کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اور ان کمالات کے حصول اور ان تک رسائی میں دنیا کی محبت اور موت کو بھول جانا حائل ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر یقین رکھتا ہے اور اسے بھولا بیٹھا ہے، حیرت ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ دنیا کو یہیں چھوڑ کر جانا ہے پھر بھی اس کی طرف جھکا جاتا ہے، تعجب ہے اس انسان پر جو جانتا ہے کہ اللہ عزوجل ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے پھر بھی اس کی طرف سے پھرا ہوا ہے، غیر کی طرف متوجہ ہے اور بے رغبت دکھائی دیتا ہے۔'' (البرهان المؤيد (از شیخ احمد رفاعی) کی ایک عربی عبارت کا ترجمہ)

دنیا سے بے رغبتی کے تعلق سے مزید ارشاد فرماتے ہیں: (ترجمہ از عربی)

''اے فرزند! اگر تو حقیقی عقل کا مالک ہے تو دنیا کی طرف میلان نہ بڑھا، اگر چہ وہ تمھاری جانب مائل ہو، اس لیے کہ وہ خائن وکذاب ہے جو دنیا دار پر ہنستی ہے، جو اس سے بے رغبت ہوا محفوظ رہا اور جو اس میں راغب ہوا وہ آزمائشوں میں گھرا، حدیث شریف میں ہے: **حب الدنيا راس كل خطيئة** (نفس مصدر)

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ایک انسان جب تمام علائق دنیا سے بے نیاز ہو کر خالص اللہ عزوجل کی رضا کے حصول میں کوشاں ہوتا ہے تو وہ خیر کا نظام کامل حاصل کر لیتا ہے، صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے، اور اسے سیر الی اللہ کا منصب جلیل حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر دنیا کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو جائے، وہ دنیا کے تعاقب میں بھاگتا رہے تو دنیا اسے ذلیل کر دیتی ہے، اسے دوڑاتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ عزوجل کو بھول بیٹھتا ہے اور بے عزتی وخسران اس کے سر پر مسلط ہو جاتا ہے۔

شریعت وطریقت :

شریعت وطریقت مطلقاً دو الگ الگ راہیں نہیں ہیں، شریعت ایسا زینہ ہے جس کے بغیر طریقت تک رسائی ناممکن ہے، امام احمد رضا قدس سرہ نے ان دونوں حقیقتوں کو مختلف انداز سے ذہن نشین کرایا ہے، اپنی شاہ کار تصنیف مقال عرفا باعزاز شرع وعلما میں تحریر فرماتے ہیں:

''شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ'' (ص ۲۶)

مزید رقم فرمایا:

''حضور غوث پاک ''فتوح الغیب'' میں ارشاد فرماتے ہیں! جس حقیقت کی گواہی شریعت نہ دے وہ زندقہ ہے، امام الطریقہ سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صوفی اسے کہتے ہیں جو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں سنت نبویہ لیے ہوئے ہو'' (ص ۲۷)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں'' (فتاویٰ رضویہ ص ۶۰ ج ۹، بمبئی)

ایک جگہ لکھا کہ :

''طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے'' (مقال عرفا)

مذکورہ بالا اقتباسات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ طریقت شریعت سے الگ ہٹ کر کچھ بھی نہیں ہے، حضور سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ طریقت کے تمام شعبوں کا درست ادب و اکرام دراصل شرح محمدی کا ادب ہے، جو امور شریعت کی بجا آوری کرتا ہے وہی راہ سلوک اختیار کرنے والا ہوتا ہے اور اسی کے لیے وصول و سلوک کی امید کی جاسکتی ہے اور جس نے اس کے برخلاف امور شرع کی

بجا آوری نہ کی وہ راہ سلوک سے بھٹک گیا، وہ اپنے مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتا، اس لیے اول شریعت کی پابندی لازمی ہے، یہ سالک کے آداب میں سے ہے۔'' (العنایة الربانیة ص ۱۲)

حضرت سید احمد کبیر رفاعی اپنی مشہور تصنیف ''البرہان المؤید'' میں تحریر فرماتے ہیں: (ترجمہ از عربی)

''اے عزیز! جس طرح اولیا و عرفا کی تعظیم شان تم پر لازم ہے اسی طرح فقہا و علما کی عزت و اکرام تم پر ضروری ہے، اس لیے کہ راہ ایک ہے، یہ لوگ ظاہری شریعت کے وارث ہیں اور احکام شریعت کے حاملین ہیں، لوگوں کو سکھاتے ہیں اور انھیں احکام کے ذریعہ واصلین اللہ عزوجل تک رسائی حاصل کرتے ہیں، اس لیے مخالف شریعت راہ پر چلنا اور کوشاں رہنا بے فائدہ ہے، اگر اللہ عزوجل کا کوئی عبادت گذار بندہ پانچ سو سال تک مخالف شریعت طریقت پر چلتا رہے تو اس کی عبادت اس کی جانب واپس کردی جائے گی اور اس کا بوجھ اس کے سر پر ڈال دیا جائے گا، بروز قیامت اس کا کوئی وزن نہ ہوگا، دین کے فقیہ کی دو رکعت اللہ عزوجل کے یہاں دین سے جاہل کسی فقیر کی دو ہزار رکعتوں سے افضل و برتر ہے، اس لیے علما کے حقوق کی پامالی سے بچو اور ہر حال میں حسن ظن قائم رکھو۔''

اسی کتاب میں دوسرے مقام پر علم و علما کی قدر کرنے کا حکم دیا اور علما و عرفا کی مجالست اختیار کرنے کی تلقین فرمائی اور تحریر فرمایا کہ جو علما کے ساتھ بیٹھتا ہے اللہ عزوجل اس کے علم و ورع میں اضافہ فرما دیتا ہے اور جو فقرا کی مجلس میں نشست اختیار کرتا ہے اللہ عزوجل اپنی رضا اسے عطا فرما دیتا ہے۔'' (نفس مصدر)

ایک جگہ ارقام فرمایا کہ (ترجمہ از عربی)

''اپنے تمام آداب ظاہری و باطنی کو موافق شرع کرلو، اس لیے کہ جو ظاہری و باطنی طور پر شریعت کے ساتھ ہوجاتا ہے تو اللہ عزوجل اس کا نصیبہ متعین کردیتا ہے اور جس کا حصہ اللہ عزوجل مقرر فرمادے وہ جنتی ہوگا'' (البرہان المؤید)

تزکیۂ اخلاق :

ہم نے **حقیقت تصوّف ایک جائزہ** کے تحت تزکیہ اخلاق کا ضمنی تذکرہ کیا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت میں ایک اخلاق و کردار کا تزکیہ و تصفیہ بھی ہے، اخلاق کا تعلق انسان کے ظاہری حال سے بھی ہے اور باطن بھی اس سے بہ طور خاص متعلق ہے، جس کا ادراک ہمارے حواس بہ خوبی کر لیتے ہیں۔ ظاہر دراصل جسم کی نظافت و طہارت اور طاقت و توانائی کا نام ہے اور باطن روح انسانی اور قلب انسانی کی پاکیزگی اور توانائی کا نام ہے، مذہب اسلام جس طرح ظاہری جسم کو گندگی، آلائش اور گدلا پن سے محفوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے اسی طرح قلب و روح کی کامل پاکی اور توانائی بھی اس کے قانون میں شامل ہے، جس کے بغیر انسان کو کبھی بھی سکون و قرار کی دولت میسر نہیں آسکتی، جس طرح غسل و وضو کے پاکیزہ عمل کو چھوڑ کر انسان اپنے جسم کو صاف و شفاف نہیں رکھ سکتا یوں ہی صدق و صفا، اچھی سوچ، امانت، دیانت، ذکر الٰہی، فکر اسلامی، خشیتِ ربانی اور اوراد و ادعیہ کے بغیر روح انسانی کو قرار نصیب نہ ہوگا۔ اس لیے ارباب تصوف ذکر الٰہی، فکر اسلامی، خوف خدا پر کافی زور دیتے ہیں اور کسی طرح کی خیانت، غداری، بے خوفی، بے پروائی، ذکر الٰہی سے بے رغبتی کو خلاف معمول تسلیم کرتے ہیں، وہ مرد مومن بلند ترین ہے جس کے اخلاق پاکیزہ ہیں، جس کے کردار میں طہارت ہے، جس کی سوچ میں عمدگی ہے، اس لیے صوفیا ذکر الٰہی اور اخلاق کی پاکیزگی اور قلب کے تصفیہ کو طریقت و تصوف میں بنیادی رکن کی حیثیت دیتے ہیں۔

سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ العزیز نے سالک و طالب کے لیے لازمی آداب شرع کی وضاحت کرتے ہوئے اول اول صحبت شیخ کو اہم مقام دیا ہے، فرماتے ہیں کہ ''طریقت رفاعیہ میں ہمارے مشائخ نے سالک کے لیے اولاً جو ادب شریعت متعین کیا ہے وہ صحبت ہے جس کے ذریعہ ایک انسان غفلت سے بیداری، بخل سے سخاوت، حرص سے زہد و ورع، بداخلاقی سے حسن اخلاق اور ہر گھناونی حالت سے پاکیزہ حالت کی طرف لوٹ آتا ہے، اور شیخ کی صحبت و مجالست اسے ذکر الٰہی، فکر اسلامی اور خوف الٰہی کی طرف مائل کرتی ہے اور اسے استغراق کی کیفیت حاصل ہوئی ہے۔'' **(العنایةالربانیہ ص ۱۲، ۱۳)**

ایک دوسرے مقام پر طالب کے لیے شریعت محمدیہ، احکام سنت سے درست تمسک، عبادت الٰہی کے معاملے میں صحت اخلاق کے ساتھ مخلوق خدا سے علاحدگی اور اغیار سے بالکلیہ بے توجہی کو لازمی شرط مانا

ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ جو ان ارکان ثلاثہ کی کامل بجا آوری کرے یقین مان لو کہ باذن الٰہی اس نے مقصود کو حاصل کر لیا، (نفس مصدر ص ۱۳)

رفاعی اہل طریقت نے روحانی ارتقا کے لیے استفاضہ کو بھی شرط کی منزل میں رکھا ہے، یعنی قلب شیخ سے علمی استفاضہ، مرشد کی فیض رسانی کا تعلق مشائخ بالا کے واسطے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل و کرم سے متصل ہو، جس کے لیے انھوں نے ایک خاص عمل کی وضاحت کی ہے، وہ یہ کہ ایک مصلیٰ پر بیٹھ جائے، قبلہ کا استقبال کرے، تمام علائق قلبیہ سے بے نیاز ہو کر مرشد کا تصور دل میں کرے، اس کے دل سے اپنے دل کو مربوط کرے۔ اس وقت تک وہیں بیٹھا رہے جب تک کہ روح اس کے قابو میں نہ آجائے، اس کا نفس مطمئن نہ ہو جائے اور تمام خطرات سے بے پروانہ ہو جائے، اب اپنی آنکھوں کو کھول کر اللہ عزوجل کی بارگاہ میں استغفار کرے اور مجلس استفاضہ کو سورہ فاتحہ پر ختم کرے، اس کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجے، بعدہٗ پھر استغفار کرے اور پہلے جیسا ذکر کرتا رہے۔ (نفس مصدر ص ۱۴)

یہ تھی استفاضہ کی وہ صورت جو اہل طریقت بیان کرتے ہیں، اس سے اخلاق کا تزکیہ بھی ہوگا، روح و قلب کو توانائی بھی ملے گی، مرشد کا فیض بھی حاصل ہوگا، استفاضہ کا اجر بھی میسر آئے گا۔

ایک جگہ آپ نے اپنے نیاز مندوں کو اولیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے تقرب کا حکم دیا ہے اور تحریر فرمایا ہے کہ ''اے عزیز! اولیاء اللہ کا قرب حاصل کرو، اس لیے جو اللہ عزوجل کے ولی کا دوست ہوگا وہ اللہ کا دوست ہوگا، اور اللہ کے ولی سے دشمنی کرنے والا اللہ عزوجل کا دشمن ہوگا، اے بھائی! جو تمھارے دشمن سے محبت کرے کیا تم اس سے دوستی کرو گے؟ ہرگز بخدا ایسا نہ کرو گے، تو اللہ عزوجل تمام مخلوق سے زیادہ غیرت والا ہے۔'' (البرہان المؤید، ترجمہ از عربی)

ایک مقام پر تلقین فرمائی کہ:

''حضور قلب کے ساتھ اللہ عزوجل کو طلب کرو، وہ رگِ جاں سے زیادہ تمھارے قریب ہے، اور اس کا علم ہر شی کا احاطہ کیے ہوئے ہے'' (نفس مصدر)

ایک جگہ لکھا کہ:

''اللہ عزوجل اور اس کی مخلوق پر جھوٹ باندھنے سے بچو۔ (نفس مصدر)

ایک جگہ فرمایا کہ:

''اے سالک! نفس کے دکھاوے سے بچو، غرور سے بچو، تکبر سے بچو، یہ تینوں مہلک امراض ہیں'' (ایضاً)

مزید وضاحت کی کہ:

''عزیز من! اگر تو نے اپنے نفس پر غلبہ پا لیا، اور اس پر تعلیم و تلقین کو لازم کر دیا اور خواہش نفس کو پرہیزی کی چھری سے ذبح کر دیا اور اپنے شرف و بزرگی، علم، حسب و نسب اور مال و حال میں حکمت کو ملحوظ خاطر رکھا تو تو نے بڑی کامیابی پالی۔'' (نفس مصدر)

ان مذکورہ تعلیمات و پیغامات کے علاوہ بھی بے شمار تلقینات ہیں جو آپ کی کتابوں میں موجود ہیں، آپ نے شکر الٰہی کو لازم پکڑنے کا حکم دیا، دنیا کی آلائش سے بچنے کی تلقین فرمائی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو دین بنانے کا حکم دیا، اور اس کے لیے نرمی و ملائمت کو لازمی حیثیت دی، ایک جگہ آپ نے فرمایا:

''موت کو ہر حال میں یاد رکھو، اسے کبھی مت بھولو، اس کا نتیجہ غفلت کی شکل میں نمایاں ہوگا، یہ ذکر الٰہی میں کمی اور ایمان کی کمزوری و ناتوانی کا سبب بنے گا۔ (نفس مصدر)

تزکیۂ اخلاق میں محاسبۂ نفس بھی ایک اہم رکن کی حیثیت سے تسلیم کیا جاتا ہے، ایک مرد مومن جب تک اپنے اعمال نیک و بد کا محاسبہ نہ کرے گا اور روز آخرت کے حساب و کتاب اور اپنے جملہ اعمال کی جواب دہی کے لیے فکر مند نہ ہوگا اس کے ایمان میں کمال پیدا ہوگا، نہ اس کے اخلاق میں نورانیت آئے گی۔

محاسبۂ نفس اور خود احتسابی کے لیے تخلیہ ضروری ہے، انسان خلوت میں بیٹھ کر اس کام کو انجام دے سکتا ہے، اس کے لیے سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ نے اپنی کتاب میں ایک طریقہ مسجد میں لازمی طور پر دوامی شکل میں بیٹھ کر اپنے رب عزوجل سے مناجات کا بتایا ہے، فرماتے ہیں:

''مسجد کو لازم پکڑو، جب اس میں داخل ہو تو خلوت میں بیٹھ کر خیالات غیر سے بے نیاز ہو کر نماز میں اپنے رب سے مناجات کرو اور دیکھو تم کیسے اپنے رب سے مناجات کرتے ہو اور کس طرح اس کے حضور

کھڑے ہوتے ہو؟ بلکہ یہ تو حضوری کی وہ شکل ہے جس کی وضاحت سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں فرمادی ہے یعنی: ''اعبدالله کانک تراه، فان لم تکن تراه فانه یراک'' (نفس مصدر)

ایک دوسرے مقام پر رقم طراز ہیں:

''دنیا ایک خیال ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب پر زوال ہے، اے عزیز! دنیاداروں کی تمام آرزویں ان کی دنیا ہی ہیں اور آخرت والوں کی تمام تمنائیں آخرت ہیں، جھوٹے دعووں سے بچو، بحر توحید میں بے جا غور وخوض سے پرہیز کرو، اپنا اعتقاد مستحکم کر لو، جس میں ذرہ بھر تذبذب وتبدل نہ ہو اور شیطانی وسوسوں سے اپنا ذہن خالی رکھو، بُرے دوستوں کی صحبت سے اجتناب برتو، اس لیے کہ ان کی مصاحبت کا انجام شرمندگی اور روز قیامت افسردگی ہے۔'' (نفس مصدر)

یہ وہ چند بنیادی نکات ومباحث ہیں جو تصوف وسلوک کے مبتدی کے لیے مشعل راہ کا درجہ رکھتے ہیں اور ایک طالب کے لیے جن پر کامل توجہ کے ساتھ بھرپور عملی اقدام بے حد ضروری ہے۔

خلاصہ طریقت رفاعیہ :

ہم ذیل کی سطور میں علامہ سید ابوالہدی صیادی رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصنیف ''الطریقة الرفاعیة'' سے چند امور کا اجمالاً تذکرہ کریں گے، ان پر غور یا اس پر تبصرہ وتجزیہ قارئین کے اوپر چھوڑتے ہیں اور اس مقالے کا اختتام کرتے ہیں: سید ابوالہدی رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائے کتاب میں اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ ''میدان طریقت کے جاں باز علمائے حقیقت نے اس بات کو قطعی شکل دی ہے کہ طریقت عالیہ رفاعیہ کے اصول دو اہم اور انتہائی بنیادوں پر قائم ہیں اور کسی بھی حال میں ان دونوں بنیادوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا، اور وہ دونوں کتاب عزیز قرآن عظیم اور سنت نبویہ محمدیہ ہیں۔'' (ترجمہ از عربی) (مذکورہ کتاب ص۱۴)

اس کے بعد چند آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور اقوال ائمہ واولیا بالخصوص اقوال سید احمد رفاعی کا تذکرہ کرکے اپنی بات کو مبرہن کیا ہے اور مختلف مقام پر یہ آیت قرآنی ''ما اتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا'' بطور دلیل پیش کی ہے، ہم ان کی بیان کردہ چند رفاعی مبادیات کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

(۱) عقیدۂ توحید کا استحکام اور اللہ عزوجل کی ذات وصفات کو حدوث وامکان کی علامات سے پاک ومنزہ تسلیم کرنا۔

(۲) کتاب اللہ قرآن عظیم کے احکام کو مضبوطی سے تھام کر اس کے اوامر عظیمہ کی بجاآوری کے ساتھ اس کی تعظیم وتکریم۔

(۳) اقرار باللسان، تصدیق بالجنان، عمل بالارکان اور اتصاف بالاحسان کے ذریعہ حضور علیہ السلام کی لائی ہوئی تمام باتوں پر ایمان وایقان۔

(۴) حضور قلب کے ساتھ ذکر باری تعالیٰ میں ہردم مشغول ومنہمک رہنا۔

(۵) ادب خالص اور حضور قلب کے ساتھ تمام تر محبتیں رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے وقف کردینا اور درود کی کثرت۔

(۶) سلف صالحین کا عقیدہ اختیار کرنا اور خلف کے ساتھ ادب واکرام کرنا۔

(۷) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل اور پاک نسل وذریت کے ساتھ کامل محبت کرنا۔

(۸) آپ کے تمام صحابہ کرام کی عظمت شان کا تحفظ اور ان کے متعلق حسن ظن قائم رکھنا، ان کی مدحت سرائی کرنا۔

(۹) تمام اولیائے کرام وصالحین عظام کی توقیر اور حفظ مراتب کے ساتھ ان کا ادب واحترام۔

(۱۰) حکمت وموعظت کے ساتھ عقائد باطلہ کی تردید

(۱۱) ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور امام مالک میں سے کسی ایک کی تقلید واتباع کرنا

(۱۲) تمام اچھی، بری تقدیر پر ایمان کہ یہ سب کچھ اللہ عزوجل کی مقرر کردہ ہے،

(۱۳) صناعات قدرت اور اللہ عزوجل کی نشانیوں میں غور وخوض کرنا،

(۱۴) مسلمان بھائیوں کے ساتھ جماعت بنا کر جہرتام، حسن انتظام اور کامل ادب کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہونا،

(۱۵) ملبوسات میں فضول خرچی اور فیشن سے کامل احتراز اور شریعت کے ذریعہ مباح کردہ کپڑوں کا استعمال کرنا

(۱۶) سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے حق سلسلہ میں بیعت وارادت اور مشغولیت تام،
(۱۷) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ سے آراستہ ہونا اور اسوۂ رسول کونمونہ بنانا،
(۱۸) غفلت وذہول سے دل کومحفوظ رکھنا اوراسے تذکیر کا عادی بنانا،
(۱۹) اللہ عزوجل کی چھوٹی، بڑی تمام نعمتوں کی قدر کرنا اور منعم حقیقی کا شکر بجالانا،
(۲۰) خالص لوجہ اللہ قرآن مجید پڑھنا اورعلم دین کی تحصیل کرنا،
(۲۱) اللہ عزوجل کے ذکر کی محفل منعقد کرنا اوراس کی ابتدا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درودوسلام سے کرنا،
(۲۲) ذکرالٰہی کے لیے مسجد کے اندر حلقوں میں نشست اختیار کرنا۔
(۲۳) زندہ رہنے کے لیے کوئی جائز پیشہ اختیار کرنا اورحلال کاروبار میں حصہ لینا۔
(۲۴) لایعنی باتوں سے سخت پرہیز کرنا اور دنیا وآخرت میں کام آنے والی باتوں میں منہمک رہنا۔
(۲۵) تمام انبیائے کرام، اولیائے کرام، صالحین، علمائے کرام کی تعظیم اوران کی قبروں کی زیارت کرنا، اورفیض حاصل کرنا۔
(۲۶) علم والوں سے مسائل شرعیہ اوراحکام دینیہ پوچھ کرمعلوم کرنا۔
(۲۷) پختہ دلی کے ساتھ ارواح طیبہ سے محاضرہ۔
(۲۸) مرید کے لیے مرشد کا شجرۂ نسب اور دستاویز سلسلہ طریقت لینا اور اس سے استفاضہ واستفادہ۔
(۲۹) بانی سلسلہ رفاعیہ کی عظمت اور قدر ومنزلت سے تاریک دلوں کو روشنی عطا کرنا۔
(۳۰) امام رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام ومرتبے کی تفہیم اورنہاں خانہ قلب میں ان کومحترم مقام دینا۔
(۳۱) نماز کے فرائض وواجبات کی کامل ادائیگی کے بعد مجلس صلاۃ میں استفاضہ کی محفل میں تشریف لانا۔
(۳۲) سالک کے لیے علم، عمل، اخلاص اورخوف وخشیت چار چیزیں ضروری ہیں۔
(۳۳) جوقرأت قرآن یا طلب علم کے لیے ہماری مجلس سے اٹھے اس کے بارے میں امام رفاعی فرماتے ہیں کہ اسے اجازت ہے۔
(۳۴) علم توحید ومعرفت، علم حلال وحرام اور معرفت سنت وبدعت ہر طالب کے لیے ضروری ہے۔
(۳۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پرعمل اوران کی ترویج و اشاعت حتی المقدار لازمی ہے۔
(۳۶) تمام مخلوقات خدا پران کے طبقات، اجناس، مذاہب ومشارب کے اختلاف کوملحوظ رکھتے ہوئے شفقت وعنایت۔
(۳۷) عجزوانکسار، جودوسخا، مشقت پرصبر ورضا، حسن خلق، علو ہمت جیسے اوصاف عالیہ سے آراستگی۔
(۳۸) امام الاولیا محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر وامتنان پیش کرنا جن کے متعلق امام رفاعی قدس سرہ فرماتے ہیں "**هو رجل بحر الشريعه عن يمينه و بحر الحقيقة عن يساره و من ايهما شاء غرف**" یعنی وہ داہنی جانب سے شریعت کا سمندر اور بائیں طرف سے حقیقت کا سمندر ہیں، جو جہاں سے چاہے چلو میں پانی لے یعنی استفادہ کرے اوراپنی تشنگی بجھائے۔(**الطريقة الرفاعية** ص۴۹)
(۳۹) امام رفاعی کے سلوک وطریقت کی بنیاد صحبت، محبت، قول وفعل کی صداقت اوراتباع رسول کی روشنی میں تزکیۂ اخلاق پر ہے،
(۴۰) شریعت وطریقت کے احکامات کی کامل بجا آوری اور فروغ سلسلہ۔

یہ وہ چند بنیادی طریقت رفاعیہ ہیں جنھیں ہم نے تو اجمالاً بیان کیا ہے لیکن سید ابوالہدی صیادی رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تصنیف میں ان امور پرتفصیلاً روشنی ڈالی ہے۔

☆☆☆☆☆

آج حاضر ہوا ہوں خدمت میں
اے رسولِ خدا سلام و علیک
آپ کو مل گیا جوابِ سلام
مرحبا آپ کا سلام و علیک
سید احمد کبیر شاہِ زماں
لیجئے گا شہا سلام و علیک
سر جھکا کر ادب سے کہتا ہوں
زاہدِ بے نوا سلام و علیک

☆☆☆☆☆

تزکیۂ نفس کا قرآنی مفہوم اور سید احمد کبیر رفاعی

مولانا انیس عالم سیوانی بغدادی، جنرل سکریٹری، امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنؤ

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جا بجا تزکیہ و تطہیر قلب کا ذکر فرمایا ہے، اسلام ظاہر کے ساتھ باطن کی صفائی اور ستھرائی کا مطالبہ کرتا ہے، دلوں کی پاکیزگی اور نفوس کا تزکیہ اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمھارے دلوں کو دیکھتا ہے، بعض دفعہ انسان نیک عمل کرتا ہے لیکن اسے ثواب کی بجائے گناہ ملتا ہے، اس لیے کہ اس کی نیت میں اخلاص نہیں اور وہ رضائے الٰہی کی بجائے ریا و نمود کی خاطر عمل کرتا ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ بندوں کو دلوں کی طہارت اور پاکیزگی کا حکم فرماتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَیُزَكِّیْهِمْ“ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انھیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور اُنھیں خوب ستھرا فرمادے۔ (بقرہ آیت ۱۲۹)

دوسری جگہ ہے: ”كَمَا اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَیُزَكِّیْكُمْ“ جیسے ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمھیں پاک کرتا ہے، (بقرہ آیت ۱۵۱) یہاں تزکیہ سے مراد شرک اور گناہوں کی نجاست سے پاک ہونا ہے۔

تیسری جگہ ہے: ”وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ“ اور اللہ قیامت کے دن اُن سے بات نہ کرے گا اور نہ اُنھیں ستھرا کرے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، (بقرہ آیت ۱۷۴)۔

چوتھی جگہ ہے: ”یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ“ جو اُن پر اُس کی آیتیں پڑھتا ہے، اور اُنھیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ (آل عمران آیت ۱۶۴)

یہاں تزکیہ سے مراد کفر وضلالت اور ارتکاب محرمات و معاصی اور خصائل ناپسندیدہ و ملکات رذیلہ وظلمات نفسانیہ سے پاک ہونا ہے، (خزائن العرفان)

پانچویں جگہ آیا ہے: ”وَلَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَكِّیْهِمْ“

اور اللہ نہ اُن سے بات کرے نہ نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ اُنھیں پاک کرے۔ (آل عمران آیت ۷۷)

یہاں تزکیہ سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ نہیں بخشے گا۔

چھٹی جگہ یوں فرمایا: ”اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ یُزَكِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَلَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا“ کیا تم نے انھیں نہ دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں، بلکہ اللہ جسے چاہے ستھرا کرے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا دانہ خرما کے ڈورے برابر (النسآ آیت ۴۹) یہاں یہود و نصاریٰ کی تردید کی گئی ہے کہ اُن کا یہ خیال باطل ہے کہ وہی اللہ کے مقرب و محبوب اور جنتی ہیں، حقیقت میں مقبول و محبوب وہ ہے جس کو اللہ اپنا محبوب بنائے۔

ساتویں جگہ سورۂ توبہ میں وارد ہوا: ”خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ وَصَلِّ عَلَیْهِمْ“ اے محبوب ان کے مال میں سے زکوٰۃ تحصیل کرو جس سے تم اُنھیں ستھرا اور پاکیزہ کردو اور اُن کے حق میں دُعائے خیر کرو، (التوبۃ آیت ۱۰۳) یہاں تزکیہ کا مفہوم ہے کہ خطا معاف فرمادیجیے اور مغفرت کی دعا فرمائیے۔

آٹھویں مقام پر سورۂ کہف میں فرمایا گیا: ”قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا“ حضرت موسیٰ نے

حضرت خضر سے کہا کیا تم نے ایک ستھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کردی، بے شک تم نے بہت بُری بات کی (الکھف آیت ۷۴)

یہاں تزکیہ سے مفہوم لیا گیا ہے بے خطا یعنی اے خضر جس لڑکے کو آپ نے قتل کردیا اُس کی کوئی غلطی نہیں تھی۔

نویں جگہ فرمایا گیا: ”قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَهَبَ لَکِ غُلٰماً زَکِیًّا“ بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں (سورۂ مریم آیت ۱۹)۔

دسویں جگہ یوں بیان فرمایا گیا ہے: ”خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَذَالِکَ جَـزَاءُ مَنْ تَـزَکّٰی“ ہمیشہ اُن میں رہیں اور یہ صلہ ہے اس کا جو پاک ہوا۔(سورہ طٰہٰ آیت ۷۶)

یہاں پاکیزگی سے مراد ہے کفر کی نجاست اور گناہوں کی گندگی سے پاک ہونا، گیارہویں جگہ ارشاد ربّانی ہے: ”وَلَـوْ لَا فَـضْـلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُه، مَازَکٰی مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اَبَداً وَّلٰکِنَّ اللّٰهَ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَاءُ ط وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ“ اور اگر اللہ کا فضل اور اُس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں کوئی بھی کبھی ستھرا نہ ہوسکتا، ہاں اللہ ستھرا کردیتا ہے جسے چاہے اور اللہ سنتا جانتا ہے، (النور آیت ۲۱) اس آیت میں مومنوں سے فرمایا گیا کہ تمہارا کفر سے تائب ہونا اور ایمان لانا اللہ کے فضل پر موقوف ہے اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو توفیق توبہ نہ ملتی اور رب تعالیٰ عفوو مغفرت نہ فرماتا۔

بارہویں جگہ قرآن بیان فرماتا ہے: ”وَمَنْ تَـزَکّٰی فَـاِنَّمَا یَتَـزَکّٰی لِنَفْسِهٖ وَاِلَی اللّٰهِ الْمَصِیْرُ“۔ اور جو ستھرا ہوا اپنے ہی بھلے کو ستھرا ہوا اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے، (سورۂ فاطر آیت ۱۸)۔ اس آیت میں تزکیہ سے مراد ہے نیک اور صالح بننا۔

تیرہویں مقام پر اس طرح ہے: ”فَلَا تُـزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ط هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی“ تو آپ اپنی جانوں کو ستھرا نہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں، (النجم آیت ۳۲)۔

چودہویں جگہ قرآن فرماتا ہے: ”یَتْـلُـوْا عَـلَیْهِـمْ اٰیٰتِـهٖ وَیُـزَکِّیْهِـمْ وَیُـعَلِّـمُهُـمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ“ اُن پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور اُنہیں پاک کرتے ہیں، اور اُنہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں، (الجمعۃ آیت ۲) یہاں تزکیہ کا معنی عقائد باطلہ واخلاق رذیلہ و خبائث جاہلیت و قبائح اعمال سے دور رہنا ہے، (خزائن العرفان)۔

پندرہویں مقام پر اس طرح آیا قُلْ هَلْ لَکَ اِلٰٓی اَنْ تَزَکّٰی. اس سے کہہ کہ کیا تجھے رغبت اس طرف ہے کہ ستھرا ہو (النّٰزعت آیت ۱۸)

سولہویں جگہ ارشاد ربانی ہے: ”وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّه، یَزَّکّٰی“ اور تمہیں کیا معلوم شاید وہ ستھرا ہو، (عبس آیت ۳) یعنی اے محبوب وہ آپ کی باتوں کو سن کر گناہوں سے بچے، یہ ممکن ہے۔ اسی سورت میں فرمایا گیا۔ وَمَا عَـلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی اور تمہارا اس میں کچھ نقصان نہیں کہ وہ ستھرا نہ ہو (عبس آیت ۷)

یعنی اے محبوب آپ کے ذمہ فقط دعوت دینا اور پیغام پہنچانا ہے، اگر وہ ایمان نہیں لاتے تو اس میں آپ کا کچھ نقصان نہیں۔

سترہویں جگہ قرآن فرمارہا ہے، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا، (الاعلیٰ آیت ۱۴)

اٹھارہویں جگہ اللہ نے یوں فرمایا، قَدْ اَفْلَـحَ مَنْ زَکّٰهَا۔ بے شک مراد کو پہنچا جس نے اپنے نفس کو ستھرا کیا۔ (الشّمس آیت ۹) یعنی جس نے اپنے نفس کو برائیوں سے پاک کیا وہ کامیاب ہوا۔

التزکیة فی اللغة

(زَکَا) الشئیُ (ن) نما و زاد و فلانٌ : صَلَحَ و تَنَعَّمَ

(اَزْکیٰ) الشئیَ اَصْلَحَهُ وَطَهَّرَهُ

(الزکاة) البرکةُ والنّماءُ و الطّهارةُ

(زَکّیَ) مَا لَه (تزکیةً) أدّی عنه زکاتَه

(زَکّیَ) نفسه ایضا مدحها وقوله تعالیٰ : ”وَتُزَکِّیْهِمْ بِهَا“ قالو: تُطَهِّرُهُمْ بها. و (تزکّی) تصدّق (مختار الصحاح)

(زَکّی) بڑھنا، زائد ہونا، ہُ اللہ :نشوونما کرنا، پاک کرنا، صالح بنانا (مصباح اللغات)

(تزکیہ) پاک کرنا، صفائی، (فیروز اللغات)

لغات میں تزکیہ کا مطلب صفائی، پاکی اور نشوونما کے ہیں، دوسرا معنی زکاۃ دینا اور صدقہ کرنا بھی ہے، اپنی تعریف کرنا اور بڑائی بیان کرنے کو بھی زَکّیَ کہتے ہیں۔

قرآن میں الگ الگ مقامات پر یہ لفظ مختلف صیغوں کیساتھ استعمال ہوا ہے، زیادہ تر کفر و معاصی سے دور رہنے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

یُزَكِّيهِمُ کی تفسیر بیضاوی نے عَنِ الشِّرکِ وَالْمَعَاصِی سے فرمائی ہے، مطلب واضح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ ظاہری و باطنی اور روحانی ہر اعتبار سے آپ بندوں کو پاک کرتے ہیں۔

تفسیر نعیمی میں لکھا ہے، ان سے اچھے اعمال کرا کر ان کے جسموں اور دلوں اور سینوں اور خیالات اور وہم وغیرہ کو بھی پاک فرما دے، خیال رہے کہ یُزَکّی زکوٰۃ سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں صاف کرنا اور بڑھانا، اسی لیے فرضی صدقہ کو زکوٰۃ کہتے ہیں کہ اس سے باقی مال صاف بھی ہو جاتا ہے اور بڑھتا بھی رہتا ہے، یہاں اس کے چند معنی ہیں،۔ ایک یہ کہ انہیں اعمال صالحہ کرا کر اور اچھے عقیدے بتا کر کفر اور گناہوں کے میل سے پاک کرے (روح البیان) دوسرے یہ کہ ان کے لوح دل کو دنیوی کدورات سے ایسا صاف کردے جس سے کہ سارے حجاب اُٹھ جائیں پھر اس آئینۂ قلبی میں غیبی چیزیں نقش ہوں اور بغیر سیکھے سکھائے انھیں علم حاصل ہو، اور حقائق خود بخود ان میں جلوہ گر ہو جائیں (عزیزی) تلاوت وحکمت کے بعد تزکیہ کا ذکر اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صرف پڑھ لینے یا قرآن کا معنی مطلب سمجھ لینے سے مقصود تک رسائی نہیں ہو سکتی جب تک کہ معلم انسانیت، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم انھیں پاک نہ فرما دے۔ (تفسیر نعیمی الٓمّ البقرۃ، ص ۸۵۷)

علما قرآن وسنت کے ظاہری احکام کی محافظت کرتے ہیں:

دین کے دو پہلو ہیں، ایک تو ظاہر ہے، جو سب پر عیاں ہے، کہ فلاں نمازی ہے، فلاں بے نمازی ہے، فلاح حاجی ہے فلاں بخیل ہے فلاں صاف ستھرا ہے، فلاں گندہ و میلا ہے، یہ ایسی چیزیں ہیں جو سب پر عیاں ہیں، علما قرآن وحدیث کا حوالہ دے کر عاقل بالغ مسلمانوں کو احکام شریعہ پر عمل کی دعوت دیتے ہیں، اُنہیں نہ اس کا علم ہے کہ نمازی کی نماز ہوئی یا نہیں، ارکان ادا کر لیا، فرضیت ادا ہوگئی، نماز پڑھتے وقت اس کی قلبی حالت کیا تھی؟ صرف اس کا رُخ ہی قبلہ کی طرف تھا یا دل بھی مائل تھا اس کا علم انھیں نہیں ہوتا سوائے اُن کے جن پر اللہ اپنا فضل فرمائے اور اپنی معرفت عطا فرما دے۔

صوفیا اسرار دین کی محافظت فرماتے ہیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں میں بعض کو اپنی ذات و صفات کی معرفت عطا فرمائی ہے، یہ گروہ عام طور پر مخلوق سے علیحدہ اور عزلت نشیں ہوتا ہے، اور ہر حال میں صابر و شاکر اور راضی برضا ہوتا ہے، ان کی اپنی کوئی خواہش نہیں ہوتی، اپنے کو مصائب و آلام اور شدائد سے دوچار رکھتے ہیں اور خلق خدا کی حاجت برآری فرماتے ہیں، آسائش و آرام کو اپنے لیے ابتلا و آزمائش سمجھتے ہیں، اور مصیبتوں اور تکلیفوں کو رحمت اور اس کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

اس گروہ کا ہر کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہوتا ہے، علائق دنیا سے یہ دور بھاگتے ہیں، ان کی زندگی کا نصب العین رضائے الٰہی ہے، بعض ان میں ظاہر ہوتے ہیں اور بعض لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ، اُن کے حال کی خبر ان کے مرتبے والوں کو ہوتی ہے، ان کا ظاہر آشفتہ اور پراگندہ ہوتا ہے لیکن باطن صاف شفاف اور نور الٰہی سے منور و مجلی ہوتا ہے، یہ دین کے ظاہری احکام و اوامر اور منہیات سے بھی واقف ہوتے ہیں ساتھ ہی رموز دین اور اسرار الٰہیہ سے بھی باخبر ہوتے ہیں۔

ان کی زندگی کا مقصد لوگوں کے قلوب کو اللہ کی بندگی اور اس کی حاکمیت کی طرف متوجہ کرنا اور دلوں کو صاف ستھرا کرنا، اس لیے کہ افعال ظاہری کی اہمیت اُسی صورت میں ہے جب کہ قلب پاکیزہ اور خدا کے غیر سے بے نیاز ہو، قلب کی پاکیزگی ایک پوشیدہ چیز ہے، اس کا علم ظاہر بینوں کو نہیں ہو سکتا، قلب ہر طرح کے حرص و ہوس ، نفرت و کدورت، شکوک و شبہات ،معاصی، شرک اور غلط اوہام اور فاسد خیالات سے خالی ہو اور یہ سب کچھ اللہ جلّ وعلیٰ کی رضا اور قربت کے حصول کی غرض سے ہو، یہ کام اولیاء اللہ انجام دیتے ہیں، جن کو اللہ نے اپنا مقرب اور محبوب بنایا ہے۔

بغیر پاکیزگی نفس کے انسان کے ظاہری اعمال صالحہ کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتے۔ اسی لیے حدیث میں فرمایا گیا کہ اعمال کے ثواب کا دارومدار نیتوں پر ہے جیسی نیت ہوتی ہے اسی اعتبار سے اللہ عزوجل اجر و ثواب عطا فرماتا ہے، بعض دفعہ چھوٹا عمل بخشش کا سامان بن جاتا ہے، جس کا نفس پاکیزہ ہوگا وہ مخلص ہوگا۔ حضرت مالک بن دینار نے فرمایا: میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل میں اخلاص ہے ، کیوں کہ

اخلاص کیساتھ عمل کرنا ہی تو عمل ہے، اس لیے کہ عمل کے لیے اخلاص کا درجہ ایسا ہی ہے جیسے جسم کے لیے روح، جس طرح بغیر روح کے جسم پتھر و جماد ہے، اسی طرح بغیر اخلاص کے عمل ریت کا تودہ ہے۔ اخلاص باطنی اعمال کے قبیل سے ہے، اور طاعات ونیکیاں ظاہری اعمال کے قبیل سے، ظاہری اعمال کی تکمیل باطنی اعمال کی موافقت پر موقوف ہیں، اور اعمال باطنی ظاہری اعمال کیساتھ ہی قدر و قیمت رکھتے ہیں، اگر کوئی شخص ہزار برس تک دل سے مخلص رہے، جب تک اخلاص کیساتھ عمل کو نہ ملائے وہ مخلص نہیں ہوسکتا، اسی طرح اگر کوئی شخص ہزار برس تک ظاہری عمل کرتا رہے لیکن جب تک وہ ظاہری عمل کے ساتھ اخلاص کو نہ ملائے گا وہ عمل نیکی نہیں بن سکتی (کشف المحجوب ص ۱۴۳)

اس سے سمجھ میں آ گیا کہ بعض لوگ فقط عمل صالح کی فکر اور کوشش میں مگن رہتے ہیں اور ظاہر احوال سے مطمئن جیسا کہ تبلیغی جماعتی اور دیوبندی وہابی، ہمیشہ دین و مذہب اور نماز وروزہ کی بات کرتے ہیں لیکن عقیدہ اور اخلاص سے بے پرواہوتے ہیں، ان کے اعمال بیکار اور عبث ہیں اس لیے کہ اعمال کی عمارت عقیدہ کی زمین پر تعمیر ہونی چاہیے اور ان کا عمل سنی مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور اپنی بد اعتقادی کو پھیلانے کے لیے ہوتا ہے، نیز بعض ایسے لوگ ہیں جو کبھی مسجد کا منہ نہیں دیکھتے، نماز سے کبھی شناسائی نہیں ہوئی، روزۂ رمضان جب آیا شیطان کی طرح مقید ہو گئے کہ کوئی یہ نہ جان لے کہ یہ بے روزہ دار ہے ان سب کے باوجود اُن کا دعویٰ ہے کہ وہ مخلص ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں، درحقیقت یہ چیزیں جہالت وغفلت پر مبنی ہیں یا پھر دین کیساتھ تمسخر اور مذاق، اللہ تعالیٰ احباب اہل سنت کو اخلاص اور پاکیزگی نفس کے ساتھ عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی کی ذات اور تعلیمات:

چھٹی صدی ہجری کی ایک نہایت عالی ہمت، بلند رتبہ، نیک سیرت، عالم سنت وشریعت بحر معرفت وحقیقت، سالار کاروان محبت، حامی دین وملت، منبع فیض وکرامت، فیض بخش، فیض رساں، معدن سخا، کان وفا، اہل بیت مصطفیٰ ذات ستودہ صفات کا نام نامی اسم گرامی حضرت سید احمد کبیر رفاعی ہے۔ جن کی ذات گرامی صوفیائے کرام کے درمیان آفتاب و ماہتاب کے مثل ہے، آپ کی شخصیت ظاہری اور باطنی دونوں اعتبار سے ارفع واعلیٰ ہے، ایک طرف آپ کے مواعظ اور فرمودات اور نصائح اور اقوال آپ کے علمی جاہ وجلال اور علوشان کا پتہ دیتے ہیں وہیں دوسری جانب آپ کے کشف وکرامات، روحانی تصرفات، خرق عادات آپ کی روحانیت، تزکیۂ باطن اور ولایت ومقبول بارگاہ الٰہی ہونے کا برملا اعلان کرتے ہیں۔

تعلیمات رفاعیہ:

سید العارفین حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اور مواعظ سالکان راہ حق اور طالبان حقیقت کے لئے بے حد مفید ہیں۔ آپ کے کلمات درحقیقت قرآن وسنت کے مفاہیم ہیں، آپ کی تعلیمات کا منبع ومصدر قرآن واحادیث نبویہ ہیں، آپ کی تعلیم اور پندو موعظت کے مطالعہ سے اس امر کا یقین ہوجاتا ہے کہ آپ اعتدال پسند تھے، افراط وتفریط اور غلو سے خود احتراز فرماتے اور اپنے مریدوں کو بھی اس بات کی تلقین فرماتے، ارشادات رفاعیہ ورموز رفاعیہ جن میں تفصیل کے ساتھ آپ کی نصیحتوں کو بیان کیا گیا ہے، وہ ہر دور اور ہر عہد کے لئے قابل عمل اور نمونہ ہیں، آپ کے جس قدر ارشادات عالیہ ہیں وہ معمول بہا ہیں، آپ نے خود عمل کیا پھر اُسے لوگوں تک پہنچایا، جہالت، تکبر، غرور، ریا، نفس پرستی کی برائیوں سے لوگوں کو متنبہ فرمایا، اخلاص عمل اور للّٰہیت کی دعوت دی، حصول علم اور خصوصاً فقہ سیکھنے کی تلقین فرمائی، شرک وبدعت، کذب وغیبت سے منع فرمایا، آپ کی تعلیمات میں دنیا اور آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہے، ذیل میں تعلیمات رفاعیہ اور مواعظ کے بعض اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں۔

فضیلت علم اور اتباع شریعت:

اگر کوئی عابد پانچ سو برس تک خلاف شرع عبادت کرتا رہے تو یہ عبادت اس کے منہ پر ماردی جائے گی، اور اس کی گردن پر گناہ الگ ہوگا، جس شخص کو احکام دین کی سمجھ ہو اُس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل درویش کی دو ہزار رکعتوں سے افضل ہیں، پس خبردار! علما کے حقوق ضائع نہ کرنا، تم کو ان کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے، اور ان میں سے جو متقی اور باعمل ہیں اولیاء اللہ حقیقت میں وہی ہیں۔

جاہل صوفیا:

جاہل صوفیا کے لیے حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی کی یہ تنبیہ اہمیت کی

حامل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ علما کا راستہ الگ ہے اور صوفیا کا راستہ الگ ہے، اس سلسلے میں آپ فرماتے ہیں: دین ظاہر و باطن دونوں کا جامع ہے، ظاہر جسم ہے تو باطن روح۔ جسم کے بغیر روح کا قیام نہیں ہو سکتا، اور روح کے بغیر جسم مردہ اور بیکار ہے، یہی مثال ہے اہلِ شریعت اور طریقت کی، شریعت علم ہے تو طریقت عمل ہے، علم بغیر عمل کے شجر بے ثمر کی مانند ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے۔

عمل کی تلقین: اے گروہ علما ایسا نہ کرنا کہ علم کی حلاوت لے لو اور عمل کی تلخی کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ حلاوت عمل کی مشقت کے بغیر نفع نہیں دیتی اور اس تلخی کا ثمرہ ہمیشہ ہمیش کی حلاوت ہے یعنی جنت کی راحت جو کبھی ختم نہیں ہونے والی۔

روح کی غذا:

ذکر اللہ، روح کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا روح کی شراب اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے، اللہ والوں کا فرمانا ہے کہ راحت پانے والوں نے اللہ کے اُنس کے برابر کسی چیز سے راحت نہیں پائی ہے اور لذت حاصل کرنے والوں نے اللہ کی یاد کے برابر کسی چیز میں لذت نہیں پائی ہے۔

اللہ سے ڈرو اور بری عادتوں سے بچو:

حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی فرماتے ہیں: میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی اور ان خصلتوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں، اُن میں سے ایک حسد ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے، دوسرا کبر ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسرے سے بڑا سمجھے، تیسرا جھوٹ ہے، یعنی خلاف واقعہ فضول اور بیہودہ بات جس میں نہ کوئی فائدہ ہے بلکہ ذلت و خواری ہے۔ چوتھا غیبت ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب پیچھے بیان کیا جائے جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے، اور پانچواں حرص ہے جس کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا اور چھٹا غضب و غصہ جس کی حقیقت خون کا بدلہ لینے کے لیے جوش میں آنا، اور ساتواں ریا ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس کے اعمال دیکھ رہے ہیں اور آٹھواں ظلم ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اُس کی ہر خواہش میں کہ جو دل میں آیا کر گذرا، چاہے اپنے کو یا کسی اور کو تکلیف پہنچے یا نقصان اور نواں عُجب ہے یعنی خود کو افضل سمجھنا اور دوسروں کو حقیر گمان کرنا۔ اوپر جن نو عیبوں کو بتایا گیا ہے اگر انسان اُن سے اپنے کو بچا لے تو یقیناً وہ خود بھی محفوظ ہو جائے گا اور اس سے دوسرے بھی محفوظ ہو جائیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نیک اور برگزیدہ بندوں کے وسیلے سے ہم سب کو عقیدۂ اہل سنت پر قائم رکھے، گمراہ اور بدمذہب فرقوں کی گمراہی سے محفوظ رکھے، اور اپنے مقرب بندوں کے زمرے میں شامل فرمائے آمین۔

☆☆☆☆☆

قصیدہ بحضور غوث الرفاعی

از جناب اخترؔ بڑودوی

معشوقِ ربِّ اکبر احمد کبیر تم ہو
اور کاملوں کے رہبر احمد کبیر تم ہو

جیسے بلالِ دوراں جیسے اویسِ دوراں
کیا عاشقِ پیمبر احمد کبیر تم ہو

والی حضور آقا، مولا کریم داتا
سرکارِ بندہ پرور احمد کبیر تم ہو

غوث و قطب سے آگے ہے مرتبہ تمہارا
یکتا ولی مقرر احمد کبیر تم ہو

دل میں کیا کھنچی ہوئی ہے کیا تصویر تمہاری
اس آئینے کے اندر احمد کبیر تم ہو

میروں کے میر ہو تم پیروں کے پیر ہو تم
کہتے ہیں غوثِ اکبر احمد کبیر تم ہو

ہر دور ہر زمانہ ہے فیضیاب تم سے
اور فیض کے سمندر احمد کبیر تم ہو

سب اولیاء میں تم نے دستِ نبی کو چوما
جس کا نہیں ہے ہمسر احمد کبیر تم ہو

اخترؔ کے دل کو راحت ہے نام سے تمہارے
آرامِ جانِ اخترؔ احمد کبیر تم ہو

سوغات تہنیت ومبارکبادی و نیک تمنائیں

طارق انور مصباحی، مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی) استاذ: جامعہ سعدیہ عربیہ (کاسرگوڈ: کیرلا)

فاضل شہیر حضرت مولانا سید حسام الدین رفاعی زید فضلہ کوئی سالوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ ملک گیر پیمانے پر حضور سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلسلہ رفاعیہ کے تعارف کے لیے جہد مسلسل کررہے ہیں۔ حضرت سید احمد رفاعی کبیر قدس سرہ العزیز کی حیات وخدمات اور سلسلہ رفاعیہ سے متعلق متعدد کتب ورسائل شائع فرما چکے ہیں، اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

خانقاہ عالیہ رفاعیہ (بڑودہ: گجرات) کے زیر نگرانی ''رفاعی اکیڈمی اینڈ ویلفیر ٹرسٹ'' بھی ہے۔ اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام بہت سے تعلیمی، سماجی اور رفاہی امور سرانجام پاتے ہیں۔ اسی کے زیر انتظام ''رفاعی پبلک اسکول'' (بورگاؤں، تعلقہ کالول ضلع پنچ محل: گجرات) چلتا ہے۔ نرسری سے پانچ کلاس تک بچوں کی تعلیم کا عمدہ نظم ہے۔ قریباً چارسو بچے یہاں زیر تعلیم ہیں۔ سیکنڈری ایجوکیشن اور ہائیر سیکنڈری ایجوکیشن کے لیے بھی اسکول تعمیر کرنے کا پروگرام ہے۔ رفاعی اکیڈمی اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے زیر انتظام ''جامعہ سید احمد کبیر رفاعی'' بھی چلتا ہے۔ اس میں پرائمری اور حفظ وقرأت کی عمدہ تعلیم کا انتظام ہے۔ قریباً 21: طلبہ شعبہ حفظ وقرأت سے فارغ التحصیل ہو چکے ہیں۔ اسی ٹرسٹ کے زیر اہتمام ہر دوسال پر اجتماعی شادی کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ اب تک قریباً دوسوپچھتر (275) نکاح کیے جا چکے ہیں۔ اس ٹرسٹ کی جانب سے بلڈ ڈونیشن کیمپ، میڈیکل کیمپ اور طبی امداد کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس ٹرسٹ کی جانب سے متعدد تعلیمی، سماجی ورفاہی امور انجام دیئے جاتے ہیں۔

محبّ محترم حضرت مولانا سید حسام الدین رفاعی زید مجدہ نے ماہ دسمبر ۲۰۱۸ء کے عشرۂ اولیٰ میں یہ خوش خبری سنائی کہ **ماہ نامہ غوث العالم دھلی** حضور سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال وفضائل سے متعلق ایک ضخیم نمبر شائع کرنے جارہا ہے۔ یہ سن کر بہت مسرت وشادمانی ہوئی۔ آج کل یہ بھی دیکھنے میں آرہا ہے کہ وہابی اور بدمذہب جماعتیں بزرگان دین کی سیرت وسوانح کو شائع کررہے ہیں، حالاں کہ وہ لوگ، حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان سے کچھ نسبت بھی نہیں رکھتے۔

جولوگ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر اور اپنے بڑے بھائی کی طرح سمجھتے ہوں، وہ اولیائے کرام کو کیا سمجھتے ہوں گے۔ ان کے یہاں حضرات اولیائے کرام کی زیارت بھی بدعت وناجائز ہے، لیکن اب یہ وہابیہ ودیابنہ اجمیر شریف بھی زیارت کو حاضر ہو رہے ہیں اور اپنے تعلقات بھی حضرات اولیائے کرام سے ثابت کررہے ہیں۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ان بزرگان دین کے منسلکین کو اپنے قریب کیا جائے اور اپنے مذہب باطل کی طرف انہیں راغب کیا جائے۔

جن بزرگوں اور خانقاہوں کی سیرت وتاریخ کو وہابیہ ودیابنہ شائع کرتے ہیں، ان بزرگوں کے متوسلین ومعتقدین فطری طور پر وہابیہ ودیابنہ کے قریب ہوجاتے ہیں۔ اہل سنت وجماعت کے ہوش مند افراد اور علمائے اہل سنت وجماعت کو وہابیہ کی اس حکمت عملی پر غور کرنے اور اس فریب کو نیست ونابود کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم ان اولیائے کرام وبزرگان دین کی سیرت وسوانح کی جانب توجہ دیں اور حسب استطاعت ان کی اشاعت کریں، تاکہ برادران اہل سنت پر بد مذہبوں کی فریب کاری کا اثر نہ ہوسکے۔

میں اس عظیم وضخیم نمبر کی اشاعت پر **ماہ نامہ غوث العالم کی مجلس ادارت اور گل گلزار رفاعیت** حضرت سید شاہ کمال الدین مظہر اللہ رفاعی دام ظلہ العالی، سجادہ نشیں: خانقاہ رفاعیہ (بڑودہ: گجرات) اور تمام وابستگان سلسلہ رفاعیہ کو قلبی مبارکبادی اور سوغات تہنیت پیش کرتا

ہوں ۔ اللہ تعالیٰ اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے ،خواص وعوام کے درمیان قبولت عامہ عطا فرمائے ،اور ہم تمام کو قطب عالم حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات سے حصہ وافرہ عطا فرمائے (آمین)

خیال خاطر احباب چاہیئے ہردم
الٰہی ٹھیس نہ لگ جائے ان آبگینوں کو

فاضل گرامی حضرت مولانا سید حسام الدین رفاعی (بڑودہ: گجرات) کی فرمائش پر خاکسار نے بھی قطب الزماں حضرت سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب اور محامد ومحاسن پر چند سطور رقم کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے:
آمین بجاہ النبی الامین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

ہمارے نمائندے

(۱) مولانا حافظ ابو الفتح اشرفی	ہنومان گڑھ،راجستھان	8278622524
(۲) ڈاکٹر شہباز چشتی مصباحی	باگ ڈوگرا،مغربی بنگال	9064502370
(۲) مولانا عرفان اشرفی	خطیب وامام غوثیہ مسجد ڈالی گنج لکھنؤ۔	9889283786
(۳) الحاج آل رسول احمد	آفس انچارج AIUMB لکھنؤ۔	7905673203
(۴) مولانا عظیم اشرفی	صدر مدرس مدرسہ مختار العلوم،ٹانڈہ ضلع امبیڈکر نگر (یوپی)	9997555583
(۵) فہد شاہ اشرفی	ضلع صدر AIUMB یوتھ ونگ، سنبھل (یوپی)	9756247723
(۶) قاری عتیق الرحمان اشرفی	مدرسہ اہلسنت نور العلوم سیفنی رامپور یوپی	9412871884
(۷) ڈاکٹر پرویز ہاشمی	برہمپورا ضلع مظفر پور (بہار)	9199417768
(۸) قاری محمد عاصم صابری	امام نورانی مسجد نئی بستی، پیران کلیر شریف (اتراکھنڈ)	9410107018
(۹) شیر خان اشرفی	اپوزٹ بلال مسجد شیوری، کراس روڈ ممبئی	8451011982
(۱۰) ماسٹر شمیم احمد اشرفی	خادم خانقاہ اشرفیہ شیخ اعظم سرکارکلاں کچھوچھہ شریف	8009307035
(۱۱) مولانا برکت حسین مصباحی	پرنسپل جامعہ کاملیہ مفتاح العلوم، کلہی بازار، ضلع مہراج گنج (یوپی)	9936111216
(۱۲) محمد اشرف اشرفی	دیپا سرائے سنبھل ضلع سنبھل یوپی	9761696207
(۱۳) مولانا عبد القادر اشرفی	مدرسہ جامعۃ النور الاسلامیہ جگدیش پور امیٹھی	9758693784
(۱۴) محمد اظہر خان	کراچی پاکستان	+92-3343017861
(۱۵) علامہ جنید احمد خان اشرفی	ماریشش (ساؤتھ افریقہ)	+23052578655

سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اہل علم کی نظر میں

سراج احمد قادری مصباحی، خادم: الکلیم دارالافتا مرغیا چک سیتامڑھی بہار، ۶۳۵۵۱۵۵۷۸۱

ترا خاور درخشاں رہے تا ابد فروزاں
تری صبح نور افشاں کبھی شام تک نہ پہنچے

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کبھی بھی نیک، صالح، متقی ،عبادت گزار، شب زندہ دار بندوں سے خالی نہ ہوئی اور نہ ان شاء اللہ خالی ہوگی، ان صفات سے متصف اللہ کے مقربین، بندگان خدا کو خدا وحدہ لاشریک کی بارگاہ کا مودب ومقرب بنانے کی ہمہ وقت کوشش کرتے رہتے ہیں، یہ سلسلہ انبیاے کرام سے شروع ہوتا ہے اور پھر اس دائمی نبوی فیضان کو علماے راسخین اولیاے کاملین ،صوفیاے عاملین علی حسب الطاقہ پوری دنیا میں عام وتام کرتے رہتے ہیں، چونکہ یہ حضرات انبیاے کرام کے سچے وارث اور جانشین ہوتے ہیں اور یہ وراثت انہیں اہل کمال کے حصے میں آتی ہے جنہیں خلاق عالم نے علوم ظاہری وباطنی سے کثیر اور وافر مقدار میں فیوضات وکرامات فرما کر معرفت وحقیقت کے زیوروں سے مزین فرمایا ہے۔ انہیں جلیل القدر نابغہ روزگار ہستیوں میں سے ایک ہستی کا نام امام اجل، قطب اکمل، استاذ العلما، امام الاولیا، عارف باللہ، سلطان العارفین حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ تواریخ وسیر سے منسلک افراد بخوبی جانتے ہیں کہ شیخ سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اولیاے کاملین، سرخیل اصفیا، اغواث واقطاب میں ہوتا ہے۔

آپ کی ولادت ۱۵ ؍رجب المرجب ۵۱۲ھ، بروز جمعرات مسترشد باللہ عباسی کے زمانہ خلافت میں مقام ام عبیدہ کے ''حسن'' نامی ایک قصبہ میں ہوئی۔ یہ مقام بطائح میں واسط وبصرہ کے درمیان واقع ہیں۔

آپ نے دین وسنیت کی وہ خدمات انجام دی ہیں جنہیں فراموش کرنا آپ کی عظیم خدمات کو بھلا دینا ہے، مختلف علوم وفنون میں آپ کی تصانیف موجود ہیں، آپ کو مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل تھی مگر جس فن کے ذریعہ آپ کو شہرت ملی وہ تصوف ہے اس فن میں آپ کا انہماک اتنا بڑھا کہ آپ نے اس فن کے اندر ایک ممتاز اور نمایاں مقام حاصل کرلیا، آپ کے فضائل وکمالات بے شمار ہیں یہی وجہ ہے کہ سیر وتواریخ کی بے شمار کتابوں میں آپ کی تعریف وتوصیف کا تذکرہ ملتا ہے اور آپ کے معاصرین ومتاخرین نے آپ کا ذکر اعلیٰ اوصاف، عمدہ خصلتیں، بلند محاسن ومحامد کے ساتھ کیا ہے۔ ذیل میں چند اہل علم کے اقوال وفرمودات نقل کررہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

امام اجل سیدی ابوالحسن علی بن یوسف نورالملۃ والدین لخمی شطنوفی ''بہجۃ الاسرار'' میں فرماتے ہیں:

"الشیخ احمد بن ابی الحسن الرفاعی رضی الله تعالیٰ عنه هذا الشیخ من اعیان مشائخ العراق واجلاء العارفین وعظماء المحققین وصدار المقربین صاحب المقامات العلیة والجلالة العظیمة والکرامات الجلیلة والاحوال السنیة والافعال الخارقة والانفاس الصادقة صاحب الفتح المونق والکشف المشرق والقلب الانور والسر الاظهر والقدر الاکبر" (بہجۃ الاسرار ومعدن الانوار، ص: ۲۳۵، مصطفیٰ البابی مصر)

ترجمہ: حضرت سیدی احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرداران مشائخ واکابر عارفین واعاظم محققین وافسران مقربین سے ہیں، جن کے مقامات بلند اور عظمت رفیع اور کرامتیں جلیل اور احوال روشن اور افعال خارق عادات اور انفاس سچے عجیب فتح اور چمکا دینے والے کشف اور نہایت نورانی دل اور ظاہر تر سر اور بزرگ تر مرتبہ والے۔

حضرت شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"السید احمد سلك الی الله طریقا اقعب به السالکین

واخرس السنتہ المتکلمین واقعر فی دیوان التفتیش المحمدی اھل الدعوی اذل نفسہ فعز واخرھا فتقدم وطمس انانیتہ استراق النفس والسمع فصار نورا یستضاء بہ وجیلا ابلق یلتجاء الیہ وانہ لوجیہ الوجہ عند اللہ ورسولہ نحن اشیاخہ بالاسم وھو شیخنا الوقت بالحکم۔"(المجالس الرفاعیۃ،ص:۲۳)

ترجمہ: سید احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طریق الی اللہ کے لیے ایسا راستہ اپنایا ہے کہ سالکین اس پر چلنا چاہیں تو عاجز رہ جائیں، اس راستے کی وضاحت کرنا چاہیں تو ان کی زبانیں ساتھ نہ دیں، انھوں نے اپنے نفس کو تواضع وانکسار کا پیکر بنایا تو اللہ رب العزت نے ان کو معزز ومکرم کر دیا، انھوں نے اپنے نفس کو موخر کیا تو پروردگار عالم نے اسے مقدم فرمادیا، انھوں نے اپنی انانیت کو کچل دیا تو رب تعالیٰ نے ان کو ایسا منور کر دیا کہ دوسرے لوگ نور پا رہے ہیں، اللہ پاک نے آپ کو ایسا پہاڑ بنایا کہ لوگ اس کی پناہ لے رہے ہیں، آپ، اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک بڑے وجاہت ومرتبت والے ہیں، ہم بظاہر ان کے شیخ ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارے شیخ ہیں۔

امام شہاب الدین ابوالفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد العکری الحنبلی الدمشقی فرماتے ہیں:

"وکان متواضعا سلیم الصدر مجردا من الدنیا،ما ادخر شیئا قط"(شذرات الذھب،۴۲۹،ج:۶،دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: آپ تواضع اختیار کرنے والے آلودگیوں سے پاک سینہ والے تھے دنیا سے بے نیاز تھے، آپ نے کبھی بھی ذخیرہ اندوزی نہ کی۔

حضرت شیخ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کل الاصحاب یفتخرون بمشایخھم الا انا فانی افتخر بالسید احمد الرفاعی ،ویحق لہ ان یفتخر بھذا الامام الذی اید اللہ بہ السنۃ واحیا بہ الطریقۃ ،واعلیٰ بہ منارۃ الحقیقۃ"(ارشاد المسلمین لطریقۃ شیخ المتقین ،ص:۸)

ترجمہ: سب لوگ اپنے مشایخ پر فخر کرتے ہیں مگر میں سید احمد رفاعی پر فخر کرتا ہوں، اوران کی ذات یقیناً فخر کے لائق ہے۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ سنت کو تقویت بخشی، طریقت کو زندہ فرمایا، اور حقیقت کے منار کو بلند فرمایا۔

نیز فرمایا:

"لو لا سر الامتثال لاخذت عنہ،ولا ریب انا شیخہ فی الصورۃ، وھو شیخی فی المعنی" ۔(المجالس الرفاعیہ،ص:۲۳)

ترجمہ: اگر سر امتثال نہ ہوتا تو میں سید احمد سے بیعت ہوتا، اس میں شک نہیں کہ میں ان کا صورتاً شیخ ہوں مگر حقیقتاً وہ میرے شیخ ہیں۔

قطب ربانی حضور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"ان للہ عبدا متمکنا فی مقام عبدیتہ،یمحو اسم مریدہ من دیوان الاشقیاء،ویکتبہ فی دیوان السعداء"۔ (المعارف المحمدیہ۔ص:۴۹)

ترجمہ: اللہ رب العزت کا ایک بندہ (سید کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ) ہے جو مقام عبدیت پر متمکن ہے۔ جو اپنے مریدوں کا نام بدبختوں کی فہرست سے ہٹا کر نیک بختوں کی فہرست میں درج کر دیتا ہے۔

امام رافعی قاضی ابوشجاع شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کان السید أحمد الرفاعی علما شامخا،وجبلا راسخا،وعالما جلیلا ،محدثا فقیھا،مفسرا،ذا روایات عالیات،واجازات رفیعات ،قارئامجودا،حافظا مجیدا،حجۃ رحلۃ ،متمکنا فی الدین اعلم اھل عصرہ بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ ،واعملھم بھا بحرا من بحار الشرع،سیفا من سیوف اللہ،وارثا اخلاق جدہ رسول اللہ ﷺ"۔(المعارف المحمدیہ،ص:۴۴)

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ شخصیت ،جبل راسخ، عالم جلیل، محدث فقیہ مفسر، صاحب روایات عالیہ واجازات رفیعہ، عمدہ قاری قرآن، اچھے حافظ قرآن ، حجت کاملہ، دین پر مضبوطی سے کاربند، اپنے ہم عصروں میں کتاب وسنت کے سب سے بڑے عالم وعامل ، بحر شریعت ، سیف اللہ اوراپنے جد کریم رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کے سچے وارث تھے۔

مورخ ابن اثیر جزری رقم طراز ہیں:

"کان صالحا ذا قبول عظیم عند الناس ،وعندہ من التلامیذۃ ما لا یحصی"۔

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ مرد صالح اور عوام وخواص کے مابین حد درجہ مقبول تھے، آپ کے تلامذہ کی تعداد شمار سے باہر ہے۔

فقیہ صلاح الدین صفدی فرماتے ہیں:

"الامام القدوة العابد الزاهد،شيخ العارفين"۔

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ امام و پیشوا، عابد و زاہد اور اہل اللہ کے شیخ تھے۔

محدث عبد السمیع ہاشمی واسطی فرماتے ہیں:

"كان السيد احمد اٰية من اٰيات الله،معجزة من معجزات رسول الله ﷺ،كان طريقه الكتاب والسنة ،كان فعالا ولا قوالا،لو رايته رأيت كل السلف،وليس علىٰ الله بمستنكر أن يجمع العالم فى واحد "(المعارف المحمد یہ،ص:۴۹)

ترجمہ: سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ اللہ رب العزت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصلاح وتزکیہ کا طریق کار کتاب وسنت سے ماخوذ ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ عمل کے دھنی تھے نہ کہ قول کے۔ اگر تم نے انھیں دیکھ لیا تو گویا تمام اسلاف کو دیکھ لیا۔ اور اللہ کی ذات سے یہ کچھ بعید نہیں کہ ایک شخص واحد میں پوری دنیا کو سمیٹ دے۔

شیخ منصور بطائحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

"وزنته بجميع اصحابى وبى ايضا،فرجحنا جميعا"۔

ترجمہ: میں نے اپنے جملہ اصحاب اور خود سے آپ کا موازنہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سب سے بالاتر پایا۔

ابن خلکان فرماتے ہیں:

"كان رجلا صالحا ،فقيها شافعي المذهب " ۔

ترجمہ: آپ رحمۃ اللہ علیہ مرد صالح اور شافعی المذہب فقیہ تھے۔

ابن عماد حنبلی کہتے ہیں:

"الشيخ الزاهد القدوة"

آپ رحمۃ اللہ علیہ شیخ، زاہد اور امام تھے۔

ابن قاضی شهبة،حيث ذكره فى طبقات الشافعية وعده من فقهائهم۔

ترجمہ: ابن قاضی شہبہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر طبقات شافعیہ میں کیا اور شافعی فقہا میں آپ کو شمار کیا۔

امام تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

"الشيخ الزاهد الكبير،احمد اولياء الله العارفين والسادات المشمرين ،اهل الكرامات الباهرات" (طبقات الشافعیہ، ج:۴،ص:۴۰)

ترجمہ: آپ عظیم زاہد اور بلند پایہ اولیاے عارفین اور بڑے درجہ کے سید اور واضح کرامتوں کے حامل ہیں۔

شیخ عبد الوہاب شعرانی کا قول ہے:

"هو الغوث الاكبر والقطب الاشهر،احد اركان الطريق وائمة العارفين الذين اجتمعت الامة علىٰ امامتهم واعتقادهم"(لواقح الانوار، ج:۱)

ترجمہ: آپ غوث اکبر، مشہور زمانہ قطب اور ان اصحاب طریقت اور ائمہ عارفین میں سے ایک ہیں جن کی امامت اور عقیدت امت کے نزدیک مسلم ہے۔

حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''ان کا اخلاق سرتاپا شریعت اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور ان کا دل اللہ رب العزت کے ساتھ مشغول ہے۔ انھوں نے سب کچھ چھوڑ کر سب کچھ پالیا (یعنی رضائے الٰہی کی خاطر کائنات کو چھوڑا تو رب کو پالیا اور جب رب مل گیا تو سب کچھ مل گیا)''

(سیرت سلطان الاولیا، ص:۲۰۰ ملخصا)

ولی کبیر حضرت سیدنا ابراہیم ہوازنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''میں سید احمد کبیر کی کیا تعریف کرسکتا ہوں۔ ان کے جسم کا ہر بال ایک آنکھ بن چکا ہے جس کے ذریعہ وہ دائیں بائیں، مشرق ومغرب ہر سمت میں دیکھتے ہیں''۔ (سیرت سلطان الاولیا، ص:۲۰۰ ملخصا)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آپ کا شمار اقطاب اربعہ سے یعنی ان چہارم میں جو اقطاب میں اعلیٰ وممتاز گنے جاتے ہیں۔ اول حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوم سید احمد رفاعی، سوم حضرت سید احمد کبیر بدوی، چہارم حضرت سید ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنھم'' (فتاوی رضویہ، ص ۵۵۰، ج:۲۱، جدید)

حضرت رفاعی کی خصوصیات

مولانا مظہرالدین احمد عزیزی، جامعہ حضرت نظام الدین اولیا، ذاکر نگر، اوکھلا، نئی، دہلی ۲۵

زبدۃ الاتقیا حضرت شیخ سید احمد کبیر رفاعی رضی اللہ عنہ ان اجلۂ اولیائے کرام میں ہیں جن کی عظمت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے۔ صاحب قلائد الجواہر لکھتے ہیں کہ

''آپ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جو بحکم خدا اندھوں اور برص کے مریضوں کو اچھا کرتے تھے۔ آپ ان اولیا میں سے ہیں جن کی شہرت ساری دنیا میں ہوئی۔'' (بہجۃ الاسرار)

خوصوصیات :

اللہ عزوجل نے بہت ساری خصوصیات سے آپ کو نوازا تھا بالخصوص عشق رسول، تواضع، خدمت خلق، حلم وعفو جیسی اعلیٰ صفات سے متصف تھے۔

تواضع :

عجز وانکساری کے آپ پیکر تھے اور کیوں نہ ہو کہ حقیقت میں یہ ولیوں کی مخصوص صفت ہوتی ہے، آپ کے اخلاق وعادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا مکمل نمونہ تھے، آپ فرماتے تھے لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ کیوں کہ حسن خلق تمام اعمال نافلہ سے افضل ہے۔

عاجزی، انکساری، تواضع آپ میں حد سے زیادہ تھی اور آپ کی یہ صفت تمام صفتوں پر بھاری ہے علامہ ابن سعد یافعی شہادت دیتے ہیں:

''تواضع، قناعت، نرم گوئی، انکساری، کسر نفسی وسلامت باطن کی صفت وخصوصیت آپ کی ذات پر ختم ہوگئی۔''

خدمت خلق :

خدمت خلق میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا۔ مخلوق کی خدمت، ہمدردی اور شفقت عام ازیں کہ انسان ہو یا حیوان سب کی کرتے تھے۔ بیواؤں اور مسکینوں کے گھر جنگل سے لکڑیاں لاتے، بسا اوقات ان کے گھر پانی بھی بھرتے تھے۔ (ص ۱۶ المجموعۃ الصغری)

کوڑھیوں کو نہلاتے، کپڑے پہناتے اور ان کے لیے دعا کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ ان کی زیارت واجب ہے۔ (ص ۱۰۳، ج ۱ الدار المنظم)

اگر ام عبیدہ کے دیہاتوں کے کسی مریض کا حال سنتے تو اس کی عیادت کے لیے ضرور تشریف لے جاتے اگر قیام کی نوبت آتی تو قیام کر کے خانقاہ لوٹتے تھے۔ سڑک پر اندھوں کا انتظار کرتے جب وہ آتے دکھائی دیتے تو فوراً ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اور منزل تک پہونچا دیتے اور جب کسی عمر دراز کو دیکھتے تو اس کے محلّہ کو پہنچا کر محلّہ کے کسی صاحب خیر سے اس کے ساتھ حسن سلوک کی سفارش کرتے اور حدیث شریف سناتے کہ عمر رسیدہ آدمی کا جو شخص اکرام کرتا ہے اس کے بڑھاپے میں اللہ اس کے لئے اکرام کرنے والے پیدا فرما دیتا ہے۔ (ص ۱۲۲ لواقح الانوار)

خانقاہ کے جانوروں کی بھی دیکھ بھال کرتے خانقاہ اور خانقاہ کی مسجد کو خود صاف کرتے۔ آج کے اس پرفتن دور میں دور دور تک نظر نہیں آتا کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ ہمدردی کرے، ایک انسان کی راحت کو اپنی راحت پر ترجیح دیتا ہو تو بھلا غیر انسان سے ہمدردی کیوں کر سکے گا۔

بلی پر شفقت :

ایک بلی آپ کے دامن میں بیٹھے سوگئی، اتنے میں نماز کا وقت آگیا، آپ نے دامن کے اتنے حصے کو چاک کر دیا، اس کو بیدار ہونے نہ دیا۔ نماز پڑھ کر تشریف لائے تو وہ بیدار کھڑی تھی، اپنے دامن کا ٹکڑا اٹھا کر کرتے سے سی لیا۔ (تذکرہ حضرت رفاعی ص ۶۱)

مچھر پر شفقت :

ایک دن شدت کا جاڑا تھا آپ نے وضو کیا اور دیر تک ہاتھ پھیلائے رہے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں جنبش نہیں ہے، اتنے میں حضرت کے خادم شیخ یعقوب نے آکر آپ کی دست بوسی کی۔ آپ نے

فرمایا اے یعقوب! تم نے اس ضعیف کو کیوں پریشان کیا، انھوں نے متعجبانہ عرض کیا کون ضعیف؟ فرمایا ایک مچھر میرے ہاتھ پر بیٹھ کر اپنا رزق کھا رہا تھا وہ تمھاری دست بوسی سے اڑ گیا۔
(ص ۱۲۲، لواقح الانوار، بحوالہ تذکرۂ رفاعی ص ۶۲)

خارشی کتے کی تیمارداری:

ایک خارشی کتا تھا، اہل شہر اس سے نفرت کرنے لگے دوسرے کتے بھی پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ حضرت رفاعی اس کو جنگل لے گئے، اس کے لیے سائبان تانا، روزانہ اس کے لیے کھانا اور دوالے جاتے کھلاتے پلاتے اور تیل ملتے، چالیس دن بعد وہ کتا اچھا ہو گیا آپ نے گرم پانی سے اس کو نہلایا اور شہر لائے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اس کی خوب خدمت فرمائی، ارشاد فرمایا، ہاں، میں اللہ سے ڈرا کہ کہیں قیامت کے دن وہ مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کرے اور فرمائے کہ تجھے اس کتے پر ترس نہ آیا اور تو ڈرا نہیں کہ میں تجھے بھی اس کتے کی طرح مبتلائے مرض کر سکتا ہوں۔ (ص ۱۴۱، الدار المنظم)

کسر نفسی اور خدا ترسی کا یہ کتنا بڑا نمونہ ہے جس کی مثال کوئی پیش نہیں کر سکتا۔

حضرت رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے یہ چند گوشے تھے، ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ گوشے عام سے عام تر ہوں تا کہ آپ کی زندگی سے نا آشنا حضرات واقف بھی ہوں اور ان کی سیرت پڑھ کر ان کے نقش قدم پر چلیں اور سر بلندی حاصل کر سکیں۔

اعلان عام برائے مریدین ومتوسلین اور خلفا وعلمائے اہل سنت

ہر طرح کی دینی آفات وبلیات اور آسیبی خلل کے شکار مریض، دعائے حیدری کی تلاش میں دربدر بھٹکنے والے عاملین علما ومشائخ، مخدوم پاک کے دربار میں چلہ کشی کے خواہش مند، حاضرات کے عاملین اور سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے نقوش وتعویذات اور اوراد ووظائف کی اجازات کے طلب گار اور سلسلہ کے بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلی آرہی تبرکات وآثار اور دیگر حیرت انگیز روحانی تجربات کے قدرداں حضرات اور اپنے دل کی بات یا کوئی درد وغم کسی اللہ والے سے کہنے کے خواہش مند حضرات، ماہر روحانیات وعملیات، سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے اسرار ورموز کے حامل وامین، نبیرہ سرکار کلاں، یادگار شیخ اعظم، شیخ الہند حضرت اقدس، پیر طریقت علامہ ومولانا پیر شاہ سید محمد اشرف اشرفی الجیلانی کچھوچھوی، دامت برکاتہم النورانیہ کی باوقار ذات، اور لاثانی مرشد سے ابھی رابطہ کریں۔

حضرت کی رحم دل اور دردمند ذات نے طے کیا ہے کہ تاریخ اسلام کے عظیم صوفی وقائد اور روحانی پیشوا، القدوۃ الکبریٰ، غوث العالم، محبوب یزدانی، اوحد الدین، السلطان السید الشریف الصوفی الشاہ اشرف جہانگیر السمنانی السامانی النوربخشی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن ابو السلاطین ابراہیم السامانی النوربخشی الحسنی الحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کچھوچھہ مقدسہ) کے فیوض وبرکات کو تقسیم کرنے اور خلق خدا کی حاجت روائی کرنے کے لیے ان شاء اللہ تعالیٰ یکم محرم الحرام سے تا اختتام عرس مخدومی کچھوچھہ مقدسہ میں قیام فرمائیں گے۔ اس دوران ہر طرح کا دعوتی وتبلیغی دورہ اور دینی ودنیاوی سفر منسوخ رہے گا، مریدین اور محبین ہرگز اس دوران سفر کے لیے اصرار نہ کریں۔ یہ وقت سرکار مخدوم پاک کے نام وقف ہے۔ کیونکہ سرکار مخدوم پاک کی زندگی کا سب سے بڑا مشن خدمت خلق ہی ہے۔ سرکار مخدوم پاک نے ساری قربانیاں مخلوق خدا کی حاجت روائی ہی کے لیے برداشت فرمائی تھیں۔

جملہ مریدین ومتوسلین اور عقیدت مندوں اور حضرات علما ومشائخ اور اہل اللہ وصوفیائے کرام وسجادہ نشینان وخدام بارگاہان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ پورے ماہ محرم الحرام میں حضرت سے خانقاہ شیخ اعظم کچھوچھہ مقدسہ ہی میں ملاقات کریں اور حاجات پیش کریں۔

اور تشریف لانے سے پہلے برائے کرم ہر حال میں درج ذیل پتے یا نمبرات پر رابطہ کر لیں اور خادم خانقاہ کو اپنی آمد کی اطلاع ضرور دیں۔

محمد احسان اللہ، خانقاہ عالیہ اشرفیہ شیخ اعظم سرکار کلاں، کچھوچھہ مقدسہ   موبائل۔ 9936459242